نور الاصباح

اردو شرح

نور الایضاح

باضافہ شروح وحواشی مفیدہ

ایضاح الاصباح

حضرۃ مولانا سید محمد میاں صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

محدث، فقیہ، مورخ،

مجاہد فی سبیل اللہ

مولف کتب کثیرہ

۷۸۶

لِیَتَفَقَّهُوا فِی الدِّین
قرآن حکیم

نُورُ الْاِیضَاح

مُصنّفہ

حضرت علامہ فقیہ مولانا ابو الاخلاص حسن الوفائی الشرنبلالی
قدس اللہ سرہ العزیز

مع ترجمہ

نُورُ الاصباح

باضافہ شروح وحواشی مفیدہ
مسمّٰی

ایضاح الاصباح

ازحضرت مولانا سید محمد میاں سابق شیخ الحدیث وصدر مفتی مدرسہ امینیہ دہلی رح

ناشر
مکتبہ قاسمیہ
۱۷- اردو بازار ○ لاہور

تعارف

مصنف نام شیخ حسن بن عمار بن علی اور کنیت ابوالاخلاص ہے۔ مصر کے ایک شہر شرابلولہ کے باشندے تھے جس کی طرف خلاف قیاس منسوب کر کے آپ کو شُرنبلالی کہا جاتا ہے۔ ۹۹۴ھ میں ولادت ہوئی۔ جامعہ ازہر میں تعلیم پائی اور وہیں قیام کیا۔ آپ کے شاگردوں میں نہایت بلند پایہ علماء ہوئے۔ اپنے زمانہ کے فقہاء و فضلاء میں ممتاز ترین درجہ پر فائز تھے۔ اور آپ کی دور دور تک شہرت تھی۔ فتاویٰ میں آپ پر اعتماد کیا جاتا تھا۔ آپ کثیر التصانیف مصنف ہیں جن میں سے فقہ میں "نورالایضاح" بہت مشہور کتاب ہے۔ رمضان ۱۰۶۹ھ میں وفات ہوئی۔

مترجم و محشی مولانا سید محمد میاں صاحبؒ دیوبند ضلع سہارنپور میں ۱۳۲۱ھ مطابق ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ جامعہ قاسمیہ دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی اور سب سے پہلے آرہ شاہ آباد (بہار) میں تعلیم و تدریس کا شغل اختیار کیا۔ پھر ۱۹۲۶ء میں مرادآباد منتقل ہوئے جہاں جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی سے منسوب رہے۔ ۱۹۲۹ء میں تحریک آزادی ہند میں حصہ لینا شروع کیا اور ۱۹۴۵ء میں ناظم جمعیۃ علماء ہند کی حیثیت میں دہلی میں مستقل قیام فرمایا۔ ۱۹۶۳ء میں جمعیۃ علماء ہند کی نظامت سے دست بردار ہو کر مدرسہ امینیہ عربیہ دہلی میں درس حدیث کے لیے مامور ہوئے جس میں اخیر تک مشغول رہے۔ ۱۳۹۵ھ مطابق ۱۹۷۵ء میں وفات پائی۔ آپ کی تصانیف مُتَنَوِّعُ الاقسام ہیں۔ تحریک آزادی ہند میں مسلمانوں کی خدمات کے متعلق آپ کی کتابوں "علماء حق" اور "علماء ہند کا شاندار ماضی" کو تاریخی مراجع کی اہمیت حاصل ہے۔ سیرِ مبارکہ پر آپ کی کتابیں "سیرِ مبارکہ محمد رسول اللہ" اور "صحابہ کرام کا عہد زریں" مشہور و مقبول تصانیف ہیں۔ بچوں کے لیے دینی تعلیم کا ایک مکمل نصاب مرتب فرمایا جو ملک کی درسگاہوں میں کافی عرصہ سے مروجہ ہے۔ زیر نظر کتاب کی شرح ابتدائی تصانیف میں سے ہے جس کی نئی ترتیب کے ساتھ یہ تیسرا ایڈیشن ہے۔

تالیف "نورالایضاح" درس نظامی میں فقہ کی مشہور کتاب ہے اس کی شرح خود مصنف نے "مراقی الفلاح" کے نام سے لکھی تھی۔ زیر نظر طباعت میں عربی متن کے ساتھ اُردو ترجمہ اور حاشیہ پیش کیا گیا ہے۔ حاشیہ میں 'مراقی الفلاح' سے بہت سی تشریحات کی گئی ہیں۔ اُردو ترجمہ کا نام "نورالاصباح" ہے۔ یہ تصنیف پہلی مرتبہ تقسیم ہند سے پہلے شائع ہوئی تھی۔ پھر جدید ترتیب کے ساتھ ۱۹۶۶ء میں نیا ایڈیشن شائع ہوا۔ اور اب یہ عکسی ایڈیشن پیش ہے۔

فہرست مضامین نور الایضاح و نور الاصباح

عنوان صفحہ
تعارف ۳
کتاب الطہارۃ ۵
جھوٹا پانی ۹
ناپاک کنویں کی پاکی ۱۰
استنجاء ۱۲
وضو ۱۶
وضو کی سنتیں ۱۸
آداب وضو ۲۰
مکروہات واقسام وضو ۲۲
نواقض وضو ۲۴
غسل واجب کرنے والی چیزیں ۲۶
جن چیزوں سے غسل
واجب نہیں ہوتا ۲۷
فرائض وسنن غسل ۲۸
آداب غسل ۲۹
تیمم ۳۰
موزوں پر مسح ۳۶
پٹی پر مسح ۳۸
حیض ونفاس کا بیان ۳۹
ناپاکیاں اوران سے پاکی ۴۲
دباغت وغیرہ ۴۵
کتاب الصلوٰۃ ۴۶
مکروہ اوقات ۴۹
اذان ۵۰
نماز کی شرطیں اور ارکان ۵۳
سمت کعبہ ۵۵
واجبات نماز ۶۴
سنن نماز ۶۶
نماز پڑھنے کی ترکیب ۷۰
امامت ۷۵

عنوان صفحہ
معافی جماعت ۷۷
مستحق امامت وترتیب صفوف ۷۸
جماعت کے بعد کے واجبات اور
مستحبات ۸۰
مفسدات نماز ۸۱
قرارت کی غلطیاں ۸۹
سترہ کا بیان ۹۶
وہ چیزیں جو نماز میں مکروہ نہیں ۹۷
نماز کو توڑنا ۹۸
وتر کا بیان ۱۰۰
نوافل کا بیان ۱۰۳
سواری پر نماز ۱۰۶
کشتی میں نماز ۱۰۷
تراویح کا بیان ۱۰۹
بیت اللہ میں نماز ۱۱۰
مسافر کی نماز ۱۱۱
مریض کی نماز ۱۱۵
نماز و روزہ کی معافی ۱۱۷
قضا نمازوں کی ادائیگی ۱۱۹
ادراک فریضہ ۱۲۰
سجدۂ سہو ۱۲۳
شک کا بیان اور ۷
تلاوت کے سجدے ۱۲۷
نماز جمعہ ۱۳۲
نماز عیدین ۱۳۶
سورج وچاند گہن کی نماز ۱۳۹
نماز استسقاء ۱۳۹
نماز خوف ۱۴۱
احکام جنازہ ۱۴۲
نماز جنازہ ۱۴۷

عنوان صفحہ
جنازہ اٹھانا اور دفن کرنا ۱۵۱
زیارت قبور ۱۵۵
احکام شہید ۱۵۶
کتاب الصوم ۱۵۹
روزہ کی چھ قسمیں ۱۶۰
جن روزوں کے لیے رات سے
نیت کرنا ضروری ہے ۱۶۲
یوم شک کے روزے ۱۶۴
جو چیزیں روزے کو نہیں توڑتیں ۱۶۸
جو چیزیں روزے کو توڑ دیتی ہیں ۱۶۹
جو چیزیں کفارہ کو
ساقط کر دیتی ہیں ۱۷۲
جو چیزیں روزے کو مکروہ کر دیتی ہیں ۱۷۳
مکروہات ومستحبات روزہ ۱۷۶
عوارض کا بیان ۱۷۷
نذر کے روزے ۱۸۰
اعتکاف کا بیان ۱۸۱
کتاب الزکوٰۃ ۱۸۵
مصرف زکوۃ ۱۹۳
صدقۂ فطر ۱۹۶
کتاب الحج ۱۹۹
حج کی سنتیں ۲۰۳
حج کا طریقہ ۲۰۸
قران ۲۲۱
تمتع ۲۲۲
عمرہ ۲۲۳
حج کی غلطیاں اور فروگذاشتیں ۲۲۴
ہدی ۲۲۸
زیارت مبارک حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان ۲۳۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمُ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ خَاتَمِ النَّبِیِّیۡنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ الطَّاھِرِیۡنَ وَصَحَابَتِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ قَالَ الۡعَبۡدُ الۡفَقِیۡرُ اِلٰی مَوۡلَاہُ الۡغَنِیِّ اَبُو الۡاِخۡلَاصِ حَسَنُ الۡوَفَائِیُّ الشُّرُنۡبُلَالِیُّ الۡحَنَفِیُّ اِنَّہٗ الۡتَمَسَ مِنِّیۡ بَعۡضُ الۡاَخِلَّاءِ (عَامَلَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاھُمۡ بِلُطۡفِہٖ الۡخَفِیِّ) اَنۡ اَعۡمَلَ مُقَدِّمَۃً فِی الۡعِبَادَاتِ تُقَرِّبُ عَلَی الۡمُبۡتَدِیۡ مَا تَشَتَّتَ مِنَ الۡمَسَائِلِ فِی الۡمُطَوَّلَاتِ فَاسۡتَعَنۡتُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی وَاَجَبۡتُہٗ طَالِبًا لِلثَّوَابِ وَلَا اَذۡکُرُ اِلَّا مَا جَزَمَ بِصِحَّتِہٖ اَھۡلُ التَّرۡجِیۡحِ مِنۡ غَیۡرِ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیدنا محمد
خاتم النبیین وعلیٰ الہٖ الطاہرین وصحابتہٖ اجمعین

بندہ ابو الاخلاص حسن الوفائی شرنبلالی جو اپنے مولائے بے نیاز کا نیازمند ہے۔ عرض پرداز ہے کہ بعض دوستوں نے (خدا ہماری اور اُن کی بابت اپنی پوشیدہ مہربانی کو کام میں لائے) فرمائش کی کہ میں ایک مقدمہ (چھوٹا سا رسالہ) عبادات کے متعلق تحریر کردوں جو اُن مسائل کو مبتدی کے ذہن کے قریب کردے جو بڑی بڑی کتابوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

پس میں نے خدا تعالیٰ سے اعانت اور مدد کی درخواست کی۔ اور ان دوستوں کی فرمائش پر لبیک کہی۔ ثواب کی جستجو اور تلاش کرتے ہوئے۔

اور میں اس رسالہ میں طوالت کے بدوں صرف وہی قول نقل کروں گا جس کی صحت پر اہل ترجیحعـــ نے وثوق اور جزم کیا ہے۔

عـــ فقہ کے ماہرین کے سات طبقے تسلیم کئے گئے ہیں،

(۱) مجتہد مطلق یا مجتہد فی الشرع۔ ایسا فقیہ جو بلاتقلید محض قرآن پاک اور احادیث مقدسہ اور اجماع کی روشنی میں قواعد اور اصول اساسی بطور خود مرتب کرے۔ اور فرعی احکام کو اُن کے ذریعہ سے مستنبط کرے جیسے امام ابوحنیفہ۔ امام شافعی۔ امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ۔

(۲) مجتہد فی المذہب یا مجتہد منتسب۔ ایسا فقیہ جس نے کسی مجتہد فی الشرع کے اصول لے کر احکام کا استنباط کیا ہو۔ جیسے امام ابو یوسف۔ امام محمد۔ امام زفر رحمہم اللہ تعالیٰ۔

یہ حضرات اصول میں عموماً امام ابوحنیفہؒ کے تابع رہے ہیں۔ لیکن فرعی احکام میں خود مجتہد رہے ہیں۔

(۳) مجتہد فی المسائل یا مجتہد فی المذہب۔ ایسا فقیہ جو اپنے امام کے اصول لے کر صرف ایسے مسائل میں استنباط کرے جن کے متعلق کوئی روایت ائمہ سے

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

إِطْنَابٍ (وَسَمَّيْتُهُ) نُورُ الْإِيضَاحِ وَنَجَاةُ الْأَرْوَاحِ وَاللّٰهَ أَسْأَلُ أَنْ يَنْفَعَ بِهِ عِبَادَهُ وَيُدِيمَ الْإِفَادَةَ

كِتَابُ[1] الطَّهَارَةِ[2]

اَلْمِيَاهُ[3] الَّتِي يَجُوزُ التَّطْهِيرُ بِهَا سَبْعَةُ مِيَاهٍ مَاءُ السَّمَاءِ وَمَاءُ الْبَحْرِ وَمَاءُ النَّهْرِ وَمَاءُ الْبِئْرِ وَمَاءٌ ذَابَ مِنَ الثَّلْجِ وَمَاءُ الْبَرَدِ وَمَاءُ الْعَيْنِ ثُمَّ الْمِيَاهُ عَلَى خَمْسَةِ أَقْسَامٍ طَاهِرٌ

میں نے اس کا نام نورالایضاح ونجات الارواح رکھا اور اللہ سے درخواست ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اس سے نفع پہنچائے۔ اور اس کی فائدہ رسانی کو دائم رکھے۔ آمین

پاکی کا بیان

وہ پانی[3] جن سے پاک کرنا جائز ہے سات ہیں۔ (۱) آسمان کا (بارش کا) پانی (۲) سمندر کا پانی (۳) ندی کا پانی (۴) کنویں کا پانی (۵) وہ پانی جو برف[4] سے پگھلے (۶) اولے کا پانی (۷) چشمہ کا پانی۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ثابت نہیں۔ ایسے حضرات کسی ایسے مسئلہ میں جس میں امام کی طرف سے کوئی تصریح ہو مخالفت نہیں کرسکتے خواہ یہ مسئلہ اصولی ہو یا فروعی۔ ان کا کام یہ ہوتا ہے کہ صرف ایسے مسائل میں جن میں امام سے کوئی روایت نہ ہو امام کے اصول و قواعد کو سامنے رکھ کر استنباط کریں مثلاً طحاوی، کرخی، شمس الائمہ حلوانی، شمس الائمہ سرخسی، فخر الاسلام بزودی، قاضی خاں جیسے حضرات اسی درجہ کے مجتہد ہیں۔

(۴) اصحاب التخریج۔ وہ فقیہہ جو مجمل اقوال اور ایسے مسائل کی تفصیل اور دلائل پیش کرسکیں جو چند احتمالات اور مختلف پہلو رکھتے ہوں جیسے ابوبکر رازی ؒ

(۵) اصحاب الترجیح: ایسے فقیہہ جو مختلف روایتوں میں سے کسی ایک کو اولیٰ، صحیح تر یا حالات عوام اور مسلمانوں کی مذہبی اور قومی ضروریات کے پیش نظر کسی ایک روایت کو موافق تر قرار دے سکیں۔

(۶) مفتی۔ یعنی ایسا عالم جو قوی، ضعیف، ظاہر روایت یا شاذ اور نادر روایتوں میں امتیاز کرسکے۔ جیسے صاحب کنز صاحب نقایہ۔ صاحب نورالایضاح یا مصنف درمختار وغیرہ۔

(۷) ایسے مقلد جو رطب و یابس، صحیح اور سقیم وغیرہ میں کچھ بھی امتیاز نہ کرسکیں۔ ان کا مبلغ علم صرف اتنا ہی ہو کہ مسائل حاضرہ کے متعلق نقول پیش کرسکیں۔ جیسے دور حاضر کے مفتی صاحبان۔ واللہ اعلم (ردالمحتار)

---

[1] کتاب اور کتابت کے لغوی معنی جمع کرنا اور اصطلاحاً ایسے مسائل کے مجموعہ کو کہا جاتا ہے جن کو مستقل اعتبار کیا گیا ہو۔ خواہ وہ متفرق اقسام و انواع پر شامل ہوں یا نہ ہوں۔ (مراقی)

[2] طہارت۔ بفتح طاء مصدر۔ پاک ہونا اور پاکی۔ بکسر آلہ۔ جس سے پاکی حاصل کی جائے۔ مثلاً پانی۔ اور بضم پاک کرنے کے بعد جو پانی وغیرہ بچ جائے اس کو کہا جاتا ہے۔ (مراقی) اور اصطلاح فقہ میں حدث یا خبث (پلیدی) کے جاتے رہنے کو طہارت کہا جاتا ہے۔ ط۔ بحر

[3] میاہ۔ ماء کی جمع کثرت ہے۔ اصل میں مواہ بکسر میم تھا اور امواہ جمع قلت ہے۔ پانی کی تعریف یہ کی گئی ہے کہ وہ ایک جوہر ہے جو لطیف و شفاف اور سیال ہو۔ م (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مُطَهِّرٌ غيرُ مكروهٍ وَهو الماءُ المطلقُ وطاهرٌ مطهِّرٌ مكروهٌ وهو ما شَرِبَ منه الهِرَّةُ ونحوُها وكان قليلاً وطاهرٌ غيرُ مطهِّرٍ وهو ما استُعمِلَ لِرَفعِ حَدَثٍ اَوْ لِقُرْبَةٍ كالوضوءِ على الوضوءِ بنيّتِهٖ ويصيرُ الماءُ مستعمَلاً بمجرَّدِ انفصالِهٖ عن

پھر پانی[1] کی پانچ قسمیں ہیں (طہارت، نجاست اور کراہت کے لحاظ سے)

(۱) طاہر، مطہر، غیر مکروہ (یعنی خود پاک، دوسری چیز کو پاک کرنے والا، کراہت سے خالی) اور وہ ماء مطلق[2] ہے۔

(یعنی عام پانی بشرطیکہ مذکورہ بالا سات قسموں میں سے ہو)

(۲) طاہر[3]، مطہر، مکروہ (یعنی خود پاک، دوسری چیز کو پاک کرنے والا مگر کراہت کے ساتھ) یہ وہ پانی ہے جس میں [4]بلی یا بلی جیسے[5] (کسی جانور) نے پی لیا ہو اور تھوڑا ہو (یعنی ماء کثیر نہ ہو)

(۳) طاہر، غیر مطہر (یعنی خود تو پاک ہے مگر دوسری چیز کو پاک نہیں کرسکتا۔ اور یہ وہ پانی ہے جس کو حدث کے رفع کرنے یا قربت و ثواب کے مقصد کے لیے استعمال کیا گیا ہو۔ جیسے وضو پر وضو کرنا[6]، وضو کی نیت سے (محض ٹھنڈک حاصل کرنے یا گرد و غبار کو دور کرنے کے لیے نہ استعمال کیا گیا ہو۔)

اور پانی مستعمل ہوجاتا ہے صرف بدن سے جدا[7] ہوجانے پر۔ (جیسے ہی بدن سے جدا ہو۔)

(بقیہ ص۵) [7] سوال: برف یا اولے کی قید کیوں لگائی؟

جواب: اس لیے کہ پگھلے ہوئے نمک سے وضو جائز نہیں۔ ہاں کھاری پانی سے جب تک اس کا نمک نہ بنایا جائے، وضو جائز ہے۔ (مراقی)

[1] مذکورہ بالا قسموں میں سے ہر ایک کی اتنی ہی قسمیں نکل سکتی ہیں۔

[2] مطلق پانی۔ یعنی جب محض پانی کا لفظ بولا جائے تو ذہن اس کی طرف منتقل ہو۔ بالفاظ دیگر سونف۔ گلاب وغیرہ کوئی ایسی چیز اس میں نہ ملی ہو جس سے وہ مقید ہوجائے۔ کیونکہ ایسے پانی کو عرق گلاب یا عرق سونف کہا جاتا ہے۔ (مراقی)

[3] سوال: آب زمزم سے وضو یا غسل جائز ہے یا نہیں؟

جواب: بے وضو یا جنبی کے لیے وضو یا غسل ناجائز ہے۔ البتہ باوضو پاک آدمی تبرک کی نیت سے وضو یا غسل کرے تو جائز بلکہ مستحب ہے۔ اسی طرح ناپاک کپڑے کا پاک کرنا یا استنجاء وغیرہ بھی جائز نہیں۔ ط

[4] سوال: جنگلی بلی کا بھی یہی حکم ہے۔؟

جواب: جنگلی بلی کا جھوٹا ناپاک ہے۔ یہ حکم گھریلو بلی کا ہے۔

[5] بلی جیسے۔ مثلاً مرغی، شکاری پرندے، سانپ چوہا اور ایسے حرام جانور جن میں بہتا خون ہے مگر ان سے بچنا مشکل ہے۔ باقی وہ جانور جن میں خون ہی نہیں جیسے مکڑی، مچھر، مکھی ان کا جھوٹا ناپاک نہیں۔ بلکہ اگر مر جائیں تب بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ ط۔م

[6] لگاتار وضو پر وضو کرنا مکروہ ہے۔ بلکہ بہتر شکل تو یہ ہے کہ نماز وغیرہ کے بعد دوسرا وضو کرلے ورنہ کم از کم یہ تو ضروری ہے کہ مجلس بدل جائے جہاں پہلے وضو کیا تھا اس جگہ سے منتقل ہوجائے۔ ط

[7] طحاوی اور بعض دیگر علماء کا قول یہ ہے کہ بدن سے جدا ہوکر جب کسی جگہ ٹھہر جائے اس وقت مستعمل ہوتا ہے۔ مثلاً ایک عضو جس کو دھو رہا تھا اس سے بہہ کر دوسرے عضو پر پانی پڑ گیا اور بالفرض یہ دوسرا عضو اس مقدار میں تر ہوگیا جتنا بھیگنا وضو کے لیے ضروری تھا۔ پہلے قول کی بنا پر دوسرا عضو دوبارہ دھونا پڑے گا۔ یہ بھیگ جانا وضو کے لیے کافی نہیں۔ کیونکہ جس پانی سے بھیگا ہے وہ مستعمل تھا۔ اور ماء مستعمل سے وضو جائز نہیں اور دوسرے قول کی بنا پر چونکہ یہ مستعمل نہ تھا اس حصہ کا دھونا فرض نہیں رہا۔ ط

الجسدِ وَلَا یَجُوْزُ بماءِ شجرٍ وثمرٍ ولوخرج بنفسه من غیر عصرٍ فی الْاَظْهَرِ ولا بماءٍ زالَ طبعُه بالطبخ او بغلبةِ غیرِه علیه والْغلبةُ فی مخالطةِ الجامداتِ باخراجِ الماءِ عن رقتهِ وسَیَلانهِ ولا یَضُرُّ تغیرُ اوصافهِ کلِّها بجامدٍ کزعفرانٍ وفاکهةٍ ووَرَقِ شجرٍ والْغلبةُ فی المائعاتِ بظهورِ وصفٍ واحدٍ من مائعٍ لهٗ وصفانِ

درخت یا پھل کے پانی سے[1] وضو جائز نہیں۔ اگرچہ نچوڑے بدون خود ہی نکلا ہو۔ بموجب روایت اظہر[2] اور وضو جائز نہیں اس پانی سے بھی، جس کی طبیعت[3] اصلیہ اُس سے زائل ہوگئی ہو۔ پکانے[4] کے باعث یا کسی دوسری چیز کے غالب ہوجانے کے باعث۔

منجمد[5] چیزوں کے ملنے (کی صورت) میں غالب ہونے کا مطلب یہ ہے کہ پانی کی رقت[6] اور اُس کا سیلان[7] جاتا رہے۔ اور جامد چیز کے سبب سے اس کے سارے[8] اوصاف کا بدل جانا کچھ مضر نہیں۔ جیسے زعفران پھل یا درخت کے پتے۔ اور بہنے[9] والی چیزوں میں غلبہ کی صورت یہ ہے کہ جس بہنے والی چیز میں دو وصف ہوں اس کا ایک وصف پانی

---

[1] جیسے کیلے یا تربوز کا پانی۔

[2] یعنی کچھ قول اس کے برخلاف بھی ہیں جن کا اعتبار نہیں۔

[3] یعنی رقیق ہونا۔ بہنا۔ سیراب کرنا۔ گھانا۔ مراقی

[4] لیکن اگر کوئی ایسی چیز ڈال کر پانی پکایا جائے جس سے پانی کا زیادہ نکھارنا اور زیادہ صفائی مقصود ہو تو اس صورت میں اس سے وضو جائز ہوگا۔ بشرطیکہ اُس کی رقت اور سیلان باقی رہے۔ جیسے غسل میت کے لیے بیری کے پتے ڈال کر پانی پکانا مسنون ہے۔ ط

[5] ترجمہ لفظی یہ ہے۔ غلبہ، منجمد چیزوں کے ملنے کی صورت میں ثابت ہوتا ہے۔ پانی کو رقت اور سیلان سے نکال دینے سے۔

[6] علامت یہ ہے کہ کپڑے میں سے خود نہ نچڑے۔ مراقی

[7] علامت یہ ہے کہ عضو پر بہہ نہ سکے۔ مراقی۔

[8] یعنی مزہ، بو، رنگ۔ لیکن اگر سیلان اور رقت بھی باقی نہ رہی تو اب اس سے وضو جائز نہیں۔ نیز یہ حکم اُس صورت میں ہے کہ رنگنا مقصود نہ ہو۔ چنانچہ اگر پانی میں زعفران اتنی مقدار میں پڑ جائے کہ اُس سے رنگا جاسکے تو اب وضو جائز نہیں۔ ط

[9] ترجمہ لفظی یہ ہے اور غلبہ بہنے والی چیزوں میں (معتبر ہوگا) بذریعہ ایک وصف کے ظاہر ہونے کے اس بہتی چیز کے کہ اس کے لیے دو وصف ہوں اور بذریعہ ظاہر ہونے دو وصف کے اس بہنے والی چیز میں کہ اس کے تین وصف ہوں۔

ایک احتمال باقی رہ گیا۔ دونوں برابر ہوں۔
اس صورت میں علماء کا فتویٰ یہی ہے کہ احتیاطاً وضو جائز نہیں۔

مراقی

فائدہ: غلبہ کے متعلق مصنف رحمہ اللہ کے بیان کا حاصل یہ ہے کہ ملنے والی چیز کی چند صورتیں ہوں گی۔ وہ منجمد ہے یا بہتی ہوئی۔ پھر اگر تر ہے تو اس کی چند صورتیں ہیں یا اس کے تین وصف ہیں یا دو یا ایک یا کوئی وصف نہیں۔ اب منجمد چیز اگر مل گئی تو وہاں پانی کے اوصاف یعنی رنگ، مزہ، بو کے رہنے نہ رہنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ اس میں دار و مدار پانی کی رقت اور سیلان پر ہے۔ اگر وہ باقی ہیں تو وضو جائز ورنہ نہیں۔ اور اگر ملنے والی چیز بہنے والی ہے تو اگر اس کے تین وصف ہیں تو دو وصف۔ اور اگر اُس کے دو وصف یا ایک وصف ہے تو صرف ایک وصف اگر پانی میں سرایت کر گیا تو وضو جائز نہیں اور نہیں تو وضو جائز ہے۔ اب باقی رہی وہ بہنے والی چیز جس کا کوئی وصف نہ ہو۔ مثلاً عرق گلاب جس کی خوشبو جاتی رہی تو ایسی صورت میں اجزا اور وزن کا اعتبار ہوگا۔ اگر ملنے والی چیز کا وزن زیادہ ہے تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر کم ہے تو اُس سے وضو جائز ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ محمد میاں عفی عنہ

فقط كاللبن له اللونُ والطعمُ ولا رائحةَ له ويظهر وصفين من مائعٍ له ثلاثةٌ كالخلِ والغلبةُ في المائع الذي لا وصفَ له كالماءِ المستعمل وماءِ الوردِ المنقطعِ الرائحة تكونُ بالوزن فإن اختلط رطلانِ من الماء المستعمل برطلٍ مِنَ المطلق لا يجوز به الوضوءُ وبعكسه جاز والرابعُ ماءٌ نجسٌ وهو الذي حلّت فيه نجاسةٌ وكان راكدًا قليلاً والقليلُ مادون عشرٍ في عشرٍ فينجسُ وإن لم يظهر أثرها فيه أو جاريًا وظهر فيه أثرها والأثرُ طعمٌ أو لونٌ أو ريحٌ والخامسُ ماءٌ مشكوكٌ في طهوريّته وهو ما شرب منه حمارٌ أو بغلٌ

میں ظاہر ہو جائے۔ مثلاً دودھ کہ اُس کا رنگ اور مزہ ہوتا ہے اور اُس کی بو نہیں ہوتی۔

اور جس بہنے والی چیز کے تین وصف ہوں، اس کے دو وصف اگر پانی میں ظاہر ہو جائیں گے تو غلبہ مانا جائے گا۔ مثلاً سرکہ۔

اور جس بہنے والی چیز کا کوئی وصف نہ ہو جیسے استعمال کردہ پانی یا عرق گلاب جس کی خوشبو منقطع ہو گئی ہو اس میں غلبہ کا اعتبار وزن پر ہوگا۔ پس اگر ماء مستعمل کے دو رطل، ماء مطلق کے ایک رطل میں مل گئے تو وضو جائز نہیں اور اس کے عکس کی صورت میں وضو جائز ہے۔

چوتھے ناپاک پانی۔ وہ پانی ہے کہ اس میں نجاست حلول کر گئی ہو۔ اور یہ پانی ٹھیرا ہوا ہو اور قلیل ہو۔ اور قلیل وہ ہے جو دہ در دہ[1] سے کم ہو۔ پس قلیل پانی ناپاک ہو جائے گا۔ اگرچہ ناپاکی کا اثر اُس میں ظاہر نہ ہوا ہو۔ یا پانی جاری ہو اور اس میں ناپاکی کا اثر ظاہر ہو گیا ہو۔ اور اثر سے مراد مزہ، رنگ، بو، ہے کہ ان میں سے کوئی ایک پانی میں آنے لگے۔

پانچویں وہ پانی جس کی پاکی میں شک کیا گیا ہے۔ اور وہ وہ ہے جس میں سے گدھے یا خچر نے پی لیا ہو۔

---

[1] حوض یا تالاب وغیرہ کی چند صورتیں ہیں۔ اگر مربع ہے تو کم از کم دس ذرع لانبا، دس ذرع چوڑا ہونا چاہیے۔ اور اگر گول ہو تو بیالیس ذرع اس کا دائرہ ہونا چاہیے۔ اور اگر سہ گوشہ ہو تو ہر جانب ساڑھے پندرہ گز ہونا چاہیے۔ اور اگر مستطیل ہو تو دیکھا جائے گا کہ لمبائی اور جو کچھ اس کا عرض ہے وہ ملا کر دہ در دہ کی برابر ہو جاتا ہے یا نہیں اگر ہو جاتے تو کثیر کا حکم رکھے گا۔

شرح نقایہ

اس موقع پر ذرع کا لفظ مستعمل ہوتا ہے۔ اس کا ترجمہ ہاتھ بھی کیا جاتا ہے اور گز بھی، اس کی مقدار سات مٹھی بتائی گئی ہے جو تقریباً ۱۲ گرہ یعنی پون گز ہوتی ہے۔ مگر بہتر یہی ہے جس گز کا رواج ہو اس سے ناپا جائے۔ واللہ اعلم (مترجم)

مذکورہ بالا مقدار عام مسلمانوں کی سہولت کے لیے علمائے کرام نے مقرر کردی ہے ورنہ اصل مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ہے کہ جو شخص پانی کا ضرورت مند ہے اگر وہ فقہی مسائل میں صاحب بصیرت ہے تو خود اس کی رائے اور اس کا اندازہ معتبر ہوگا اگر اس کے خیال میں وہ پانی اتنی مقدار میں ہے کہ ناپاکی کا اثر اس کے تمام حصوں تک نہیں پہنچا، تو جہاں اس کے خیال میں ناپاکی کا اثر نہیں پہنچا ہے۔ وہاں سے وہ وضو کر سکتا ہے۔ واللہ اعلم

طحطاوی

گہرائی کے لحاظ سے کم از کم اتنا گہرا ہونا چاہیے کہ چلو بھرنے کے وقت زمین نہ کھل جائے۔ مراقی

(**فصل**) وَالماءُ القليلُ اِذَاشَرِبَ منه حيٌ انْ يكونُ علىٰ اربعةِ اقسامٍ ويسمّٰى سورًا الاولُ طَاهرٌ مطهّرٌ وهومَاشَرِبَ منه آدميٌّ اَوْفرسٌ اومَايُوكَلُ لحمُهٗ والثانى نجسٌ لايجوزاسْتِعمالهٗ وهوماشَرِبَ مِنهُ الكَلْبُ اوالخنزيرُ اوشئٌ مِنْ سِبَاعِ البهَائمِ كالفهَدِ والذئبِ والثالثُ مَكروهٌ استعمالهٗ مع وجودِ غيرِهٖ وهو سُوْرُ الهِرّةِ وَ الدَّجَاجَةِ المُخَلَّاةِ وسِباعِ الطيرِ كالصَّقرِ والشَّاهِينِ وَالحِدَأَةِ وسَواكنِ البيُوتِ كالفارةِ لا العقربِ والرابعُ مشكوكٌ فى طُهُوريتهٖ وهوَ سورُ البَغلِ والحمارِ فان لمْ

فصل۔ جھوٹا پانی

مارِ قلیل، جب کوئی جاندار اس میں سے پی لے تو چار قسموں پر ہوگا۔ اور ایسے پانی کو سُور (جھوٹا) کہتے ہیں۔

اوّل: طاہر، مطہر (خود بھی پاک دوسری چیز کو بھی پاک کرنے والا) وہ وہ پانی ہے جس میں سے آدمی[1] نے یا گھوڑے نے یا اس جانور نے پیا ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہو۔ (یعنی حلال جانور)

دوم: ناپاک کہ اُس کا استعمال جائز نہیں۔ وہ پانی ہے جس میں سے کتّے یا خنزیر یا درندوں میں سے کسی نے پی لیا ہو جیسے چیتا، بھیڑیا۔

سوم: وہ پانی جس کا استعمال کرنا دوسرے پانی کے ہوتے ہوئے مکروہ[2] ہے۔ اور وہ پانی ہے جو[3] بلی یا کھُلی پھرنے والی مُرغی[4] یا شکاری پرندوں مثلاً باز، شاہین یا چیل یا گھروں کے رہنے والے جانوروں مثلاً چوہے کا جھوٹا ہو۔ نہ بچھو کا جھوٹا۔ یعنی وہ پاک ہے۔

چہارم: وہ پانی جس کے مطہر[5] ہونے میں شک ہے۔ اور وہ خچر اور گدھے کا جھوٹا ہے۔ پس اگر اُس کے سوا (کوئی اور پانی) نہ پائے تو اسی سے وضو کرے اور[6] تیمم کرلے پھر نماز پڑھ لے

---

[1] مسلمان ہو یا کافر نیز جنبی ہو یا حائض، چھوٹا ہو یا بڑا۔ سب کا جھوٹا پاک ہے۔ ہاں شراب پینے یا کوئی ایسی چیز کے کھانے پر جو مسلمانوں کے نزدیک ناپاک ہے فوراً پانی پینے پر اُس کا جھوٹا ناپاک ہوگا۔ (مراقی الفلاح)
اسی طرح اگر کوئی شخص منہ بھر کر قے کرے پھر فوراً ہی پانی پی لے تو اس کا جھوٹا بھی ناپاک ہوگا۔ طحطاوی

[2] کراہت تنزیہی۔ م۔ ط

[3] یعنی گھریلو بلی۔ کیونکہ جنگلی بلی کا جھوٹا ناپاک ہے۔ م

[4] اگر کسی جگہ بند ہے کہ غلاظت میں چونچ نہیں ڈالتی تو اُس کا جھوٹا پاک ہوگا۔ یعنی جب چونچ کے پاک ہونے کا یقین ہو تو اُس کا جھوٹا پاک ہوگا۔ اگر ناپاک ہونے کا یقین ہو تو اس کا جھوٹا ناپاک ہوگا۔ اور کسی صورت کا یقین اور علم نہ ہو تو مکروہ۔ واللہ اعلم۔ م۔ ط
شکاری پرندوں کا بھی یہی حکم ہے۔ مراقی الفلاح

[5] یعنی دوسری چیز کو پاک کرسکتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ کچھ اس قسم کے وجوہات اور دلائل موجود ہیں کہ قطعی فیصلہ کسی جانب کا بھی نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ اُس کو بذاتِ خود پاک مانا جائے گا اس کا حکم مارِ مستعمل جیسا ہوگا۔ چنانچہ اگر مارِ قلیل میں یہ پانی مل جائے تو جب تک مارِ قلیل کے برابر نہ ہو، وضو جائز رہے گا۔ واللہ اعلم۔ ط

[6] پہلے وضو کرے۔ پھر تیمم کرے۔ م مراقی الفلاح

يجد غيرَه توضّأ به وتيمّم ثمّ صلّى

(فصلٌ) لو اختلط اوانٍ اكثرُها طاهرٌ تحرّى للتوضّؤ والشرب وان كان اكثرُها نجسًا لا يتحرّى الّا للشرب وفى الثياب المختلطة يتحرّى سواءٌ كان اكثرُها طاهرًا او نجسًا

(فصلٌ) تُنزح البئرُ الصغيرةُ بوقوع نجاسةٍ وان قلّت من غير الارواث كقطرة دمٍ او خمرٍ وبوقوع خنزيرٍ ولو خرج حيًّا ولم يُصب فمُه الماءَ وبموت كلبٍ او شاةٍ او آدميٍّ فيها وبانتفاخ حيوانٍ ولو صغيرًا ومائتا دلوٍ لو لم يمكن نزحُها وان مات فيها دجاجةٌ او هرّةٌ

فصل اگر کچھ برتن[1] رَل مِل جائیں کہ اُن میں کے زیادہ برتن پاک تھے تو وضو اور پینے کے لیے غور کرے[2] اور اگر اُن میں کے زیادہ برتن ناپاک تھے تو صرف عہ پینے کے لیے تحری کرے۔ اور ملے جلے کپڑوں میں (بہرحال) تحری کرے خواہ اُن میں سے زیادہ پاک ہوں یا ناپاک۔ (کیونکہ وضو کی جگہ تو تیمم کرسکتا ہے مگر کپڑے کا کوئی قائم مقام نہیں ہوتا)

فصل۔ ناپاک[3] کنویں کی پاکی

چھوٹے کنویں کا تمام پانی نکالا جائے گا۔ مینگنیوں[4] کے علاوہ کسی ناپاکی کے گرجانے سے اگرچہ وہ ناپاکی تھوڑی ہی سی ہو، مثلاً خون یا شراب کا قطرہ (علیٰ ہذا کنویں کا تمام پانی نکالا جائے گا) خنزیر کے گرجانے سے اگرچہ وہ زندہ نکل آئے اور اگرچہ اُس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو۔ یا کنویں میں کتے یا بکری یا آدمی کے مرجانے سے اور جانور کے پھول جانے سے۔ اگرچہ وہ

---

[1] مثلاً کسی مکان میں چند برتن رکھے تھے۔ ان میں سے کچھ برتنوں میں کتا منہ ڈال گیا۔ اب خیال نہیں رہا کہ کن برتنوں میں منہ ڈالا تھا۔ واللہ اعلم۔

[2] تحری۔ جس کا ترجمہ غور کیا گیا ہے اس کی تعریف یہ ہے کہ اپنے سوچ وچار کی پوری کوشش صرف کر دینا۔ ط

[3] اس فصل کا حاصل یہ ہے کہ گرنے والی چیز جاندار ہوگی یا بے جان۔ پس یہ ناپاک چیز اگر بے جان ہے تو اُپلے کی کرسی، سوکھی مینگنی یا سوکھی لید کے سوا تمام ناپاکیوں کا یہی حکم ہے کہ تمام پانی نکالا جائے گا۔ ناپاکی تھوڑی ہو یا بہت۔ البتہ جاندار کے گرنے کی چند صورتیں ہیں۔ (۱) زندہ نکل آیا (۲) مرگیا (۳) پھول گیا نیز اُس جانور کا بدن پاک ہے یا ناپاک۔ اور اگر بدن پاک ہے تو پھر اُس کا لعاب پاک ہے یا ناپاک۔ اب اگر زندہ نکل آیا اور اُس کا لعاب پانی میں نہیں گرا۔ تو اگر اس کا بدن پاک تھا تو کنواں بھی پاک ورنہ ناپاک۔ اور اگر لعاب گر گیا تھا تو لعاب کے بموجب پانی کو پاک یا ناپاک کہا جائے گا اور اگر زندہ نہیں نکلا تو کنواں ناپاک۔ پھر اگر وہ پھول یا سڑ گیا تو خواہ کوئی جانور ہو تمام پانی ورنہ کم از کم دو سو ڈول نکالے جائیں گے اور اگر پھولا نہیں تو دو صورتیں ہیں۔ یا اُس میں دم مسفوح ہے یا نہیں اگر دم مسفوح نہیں تو بہرحال پانی پاک اور اگر دم مسفوح ہے تو کنواں ناپاک ہوگا۔ البتہ پاکی کے متعلق تین حکم ہو جاتے ہیں۔ اگر جانور چوہے کی برابر تھا تو بیس ڈول نکالنے واجب ہوں گے اور بلی یا مرغی کی برابر تھا تو چالیس ڈول نکالے جائیں گے اور اس سے بڑے جانور میں یا آدمی کے مرجانے کی صورت میں پورا پانی نکالنا واجب ہوگا اور اگر پورا پانی نہ نکل سکے تو دو سو ڈول کم از کم اور تین سو ڈول نکالنا مستحب ایضاً۔

[4] ارواث جمع روث۔ لید یعنی گدھے گھوڑے کا فضلہ خشی۔ گوبر یعنی گائے بیل کا فضلہ اور بعرہ۔ مینگنی یعنی بکری۔ بھیڑ اونٹ کا فضلہ۔ م

عہ نماز کے لیے تیمم کرلے گا۔

اَوْ نَحْوُهُمَا لَزِمَ نَزْحُ اَرْبَعِيْنَ دَلْوًا وَاِنْ مَاتَ فِيْهَا فَارَةٌ اَوْ نَحْوُهَا لَزِمَ نَزْحُ عِشْرِيْنَ دَلْوًا وَ كَانَ ذٰلِكَ طَهَارَةً لِلْبِئْرِ وَالدَّلْوِ وَالرِّشَاءِ وَيَدِ الْمُسْتَقِيْ وَلَا تَنْجُسُ الْبِئْرُ بِالْبَعْرِ وَالرَّوْثِ وَالْخِثْيِ اِلَّا اَنْ يَّسْتَكْثِرَهُ النَّاظِرُ اَوْ اَنْ لَّا يَخْلُوَ دَلْوٌ عَنْ بَعْرَةٍ وَ لَا يُفْسِدُ الْمَاءَ بِخُرْءِ حَمَامٍ وَعُصْفُوْرٍ وَلَا بِمَوْتِ مَا لَا دَمَ لَهٗ فِيْهِ كَسَمَكٍ وَضِفْدَعٍ وَحَيَوَانِ الْمَاءِ وَبَقٍّ وَذُبَابٍ وَّزُنْبُوْرٍ وَّعَقْرَبٍ وَلَا بِوُقُوْعِ اٰدَمِيٍّ وَلَا بِوُقُوْعِ مَا يُؤْكَلُ لَحْمُهٗ اِذَا اُخْرِجَ حَيًّا وَلَمْ يَكُنْ عَلٰى

چھوٹا ہی ہو۔ اور دو سو ڈول نکالے جائیں گے اگر اس کنویں کا نزح (تمام پانی کا نکالنا) ممکن نہ ہو۔ اور اگر اس میں مرغی یا بلی یا اُن جیسا جانور مر جائے تو چالیس[1] ڈول کا نکالنا لازم ہوگا۔ اور اگر اُس میں چوہا یا اس جیسا جانور مر جائے تو بیس[2] ڈول کا نکالنا لازم ہوگا۔ (اور حسب تفصیل بالا پانی کا نکالنا ہی) کنویں، ڈول، رسی اور پانی نکالنے والے کے ہاتھ کی پاکی ہو جائے گی۔ (یعنی یہ ضروری نہیں کہ پھر ان چیزوں کو پاک کیا جائے۔)

اور کنواں ناپاک نہیں ہوتا مینگنی اور لید اور گوبر کے گر جانے سے، مگر یہ کہ دیکھنے[3] والا اُن کو زیادہ سمجھے یا نہ خالی رہے کوئی ڈول مینگنی سے۔ (یعنی یہ کثیر ہونے کی علامت ہے، جب مینگنیاں اتنی ہوں تو کنواں لامحالہ ناپاک مانا جائے گا)

اور پانی خراب (ناپاک) نہیں ہوتا کبوتر اور چڑیا کی بیٹ سے اور نہ ایسے جاندار کے مر جانے سے کہ اس میں دم مسفوح نہ ہو جیسے مچھلی، مینڈک پانی کے جانور۔ پسو، مکھی، بھڑ (تتیا) اور بچھو۔

---

[1] پچاس یا ساٹھ مستحب ہیں۔

[2] مستحب تیس ہیں۔

[3] دو ایک سے ناپاک نہ مانا جائے گا۔ باقی زیادتی اور کمی کا فیصلہ دیکھنے والے کے سپرد ہے۔

ضروری مسائل

مسئلہ ۱: امام ابو یوسف کا قول ہے کہ چار چوہوں تک وہی حکم رہے گا جو ایک کا۔ البتہ پانچ چوہے ایک مرغی کے حکم میں ہوں گے۔ یعنی اگر کنویں میں مر جائیں گے تو چالیس ڈول نکالنے واجب ہوں گے۔ پھر نو تک مرغی کے حکم میں رہیں گے۔ اور دس چوہے ایک بکری یا کتے کے حکم میں ہوں گے۔ یعنی تمام پانی نکالنا واجب ہوگا۔ اور امام محمد صاحبؒ تین چوہوں کو مرغی کے حکم میں رکھتے ہیں۔ اور چھ چوہوں کو بلی، کتے کا حکم دیتے ہیں۔ واللہ اعلم۔ (مراقی)

مسئلہ ۲: چوہے اور بلی کے درمیانی جانور چوہے کے حکم میں مانے جائیں گے۔ اور بلی اور بکری کے درمیانی جانور بلی کے حکم میں۔ (مراقی)

مسئلہ ۳: گری ہوئی ناپاکی کا نکالنا اگر ناممکن ہو جائے مثلاً نجس لکڑی یا کپڑے کی کتر جو نیچے بیٹھ گئی تو اس صورت میں پانی کی واجب مقدار نکالنے سے وہ بھی پاک ہو جائے گی اور کنواں بھی۔ واللہ اعلم۔ ط

مسئلہ ۴: سڑے بھسے سالن یا کھانے کا کھانا حرام ہے مگر وہ سالن ناپاک نہ ہوگا۔ مگر گھی۔ تیل۔ دودھ اور شربتوں کا یہ حکم نہیں ان میں اگر بو آنے لگے تو ان کا کھانا پینا حرام نہیں ہوتا۔ (ط) آدمی کا گوشت ایک ناخن کی برابر پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک ہو جائے گا۔ مگر ناخن کے گرنے سے ناپاک نہیں ہوگا۔

بَدَنِہٖ نَجَاسَۃٌ وَلَا بِوُقُوعِ بَغْلٍ وَحِمَارٍ وَسِبَاعِ طَیْرٍ وَوُحُشٍ فِی الصَّحِیْحِ وَاِنْ وَصَلَ لُعَابُ الْوَاقِعِ اِلَی الْمَاءِ اَخَذَ حُکْمَہٗ وَوُجُودُ حَیْوَانٍ مَیِّتٍ فِیْهَا یُنَجِّسُهَا مِنْ یَوْمٍ وَلَیْلَۃٍ وَمُنْتَفِخٍ مِنْ ثَلَاثَۃِ اَیَّامٍ وَلَیَالِیْهَا اِنْ لَمْ یُعْلَمْ وَقْتُ وُقُوعِہٖ

فَصْلٌ فِی الْاِسْتِنْجَاءِ

یَلْزَمُ الرَّجُلَ الْاِسْتِبْرَاءُ حَتّٰی یَزُوْلَ اَثَرُ الْبَوْلِ وَیَطْمَئِنَّ قَلْبُہٗ عَلٰی حَسْبِ عَادَتِہٖ اِمَّا بِالْمَشْیِ اَوِ التَّنَحْنُحِ وَالْاِضْطِجَاعِ اَوْ غَیْرِہٖ وَلَا یَجُوْزُ لَہُ الشُّرُوْعُ

(اور علیٰ ہذا) آدمی اور اُن جانوروں کے گر جانے سے بھی ناپاک نہیں ہوتا جس کا گوشت کھایا جاتا ہو۔ بشرطیکہ زندہ نکل آئیں، اور اُن کے بدن پر ناپاکی نہ لگی ہو۔

اور صحیح قول کے بموجب خچر، گدھے، شکاری پرندوں اور وحشی جانوروں کے (صرف[1]) گر جانے سے بھی پانی ناپاک نہیں ہوتا۔ اور اگر گرنے والے جانور کا لعاب پانی تک پہنچ گیا تو وہ پانی اس لعاب کا حکم اختیار کرے گا۔

اور مردہ جانور کا کنوئیں میں پایا جانا اس کو ایک دن ایک رات (پیشتر) سے ناپاک قرار دے دیتا ہے۔[2] اور پھولے ہوتے جانور کا پایا جانا اس کو تین دن تین رات سے ناپاک قرار دیتا ہے۔ اگر اس کے گرنے کا وقت معلوم نہ ہو۔

فصل بیان استنجاء[3]

آدمی پر لازم ہے صفائی[4] (پاکیزگی)، یہاں تک کہ پیشاب کا اثر زائل ہو جائے اور اس کا دل مطمئن ہو جائے۔ اس کی عادت کے بموجب، یا چل کر، یا کھنکار کر، یا کروٹ سے لیٹ کر یا اس کے علاوہ (غرض جس صورت سے بھی اطمینان

---

[1] یعنی اس صورت میں کہ نہ بدن پر ناپاکی لگی ہو اور نہ ان جانوروں کا لعاب پانی میں گرا ہو۔

[2] یعنی اگر گرنے کا وقت نہ معلوم ہو تو احتیاطاً ایک دن ایک رات پیشتر سے کنویں کو ناپاک مانا جائے گا۔ چنانچہ اس مدت کی نمازیں لوٹانا ضروری ہوگا بشرطیکہ حالت حدث میں اس سے وضو کر کے نماز پڑھی ہو یا جنابت کا غسل کیا ہو۔ اور اگر باوضو تھے اور پھر اس پانی سے وضو کر لیا تھا۔ یا پاک کپڑا دھو لیا تھا۔ اور اس وضو یا کپڑے سے نماز پڑھی تھی تو اس نماز کا لوٹانا ضروری نہیں۔ اور اگر ناپاک کپڑے تو دھوئے تھے مگر اس سے وضو نہ کیا تھا اور ان کپڑوں سے نماز پڑھی تھی، تو اس صورت میں بھی نماز لوٹانا ضروری نہیں۔ جیسے اگر کسی نے اپنے کپڑے پر ناپاکی لگی دیکھی اور یہ نہ معلوم کر سکا کہ یہ ناپاکی کب لگی تھی تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب نہیں۔ لیکن آئندہ کے لیے یہ کپڑے ضرور پاک کر لے۔ (مراقی الفلاح)

[3] شکم سے خارج ہونے والی پلیدی کو نجو کہتے ہیں لفظ استنجاء اس سے ہی ماخوذ ہے۔ جس کے معنی لغت میں یہ ہیں کہ محل نجو کو پونچھنا یا دھونا۔ یقال نجی وانجی، اذا احدث ازہری کا قول یہ ہے کہ نجو بمعنی قطع سے ماخوذ ہے، تو استنجاء کے معنی ہوں گے قطع کرنا اور علیحدہ کرنا غلاظت کا۔ بہرحال عرفی معنی یہ ہی ہیں "پانی وغیرہ سے نجاست کو صاف کر دینا"

[4] تین لفظ بولے جاتے ہیں۔ اور معنوں میں فرق ہے۔

استنجاء۔ پتھر یا پانی کا استعمال کرنا۔

استبراء۔ ٹہلنا، کھنکارنا وغیرہ۔ تاکہ پیشاب کا اثر زائل ہو جائے۔ اور اُس کو اطمینان حاصل ہو جائے۔

استنقاء۔ پاکیزگی اور صفائی کا حاصل کرنا۔ بایں طور کہ ڈھیلا لینے کے وقت ڈھیلے سے یا پانی سے دھونے کے وقت انگلیوں سے اتنا ملے کہ بدبو جاتی رہے۔

فِی الوضوءِ حتی یطمئنَّ بزوالِ رشحِ البولِ وَالاستنجاءُ سُنَّةٌ مِن نجسٍ یخرجُ مِنَ السَّبِیلَینِ مَالَم یتجاوزِ المخرجَ وان یتجاوز وکان قدرَ الدّرهمِ وَجبَ ازالتُه بالماءِ وَاِن زادَ علی الدّرهمِ افتُرِضَ غَسلُه وَیفتَرِضُ غَسلُ مَافِی المخرجِ عِندَ الاغتسالِ مِنَ الجنابةِ وَالحیضِ وَالنّفاسِ وَان کَانَ مَافی المخرجِ قلیلًا وَاَن یَستَنجِیَ بحجرٍ مُنَقٍّ وَنحوِه وَالغسلُ بالماءِ اَحَبُّ وَالاَفضلُ الجمعُ بَینَ الماءِ والحجرِ فیمسحُ ثُمَّ یَغسِلُ ویجوزُ اَن یقتصرَ علی الماءِ اوالحجرِ وَالسّنةُ اِنقاءُ المحلِّ وَالعددُ فی الاَحجارِ مندوبٌ لاسُنَّةٌ موکدةٌ فیستنجی

تجاوز

حاصل ہو) اور اس کے لیے وضو کا شروع کرنا جائز نہیں تاآنکہ وہ[ف۱] مطمئن ہو جائے پیشاب کے قطرہ کے جاتے رہنے سے۔ (یعنی یہ اطمینان ہو جائے کہ اب کوئی قطرہ نہیں آرہا)

اور استنجاء سنت[ف۲] ہے ہر اُس ناپاکی سے جو نکلے سبیلین (دونوں راستوں) سے، جب تک مخرج (نکلنے کی جگہ) سے آگے نہ بڑھے۔ اور اگر آگے بڑھ جائے اور نجاست ایک درہم کی مقدار ہو تو اُس کا زائل کرنا پانی کے ذریعہ سے واجب ہوتا ہے اور اگر ناپاکی ایک درہم سے زائد ہو جائے تو اس کا دھونا فرض ہو جاتا ہے۔

اور جنابت اور حیض اور نفاس سے غسل کرنے کے وقت اس ناپاکی کا دھونا بھی فرض ہے جو مخرج میں ہو۔ اگرچہ اُس کی مقدار قلیل ہی ہو۔

اور ایسے پتھر سے جو صاف کر دینے والا ہو (مثلاً چکنا نہ ہو) اور پتھر جیسی[ف۳] چیز سے استنجاء کرنا سنت ہے اور پانی سے دھونا مستحب[ف۴] ہے۔ اور افضل ہے پانی اور پتھر دونوں میں جمع کرنا۔ یعنی دونوں کا استعمال کرنا۔

پس (اولاً پتھر ڈھیلے وغیرہ سے) پونچھ لے پھر پانی سے دھو دے۔ اور (یہ بھی) جائز ہے کہ (صرف) پانی یا (صرف) پتھر پر اکتفا کرے۔

اور سنت (تو صرف) یہ ہے کہ مقام نجاست کو صاف کر لے۔ تعداد[ف۵] پتھروں (یا ڈھیلوں) میں مستحب ہے سنت موکدہ نہیں۔ پس تین ڈھیلوں سے استحباباً استنجاء کر لے۔ اگر اس سے کم[ف۶] سے صفائی حاصل ہو گئی۔

[ف۱] یعنی وضو شروع کرنے سے پہلے اطمینان کا حاصل ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ محض تری کے ظاہر ہونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ م

[ف۲] حاصل یہ ہے کہ استنجے کے تین حکم ہیں۔ سنت، واجب، فرض۔ اگر ناپاکی صرف مخرج تک محدود ہے اس سے آگے نہیں بڑھی تو استنجاء سنت ہے۔ اور اگر مخرج سے تجاوز کر گئی تو دیکھا جائے گا کہ نجاست ایک درہم سے زیادہ ہے یا بقدر درہم ہے۔ اول صورت میں دھونا فرض ہے اور دوسری صورت میں واجب۔ ان دونوں صورتوں میں ڈھیلا کافی نہ ہوگا

[ف۳] یعنی ہر پاک اور بے ضرر چیز جو نجاست کے دور کرنے میں پتھر کا کام دے۔ اور استنجے کے تمیز میں بے حقیقت اور غیر محترم ہو۔ جیسے ڈھیلا، کپڑے کی دھجی وغیرہ۔

[ف۴] یعنی جب غلاظت مخرج سے متجاوز نہ ہو۔

[ف۵] امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین کا عدد بھی واجب ہے، لیکن امام صاحب کے نزدیک اصل سنت تو صرف یہ ہے کہ محل غلاظت کو ڈھیلے سے صاف کر دے۔ ایک ڈھیلے سے صفائی حاصل ہو یا دو سے۔ البتہ مستحب یہ ہے کہ تین ڈھیلے ہوں۔ واللہ اعلم

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بثلاثة اَحجارٍ نُدِبًا اِن حَصَلَ التَّنظِيفُ بِمَا دُونَهَا وكيفيةُ الِاستنجاءِ اَن يَمسَحَ بالحجرِ الاَوَّلِ مِن جِهَةِ المُقَدَّمِ الٰى خَلفٍ وَبالثانى مِن خلفٍ الٰى قُدَّامٍ وَبالثالثِ مِن قُدَّامٍ الٰى خَلفٍ اِذا كانَتِ الخُصيةُ مُدَلَّاةً وان كانت غيرَ مُدَلَّاةٍ يَبتَدِئُ مِن خلفٍ الٰى قدامٍ وَالمرأةُ تَبتَدِئُ مِن قُدّامٍ الٰى خَلفٍ خَشيَةَ تلويثِ فرجِهَا ثم يغسل يدَهٗ اَوَّلاً بالماءِ ثم يَدلُكُ المَحَلَّ بالماءِ بِبَاطِنِ اِصبَعٍ اَواصبعينِ اوثلاثٍ اِن احتاجَ وَيُصَعِّدُ الرَّجُلُ اصبعه الوسطٰى على غيرِهَا فى ابتداءِ الاستنجاءِ ثم يُصَعِّدُ بنصرَهُ ولا يقتصرُ على اصبعٍ واحدةٍ والمرأةُ تصعدُ بنصرَهَا واَوسَطَ اصابِعِهَا معًا ابتداءً خشيةَ حُصُولِ اللذّةِ

اور استنجے کی کیفیت (طریقہ) یہ ہے کہ پہلے پتھر سے پونچھتا ہوا آگے کی جانب سے پیچھے کو لے جائے اور دوسرے سے پیچھے کی جانب سے آگے کو اور تیسرے سے آگے کی جانب سے پیچھے کی طرف (یہ اُس صورت میں) کہ خصیے ڈھیلے ہوں۔ اور اگر ڈھیلے نہ ہوں تو پچھلی جانب سے شروع کرے آگے کی طرف کو۔ اور عورت[1] تلویث فرج کے خوف سے اگلی جانب سے شروع کر کے پچھلی طرف لے جائے۔

پھر پہلے اپنے ہاتھ کو پانی سے دھو دے پھر مقام نجاست کو ملے پانی کے ساتھ۔ ایک یا دو انگلیوں سے یا تین انگلیوں سے اگر ضرورت ہو۔

اور مرد اپنی بیچ[2] کی اُنگلی کو باقی دوسری اُنگلیوں سے اوپر کو کرلے۔ استنجے کے شروع میں، پھر اُس کے پاس کی اُنگلی کو (اوپر کو کرلے) اور صرف ایک اُنگلی پر اکتفا نہ کرے۔

اور عورت[3] حصولِ لذت کے خطرہ سے بچنے کے لیے اوپر کو کرلے اپنی کنو اُنگلی کے پاس والی اُنگلی اور بیچ کی اُنگلی کو ساتھ ساتھ۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۳)

[6] یعنی اگر دو ڈھیلوں سے غلاظت صاف ہو جائے تو پھر تیسرے ڈھیلے کا استعمال کرنا صرف مستحب ہے گو فرض یا واجب نہیں ہوگا۔

اور اگر صفائی حاصل نہیں ہوئی تو جس قدر ڈھیلے صفائی کے لیے درکار ہوں گے وہ سب ہی ضروری ہوں گے۔

[1] ترجمہ لفظی یہ ہے۔ اور عورت شروع کرے اگلی جانب سے پچھلی جانب کی طرف باندیشہ آلودگی شرم گاہ۔ یعنی اگر ایسا نہ کرے تو خطرہ ہے کہ فرج ملوث ہو جائے گی۔ حالانکہ مقصود استنجا و صفائی ہے۔

[2] تاکہ ناپاک پانی نہ پھیلے۔

[3] ترجمہ لفظی یہ ہے۔ اور عورت اوپر کرلے اپنی بنصر اور اپنی انگلیوں میں کی بیچ کی انگلی کو ساتھ ساتھ شروع میں باندیشہ حصول لذت۔

فائدہ: پانچوں انگلیوں کے نام عربی میں حسب ذیل ہیں۔

انگوٹھا، اِبہام۔ شہادت کی انگلی، مُسَبِّحَہ، سَبَّابَہ۔ بیچ کی انگلی، وُسطٰی۔ اس کے برابر کی انگلی، بِنصَر۔ کنو انگلی، خِنصَر۔

اطلاع: شیخ ابن ہمام جیسے علماء کبار نے یہ بھی تصریح فرما دی ہے کہ مذکورہ بالا ترکیب کوئی اہمیت نہیں رکھتی۔ صفائی اور پاکیزگی مقصود ہے اس کے لیے بقدر ضرورت مناسب شکل اختیار کرلی جائے۔ (طحطاوی)

وَیُبَالِغُ فِی التَّنظِیفِ حتی یَقْطَعَ الرَّائِحَۃَ الْکَرِیْھَۃَ وَفِی اِرْخَاءِ المقعدۃ ان لم یَکُن صَائِمًا
فاذا فَرَغَ غَسَلَ یَدَہٗ ثانیًا وَنَشَّفَ مقعدَتَہٗ قبلَ الْقِیَامِ اِنْ کَانَ صَائِمًا
(فَصْلٌ) لَایَجُوْزُ کَشْفُ الْعَوْرَۃِ لِلْاِسْتِنْجَاءِ وَاِنْ تَجَاوَزَتِ النَّجَاسَۃُ مَخْرَجَھَا وَزَادَ المُتَجَاوِزُ
عَلٰی قَدْرِ الدِّرْھَمِ لَا تَصِحُّ مَعَہُ الصَّلٰوۃُ اِذَا وَجَدَ مَا یُزِیْلُہٗ وَیَحْتَالُ لِاِزَالَتِہٖ مِنْ غَیْرِ کَشْفِ
الْعَوْرَۃِ عِنْدَ مَنْ یَّرَاہُ وَیُکْرَہُ الْاِسْتِنْجَاءُ بِعَظْمٍ وَطَعَامٍ لِاٰدَمِیٍّ اَوْبَھِیْمَۃٍ وَاٰجُرٍّ وَخَزَفٍ
وَفَحْمٍ وَزُجَاجٍ وَجَصٍّ وَشَیْءٍ مُحْتَرَمٍ کَخِرْقَۃِ دِیْبَاجٍ وَقُطْنٍ وَبِالْیَدِ الْیُمْنٰی اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَیَدْخُلُ
الْخَلَاءَ بِرِجْلِہِ الْیُسْرٰی وَیَسْتَعِیْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ قَبْلَ دُخُوْلِہٖ وَیَجْلِسُ مُعْتَمِدًا

اور صفائی میں مبالغہ سے کام لے تا آنکہ[1] بدبو منقطع ہوجائے۔

اسی طرح (مبالغہ کرے) مقعد (یعنی پاخانہ کے مقام) کے ڈھیلا کرنے میں، بشرطیکہ روزہ دار نہ ہو۔

اور جب فارغ ہوجائے تو دوبارہ اپنے ہاتھ کو دھولے اور کھڑے ہونے سے پہلے اپنے مقعد کو خشک کر[2] لے اگر روزہ دار ہو۔

فصل

استنجے کے لیے (لوگوں کے سامنے) ستر کھولنا جائز نہیں۔ اور اگر نجاست مخرج سے تجاوز کرگئی ہو اور یہ متجاوز (مخرج سے بڑھ جانے والی ناپاکی) ایک درہم کی مقدار سے زائد ہو تو اس کے ہوتے ہوئے نماز درست نہیں۔ جبکہ ایسی چیز پالے جو اس کو دور کرسکے۔ اور ایسے شخص کے سامنے جو اس کو دیکھ رہا ہے ستر کے کھولے بدون اس نجاست کے زائل کرنے کی تدبیر[3] کرے۔ اور مکروہ ہے استنجا کرنا ہڈی سے۔ آدمی یا چوپائے کی خوراک سے۔ پکی اینٹ سے۔ ٹھیکرے سے۔ کوئلے سے۔ کانچ سے۔ گچ سے اور قابل قدر چیز سے۔ جیسے ریشم اور روئی کے (یعنی سوتی) کپڑے کے ٹکڑے۔ اور داہنے ہاتھ سے مگر (بائیں ہاتھ میں) عذر[4] کی وجہ سے۔ اور پاخانہ میں بائیں[5] پیر سے داخل ہو اور داخل ہونے[6] سے پہلے شیطان رجیم سے

---

[1] بدبو بھی ناپاکی کا اثر ہے اس کو زائل کرنا بھی ضروری ہے۔

[2] یعنی کپڑے سے پونچھ لے یا اتنا توقف کرے۔

[3] مثلاً کپڑوں کے اندر ہی استنجا کرلے اور اگر یہ بھی نہ کرسکے تب بھی لوگوں کے سامنے ستر کھولنا حرام ہے۔ ط۔م

[4] یعنی دائیں ہاتھ سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر کسی تکلیف کی وجہ سے بائیں ہاتھ سے استنجا نہ کرسکے تو مجبوراً داہنے ہاتھ سے کرسکتا ہے۔

[5] یعنی پہلے بایاں پاؤں رکھے۔

[6] پاخانہ میں جاتے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔
بِسْمِ اللّٰہِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ ۝

فوائد: (۱) کوئی ایسی چیز لے کر پاخانہ میں جانا منع ہے جس پر کوئی قابل احترام چیز لکھی ہو۔ مثلاً اللہ یا کسی نبی کا نام یا قرآن پاک کی آیت۔ ہاں اگر کسی چیز میں لپٹی ہوئی ہو تو کوئی حرج نہیں۔ نیز کوئی ایسی چیز جو قابل احترام ہو۔ کسی ایسے برتن پر بھی کندہ نہ کرانی چاہیے جو سیلا بچی کی طرح استعمال ہوتا ہو۔ (۲) کھڑے کھڑے ستر نہ کھولنا چاہیے۔ بلکہ اس وقت ستر کھولے جب بیٹھتے بیٹھتے زمین کے قریب ہوجائے۔ (۳) پاخانہ پیشاب کے وقت اپنے ستر کو دیکھنا یا پاخانہ پیشاب کو دیکھنا یا تھوکنا، ناک صاف کرنا، ستر کو چھونا، آسمان کی طرف نظر اٹھا اٹھا کر بلا ضرورت دیکھنا خلاف ادب ہے۔

[illegible]

على يساره ولا يتكلم الا لضرورة ويكره تحريمًا استقبال القبلة واستدبارها ولو فى البنيان واستقبال عين الشمس والقمر ومهبّ الريح ويكره ان يبول او يتغوط فى الماء والظل والجحر والطريق وتحت شجرة مثمرة والبول قائمًا الا من عذر ويخرج من الخلاء برجله اليمنى ثم يقول الحمد لله الذى اذهب عنّى الاذى وعافانى

(فصل فى الوضوء) اركان الوضوء اربعة وهى فرائضه الاول غسل الوجه وحدّه طولاً من مبدأ سطح الجبهة الى اسفل الذقن وحدّه عرضًا ما بين شحمتى

پناہ مانگے اور بائیں پیر پر سہارا دے کر بیٹھے۔ اور کلام نہ کرے مگر ضرورت کے باعث۔ اور مکروہ تحریمی ہے قبلہ کی طرف منہ کرنا اور اُس کی طرف پیٹھ کرنا۔ اگرچہ آبادی[1] میں ہو۔ اور مکروہ ہے آفتاب اور[2] چاند کی طرف منہ کرنا۔ اور ہوا کے رُخ منہ کرنا[3] اور مکروہ ہے پیشاب یا پاخانہ پھرنا پانی میں اور سایہ[4] میں اور بل میں اور راستہ[5] میں اور پھل دار درخت کے نیچے۔ اور پیشاب کرنا کھڑے ہو کر مگر کسی[6] عذر سے۔

اور پاخانہ سے داہنے[7] پاؤں سے نکلے۔ پھر کہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ اَذْهَبَ عَنِّىَ الْاَذٰى وَعَافَانِىْ (اُس خدا کی حمد جس نے مجھ سے پلیدی کو دور کر دیا اور مجھے عافیت بخشی)

فصل بیان وضو[8]

وضو کے چار رکن ہیں اور وہی اُس کے فرائض ہیں۔

اوّل: چہرے کا دھونا[9]۔ اور چہرے کی حد طول کے لحاظ سے پیشانی کی سطح کے شروع ہونے کی جگہ سے (یعنی پیشانی کے اوپر کے حصہ سے جہاں بال جمتے ہیں) شروع ہو کر ٹھوڑی کے نیچے تک ہے اور عرض کے لحاظ سے وہ تمام حصہ جو

ستر کو یا پیشاب پاخانے کو دیکھنے سے نسیان پیدا ہوتا ہے۔ زیادہ دیر تک بیٹھنا بھی خلاف ادب ہے اس سے بواسیر پیدا ہوتی ہے۔ (ماخوذ از مراقی الفلاح)

[1] یعنی جیسے جنگل اور میدان میں ناجائز ہے آبادی میں بھی ناجائز ہے۔ اور اگر غلطی سے ممنوع رخ پر بیٹھ جائے تو جب یاد آئے مڑ جانا چاہیے۔

جو باتیں مکلف بالغ کے لیے ناجائز اور مکروہ ہیں بچوں کے لیے اُن کا کرانا بھی مکروہ اور ناجائز ہے۔ چنانچہ قبلہ کی طرف بٹھا کر بچہ کو پیشاب پاخانہ کرانا بھی مکروہ ہے اور جیسے مردوں کے لیے ریشم کا کپڑا پہننا ناجائز ہے۔ بچوں کو اُس کا پہنانا بھی ناجائز ہے۔ اس قسم کے ممنوع اور مکروہ افعال پر ناسمجھ بچوں کو تو گناہ نہ ہوگا۔ ہاں ان کے سرپرستوں کو گناہ ہوگا جو اُن سے یہ کام کرائیں۔

[2] اصل کتاب میں لفظ "عین الشمس والقمر" واقع ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی بند مکان میں ہے تو وہاں آفتاب کے رُخ پر بیٹھنا ممنوع نہیں۔ ط واللہ اعلم

[3] اسی طرح نہر اور حوض کے پاس پاخانہ پیشاب کرنا بھی مکروہ ہے

[4] یعنی جہاں آدمی بیٹھتے ہوں۔ [5] خطرہ کے باعث

[6] مثلاً کمر میں درد ہو۔ [7] یعنی پہلے داہنا پیر نکالے۔

[8] ہو بضم الواو وفتحها. مصدر وبفتحها فقط ما يتوضأ به وهو لغة ماخوذ من الوضاءة وهو الحسن والنظافة. يقال وضاء الرجل اى صار وضيئًا وشرعًا نظافة مخصوصة. ففيه المعنى اللغوى لانه يحسن اعضاء الوضوء فى الدنيا بالتنظيف. وفى الآخرة بالتحجيل قيام بخدمة المولى. وقدم الغسل لان الله قدمه عليه وله سبب وشرط وحكم وركن وصفة۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

الاُذُنَیْنِ والثانی غَسل یَدَیْه مَعَ مِرفَقَیْهِ والثالثُ غَسلُ رِجلَیْه مَعَ کَعبَیْهِ والرابعُ مسحُ رُبعِ رأسِه وسَبَبُهٗ استِبَاحَةُ مَا لَا یحِلُّ الّا بِه وهو حکمُهُ الدُّنیویُّ وحکمُه الاخرویُّ الثوابُ فی الآخرةِ وشرطُ وجوبِه الوضوء ۱۲ العقلُ والبلوغُ والاسلام وقدرةٌ علی استعمال الماءِ الکافی ووجودُ الحدثِ وعدمُ الحیضِ والنفاسِ وضیقِ الوقت وشروطُ صِحّتِه ثلاثةٌ عمومُ البَشَرةِ بالماء الطهورِ وانقطاعُ ماینافیه مِن حیضٍ ونفاسٍ وحدثٍ وزوالُ مایمنع وصولَ الماءِ الی الجسَد کشَمعٍ وشحمٍ

فصل: یجب غسلُ ظاهرِ اللحیةِ الکثّةِ فی اَصحِّ مایُفتٰی بِه ویجبُ ایصالُ الماءِ

دونوں کانوں کی لو کے درمیان [1] ہے۔

دوم: دونوں ہاتھوں کا دھونا کہنیوں سمیت۔ **سوم:** پیروں کا دھونا ٹخنوں سمیت۔

چہارم: چوتھائی سر کا مسح کرنا۔

اور وضو کا سبب [2] ان چیزوں کا مباح کرلینا۔ جو صرف وضو ہی سے حلال [3] ہوتی ہیں۔ اور یہ اُس کا دنیاوی حکم ہے۔ اور اس کا اخروی حکم آخرت کا ثواب ہے۔

اور اُس کے واجب ہونے کی شرط عقل ہے اور بلوغ اور اسلام اور اتنی مقدار پانی پر قادر ہونا جو وضو کے لیے کافی ہو۔ اور حدث کا پایا جانا۔ اور حیض اور نفاس اور وقت کی تنگی کا نہ ہونا۔

اور اس کے صحیح ہونے کی شرطیں تین ہیں۔

جو اعضاء [4] دھوئے جاتے ہیں اُن پر پوری طرح پاک پانی کا پہنچ جانا۔ اس چیز کا ختم ہوجانا اور رک جانا جو وضو کے منافی ہے۔ یعنی حیض اور نفاس اور حدث۔ اور اُس چیز کی علیحدگی جو بدن تک پانی کے پہنچنے کے لیے مانع ہے۔ جیسے موم، چربی۔

فصل

واجب ہے دھونا [5] گھنی داڑھی کے بیرونی حصہ کا (قابل فتویٰ اقوال میں سے صحیح تر [6] قول میں)

بقیہ ص ۱۶

[9] یعنی محض پانی کا لگالینا کافی نہیں دھونے (غسل) کا مطلب یہ ہے کہ پانی کو اس طرح بہائے کہ کم از کم دو چار قطرے عضو سے نیچے ٹپک جائیں (۲) اعضاء وضو کے ہر حصہ پر پانی کا بہالینا ضروری ہے۔ بسا اوقات کبھی خشک رہ جاتی ہے۔ تو اس پر ہاتھ پھیر لیا جاتا ہے۔ یہ کافی نہیں ہوتا۔ واللہ اعلم

[1] لہٰذا داڑھی کے بالوں اور کان کے بیچ میں جو داڑھی سے خالی حصہ ہوتا ہے اُس کا دھونا بھی فرض ہے۔ واللہ اعلم

[2] السبب ما افضی الی الشئ من دون تاثیر فیہ۔ م

[3] جیسے نماز کہ بلا وضو حرام تھی وضو کر کے اس کو اپنے حق میں حلال کرلیا۔ اور مثلاً قرآن پاک کا چھونا۔

[4] بشرہ ظاہر جلد یعنی کھال کے اوپر کے حصہ کو کہتے ہیں۔ لفظی ترجمہ یہ ہے۔ عام کردینا (پہونچادینا) کھال کے اوپری حصہ پر پانی کو

[5] گھنی داڑھی سے مراد وہ داڑھی ہے کہ جس میں چہرہ کی جلد اس طرح چھپ جائے کہ نظر نہ آئے۔ م

[6] (ترجمہ لفظی) صحیح مذہب میں کہ فتویٰ دیا جاتا

اِلٰی بشرۃِ اللحیۃِ الخَفیفَۃِ ولا یجبُ ایصَالُ الماءِ الی المُستَرسِلِ مِنَ الشَعرِ عن دَائرۃِ الوجہِ وَلَا الی مَا انکتمَ مِن الشفتین عند الانضمَامِ ولو انضمّت الاصَابعُ اَوطال الظُفُرُ فَغَطّی الاَنمِلَۃَ اوکان فیہٖ مَا یَمنَعُ الماءَ کَعَجِینٍ وَجَبَ غَسلُ مَا تحتَہٗ وَلا یمنع الدَّرَنُ وخُرءُ البَرَاغیثِ ونحوِھَا ویجبُ تحریکُ الخَاتَمِ الضَیِّقِ وَلَوضَرَّہٗ غَسلُ شُقُوقِ رِجلَیہِ جَازَ اِمرَارُ الماءِ علی الدَّواءِ الذی وَضَعَہٗ فیھا ولا یعاد المسحُ ولا الغسلُ علی موضع الشَعرِ بعد حَلقِہٖ ولا الغَسلُ بقصِ ظُفرِہٖ وشَارِبِہٖ

(فصل) یَسُنُّ فی الوضوءِ ثمانیۃَ عَشَرَ شَیئًا غَسلُ الیَدَینِ الی الرُسغَینِ والتَسمِیَۃُ[۲]

اور واجب ہوتا ہے پانی کا پہنچانا ہلکی (چھدری) ڈاڑھی کی جلد تک (یعنی چہرہ کی جلد تک)

اور نہیں واجب ہے پہنچانا پانی کا اُن بالوں تک جو چھوٹے ہوئے (نیچے لٹکے ہوتے) ہیں چہرہ کے دائرہ سے باہر[۱] (نیز) واجب نہیں پانی کا پہنچانا ہونٹوں کے اس حصہ پر جو کہ چھپ جاتا ہے باہم ملنے اور بند ہونے کی حالت میں۔

اور اگر ملی ہوں انگلیاں (یعنی اس درجہ کہ پانی خود سے اُن کے بیچ میں نہ پہنچتا ہو) یا لانبا ہو جائے ناخن (اتنا) کہ ڈھانپ لے پوروے کو یا ناخن میں کوئی ایسی چیز ہو کہ جو پانی کے لیے مانع ہو (جس کے باعث اُس حصہ تک پانی نہ پہنچ سکے جس کا دھونا فرض تھا) مثلاً آٹا گندھا ہوا (ناخن میں گھس گیا ہو) تو واجب ہوگا دھونا اُس حصہ کا جو ان چیزوں کے نیچے (چھپا ہوا) ہے۔

اور میل اور مچھر کی بیٹ اور اُس جیسی چیزیں (پانی کے بدن تک پہنچنے کے لیے) مانع نہیں۔

اور واجب ہے ہلانا تنگ[۲] انگوٹھی کا۔

اور اگر وضو کرنے والے کو پیروں کی پھٹنوں کا دھونا مضر ہو تو جائز ہے پانی کا گزارنا اس دوا پر جس کو پھٹن میں رکھا ہے۔ اور مسح اور غسل نہیں لوٹایا جائے گا بالوں کی جگہ پر بال منڈوانے کے بعد[۳] اور ناخن اور مونچھوں کے کٹوانے کے بعد دوبارہ (ان حصوں کو) دھویا جائے گا

فصل سنن[۴] وضو

اٹھارہ چیزیں وضو میں مسنون ہیں۔ (۱) دونوں ہاتھوں کا دھونا گٹوں تک (۲) بسم اللہ پڑھنا شروع میں۔

بقیہ ص۱۷

ہے اس پر مصنف نے اشارہ فرمایا کہ دیگر اقوال جن میں تہائی ڈاڑھی یا چوتھائی ڈاڑھی کے دھونے کو فرض کیا گیا ہے یا صرف مسح یعنی بھیگا ہاتھ پھیر لینے کو کافی مانا گیا ہے، مفتی بہ نہیں۔

[۱] حاصل یہ ہے کہ جو بال چہرہ کے محاذات سے نیچے چھوٹے ہوئے ہیں اُن کا دھونا فرض نہیں۔ اب جو حصہ چہرہ کے مقابل ہے اُس کے متعلق دو حکم ہیں۔ اگر ڈاڑھی گھنی ہو تو صرف اوپر کے حصہ پر پانی لینا کافی ہے۔ بالوں کی جڑ میں اور چہرہ کی جلد پر جو بالوں میں چھپی ہوئی ہے پانی پہنچانا فرض نہیں اور اگر گھنی نہ ہو تو فرض ہے۔ واللہ اعلم۔

[۲] بالی کا بھی یہی حکم ہے کہ اس کو غسل کے وقت ہلایا جائے تاکہ سوراخ میں پانی پہنچ جائے۔

[۳] یعنی بالوں کو منڈوانے کے بعد بالوں کی جگہ پر نہ مسح کا اعادہ کیا جائے گا۔ اور نہ غسل کو لوٹایا جائے گا۔

[۴] سُنّت، روش، طریقہ، عادت لیکن اصطلاح

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

ابتداءً والسِّوَاكُ[3] فی ابتدائہٖ ولو بالاصبع عند فقدہٖ والمضمضۃُ[4] ثلاثًا ولو بغرفۃٍ والاستنشاقُ[5] بثلاث غُرُفاتٍ والمبالغۃُ[6] فی المضمضۃ والاستنشاقِ لغیر الصائم و

(۳) مسواک کرنا شروع میں اگرچہ[1] ہو انگلی کے ساتھ جب مسواک نہ ہو۔ (۴) کلی کرنا تین مرتبہ اگرچہ ایک ہی چلو سے ہو (۵) ناک میں پانی دینا تین چلوؤں سے (۶) مبالغہ[2] یعنی خوب اچھی طرح کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا غیر روزہ دار کے لیے۔

شرع میں اس روش کو سنت کہا جاتا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول یا فعل سے ثابت ہو۔ اور اس کے چھوڑنے پر عذاب کی دھمکی نہ دی گئی ہو۔ خواہ وہ فعل عبادات سے تعلق رکھتا ہو خواہ عادت سے۔ سنت کی دو قسمیں ہیں (۱) سنت ہدی (۲) سنت زائدہ۔

سنت ہدی وہ فعل ہے جس کا عبادات سے تعلق ہو اور بجز ایک دو مرتبہ کے اس پر ہمیشگی رہی ہو۔

سنت زائدہ وہ تمام طبعی اور عادی افعال اور نیز وہ عبادات جن پر بالمعنی المذکور ہمیشگی منقول نہ ہو۔

تنبیہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے افعال اور اقوال بھی سنت ہی کا مرتبہ رکھتے ہیں۔ بشرطیکہ وہ اجتہادی امور نہ ہوں۔ واللہ اعلم

سنت مؤکدہ اور واجب عمل کے لحاظ سے برابر کا درجہ رکھتے ہیں۔ فرق یہ ہے کہ واجب کے ترک پر عذاب کی وعید ہوتی ہے۔ سنت کے ترک پر عذاب کی وعید نہیں مگر عتاب کا خطرہ یقینًا ہے۔ حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو میری سنت چھوڑ دے گا وہ میری شفاعت سے محروم ہو جائے گا۔

۵ہ اگر لوٹا وغیرہ نہیں اور بڑے برتن میں پانی بھرا ہوا ہے اور نہ کوئی چھوٹا برتن ہے جس سے پانی بڑے برتن میں سے نکال لے اور یہ بھی ممکن نہیں کہ بڑے برتن کو جھکا کر اس میں سے کچھ پانی ہاتھ پر ڈال لے اور اس طرح دھولے تو بائیں ہاتھ کی انگلیاں ملا کر ان کو پانی پر گذارتے ہوئے پانی نکالے اور پہلے داہنا ہاتھ دھولے۔ جب وہ دھل کر پاک ہو جائے تو بایاں ہاتھ بلا کسی تکلف کے دھولے۔ لیکن انگلیوں پر ناپاکی لگی ہوئی ہو تو ہرگز پانی میں نہ ڈالے ورنہ پانی ناپاک ہو جائے گا تو ایسی حالت میں کوئی کپڑا پانی میں ڈال کر بائیں ہاتھ سے داہنے ہاتھ پر ٹپکائے اور اس طرح اول داہنا ہاتھ پاک کرلے۔ اور اگر کپڑا بھی موجود نہ ہو تو کلی منہ میں لے کر اس سے ہاتھ پاک کرلے اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر مجبورًا تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔ واللہ اعلم۔ طحطاوی ملخصًا

لہ یعنی اگر مسواک نہ مل سکے تو پھر انگلیوں یا کپڑے ہی سے مسواک کرلے۔

تنبیہ: علماء نے فرمایا ہے کہ بہتر یہ ہے کہ مسواک ایک بالشت سے کم نہ ہو۔ نیز موٹائی میں انگلی کی برابر ہو۔ اور پیلو کی ہو۔ ورنہ پھر کسی نرم درخت کی ہو۔ نیز سو کر اٹھنے کے وقت گھر میں یا کسی مجمع میں جانے کے وقت، قرآن شریف یا حدیث شریف پڑھنے کے وقت بھی مسواک کرنا مستحب ہے اور اس کے فضائل بہت کچھ ہیں۔

۲ہ ترجمہ لفظی یہ ہے۔ "اور مبالغہ مضمضہ اور استنشاق میں" مطلب یہ ہے کہ جو شخص روزہ دار نہ ہو اس کے لیے مسنون ہے کہ کلی کرنے میں پانی حلق کے کناروں تک پہنچائے اور ناک میں پانی اس طرح دے کہ بانسے تک پہنچ جائے۔ م

فائدہ: مضمضہ اور استنشاق کی دو سنتیں سات سنتوں پر مشتمل ہیں۔ ترتیب[1] یعنی اول کلی پھر ناک میں پانی دینا۔ ہر فعل[2] کو تین تین مرتبہ کرنا۔ الگ الگ[3] پانی سے ان دونوں کو ادا کرنا۔ یہ نہ ہو کہ ایک ہی چلو میں پہلے کلی کرے۔ پھر ناک میں پانی دے۔ ان[4] دونوں کو داہنی ہتھیلی سے ادا کرنا۔ ان[5] دونوں میں مبالغہ پانی[6] کو منہ میں ہلا کر باہر پھینک دینا یہ نہ ہو کہ پی جائے۔ ناک صاف[7] کرنا۔ اگر ان ساتوں چیزوں میں سے کسی کو چھوڑ دیا تو احناف کا مسلک یہ ہے کہ وضو تو ہو جائے گا۔ البتہ سنت ترک ہو جائے گی۔ ناک جھاڑنا بائیں ہاتھ سے مستحب ہے اور بغیر ہاتھ لگائے جھاڑنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں جانوروں سے مشابہت ہے۔ ط

تخليلُ[7] اللحيةِ الكثةِ بكفٍ مَاءٍ من اسفلها وتخليلُ[8] الاصَابع وتثليثُ[9] الغسَل واستيعابُ[10] الرأسِ بالمسحِ مرّةً ومَسحُ[11] الاذنين ولو بمَاءِ الراس وَالدّلكُ[12] وَالولاءُ[13] والنيّةُ[14] والترتيبُ[15] كمَا نصَّ اللهُ تعالىٰ فی كتابهٖ والبداءةُ[16] بالميامِن وَرءُوسِ[17] الاصَابع وَمقدمِ الراس وَمسحُ[18] الرقبة لا الحلقوم وقيل اِنَّ الاَربعةَ الاخيرةَ مُستَحَبّةٌ

(فصل) من اٰدابِ الوضوءِ اربَعةَ عَشَرَ شيئًا الجلوسُ[1] فی مكانٍ مرتفعٍ وَ[2]

(۷) اور گھنی[1] داڑھی کا خلال کرنا بذریعہ پانی کے چلو کے۔ داڑھی کے نیچے کی جانب سے۔ (۸) اور انگلیوں[2] کا خلال کرنا (۹) اور تین تین[3] دفعہ دھونا (۱۰) اور پورے سر کا مسح کرنا ایک مرتبہ (۱۱) اور کانوں کا مسح کرنا۔ اگرچہ وہ (۱۲) سر کے پانی[4] سے ہو۔ اور (۱۳) ملنا اور پے درپے[5] کرنا (۱۴) اور ارادہ[6] (۱۵) اور ترتیب[7] موافق اس بیان کے جس کی تصریح فرمائی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں۔ (۱۶) اور داہنی طرف سے (۱۷) اور انگلیوں کے سروں (پوروں) کی طرف سے شروع کرنا۔ اور سر کے اگلے حصہ سے شروع کرنا۔ (۱۸) اور مسح کرنا گردن کا نہ حلق کا۔ اور کہا گیا ہے کہ آخر کے چار مستحب ہیں۔

فصل آداب وضو

چودہ چیزیں آداب[8] وضو میں داخل ہیں۔ (۱) اونچی جگہ بیٹھنا (۲) قبلہ کی طرف منہ کرنا۔ (۳) اپنے غیر سے مدد

---

[1] اور خلال کرنا گھنی داڑھی کا اُس کے نیچے کی جانب سے ایک چلو پانی کے ساتھ یعنی تین مرتبہ چہرہ دھونے کے بعد خلال کے لیے ایک چلو پانی کے ساتھ کے نیچے اس طرح ڈالے کہ پشت دست نیچے کی جانب ہو۔ پھر اس طرح خلال کرے کہ ہتھیلی حلقوم کی جانب ہو اور پشت دست ڈاڑھی کی جانب۔

[2] ہاتھوں میں تو اس طرح کہ ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال لے۔ اور پیروں میں اس طرح کہ بائیں ہاتھ کی چھنگلیا (سب سے چھوٹی انگلی) کو پہلے داہنے پاؤں کی چھنگلیا کے گرد نیچے کی طرف کو نکال کر گھمائے پھر اسی طرح کرتا چلا آئے حتی کہ بائیں پیر کی چھنگلیا پر ختم کرے۔ واللہ اعلم

[3] یعنی جن اعضاء کا دھونا فرض ہے ان کو تین تین دفعہ دھونا۔

[4] یعنی جو پانی انگلیوں پر بچا ہوا ہے اگر اس سے کیا جائے تو سنت ادا ہو جائے گی۔

[5] موالاۃ۔ یعنی اس طرح اعضاء دھوتا چلا جاوے کہ اگر زمانہ اور ہوا اور مزاج اعتدال پر ہوں تو دوسرے عضو کے دھونے تک پہلا عضو خشک نہ ہو سکے۔

[6] اگر بلا ارادہ وضو اعضاء پر پانی بہہ گیا مثلاً بارش میں بھیگ گیا۔ یا دریا میں غوطہ لگایا تو وضو ہو گیا۔ البتہ ارادہ کی سنت ادا نہ ہوئی۔

[7] یعنی جو ترتیب خداوندی ارشاد میں ہے اس پر عمل کرنا سنت ہے۔ یعنی اول چہرہ دھونا۔ پھر کہنیوں تک ہاتھ دھونا۔ پھر مسح۔ پھر پیر دھونا۔ م۔

[8] لفظ "ادب" کی جمع ہے۔ ادب وہ فعل ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یا دو مرتبہ کیا ہو ہمیشہ نہ کیا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کرنے پر ثواب ملتا ہے نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں۔ اور سنت وہ فعل ہے کہ جس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عموماً کیا ہو۔ گاہے گاہے چھوڑ دیا ہو۔ اس کا حکم یہ ہے کہ کرنے پر ثواب نہ کرنے پر عتاب ہوگا۔ عذاب کی وعید نہیں (جیسا کہ پہلے تفصیل سے بیان کیا گیا) مراقی الفلاح

اس قسم کے فعل کو نفل، مستحب، مندوب اور تطوع بھی کہتے ہیں۔ ط

استقبالُ القبلة وَعدمُ الاستعانةِ[٣] بغيرِه وَعدمُ[٤] التكلمِ بكلامِ الناس وَالجمعُ[٥] بين نيةِ القلب وَفعلِ اللسان وَالدّعاءُ[٦] بالماثور وَالتسميةُ[٧] عندَ كلِ عضوٍ وَادخالُ[٨] خنصرِه فى صماخِ اذنيه وتحريكُ[٩] خاتمِه الواسعِ وَالمضمضةُ[١٠] والاستنشاقُ باليدِ اليمنىٰ وَ[١١] الامتخاطُ باليسرىٰ وَالتوضوءُ[١٢] قبلَ دخولِ الوقتِ لغيرِ المعذورِ وَالاتيانُ[١٣] بالشهادتينِ

نہ لینا (۴) دنیاوی بات چیت نہ کرنا۔ (۵) دل کے ارادہ اور زبان کے فعل کا جمع کرنا (۶) منقول دعاؤں کا پڑھنا (۷) بسم اللہ پڑھنا ہر عضو کو دھونے کے وقت (۸) اور چھنگلیا (سب سے چھوٹی انگلی) کو دونوں کانوں کے سوراخوں میں داخل کرنا۔ (۹) ڈھیلی انگوٹھی کا ہلانا۔ (۱۰) داہنے ہاتھ سے کلی کرنا اور ناک میں پانی دینا۔ (۱۱) بائیں ہاتھ سے ناک صاف کرنا۔ (۱۲) غیر معذور[۵]

۱؎ یعنی خود سے تمام کام کرنا۔

۲؎ ترجمہ لفظی یہ ہے۔ کلام ناس کا تکلم نہ کرنا اور جمع کرنا درمیان نیت قلب اور فعل لسان کے۔

۳؎ یعنی نیت میں۔
نیت کی حقیقت صرف ارادہ قلبی ہے اس کے لیے زبان سے کہنا یا کچھ رٹے ہوئے کلمات ادا کرنا کسی چیز میں بھی ضروری نہیں۔ نیت کا مقصد صرف یہی ہے کہ جس کام کو کیا جاتا ہے اس کا ارادہ دل سے کرلیا جائے۔ البتہ اگر دلی ارادہ کے ساتھ زبان سے بھی اس کے مناسب الفاظ ادا کر دیئے جائیں تو بہتر ہے۔ واللہ اعلم

۴؎ کلی کرنے کے وقت پڑھے۔ بسم اللہ اللهم اعنی علی تلاوت القرآن و ذکرك وشکرك وحسن عبادتك (بسم اللہ اے اللہ میری مدد فرما تلاوت قرآن اور اپنے ذکر اور اپنے شکر اور عبادت کے اچھی طرح کرنے میں) ناک میں پانی دیتے وقت پڑھے۔ بسم اللہ اللهم ارحنی رائحة الجنة ولا ترحنی رائحة النار (اے اللہ مجھے جنت کی خوشبو سنگھا، دوزخ کی بدبو مت سنگھائیو) منہ دھونے کے وقت پڑھے بسم اللہ اللهم بیض وجهی یوم تبیض وجوه وتسود وجوه (اے اللہ میرا چہرہ روشن کر اس دن کہ کچھ چہرے روشن ہوں گے اور کچھ چہرے اُس دن کالے ہوں گے) داہنے ہاتھ کو دھونے کے وقت کہے بسم اللہ اللهم اعطنی کتابی بیمینی، وحاسبنی حسابا یسیرا (اے اللہ مجھے عطا فرما میرا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں اور مجھ سے حساب لینا آسان)۔ بائیں ہاتھ کو دھونے کے وقت پڑھے بسم اللہ اللهم لا تعطنی کتابی بشمالی ولا من وراء ظهری (اے اللہ میرا نامۂ اعمال میرے بائیں ہاتھ میں مت دینا اور نہ پیٹھ کے پیچھے سے) اور مسح کے وقت کہے بسم اللہ اللهم اظلنی تحت ظل عرشك یوم لا ظل الا ظل عرشك (اے اللہ میرے سر پر اپنے عرش کا سایہ ڈال اس روز کہ تیرے عرش کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا) اور کانوں کے مسح کے وقت کہے۔ بسم اللہ اللهم اجعلنی من الذین یستمعون القول فیتبعون احسنه (اے اللہ مجھے ان لوگوں میں کر دے جو بات کو غور سے کان لگا کر سنتے ہیں۔ پھر عمدہ اور اچھی بات پر عمل کرتے ہیں) گردن کا مسح کرتے وقت کہے۔ بسم اللہ اللهم اعتق رقبتی من النار (اے اللہ میری گردن کو دوزخ سے چھڑا دے) داہنا پیر دھوتے وقت پڑھے۔ بسم اللہ اللهم ثبت قدمی علی الصراط یوم تزل الاقدام (اے اللہ میرا قدم صراط پر قائم رکھ جبکہ لوگوں کے قدم پھسل رہے ہوں) اور بایاں پیر دھونے کے وقت پڑھے۔ بسم اللہ اللهم اجعل ذنبی مغفورًا وسعیی مشکورًا وتجارتی لن تبورا (اے اللہ میرے گناہ معاف فرما۔ میری کوشش مشکور فرما اور میری تجارت کبھی تباہ نہ ہو۔ (باقی دعائیں اگلے حاشیہ میں) م۔ط

۵؎ معذور کے لیے مستحب بلکہ بعض علماء کے نزدیک (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ)

بَعْدَهٗ وَاَنْ يَّشْرَبَ مِنْ فَضْلِ الْوَضُوْءِ قَائِمًا وَاَنْ يَّقُوْلَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَ اجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ

(**فصل**) وَيُكْرَهُ لِلْمُتَوَضِّیْ سِتَّةُ اَشْيَاءَ الْاِسْرَافُ[1] فِی الْمَاءِ وَالتَّقْتِيْرُ[2] فِيْهِ وَضَرْبُ[3] الْوَجْهِ بِهٖ وَالتَّكَلُّمُ[4] بِكَلَامِ النَّاسِ وَالْاِسْتِعَانَةُ[5] بِغَيْرِهٖ مِنْ غَيْرِ عُذْرٍ وَتَثْلِيْثُ[6] الْمَسْحِ بِمَاءٍ جَدِيْدٍ

(**فصل**) اَلْوُضُوْءُ عَلٰى ثَلٰثَةِ اَقْسَامٍ الْاَوَّلُ فَرْضٌ عَلَى الْمُحْدِثِ لِلصَّلٰوةِ وَلَوْكَانَتْ

کے لیے وقت آنے سے پہلے وضو کرلینا۔ (١٣) اور شہادت کے ہر دو کلموں کو وضو کے بعد پڑھنا۔ (١٤) وضو سے بچے ہوئے پانی کو کھڑے ہو کر پینا۔ اور یہ پڑھنا اللّٰهم اجعلنی من التوابین واجعلنی من المتطهرین (اے اللہ مجھے ان لوگوں میں کردے جو بہت توبہ کرنے والے اور پاکیزگی والے ہیں) [1]

فصل مکروہات وضو

وضو کرنے والے کے لیے چھ چیزیں مکروہ ہیں۔ (١) پانی میں اسراف[2] (٢) پانی میں (مقدار ضرورت سے) کمی کرنا۔ (٣) چہرے پر پانی کو مارنا (جس سے چھینٹیں اڑیں) (٤) دنیاوی بات چیت کرنا۔ (٥) بلا عذر کے اپنے غیر سے مدد لینا۔ (٦) نئے پانی سے تین مرتبہ مسح کرنا (یعنی ہر مرتبہ کے مسح کے لیے نیا پانی لیا جاوے یہ مکروہ ہے)

اقسام وضو

وضو تین قسم[3] پر ہے۔ اول قسم فرض ہے اس شخص پر جو بے وضو ہو[4]۔ نماز کے لیے اگرچہ نفل ہی ہو۔ اور جنازہ کی

ضروری ہے کہ وقت شروع ہوجانے کے بعد وضو کرلے۔ وقت سے پہلے اگر وضو کرلیا تو ان حضرات کے نزدیک وقت آنے پر وہ وضو ٹوٹ جائے گا۔

[1] پانی پینے کے وقت یہ دعا پڑھے۔ اللّٰهم اشفنی بشفائك وداونی بدوائك واعصمنی من الوهن والامراض والاوجاع (اے اللہ اپنی رحمت سے مجھ کو کامل شفاء اور بہترین علاج عنایت فرما۔ اور ضعف سے بیماری اور دردوں سے مجھے محفوظ رکھ۔

فائدہ: مندرجہ ذیل امور بھی آداب میں داخل ہیں۔ پانی کا برتن اگر چھوٹا ہو مثلاً لوٹا ہو تو اس کو بائیں طرف رکھنا۔ اور اگر بڑا برتن مثلاً ڈول ہو جس میں ہاتھ ڈال کر پانی لیا جاتا ہے تو اس کو داہنی طرف رکھنا۔ دھوپ کے تپتے ہوئے پانی سے وضو نہ کرنا سب سے الگ تھلگ وضو کا برتن نہ رکھنا کیونکہ اسلام اس قسم کی تنگی کو پسند نہیں کرتا۔ آہستہ اور ہلکے سے پانی ڈالنا۔ مٹی کے برتن سے وضو کرنا وغیرہ وغیرہ۔ (مراقی الفلاح)

[2] یعنی ضرورت سے زائد صرف کرنا جیسے تین تین مرتبہ کی بجائے چار چار مرتبہ دھونا۔

[3] تین ہی پر انحصار نہیں بلکہ اس سے زائد بھی وضو کی قسمیں نکل سکتی ہیں۔ مثلاً مکروہ۔ حرام۔ مکروہ وضو کی مثال۔ جیسے وضو پر وضو کرنا۔ بلا اس کے کہ بیچ میں کوئی ایسی عبادت کی ہو جو وضو کے بدون جائز نہیں ہوتی۔

حرام کی مثال۔ جیسے وضو پر وضو کی جائے۔ مگر اس پانی سے جو کسی مسجد یا مدرسہ کے حمام یا سقایہ میں نمازیوں کے لیے بھرا گیا ہے۔ واللہ اعلم (طحطاوی) جہاں پانی کی قلت ہو وہاں یہ حرمت زیادہ واضح ہوجاتی ہے۔ (محمد میاں)

[4] یعنی ان کاموں کے لیے وضو کرنا فرض ہوجاتا ہے۔

نفلا ولصلوةِ الجنازةِ وسجدةِ التلاوة ولمسِّ القراٰنِ ولو اٰيةً والثانى واجبٌ للطوافِ بالكعبة والثالثُ مندوبٌ للنوم علٰى طهارةٍ واذا استيقظ منه وللمداومةِ عليه وللوضوء على الوضوء وبعدَ غيبةٍ وكذبٍ ونميمةٍ وكلِّ خطيئةٍ وانشادِ شعرٍ وقهقهةٍ خارجَ الصلوة وغسلِ ميّتٍ وحمله ولوقتِ كل صلوة وقبلَ غسل الجنابة وللجنب عندَ اكلٍ وشربٍ ونومٍ ووطيٍ ولغضبٍ وقراٰنٍ وحديثٍ وروايته و

نماز اور سجدہ تلاوت کے لیے۔ اور قرآن پاک کو چھونے[1] کے لیے۔ اگرچہ ایک ہی آیت کا مس ہو۔

دوسرے واجب ہے کعبہ مکرمہ کے طواف کے لیے۔

تیسرے مستحب ہے باوضو سونے کے لیے اور جب کہ نیند سے جاگے۔ اور ہمیشہ باوضو رہنے[2] کے لیے۔ اور وضو پر وضو[3]۔ اور غیبت[4] اور جھوٹ اور چغلی کے بعد اور ہر گناہ کے بعد اور شعر[5] پڑھنے اور خارج نماز چلا کر ہنسنے[6] (کے بعد) اور غسل میت اور جنازہ اٹھانے کے بعد اور ہر نماز[7] کے وقت پر اور غسل جنابت سے پہلے اور جنبی کے لیے کھانے پینے سونے اور وطی کرنے کے وقت اور غصہ[8] کے وقت۔ قرآن شریف[9]، حدیث شریف، روایت حدیث اور کسی علم (شرعی) کے پڑھنے کے

---

[1] صرف ترجمہ کا بھی یہی حکم ہے۔ مراقی

[2] یعنی ہمیشہ باوضو رہنا مستحب ہے۔ لہٰذا اس مقصد کے لیے وضو کرنا بھی مستحب ہوگا۔

[3] مگر یہ شرط پہلے گذری کہ بیچ میں کوئی ایسی عبادت کی ہو جو وضو کے بدون جائز نہیں ہوتی۔ مثلاً نفل نماز یا کم از کم جگہ بدل گئی ہو۔ اگر اسی جگہ بیٹھا وضو کر رہا ہے تو یہ اسراف ہے۔

البتہ یہ شرط بھی ضروری ہے کہ پانی اپنی ملک ہو، مسجد کے پانی سے مناسب نہیں ہے بالخصوص جہاں پانی کی کمی ہو۔

[4] غیبت کی تعریف یہ ہے کہ پیٹھ پیچھے کسی کا ایسا تذکرہ کرنا کہ اگر اس کے سامنے کیا جاتا تو اس کو ناگوار گزرتا۔

تنبیہات: (۱) نقل اتارنا بھی غیبت میں داخل ہے۔
(درمختار)

(۲) اگر وہ چیز جو آپ اس کے متعلق بیان کر رہے ہیں اس میں نہیں تو دو گناہ ہو گئے۔ غیبت اور تہمت۔
(حدیث شریف)

(۳) ذمی کی غیبت بھی گناہ ہے۔ (درمختار)

(۴) اگر مظلوم ظالم کا ظلم بیان کرے۔ اور مقصد رفع ظلم ہو۔ یا کسی مسلمان بھائی کو کسی دھوکے سے بچانا مقصود ہو۔ یا اس لیے شکایت کی جائے کہ اس کی اصلاح ہو جائے اور وہ شخص جس سے شکایت کی جائے وہ اصلاح کر بھی سکتا ہو۔ مثلاً باپ سے بیٹے کی شکایت کی جائے یا استاد سے شاگرد کی۔ تو اس کو غیبت نہیں کہا جائے گا۔ (طحطاوی وغیرہ)

[5] شعر سے مراد برا شعر

[6] اگر نماز میں چلا کر ہنسا تو نماز اور وضو دونوں ٹوٹ جائیں گے اور پھر وضو کرنا فرض ہوگا۔

[7] یعنی میت کو غسل دینے کے بعد

جبکہ باوضو ہو۔ ورنہ نماز پڑھنے کے لیے وقت پر وضو کرنا فرض ہے۔

[8] حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ غصہ شیطان کا اثر ہے۔ اور شیطان آگ کا ہے۔ اور آگ کو پانی بجھا دیتا ہے تو جب غصہ آئے تو چاہیے کہ وضو کرلے۔ (طحطاوی)

[9] یعنی حفظ پڑھنے کے لیے اور اگر ناظرہ اس طرح پڑھ رہا ہے کہ قرآن شریف نہیں چھو رہا تو اس صورت میں بھی وضو فرض نہیں مستحب ہے۔ واللہ اعلم

دراسةِ[20] علمٍ واذانٍ[21] واقامةٍ[22] وخطبةٍ[23] وزيارةِ[24] النبي صلى الله عليه وسلم ووقوفٍ[25] بعرفة وللسعي[26] بين الصفا والمروة واكلِ[27] لحمِ جزورٍ وللخروج[28] من خلاف العلماء كما اذا مسّ امرأةً

فصل ينقض الوضوءَ اثنا عشر شيئًا ما[1] خرج من السبيلين الا ريح القُبُل في الاصحّ وينقضه ولادةٌ[2] من غير رؤية دمٍ ونجاسةٌ[3] سائلةٌ من غيرهما لدمٍ وقيحٍ وقيءُ[4] طعامٍ او ماءٍ او علقٍ او مرّةٍ اذا ملأ الفمَ وهو ما لا ينطبق عليه الفم الا بتكلفٍ على

وقت۔ اذان، تکبیر، خطبہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم (کے مزار مقدس) کی زیارت کے وقت۔ وقوف عرفہ اور سعی بین الصفا والمروہ کے وقت۔ اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد اور علماء کے اختلاف[1] سے بری ہونے کے لیے مثلاً جبکہ مس امراۃ کرلے۔

فصل نواقض وضو

بارہ چیزیں وضو توڑ دیتی ہیں۔ (١) وہ چیز جو سبیلین (پیشاب یا پاخانے کی راہ) سے نکلے مگر اصح مذہب کے مطابق وہ ہوا جو پیشاب کی راہ سے نکلے (ناقض نہیں)۔ (٢) اور[2] توڑ دیتی ہے وضو کو پیدائش بغیر خون نظر آئے۔ (٣) ہر ناپاکی جو سبیلین کے علاوہ بدن کے کسی حصہ سے بہنے[3] لگے۔ مثلاً خون، پیپ۔ (٤) کھانے یا پانی یا خون بستہ یا پت کی قے جبکہ منہ بھر کر ہو یعنی اتنی ہو کہ بلا تکلف منہ بند نہ ہو سکے (اصح مذہب یہی ہے۔)

---

[1] یعنی جن مسائل میں علماء کا اختلاف ہے۔ مثلاً کسی غیر محرم بالغہ عورت کے بدن کو ہاتھ سے چھو لینا یا اپنی شرم گاہ کو ہاتھ سے چھو لینا۔ ان دونوں صورتوں میں امام شافعی رضی اللہ عنہ کے مذہب میں وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

امام صاحب رضی اللہ عنہ کے نزدیک نہیں ٹوٹتا تو مستحب یہ ہے کہ اگر حنفی شخص ایسا کرلے تو نماز پڑھنے کے لیے وضو کرلے۔ تاکہ اختلافی شکل نہ رہے ورنہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک جب وضو نہیں رہا تو نماز بھی نہ ہوگی۔

[2] پیدائش کے ساتھ خون نکلنے سے عورت پر بالاتفاق پاک ہونے کے بعد یعنی نفاس ختم ہونے کے بعد غسل واجب ہوتا ہے لیکن اگر خون نہ نکلا تو نفاس تو شروع نہیں ہوا۔ اب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ تو یہ ہے کہ احتیاطاً غسل واجب ہے پس یہ ولادت موجب غسل ہوگی۔ لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک یہ ولادت ناقض وضو ہوئی۔ واللہ اعلم (مراقی الفلاح)

[3] بہنے کا مطلب یہ ہے کہ جس جگہ سے خون نکل رہا ہے وہ اس سے بڑھ کر بدن کے ایسے حصہ پر پہنچ جائے جو وضو یا غسل میں وجوبی یا استحبابی طور پر دھویا جاتا ہے۔ اور اگر اپنی جگہ پر ہی رہا اس سے آگے نہیں بڑھا تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ چنانچہ اگر بدن میں سوئی یا کانٹا گڑ جانے سے کچھ خون نکلے اور وہ اپنی جگہ ہی پر رہے آگے نہ بڑھے تو وضو واجب نہیں۔ اور اگر مثلاً دماغ سے خون اتر کر ناک کے اس حصہ تک آگیا جہاں تک کہ پانی پہنچانا مستحب ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ کیونکہ اس حصہ کا دھونا مستحب ہے۔ اور اگر مثلاً آنکھ کے ڈلے سے خون یا پیپ نکلے اور آنکھ کے اندر ہی رہے تو چونکہ آنکھ کا دھونا نہ فرض ہے نہ مستحب، لہذا وضو نہیں ٹوٹے گا۔ البتہ پاخانہ یا پیشاب کی راہ سے جو نجاست خارج ہو اس کے لیے یہ شرط نہیں بلکہ محض عضو کے منہ پر آجانے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ غیر مختون حصہ کا اعتبار نہیں چنانچہ جس حصہ پر تری کے محسوس ہونے سے مختون کا وضو ٹوٹ جائے گا اسی حصہ پر تری آجانے سے غیر مختون کا وضو بھی ٹوٹ جائے گا۔ اگرچہ وہ خارج نہ ہوئی ہو۔ واللہ اعلم

الاصحّ ويُجمع متفرقُ القئ اذا اتّحد سَببُه وَدمٌ غلَبَ على البزاق اوساواه ونومٌ لم تتمكن فيه المقعدةُ من الارضِ وارتفاعُ مقعدةِ نائمٍ قبلَ انتباههِ وان لم يَسقُطْ فى الظاهرِ واغماءٌ وجنونٌ وسُكرٌ وقهقهةُ بالغٍ يَقظانَ فى صلوةٍ ذاتِ ركوعٍ وسجودٍ ولو تعمّدَ الخروجَ بها من الصّلوة ومسّ فرجٍ بذَكرٍ منتصبٍ بلاحائلٍ

فصل عشرةُ اشياءَ لاتنقض الوضوءَ ظهورُ دمٍ لم يَسِلْ عن محله وسُقوطُ لحمٍ مِنْ غيرِ سيلانِ دمٍ كالعِرق المدَنى الذى يقال له رشته وخروجُ دودةٍ من جُرحٍ واُذُنٍ وانفٍ ومسُّ ذكرٍ ومسُّ امرأةٍ وقئٌ لايملأ الفمَ وقئُ بلغمٍ ولو كثيرًا وتمايُلُ

ف۔ جب کہ قے کا سبب (یعنی متلی) ایک ہو اور (قے کئی مرتبہ تھوڑی تھوڑی اسی متلی کے باعث ہوئی ہو) تو متفرق قے کو جمع کرکے اندازہ کیا جائے گا۔

(۵) وہ خون جو غالب ہو تھوک پر (یعنی بڑھ جائے) یا اس کی برابر ہو[۱]۔ (۶) ایسی نیند کہ اس میں مقعد (پاخانہ کا مقام) زمین پر ٹکا ہو۔ مثلاً کروٹ سے سویا ہو۔ (۷) سونے والے کی سُرین کا جاگنے سے پہلے اوپر کو اٹھ جانا۔ اگرچہ وہ گرا نہ ہو۔ ظاہر روایت کے مطابق (یہ ہی حکم ہے)۔ (۸) بیہوشی (۹) جنون (۱۰) نشہ (۱۱) بالغ، بیدار شخص کا قہقہہ لگانا' ایسی نماز میں جو رکوع اور سجدہ والی ہو اگرچہ اس نے (اس قہقہہ سے) نماز سے خارج ہونے کا قصد ہی کیا ہو۔ (۱۲) چھونا فرج کا منتشر آلہ سے بغیر کسی حائل[۲] کے۔

فصل

دس چیزیں وضو کو نہیں توڑتیں۔ (۱) خون کا ظاہر ہونا جو اپنی جگہ سے بہا نہ ہو۔ (۲) خون بہے بدون گوشت کا گر جانا[۳]۔ جیسے عرق مدنی[۴] (مرض میں) جس کو فارسی میں رشتہ کہا جاتا ہے (۳) کیڑے کا زخم سے یا کان سے یا ناک سے نکلنا۔ (۴) ذکر کا چھونا (۵) عورت[۵] کا چھونا (۶) قے جو منہ کو نہ بھرے (یعنی منہ بھر قے سے کم ہو)۔ (۷) بلغم کی قے اگرچہ بلغم زیادہ

---

[۱] اگر تھوک زرد ہے۔ تو خون مغلوب ہے اور تھوک غالب۔ اور اگر سرخ ہو جائے تو خون کو تھوک کے مساوی کہا جائے گا اور وضو ٹوٹ جائے گا۔ اور اگر اس کی رنگت زیادہ سرخ ہو جائے تو اب خون غالب ہے مگر یہ تمام تفصیل اسی صورت میں ہے کہ مسوڑھوں میں سے خون نکلا ہو لیکن اگر سر یا سینہ وغیرہ سے خون بہا ہو تو وہ تھوڑا ہو یا زیادہ وضو ٹوٹ جائے گا اور خون کی قے کا حکم پہلے گذرا۔ واللہ اعلم (مراقی الفلاح)

فائدہ: سونے والے کی رال ناپاک نہیں ہاں اگر زرد یا بدبودار ہو تو ایک قول یہ ہے کہ وہ ناپاک ہے اگرچہ فتویٰ اس قول پر نہیں۔ مردہ کی رال ناپاک ہے۔ (مراقی وطحطاوی)

[۲] لیکن اگر حائل ایسا ہے جس سے بدن کی حرارت محسوس ہو سکتی ہے۔ مثلاً باریک ململ تب بھی مس کرنے سے وضو ٹوٹ جائے گا۔ واللہ اعلم۔ (مراقی)

[۳] جیسے کھرونچ لگ جانے سے خون چھلک آئے مگر اِدھر اُدھر نہ پھیلے۔

کھرنڈ یا مردہ کھال جس کے کاٹنے سے خون نہ نکلے اسی حکم میں ہے یعنی وضو نہیں ٹوٹے گا۔

[۴] یہ ایک بیماری ہے جس کو اُردو میں نارو کہتے ہیں۔

[۵] غیر محرم عورت کا چھونا ممنوع ہے مگر اس سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

نائمٍ احتمل زَوَالَ مقعدته ونومُ متمكن ولو مُستنداً الى شئ لَوْ أُزِيل سَقَطَ على الظاهر فيهمَا ونومُ مصَلٍّ ولو رَاكِعًا او سَاجدًا على جهة السّنة والله الموفق

فصل مَا يُوجِبُ الاغتسَالَ

يَفْتَرِضُ الغُسْلُ بواحدٍ من سَبعَةِ اشيَاءَ خرُوجُ المنى الى ظَاهِرِ الجَسَدِ اذا انفَصَلَ عنْ مَقرِّهٖ بشهوَةٍ مِنْ غيرِ جمَاعٍ وتَوَارِيْ حَشفةٍ وقدرِهَا من مَقطوْعِهَا فى احَدِ سَبيلَي آدمِيٍّ حَيٍّ وانزالُ المنى بوطئ مَيتةٍ اوبهيمةٍ ووُجُودُ مَاءٍ رقيقٍ بعدَ النوم اذا لم يكن ذكرُهٗ منتشرًا قبلَ النومِ وَ

ہو۔ (۸) سونے والے کا جھلنا (اس طرح کہ زمین سے) مقعد کے ہٹ جانے کا احتمال ہو (یقین نہ ہو)۔ (۹) اس شخص کی نیند جس کی سرین زمین پر جمی ہوئی ہو۔ اگرچہ وہ کسی ایسی چیز پر سہارا لگائے ہوئے ہو کہ اگر اس چیز کو ہٹا دیا جائے تو وہ گر جائے۔ (ظاہر مذہب کے مطابق دونوں صورتوں میں یہی حکم ہے)۔ (۱۰) نماز پڑھنے والے کا سو جانا۔ اگرچہ وہ رکوع یا سجدہ کی حالت میں ہو۔ دونوں سنت کے مطابق ہوں[1] واللہ الموفق

فصل۔ وہ چیزیں جو غسل واجب کر دیتی ہیں

سات چیزوں میں سے کسی ایک کے وجود میں آجانے سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

(۱) منی کا خارج ہونا بدن کے بیرونی حصہ کی جانب۔ بشرطیکہ منی اپنی قرار گاہ (یعنی جگہ) سے شہوت[2] کے ساتھ جدا ہوئی ہو۔ جماع کے بدون (مثلاً احتلام کی صورت میں)

(۲) حشفہ کا چھپ جانا، اور حشفہ کٹے ہوئے[3] شخص کا حشفہ کی مقدار (چھپ جانا) زندہ آدمی کے سبیلین میں سے کسی ایک میں۔

(۳) منی کا انزال[4] مردہ یا چوپائے کے ساتھ وطی کرنے کی (شکل میں)۔ (۴) سونے کے بعد پتلے پانی کا پایا جانا جبکہ آلۂ تناسل سونے سے پہلے (یعنی سونے کے وقت) منتشر نہ ہو[5]۔ (۵) نشہ اور بے ہوشی سے افاقہ کے بعد ایسی تری کا پایا جانا جس کو

---

[1] یعنی سونے کی وجہ سے ایسی شکل نہ پیدا ہوئی ہو کہ رکوع اور سجدہ سنت کے مطابق نہ رہیں جس کی تفسیر یہ ہے کہ سجدہ میں ہاتھ پسلیوں سے اور پیٹ ران سے الگ رہا ہو۔ اسی طرح رکوع کی حالت میں مسنون صورت سے نیچے کو نہ جھک جائے۔ اور اگر مسنون صورت میں نہ رہے تو وضو ٹوٹ جائے گا مطلب یہ ہے کہ نیند کے ہوتے ہوتے اگر اعضا میں چستی باقی رہی تو وضو نہیں ٹوٹے گا۔ واللہ اعلم۔ (مراقی)

[2] خروج کے وقت شہوت کا ہونا ضروری نہیں ہے بلکہ جب منی اپنی اصل جگہ سے ہٹتی ہے اس وقت شہوت ہونی چاہیے۔

[3] یعنی جس شخص کا حشفہ کٹ گیا ہو اس کے لیے یہ حکم ہے کہ اتنی مقدار چھپ جائے۔

[4] یعنی اگر کسی جانور نما انسان نے جانور سے خواہش پوری کرنی چاہی تو غسل اس وقت واجب ہوگا جبکہ انزال ہو۔ حشفہ کے داخل ہو جانے سے نہیں۔

[5] کیونکہ انتشار کی صورت میں غالب یہ ہے کہ وہ مذی کی تری ہوگی۔

فائدہ: بعض علماء کا قول یہ ہے کہ اگر لیٹ کر سویا تھا اور بیدار ہونے پر تری پائی تو اس پر غسل ہوگا۔ یہ مسئلہ اس وقت ہے کہ کھڑے کھڑے یا بیٹھے بیٹھے سو گیا ہو۔ (طحطاوی)

وُجُودُ بَلَلٍ ظَنَّهُ مَنِيًّا بعدَ افاقتِهِ مِنْ سُكْرٍ واغماءٍ وَبحيضٍ ونفاسٍ وَلو حصلتِ الاشياءُ المذكورةُ قبلَ الاسلامِ فى الاصحِّ ويفترض تغسيلُ الميّتِ كفايةً

(فصل) عشرةُ اشياءَ لا يُغتسلُ منها مَذِيٌّ[1] وَوَدِيٌّ[2] واحتلامٌ[3] بلا بَلَلٍ وَولادةٌ[4] مِنْ غيرِ رُؤيَةِ دَمٍ بعدَهَا فى الصحيحِ وَايلاجٌ بخرقةٍ مانعةٍ مِن وُجُودِ اللذةِ وحُقنةٌ[5] وَادخالُ اصبعٍ وَنحوِهِ فى احدِ السبيلين ووطءُ بهيمةٍ اوميتةٍ من غيرِ انزالٍ وَاصابةُ بكرٍ لم تَزِلْ بكارتَها مِنْ غيرِ انزالٍ

منی گمان کرے۔ (٦) حیض (٧) نفاس۔ اگرچہ اشیاء مذکورہ اسلام سے پہلے پیدا ہوئی ہوں۔ (اصح مذہب کے بموجب) میت کا غسل دینا بطور کفایہ فرض ہے۔ (یعنی فرض کفایہ ہے)

فصل۔ دس چیزیں وہ ہیں جن سے غسل واجب نہیں ہوتا

(١) مذی[1] (٢) ودی[2] (٣) احتلام[3] بغیر تری کے (یعنی خواب میں دیکھے مگر بدن یا کپڑے پر منی کا کوئی اثر یا نشان نہ ہو) (۴) ولادت[4] جس کے بعد خون نہ دکھائی دے (صحیح مذہب کے بموجب)۔ (٥) داخل کرنا (ذکر کا) کسی ایسے کپڑے کے ساتھ جو لذت کے حصول سے مانع ہو (یعنی موٹا کپڑا لپیٹ کر)۔ (٦) حقنہ[5] (٧) اُنگلی یا اس جیسی کسی چیز کا سبیلین میں سے کسی ایک میں داخل کرنا۔ (٨) جانور یا مردہ شخص سے وطی کرنا (معاذ اللہ منہ) (جب کہ) انزال نہ ہو۔ (٩) کسی باکرہ عورت سے ایسا جماع جو اس کی بکارت زائل نہ کرسکے۔ بشرطیکہ انزال نہ ہو۔

---

[1] مذی اس پتلی قسم کی رطوبت کو کہا جاتا ہے جو شہوت کے وقت خارج ہوتی ہے۔ اس کی رنگت سپید ہوتی ہے اور اس میں اور منی میں فرق یہ ہے کہ (الف) مذی کے خروج کے وقت کوئی شہوت یا لذت حاصل نہیں ہوتی۔ منی میں حاصل ہوتی ہے۔ (ب) منی کا خروج قوت اور جست کے ساتھ ہوتا ہے۔ اُس کے خروج کے بعد انتشار ختم ہو جاتا ہے۔ مذی میں یہ سب باتیں نہیں ہوتیں۔ علاوہ ازیں منی کی رنگت زیادہ صاف ہوتی ہے اور کچھ چھوارے کی سی بو اس میں ہوتی ہے۔

[2] ودی بھورے رنگ کی ہوتی ہے جو پیشاب کے بعد اور کبھی اُس سے پیشتر خارج ہوتی ہے۔ اور پیشاب سے گاڑھی ہوتی ہے۔ م

[3] احتلام۔ حُلُم سے ماخوذ ہے۔ حُلُم کے معنی خواب اور احتلام خواب دیکھنا۔ اور اصطلاح میں اس مخصوص خواب کو کہا جاتا ہے جس کا نتیجہ انزال ہوتا ہے۔ اس قسم کے خواب شیطانی اثر سے ہوتے ہیں اسی لیے انبیاء علیہم السلام اس سے محفوظ رہتے ہیں۔

[4] یعنی ولادت ہو جائے اور خون نہ خارج ہو مگر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ غسل واجب ہوگا کیونکہ کچھ نہ کچھ خون کا اثر ضرور ہوگا۔ ط

یہ خون نفاس کا خون ہوگا۔ اور نفاس سے غسل واجب ہوتا ہے۔ (محمد میاں)

[5] پاخانہ کے راستہ سے پچکاری وغیرہ کے ذریعہ دوا پہنچانا یا فضلات کا خارج کرنا۔ م

(فصل يفترض فى الاغتسال احد عشر شيئا) غسل الفم[١] والانف[٢] والبدن[٣] مرة وداخل[٤] قلفة لا عسر فى فسخها وسرة[٥] وثقب[٦] غير منضم وداخل[٧] المضفور من شعر الرجل مطلقا لا المضفور من شعر المرأة ان سرى الماء فى اصوله وبشرة[٨] اللحية وبشرة[٩] الشارب والحاجب[١٠] والفرج[١١] الخارج

(فصل) يسن فى الاغتسال اثنا عشر شيئا الابتداء[١] بالتسمية والنية[٢] وغسل[٣] اليدين الى الرسغين وغسل[٤] نجاسة لو كانت بانفرادها وغسل[٥] فرجه ثم[٦] يتوضأ كوضوئه للصلوة

فصل۔ غسل میں گیارہ چیزیں فرض ہیں

(۱) اندر سے منہ کا (۲) ناک کا (۳) اور تمام بدن کا (ایک مرتبہ) دھونا[۱] (۴) اور اس قلفہ[۲] کے اندر کے حصہ کا دھونا جس کے کھولنے میں دقت دشواری اور تکلیف نہ ہو۔ (۵) ناف کا (۶) اور بدن کے اس سوراخ کا دھونا) جو جڑ نہ گیا ہو۔ (جیسے کانوں کے سوراخ بالی یا آئندے کے لیے اور ناک کا سوراخ نتھ کے لیے)۔ (۷) اور مرد کا اپنے گندھے ہوئے بالوں کے اندر کے حصہ کا دھونا بلا کسی قید کے (البتہ) عورت کے گندھے ہوئے بالوں کا دھونا فرض نہیں۔ بشرطیکہ پانی بالوں کی جڑوں میں پہنچ جائے[۳]۔ (۸) ڈاڑھی کے نیچے کی جلد کا۔ (۹) (نیز) مونچھوں اور (۱۰) بھوؤں کی نیچے کی جلد کا دھونا۔ (۱۱) اور فرج خارج کا دھونا (یعنی) اس حصہ کا جس کا پیشاب کے بعد دھونا عملاً ضروری سمجھا جاتا ہے۔

فصل۔ غسل میں بارہ چیزیں مسنون ہیں

(۱) اللہ کے نام کے ساتھ شروع کرنا۔ (۲) ارادہ[۴]۔ (۳) ہاتھوں کا گٹوں تک دھونا۔ (۴) ناپاکی کا دھونا اگر وہ الگ لگی ہوئی ہو۔ (۵) شرمگاہ کا دھونا (اگرچہ اس پر ناپاکی نہ لگی ہو)۔ (۶) اس کے بعد وضو کرے جیسے کہ نماز کے

---

[۱] اگر بدن پر کوئی ایسی چیز لگی ہوئی ہے جس کے سبب سے پانی بدن تک نہیں پہنچتا۔ مثلاً آٹا یا موم وغیرہ تو ایسی چیز کا بدن سے چھڑانا اور پانی بدن پر پہنچانا ضروری ہے۔ ورنہ غسل نہ ہوگا۔ اور رنگ جیسی کوئی چیز اگر بدن کے کسی حصہ پر لگی ہوئی ہے جس سے پانی کھال تک پہنچتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ ناخون کا میل نکالنا بھی ضروری نہیں۔ اسی طرح مچھر مکھی کی بیٹ بھی اگر لگی رہ جائے تو کوئی حرج نہیں۔

[۲] قلفہ اس کھال کو کہا جاتا ہے جو ختنہ میں کاٹی جاتی ہے یعنی اگر کسی کی ختنہ نہ ہوئی ہوں، اور اس کھال کے چڑھانے میں زیادہ تکلیف نہیں ہوتی ہے تو کھال چڑھا کر اس کے نیچے کے حصہ کو دھونا ضروری ہے۔ ورنہ معذوری ہے۔

[۳] یعنی اس حالت میں کہ وہ گندھے ہوتے ہوں پانی ان کی جڑوں میں پہنچ سکتا ہو یا نہ پہنچے دونوں صورتوں میں بالوں کو کھول کر پانی ان کی جڑوں تک پہنچانا ضروری ہے۔ مگر عورت کے لیے کھولنا اس وقت ضروری ہوگا جبکہ بدون کھولے پانی جڑوں میں نہ پہنچ سکے۔ م

ف۔ مینڈھیوں یا بالوں کو دھونا فرض نہیں، ہاں بالوں کی جڑوں میں پانی پہنچانا فرض ہے۔

[۴] یعنی ارادہ کے بغیر اگر اتفاقاً پانی میں گھس گیا یا بارش سے خود بخود نہا گیا تو فرض غسل ادا ہو جائے گا۔ اور اگر جنبی تھا تو پاک ہو جائے گا۔ مگر چونکہ ارادہ غسل کا نہ تھا۔ لہذا یہ سنت ادا نہ ہوگی۔

فَيُثَلِّثُ الغَسْلَ وَيَمْسَحُ الرَّأْسَ وَلٰكِنَّهٗ يُؤَخِّرُ غَسْلَ الرِّجْلَيْنِ اِنْ كَانَ يَقِفُ فِی مَحَلٍّ يَجْتَمِعُ فِيهِ الْمَاءُ ثُمَّ يُفِيضُ الْمَاءَ عَلٰی بَدَنِهٖ ثَلَاثًا وَلَوِ انْغَمَسَ فِی الْمَاءِ الْجَارِی اَوْ مَا فِی حُكْمِهٖ وَمَكَثَ فَقَدْ اَكْمَلَ السُّنَّةَ وَيَبْتَدِئُ فِی صَبِّ الْمَاءِ بِرَاسِهٖ وَيَغْسِلُ بَعْدَهَا مَنْكِبَهُ الْاَيْمَنَ ثُمَّ الْاَيْسَرَ وَيَدْلُكُ جَسَدَهٗ وَيُوَالِی غَسْلَهٗ

(فَصْلٌ) وَاٰدَابُ الْاِغْتِسَالِ هِیَ اٰدَابُ الْوُضُوْءِ اِلَّا اَنَّهٗ لَا يَسْتَقْبِلُ الْقِبْلَةَ لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ غَالِبًا مَعَ كَشْفِ الْعَوْرَةِ وَكُرِهَ فِيهِ مَا كُرِهَ فِی الْوُضُوْءِ

(فَصْلٌ) يُسَنُّ الْاِغْتِسَالُ لِاَرْبَعَةِ اَشْيَاءَ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ وَصَلٰوةِ الْعِيْدَيْنِ وَلِلْاِحْرَامِ وَلِلْحَاجِّ

لیے وضو کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ (جس جس عضو کا دھونا فرض ہے) اس کو تین تین مرتبہ دھوئے۔ (۷) اور سر کا مسح کرے۔ لیکن وہ پیروں کے دھونے کو موخر کر دے۔ اگر وہ ایسی جگہ میں کھڑا ہے جہاں پانی اکٹھا ہو جاتا ہے۔ (۸) پھر تین مرتبہ پانی کو اپنے تمام بدن پر بہا ڈالے اور اگر بہتے پانی میں یا اس پانی میں[1] جو بہتے پانی کے حکم میں ہے۔ غوطہ لگایا اور ٹھہرا رہا[2] (یعنی پانی میں کچھ دیر غوطہ کی حالت میں رکا رہا) تو اس نے سنت[3] کو مکمل کر لیا۔ (پس اگر کلی اور ناک میں پانی ڈالنے کے بعد ایسا کیا تب تو خیر ورنہ بعد میں مضمضہ اور استنشاق کرنا ہوگا۔ اور اگر ایسا نہیں کیا تو غسل ادا نہ ہوگا۔) (۹) (بدن پر) پانی کے بہانے میں سر سے آغاز کرے۔ (۱۰) اور سر کے بعد داہنا مونڈھا۔ پھر بایاں مونڈھا دھوئے (۱۱) اور اپنے بدن کو ملے (۱۲) اور لگاتار کرے اپنے غسل کو (یعنی ایسا نہ کرے کہ کچھ عضو دھوئے پھر ٹھیر جائے یہاں تک کہ یہ عضو سوکھ جائے اس کے بعد باقی عضو دھوئے۔ یہ لگاتار نہیں ہے)

فصل۔ آداب غسل

غسل کے آداب وہی ہیں جو وضو کے آداب ہیں۔ مگر (صرف[4] یہ فرق ہے) کہ غسل کرنے والا قبلہ کا رخ نہ کرے گا۔ کیونکہ وہ اکثر ستر کھولے ہوئے ہوتا ہے۔ اور جو جو چیزیں وضو میں مکروہ ہیں وہی غسل میں بھی مکروہ ہیں۔

فصل۔ غسل چار چیزوں کے لیے مسنون ہے

(۱) جمعہ کی نماز (۲) عیدین کی نماز (۳) احرام (۴) اور حاجی کے لیے عرفات میں زوال کے بعد۔

---

[1] یعنی ماء کثیر جس کی مقدار دہ در دہ ہو۔

[2] یعنی اتنی دیر جتنی دیر میں وضو اور غسل دونوں ادا ہو سکتے ہیں۔ (طحطاوی)

اسی طرح اگر بارش میں اتنی دیر کھڑا رہا جتنی دیر میں غسل اور وضو دونوں ہو سکتے ہیں، تو سنت پوری ہوگی۔

[3] یعنی تین دفعہ تمام بدن پر پانی بہانا اس لیے سنت ہے کہ پانی بدن کے ہر ایک حصہ پر پوری طرح پہونچ جائے۔ یہ بات اتنی دیر ٹھیرنے سے حاصل ہوگی۔ لہذا سنت پوری ہو جائے گی۔ م

[4] نیز مندرجہ ذیل چیزیں بھی غسل کے آداب میں داخل ہیں۔ (۱) کلام نہ کرنا (۲) زبان سے کسی دعا وغیرہ کا نہ پڑھنا۔ (۳) خالی اور تنہا مکان میں جہاں اس کو کوئی نہ دیکھ سکتا ہو غسل کرتے ہوئے لنگی کا باندھ لینا۔ (یعنی ایسی جگہ برہنہ ہو کر غسل کرنا بھی جائز ہے۔ مگر لنگی باندھنا مستحب ہے۔ باقی اگر لوگوں کے سامنے غسل کرے تو لنگی باندھنا یعنی ستر کو چھپانا فرض ہے) (۴) فراغت غسل کے بعد دو رکعت نفل پڑھ لینا (مراقی الفلاح)

فی عَرَفَةَ بعدَ الزوال وَيندب الاغتسال فی ستة عَشَرَ شيئاً لمن اَسلمَ طاهراً ولمن بَلَغَ بالسنّ ولمن اَفَاقَ من جنونٍ وَعندَ حجامَةٍ وَغسلِ ميّت وفی ليلة براءةٍ وليلة القدر اذا رآه لدخولِ مَدينةِ النبیّ صلی الله عليه وَسلم وللوقوفِ بمُزدَلِفَةَ غَداةَ يومِ النحرِ وَعندَ دخولِ مكّة ولطوافِ الزيارة ولصلوٰة كسوفٍ واستسقاءٍ وَفزعٍ وَظلمةٍ وَريحٍ شديدةٍ

(باب التيمم)

يَصِحّ بشروطٍ ثمانيةٍ الاول النيةُ وَحقيقتها عقدُ القلب على

سولہ چیزوں میں (صورتوں میں) غسل مستحب ہے

(١) اس شخص کے لیے جو طہارت اور پاکی کی حالت میں مسلمان ہوا تھا۔[1] (٢) اور اس شخص کے لیے جو عمر کے اعتبار سے بالغ ہوا۔[2] (٣) اور اس شخص کے لیے جس نے جنون سے افاقہ پایا۔ (٤) پچھنے (سنگی) لگوانے کے بعد (٥) میت کے غسل کے بعد (٦) شب[3] برأت میں۔ (٧) شب قدر میں جبکہ اس کو دیکھے (٨) مدینہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں داخل ہونے کے لیے۔ (٩) اور مزدلفہ میں ٹھیرنے کے لیے یوم النحر (١٠ ذی الحجہ) کی صبح[4] کو۔ (١٠) مکہ میں داخل ہونے کے وقت (١١) طواف زیارت کے لیے۔ (١٢) صلوٰۃ کسوف (سورج گہن یا چاند گہن کی نماز) کے لیے۔ (١٣) استسقاء کے لیے (١٤) صلوٰۃ فزع کے لیے (١٥) دن میں غیر معمولی تاریکی کے لیے (١٦) اور سخت آندھی کے دفع[5] کرنے کے لیے (خواہ دن میں خواہ رات میں)

باب تیمم[6]

تیمم آٹھ شرطوں سے درست ہوتا ہے۔

(١) نیت (ارادہ) اور نیت کی حقیقت ہے دل کا پختہ کرلینا (جمالینا) کسی فعل کے کرنے پر[7]

---

[1] اگر جنابت کی حالت میں مسلمان ہوا تھا تو مسلک صحیح یہ ہے کہ اس پر غسل فرض ہے۔

[2] پندرہ سال کا ہوگیا۔

[3] یعنی غسل کرکے عبادت شروع کرے۔ م

[4] نو ذی الحجہ کو مغرب کے بعد مزدلفہ میں پہنچتے ہیں رات بھر وہاں رہتے ہیں۔ یہ غسل رات گذارنے کے بعد صبح صادق کے وقت کرنا چاہیے جو ١٠ ذی الحجہ کی صبح ہوگی۔

[5] یعنی اس قسم کے ہولناک غیر معمولی حوادث کے پیش آنے پر اس امر کی ضرورت ہے کہ انسان گھبراکر اپنے مالک کی طرف جھک جاوے اور گناہوں سے توبہ کرے اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ نہادھوکر خدا کی طرف متوجہ ہو۔

فائدہ: سفر سے واپسی پر کسی گناہ سے توبہ کرنے کے لیے اور اس شخص کے لیے جس کو قتل کیا جارہا ہے۔ نیز رمی جمار اور مستحاضہ کے خون کے بند ہونے کے وقت بھی غسل مستحب ہے۔

بدن پر ناپاکی لگ گئی اور پتہ نہیں چل رہا ہے کہ کہاں لگی۔ ایسی صورت میں بھی مستحب ہے کہ غسل کرے۔ کپڑے کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر ناپاکی کا پتہ نہ چلے تو تمام کپڑا دھولینا چاہیے۔ (مراقی)

[6] تیمم کے اصلی معنی ہیں قصد کرنا۔ اور شرعاً تیمم کی تعریف یہ ہے۔ چہرہ اور ہاتھ پاؤں کا پاک مٹی سے مسح کرنا۔ تیمم اس امت کی خصوصیات میں سے ہے۔

[7] دیکھا گیا ہے کہ نیت کے لیے کچھ الفاظ بنالیے گئے ہیں وہ معمولی کتابوں میں چھاپ دیے جاتے ہیں۔ اور بسا اوقات (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الفعلِ وَوَقتُهَا عندَ ضَربِ يَدِهٖ علىٰ مَا يَتَيَمَّمُ بهٖ وَشُرُوطُ صِحَّةِ النيةِ ثلاثةٌ الاسْلامُ والتميِيزُ والعِلمُ بمَا يَنْوِيهِ وَيُشْتَرَطُ لصحةِ نيةِ التيمّمِ للصّلٰوةِ بهٖ احدُ ثلاثةِ اشيَاءَ اِمَّا نيةُ الطهَارةِ اَوِاستباحَةُ الصلوٰة اَو نيةُ عبادةٍ مقصودةٍ لاتصحّ بدُون طهَارةٍ فلا يُصَلّيٰ بِهٖ اذا نَوىٰ التيمّمَ فقط او نَوَاه لقراءةِ القراٰنِ وَلَمْ يكن جُنباً الثانى

نیت کا وقت وہ ہے جب کہ اپنا ہاتھ اس چیز پر مارے جس سے تیمم کر رہا ہے۔

نیت کے صحیح ہونے کی تین شرطیں ہیں۔

(الف) اسلام (ب) تمیز[1] (ج) اس چیز کا علم جس کی نیت کر رہا ہے[2]۔

اور تیمم[3] نماز کی نیت کے صحیح ہونے کے لیے ان تین چیزوں میں سے کسی ایک کا ہونا شرط ہے۔

یا تو پاکی[4] کی نیت، یا نماز جائز ہو جانے کی نیت، یا کسی ایسی عبادت کی نیت جو مقصود[5] ہو اور پاکی کے بدون صحیح نہ ہوتی ہو۔ چنانچہ جس تیمم سے فقط تیمم[6] کا ارادہ تھا۔ یا قرآن شریف پڑھنے کے لیے تیمم کی نیت کی تھی اور جنبی نہیں تھا[7] اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

وہ عربی کے الفاظ ہوتے ہیں۔ اور قرآن شریف کی سورتوں کی طرح بچوں کو رٹا کر ان کی محنت میں اضافہ کیا جاتا ہے۔ یہ سب بے معنی ہے۔ نیت کی حقیقت صرف یہ ہے کہ جس کام کو کرنا ہے اس کا ارادہ دل سے کر لے۔ اصل نیت دل سے ہے۔ ہاں اسی دل کے ارادہ کو اپنے الفاظ میں زبان سے ادا کرنا بھی نماز یا تیمم جیسے موقعوں پر بہتر ہے تاکہ دل اور زبان دونوں مطابق ہو جائیں نیت کے لیے مخصوص الفاظ کا رٹنا بے معنی ہے۔ اگر دل سے نیت نہیں کی اور زبانی رٹ کو بے سوچے سمجھے کہہ لیا تو نماز نہ ہوگی۔ اور اگر زبان سے نہ کہا مگر دل سے ارادہ پختہ جما لیا تو نماز ہو جائے گی۔

[1] یعنی اتنی سمجھ اور ہوش ہو کہ جو کچھ کہہ رہا ہے اس کو سمجھے۔

[2] اگر نیت کے عربی الفاظ ادا کر دیئے اور مطلب نہیں سمجھا تو ان الفاظ کا اعتبار نہیں ہوگا۔

[3] تیمم کی چند صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ایسے افعال کے لیے تیمم کیا جائے جن کے لیے وضو فرض یا واجب نہیں مستحب ہے مثلاً قرآن شریف کا حفظ پڑھنا۔ سلام۔ اذان یا سلام کا جواب دینا یا تسبیح پڑھنا۔ دوسری صورت یہ ہے کہ تیمم کسی ایسے فعل کے لیے کیا جائے جس کے لیے اگرچہ وضو ضروری ہے مگر وہ فعل عبادت مقصودہ نہیں۔ مثلاً قرآن شریف کا چھونا۔

ان دونوں قسم کے افعال کے لیے اگر تیمم کیا گیا تو اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں، بلکہ نماز صرف اس تیمم سے جائز ہے جس میں ان تینوں چیزوں میں سے کوئی ایک پائی جائے جن کا تذکرہ آگے آ رہا ہے۔ (واللہ اعلم بالصواب)

[4] ۔ یعنی مقصود یہ ہو کہ وضو اور غسل جیسی پاکی حاصل ہو جائے جس کا لازمی نتیجہ جواز نماز ہوگا۔ اگرچہ جواز نماز اس تیمم سے ذاتی طور پر منظور نہیں۔ اور دوسری صورت میں منظور اور مقصود جواز نماز ہوگا۔ یہی ان دونوں صورتوں میں فرق ہے۔ واللہ اعلم

[5] عبادت مقصودہ وہ عبادت ہے جو بذات خود فرض ہو۔ کسی دوسری عبادت کے ضمن میں تابع ہو کر فرض نہ ہو۔ مثلاً نماز عبادت مقصودہ ہے اور قرآن شریف کا چھونا۔ یا وضو غسل۔ تیمم وغیرہ اس لیے عبادت ہیں کہ نماز فرض یا تلاوت قرآن پاک بدون ان کے ادا نہیں ہو سکتی۔

[6] یعنی نہ تو پاکی مقصود تھی اور نہ جواز نماز وغیرہ۔

[7] یہ قید اس لیے لگائی کہ اگر جنبی تھا تو اس کے تیمم کا پہلا مقصود پاکی ہوگا اور پاکی کی نیت سے تیمم کیا جائے تو اس سے نماز ہو جاتی ہے اور اگر جنبی نہیں تھا صرف بے وضو تھا تو اس کا

اَلعُذرُ المُبِیحُ للتیمّم کَبُعدِہٖ مِیلاً عن مَاءٍ وَلَوفی المصرِ وَحصُولِ مرضٍ وَبردٍ یُخَافُ منہ التَلَفُ اَوالمرضُ وَخوفِ عدوٍّ وعَطشٍ واحتیاجٍ لِعَجنٍ لا لطبخِ مَرَقٍ ولفقدِ اٰلۃٍ وخوفٍ

دوسری شرط: ایسا عذر جو تیمم کو مباح کردینے والا ہو۔ (جس کی چند قسمیں ہیں) مثلاً اس شخص کا پانی سے ایک میل[1] دور ہونا۔ اگرچہ (یہ صورت) شہر میں پیش آئے۔ یا مرض یا ایسی سردی کا موجود ہونا (جس سے وضو کرنے کی صورت میں) عضو کے تلف ہوجانے کا یا مرض[2] کا خوف ہو۔ یا مثلاً دشمن[3] کا یا پیاس[4] کا خطرہ یا آٹا گوندھنے کی ضرورت۔ شوربا[5] پکانے کی ضرورت کا یہ حکم نہیں۔ اور مثلاً آلہ (یعنی پانی نکالنے کا سامان) نہ ہونا۔

(بقیہ حاشیہ ص ۲۸)

مقصود صرف تلاوت قرآن شریف ہوگا جو عبادت غیر مقصودہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص مسجد میں سو رہا تھا اس کو احتلام ہوگیا اب اگر باہر آنے کے لیے تیمم کیا تو اس سے بھی نماز نہیں ہوگی کیونکہ اس تیمم کا مقصد یہ ہے کہ مسجد کے اس حصہ سے گذر جائے جو اس کے راستہ میں ہے۔ واللہ اعلم

[1] ذیل کے اشعار میں میل کی حقیقت ملاحظہ فرمایئے۔

ان البرید من الفراسخ اربع
ولفرسخ فثلاثۃ امیال ضعوا
والمیل الف ای من الباعات قل
والباع اربع اذرع فتتبعوا
ثم الذراع من الاصابع اربع
من بعدها العشرون ثم الاصبع
ست شعیرات فظھر شعیرۃ
منھا الی بطن لاخری توضع
ثم الشعیرۃ ست شعرات فقط
من ذنب بغل لیس عن ذا مرجع

(طحطاوی علی مراقی الفلاح)

یعنی برید چار فرسخ کا۔ فرسخ تین میل کا۔ میل ایک ہزار باع کا۔ باع چار ہاتھ کا۔ اور ایک ہاتھ ۲۴ انگلیوں کا۔ ایک انگلی چھ بڑے جَو کی۔ جو اس طرح رکھے جائیں کہ ایک جَو کی کمر دوسرے جَو کے پیٹ سے ملی ہوئی ہو۔ اور ایک جَو خچر کی دم کے چھ بالوں کی برابر۔ (طحطاوی)

صاحب مراقی الفلاح نے میل کی مقدار چار ہزار قدم بیان کی ہے۔ اور ایک قدم ڈیڑھ ہاتھ کا بیان کیا ہے اس صورت سے ایک میل چھ ہزار ہاتھ لانبا ہے۔

بہرحال مقصود یہ ہے کہ غالب گمان یہ ہو کہ پاک پانی تقریباً ایک میل سے کم فاصلہ پر نہیں۔

البتہ یہ خیال ضروری ہے کہ جس جانب چل رہا ہے اس جانب میں دو میل سے زائد پر پانی ہو تو تیمم جائز ہوگا۔ دائیں بائیں یا پیچھے اگر پانی ہو تو اس کے لیے ایک میل کا حکم ہے جو آنے جانے میں دو میل پڑ جائے۔

[2] یا مرض کی زیادتی کا خوف ہو۔ مگر یہ بھی شرط ہے کہ گرم پانی کا ملنا ناممکن ہو۔ لیکن اگر گرم پانی مل سکتا ہے یا کیا جاسکتا ہے تو تیمم جائز نہیں۔

[3] آدمی ہو یا جانور۔ جان کا خوف ہو یا مال کا۔

تنبیہ: عورت کو گھر میں پانی نہ ہونے کے باعث تیمم کرنا جائز نہیں ہے۔ جب کہ پانی لانے میں جان مال یا آبرو کا خطرہ نہ ہو۔

[4] پیاس اس وقت ہو یا خیال ہو کہ اگر وضو کر لیا گیا تو آئندہ پانی نہ ملے گا۔ اور پیاس کی مصیبت برداشت کرنی پڑے گی۔

[5] کیونکہ گوشت کو بھون کر بھی کھا سکتے ہیں۔ لیکن آٹا بلا گوندھے اور پکائے نہیں کھایا جاتا۔

فوت صلوۃِ جنازۃٍ او عیدٍ ولو بناءً وليس من العذرِ خوفُ الجمعۃِ والوقتِ ؕ الثالث ان یکونَ التیمّمُ بطاہرٍ من جنسِ الارضِ کالترابِ والحجرِ والرّملِ لا الحطبِ ؕ الفضۃِ والذہبِ ؕ الرابعُ استیعابُ المحلّ بالمسحِ والخامسُ ان یمسحَ بجمیعِ الیدِ او باکثرِہا

یا جنازہ کی نماز فوت[1] ہو جانے کا خوف۔ یا عید کی نماز کے فوت ہو جانے کا خطرہ[2]۔ اگرچہ بناء[3] کے طور پر ہی ہوں۔ جمعہ اور وقت کے (نکل جانے) کا خوف کوئی عذر نہیں ہے (جس کے باعث تیمم جائز ہو)

تیسری شرط یہ ہے، کہ تیمم کسی ایسی پاک چیز سے ہو جو جنس[4] ارض (زمین کی جنس) سے ہو۔ جیسے مٹی، پتھر ریگ (باقی)، لکڑی، چاندی، سونا (جنس ارض سے) نہیں۔

چوتھی شرط: مسح کی جگہ[5] پر مسح کا پورا کرنا (کوئی حصہ بال برابر بھی باقی نہ رہے۔)

پانچویں شرط: تمام ہاتھ یا ہاتھ کے اکثر حصہ سے مسح کرنا۔ چنانچہ اگر دو انگلیوں سے مسح کیا تو جائز نہ ہوگا۔ اگرچہ[6]

---

[1] اگر ایک تکبیر بھی مل سکتی ہو تو وضوء کرلے۔

[2] پس اگر وضو کرنے میں وقت نکلنے کا خطرہ ہو تو امام اور مقتدی دونوں کے لیے تیمم درست ہوگا۔ اور اگر یہ خطرہ نہ ہو بلکہ یہ توقع ہو کہ وضو کرکے بھی جماعت کے کسی جزو میں شرکت کر سکے گا تو بالاتفاق وضو کرنا لازم ہوگا تیمم جائز نہیں۔ اور اگر امام کے سلام پھیرنے کا اندیشہ ہو، تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تیمم کرکے شریک ہونا درست ہے۔ اور صاحبینؒ اس میں کچھ تفصیل فرماتے ہیں جو طحطاوی میں مذکور ہے۔

[3] بنا کا مطلب یہ ہے کہ نماز کا کچھ حصہ جو پہلے پڑھ چکا ہے۔ اسی پر اگلے حصہ کی بنیاد قائم کرلے۔

مسئلہ: بنا کی تفصیل کتاب الصلوۃ میں آئے گی انشاءاللہ تعالیٰ۔ صورت مسئلہ یہ ہے کہ ایک شخص امام کے ساتھ نماز میں شریک ہوگیا۔ پھر اس کا وضوء ٹوٹ گیا۔ اس طرح وضوء ٹوٹنے سے نماز نہیں ٹوٹتی بلکہ اس کو حکم ہے کہ وہ وضو کرلے اور پہلی نماز کے ساتھ اگلی نماز کا جوڑ لگادے۔ اب اگر عید یا جنازہ کی نماز میں یہ صورت پیش آئی۔ اور یہ گمان ہے کہ وضو کے لیے اگر گیا تو نماز ختم ہو چکے گی۔ تو اگرچہ بنا کی شکل ممکن ہو سکتی ہے، مثلاً اس طرح کہ وہ وضو کرنے کے بعد باقی ماندہ نماز امام کے ساتھ نہیں تو تنہا پڑھ لے۔ نماز کے فوت ہونے کا خطرہ باقی نہ رہا۔ جس کی بنا پر تیمم جائز تھا۔ تاہم امام صاحبؒ کے مسلک کے موافق مصنف فرماتے ہیں کہ جائز ہے وہ تیمم کرلے۔ اور وضو کے لیے آنے جانے کی زحمت نہ اٹھائے کیونکہ یہ ہجوم کا وقت ہوتا ہے۔ ممکن ہے کوئی ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ اس کی نماز ٹوٹ جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دوگانہ عید سے بھی محروم ہو جائے گا۔ لیکن اگر بلا زحمت اٹھائے وہ وضو کر سکتا ہے تو کسی کے نزدیک بھی تیمم جائز نہیں۔ واللہ اعلم۔ ط۔م

یاد رکھنا چاہیے کہ امام صاحب کا مسلک یہ ہے کہ نماز عید کی قضا نہیں ہے۔ اگر عید کی نماز شروع کردی تھی بیچ میں ٹوٹ گئی تب بھی قضا نہیں ہے۔ اسی بنا پر امام صاحب ایسی صورت میں کہ نماز عید کے تلف ہو جانے کا یقین ہے تیمم جائز قرار دیتے ہیں۔

[4] غیر جنس ارض سے مراد وہ چیزیں ہیں جو جلانے سے جل کر راکھ ہو جائیں یا سونے چاندی کی طرح پگھل جائیں یا زمین ان کو گیہوں وغیرہ کی طرح گلادے۔

[5] یعنی جہاں جہاں ہاتھ پھیرنا چاہیے وہاں ہاتھ پوری طرح پھیر لینا کہ بال برابر جگہ بھی خالی باقی نہ رہ جائے۔ چنانچہ ہاتھ میں اگر انگوٹھی ہو تو اس کو ہلا لیا جائے۔ انگلیوں میں انگلیاں ڈال کر خلال کیا جائے۔

[6] لیکن اگر وضو کرتے ہوتے انگلیاں بھگو بھگو کر چوتھائی سر کا مسح کرلیا تو وضو ہو جائے گا۔

حَتّٰى لَوْ مَسَحَ بِاِصْبَعَيْنِ لَا يَجُوْزُ وَلَوْ كَرَّرَ حَتّٰى اسْتَوْعَبَ بِخِلَافِ مَسْحِ الرَّاْسِ وَالسَّادِسُ اَنْ يَكُوْنَ بِضَرْبَتَيْنِ بِبَاطِنِ الْكَفَّيْنِ وَلَوْ فِيْ مَكَانٍ وَّاحِدٍ وَيَقُوْمُ مَقَامَ الضَّرْبَتَيْنِ اِصَابَةُ التُّرَابِ بِجَسَدِهٖ اِذَا مَسَحَهٗ بِنِيَّةِ التَّيَمُّمِ وَالسَّابِعُ انْقِطَاعُ مَا يُنَافِيْهِ مِنْ حَيْضٍ اَوْ نِفَاسٍ اَوْ حَدَثٍ وَالثَّامِنُ زَوَالُ مَا يَمْنَعُ الْمَسْحَ كَشَمْعٍ وَشَحْمٍ وَسَبَبُهٗ وَشُرُوْطُ وُجُوْبِهٖ كَمَا ذُكِرَ فِي الْوُضُوْءِ وَرُكْنَاهُ مَسْحُ الْيَدَيْنِ وَالْوَجْهِ وَسُنَنُ التَّيَمُّمِ سَبْعَةٌ التَّسْمِيَةُ فِيْ اَوَّلِهٖ وَالتَّرْتِيْبُ وَالْمُوَالَاةُ وَاِقْبَالُ الْيَدَيْنِ بَعْدَ وَضْعِهِمَا فِي التُّرَابِ وَاِدْبَارُهُمَا وَنَفْضُهُمَا وَتَفْرِيْجُ الْاَصَابِعِ وَنُدِبَ تَاْخِيْرُ التَّيَمُّمِ لِمَنْ يَّرْجُو الْمَاءَ قَبْلَ خُرُوْجِ الْوَقْتِ وَيَجِبُ التَّاْخِيْرُ بِالْوَعْدِ بِالْمَاءِ وَلَوْ خَافَ الْقَضَاءَ وَيَجِبُ التَّاْخِيْرُ بِالْوَعْدِ بِالثَّوْبِ اَوِ السِّقَاءِ مَا لَمْ يَخَفِ الْقَضَاءَ وَيَجِبُ طَلَبُ الْمَاءِ اِلٰى مِقْدَارِ اَرْبَعِمِائَةِ خُطْوَةٍ اِنْ ظَنَّ

بار بار مسح کرکے پورے عضو پر انگلیاں پھیرلے۔ سر کے مسح کا حکم اس کے برخلاف ہے۔

چھٹی شرط: دو ضربوں کے ساتھ ہونا (یعنی دو دفعہ ہاتھ زمین پر مار کر تیمم کرنا) یہ دونوں ضرب ہتھیلیوں کی اندر کی طرف سے ہوں۔ اگرچہ (یہ دونوں ضرب) ایک ہی جگہ میں ہوں۔ اور مٹی کا بدن پر لگا ہوا ہونا۔ دو ضربوں کے قائم مقام[1] ہو جاتا ہے۔ جب کہ تیمم کی نیت سے اس پر ہاتھ پھیرلے۔

ساتویں شرط: حیض، نفاس یا حدث یعنی جو چیزیں تیمم کے منافی ہیں ان کا منقطع (بند) ہونا۔

آٹھویں شرط: جو چیزیں مسح سے مانع ہوں ان کا نہ ہونا۔ مثلاً موم، چربی (اعضاء تیمم پر لگی ہوئی نہ ہو)

تیمم کا سبب اور اس کے واجب ہونے کی شرطیں اسی جیسی ہیں جو وضو کے بیان میں گذر چکی ہیں۔

اور تیمم کے دو رکن یہ ہیں۔ ہاتھوں کا مسح کرنا اور چہرہ کا۔

اور تیمم کی سنتیں سات ہیں۔ تیمم کے شروع میں بسم اللہ پڑھنا۔ ترتیب (یعنی چہرہ کا مسح پھر ہاتھوں[2] کا کہنیوں تک) اور پے در پے کرنا۔ دونوں ہاتھوں کا مٹی میں رکھنے کے بعد آگے کو بڑھانا اور پیچھے کو لانا۔ اور دونوں ہاتھوں کا جھاڑنا۔ انگلیوں کا کھولنا (مٹی پر ہاتھ مارتے وقت)۔ اور تیمم کا مؤخر کرنا اس شخص کے لیے مستحب ہے جو وقت کے نکلنے سے پہلے پانی کی امید رکھتا ہو۔ اور پانی کے وعدہ پر تیمم کا مؤخر کرنا واجب ہے۔ اگرچہ قضا کا خوف ہو۔ اور کپڑے کے وعدہ پر (برہنہ شخص کے لیے نماز کا مؤخر کرنا واجب ہے، جب تک قضا کا خوف نہ ہو۔ اسی طرح پانی نکالنے کے سامان ڈول رسی کے وعدہ کی بنا پر (نماز کا مؤخر کرنا واجب ہے، جب تک قضا کا خوف نہ ہو۔)

اور چار سو قدم کی مقدار تک پانی کا تلاش کرنا واجب ہے بشرطیکہ پانی کے قریب ہونے کا گمان[3] ہو اور امن بھی ہو ورنہ نہیں۔

---

[1] یعنی مٹی پر ہاتھ مارنا تیمم میں ضروری نہیں، بلکہ اگر مٹی بدن پر لگی ہوئی تھی اور اس پر تیمم کی نیت کر کے ہاتھ پھیر لیا تو تیمم ہو جائے گا۔

[2] یعنی کہنیوں تک۔

[3] مثلاً پرندے اڑتے ہوئے دیکھ رہا ہے۔ یا اس طرف سبزی ہے یا کسی نے خبر دی ہے۔

قُربَهٗ مَعَ الْاَمْنِ وَاِلَّا فَلَا وَيَجِبُ طَلَبُهٗ مِمَّنْ هُوَ مَعَهٗ اِنْ كَانَ فِىْ مَحَلٍّ لَا تَشُحُّ بِهٖ
النُّفُوسُ وَاِن لَمْ يُعْطِهٖ اِلَّا بِثَمَنِ مِثْلِهٖ لَزِمَهٗ شِرَاؤُهٗ بِهٖ اِن كَانَ مَعَهٗ فَاضِلًا عَنْ
نَفَقَتِهٖ وَيُصَلِّى بِالتَّيَمُّمِ الْوَاحِدِ مَاشَاءَ مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَصَحَّ تَقْدِيْمُهٗ عَلَى
الْوَقْتِ وَلَوْكَانَ اَكْثَرُ الْبَدَنِ اَوْ نِصْفُهٗ جَرِيْحًا تَيَمَّمَ وَاِنْ كَانَ اَكْثَرُهٗ صَحِيْحًا غَسَلَهٗ
وَمَسَحَ الْجَرِيْحَ وَلَا يَجْمَعُ بَيْنَ الْغَسْلِ وَالتَّيَمُّمِ وَيَنْقُضُهٗ نَاقِضُ الْوُضُوْءِ وَالْقُدْرَةُ

اور پانی کا طلب کرنا۔ اس شخص سے جس کے پاس پانی ہو واجب ہے۔ اگر ایسی جگہ ہو جہاں پانی پر لوگ بخل نہ کرتے ہوں۔ (یعنی پانی وافر ہو)

اور اگر پانی کی واجبی قیمت کے بدون وہ شخص پانی نہ دے تو اگر اس کے پاس اپنے خرچ سے فاضل رقم ہو تو پانی کا خریدنا[1] لازم ہو گا۔

اور ایک[2] تیمم سے جس قدر چاہے فرض اور نفل نمازیں پڑھ سکتا ہے۔ اور تیمم کا وقت سے پہلے کر لینا بھی صحیح ہے۔

اور اگر بدن[3] کا اکثر حصہ[4] یا اس کا نصف زخمی ہو تو تیمم کرلے۔ اور اگر نصف سے زائد حصہ صحیح ہو تو سالم حصہ کو دھووے اور زخمی حصہ کا مسح کرلے۔ اور غسل اور تیمم میں جمع نہ کرے[5] (یعنی کچھ دھووے کچھ تیمم کرے

جو چیزیں وضو توڑ دیتی ہیں وہ تیمم کو بھی توڑ ڈالتی ہیں۔ اور اتنے پانی پر استعمال کی قدرت بھی تیمم کو توڑ دیتی ہے

---

[1] ترجمہ لفظی یہ ہے اور اگر نہ دے اس کو مگر ایسی قیمت کے بدلے میں جو اس پانی کی برابر ہے تو لازم ہوگا (تیمم کرنے والے کو) خریدنا اس کا بشرطیکہ ہو فاضل اس کے نفقہ سے۔

حاصل یہ ہے کہ پانی خریدنے کے لیے تین شرطیں ہیں۔

(الف) قیمت واجبی ہو جو اس مقام کے لحاظ سے ہو سکتی ہو۔ دوگنی چوگنی قیمت نہ مانگی جائے۔

(ب) وہ قیمت اس کے پاس موجود بھی ہو قرض نہ لینی پڑے۔

(ج) اس کے خرچ کرایہ اور سامان اٹھانے کی مزدوری سے وہ قیمت فاضل ہو۔ (مراقی)

[2] مگر بہتر یہ بھی ہے کہ ہر نماز کے وقت تیمم کر لیا کرے تاکہ امام شافعیؒ کے قول کے مخالف بھی نہ ہو۔

[3] شارح طحطاوی فرماتے ہیں کہ بدن کے بجائے اگر اعضا کا لفظ فرماتے تو مضمون واضح ہو جاتا۔ اور وضو اور غسل دونوں قسم کے تیمم کو شامل ہو جاتا۔

[4] کثرت کا لحاظ بعض علما نے شدّ کے لحاظ سے کیا ہے۔ چنانچہ اگر سر، چہرہ اور ہاتھوں پر پھوڑیاں یا زخم ہوں۔ اور پیروں پر نہ ہوں تو وضو کے چار اعضا میں سے زیادہ اعضا زخمی ہوئے تو تیمم جائز ہوگا۔ اور بعض علماء نے ہر عضو کے لحاظ سے کثرت کا لحاظ کیا ہے، ان کے خیال کے مطابق تیمم اس وقت جائز ہوگا جبکہ چاروں اعضا میں سے ہر ایک عضو کا زیادہ حصہ زخمی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب (مراقی)

بہرحال یہ خلاف وضو میں ہے۔ لیکن غسل میں کثرت و قلت کا اعتبار مساحت اور مقدار طول و عرض کے لحاظ سے ہوگا۔ (طحطاوی)

لیکن اگر پیٹ یا کمر میں کوئی زخم ہو جو اگرچہ چھوٹا ہو مگر اس کو پانی نقصان دیتا ہو تو وہ کثیر کے حکم میں ہوگا۔ اور تیمم جائز ہوگا۔ (مراقی)

[5] یعنی جبکہ تیمم جائز نہ ہوا تو یہ صورت ہوگی کہ جن اعضا کو وہ دھو سکتا ہو ان کو دھو لے۔ باقی جن کو نہ دھو سکے اُن پر پانی کا ہاتھ پھیر لے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو ان کی پٹی یا پھائے پر پانی کا ہاتھ پھیر لے۔ بہرحال یہ جائز نہیں کہ کچھ حصہ پر وضو کر لے کچھ پر تیمم

عَلٰی استعمَال المَاءِ الکافِی وَمقطوعُ الیَدین والرِجلیْن اذاکانَ بوَجهِہٖ جَرَاحَۃٌ یصَلِّی بغیرِطهارۃٍ وَلایعیدُ

بَابُ المسْحِ علَی الخُفَّیْنِ

صَحَّ المُسْحُ علی الخفین فی الحَدَثِ الاصْغرِ للرجَال والنسَاءِ وَلوکانامِنْ شئٍ ثخین غیرِالجلد سَوَاءٌ کانَ لَهُمَا نعلٌ منْ جِلدٍ اوْلاَ ویشترط لجواز المَسح علی الخفین سَبعۃُ شرائطَ الاوّلُ لبسُهمَا بعدَ غَسلِ الرِجلین وَلوقبلَ کمَالِ الوضوءِ اِذَااَتمَّہٗ قبلَ حصُولِ نَاقضٍ للوضوءِ وَالثانی سَترُهمَا للکعبُین وَالثالِثُ امکانُ متابعۃِ المشْیِ فیهمَا فلایجوز علٰی خفٍ مِنْ زُجَاج اوخَشَبٍ اوحَدیْدٍ وَالرّابعُ خلوُّکلٍّ منهُمَا عنْ خرقٍ قدرَثلاثِ اصَابعَ منْ اصْغرِاَصَابعِ القدَم وَالخامِسُ استِمسَا کُهمَا

جو وضو کے لیے کافی ہو۔ یعنی جتنے پانی سے وضو ہو سکتی ہے اگر اتنا پانی میسر آجائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔

دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹا ہوا شخص جب اس کے چہرہ پر بھی زخم ہوں تو بغیر طہارت کے نماز پڑھ لے۔ اس کو نماز لوٹانی نہ پڑے گی۔

باب موزوں پر مسح

موزوں پر مسح کرنا حدث اصغر[1] میں مردوں کو بھی جائز ہے اور عورتوں کو بھی۔ اگرچہ موزے چمڑے کے سوا کسی گاڑھی[2] چیز کے ہوں۔ موزوں کا تلا چمڑے کا ہو یا نہ ہو۔ موزوں پر مسح کے جواز کے لیے سات شرطیں ہیں۔

اول: دونوں موزوں کا پیروں کو دھونے کے بعد پہننا۔ اگرچہ وضو کو پورا کرنے سے پہلے ہو[3]۔ بشرطیکہ ناقض وضو کے پیش آنے سے پیشتر وضو کو پورا کر لیا ہو۔

دوم: موزوں کا ٹخنوں کو چھپانا۔ (یعنی موزوں کا ٹخنوں سے اوپر تک ہونا)

سوم: اُن موزوں کو پہن کر لگاتار چلنے کا امکان[4]۔ چنانچہ کانچ یا لکڑی یا لوہے کے موزوں پر مسح جائز نہ ہوگا۔

چہارم: ہر دو موزوں کا ایسی پھٹن سے خالی ہونا جو پیر کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی مقدار ہو۔[5]

---

[1] وضو نہ ہونے کو حدثِ اصغر کہتے ہیں۔ اور اس کے مقابلہ پر جنابت کو حدث اکبر کہا جاتا ہے۔

[2] جیسے نمدہ یا بانات اور دبیز کپڑا جس میں پانی نہ چھنے اور وہ پنڈلی پر بغیر باندھے چلنے کے وقت ٹھیرا رہے۔ (مراقی)

[3] یعنی یہ تو شرط ہے کہ پیروں کو دھونے کے بعد موزے پہنے جائیں۔ باقی یہ ضروری نہیں کہ وضو پورا کر کے موزے پہنے جائیں۔ چنانچہ یہ جائز ہوگا کہ کوئی شخص اول پیر دھو لے اس کے بعد موزے پہن لے اور پھر باقی اعضا دھو کر وضو پورا کر لے۔ لیکن یہ شرط ہے کہ اس اثنا میں کوئی ناقض وضو پیش نہ آیا ہو

[4] یعنی عادت کے بموجب بلا تکلف تین چار میل چل سکے اور سرخسی کے قول کے بموجب مسافت سفر کی مقدار چل سکے۔ فتویٰ پہلے قول پر ہے۔

[5] یعنی اگر کوئی ایک موزہ اس قدر پھٹا ہوا ہے تو

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

عَلَى الرِّجْلَيْنِ مِنْ غَيْرِ شَدٍّ وَالسَّادِسُ مَنْعُهُمَا وُصُولَ الْمَاءِ إِلَى الْجَسَدِ وَالسَّابِعُ أَنْ
يَبْقَى مِنْ مُقَدَّمِ الْقَدَمِ قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعَ مِنْ أَصْغَرِ أَصَابِعِ الْيَدِ فَلَوْ كَانَ فَاقِدًا
مُقَدَّمَ قَدَمِهِ لَا يَمْسَحُ عَلَى خُفِّهِ وَلَوْ كَانَ عَقِبُ الْقَدَمِ مَوْجُودًا وَيَمْسَحُ الْمُقِيمُ يَوْمًا وَ
لَيْلَةً وَالْمُسَافِرُ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ بِلَيَالِيهَا وَابْتِدَاءُ الْمُدَّةِ مِنْ وَقْتِ الْحَدَثِ بَعْدَ لُبْسِ الْخُفَّيْنِ
وَإِنْ مَسَحَ مُقِيمٌ ثُمَّ سَافَرَ قَبْلَ تَمَامِ مُدَّتِهِ أَتَمَّ مُدَّةَ الْمُسَافِرِ وَإِنْ أَقَامَ الْمُسَافِرُ بَعْدَ
مَا يَمْسَحُ يَوْمًا وَلَيْلَةً نَزَعَ وَإِلَّا يُتِمُّ يَوْمًا وَلَيْلَةً وَفَرْضُ الْمَسْحِ قَدْرُ ثَلَاثِ أَصَابِعَ
مِنْ أَصْغَرِ أَصَابِعِ الْيَدِ عَلَى ظَاهِرِ مُقَدَّمِ كُلِّ رِجْلٍ وَسُنَنُهُ مَدُّ الْأَصَابِعِ مُفَرَّجَةً

پنجم: بغیر باندھے ان کا پیروں پر رک جانا۔

ششم: بدن تک پانی کے پہنچنے سے اُن دونوں کا مانع ہونا[1]

ہفتم: پیر کے اگلے حصہ کا باقی رہنا ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی برابر۔ پس اگر پیر کا اگلا حصہ نہ ہو۔ (مثلاً کٹ گیا ہو) تو موزے پر مسح نہیں کر سکتا۔ اگرچہ ایڑی موجود ہو۔

اور مقیم ایک دن ایک رات تک مسح کر سکتا ہے اور مسافر تین دن تین رات تک۔

اور مدت مسح کی ابتداء حدث (وضو ٹوٹنے) کے وقت سے ہے جو موزوں کے پہننے کے بعد پیدا ہو[2] اور اگر مقیم نے مسح کیا پھر مدت (یعنی ایک رات دن) پوری ہونے سے پہلے سفر کر لیا تو وہ مسافر کی مدت (تین دن تین رات) پوری کر سکتا ہے۔ اور مسافر ایک دن ایک رات مسح کرنے کے بعد مقیم ہو گیا تو وہ موزوں کو نکال ڈالے ورنہ ایک دن ایک رات پوری[3] کر لے۔

اور مسح میں فرض[4] ہے، ہاتھ کی چھوٹی انگلیوں میں سے تین انگلیوں کی بمقدار، ہر ایک پیر کے اگلے حصہ کے اوپر کے حصہ پر (اور ہاتھ کی انگلیوں کو چھیدا اور کشادہ کر کے) پیر کی انگلیوں کے سروں سے پنڈلیوں تک کھینچنا مسح کی

تنبیہ: اس پر مسح جائز نہیں۔ لیکن اگر دونوں موزوں میں اتنی مقدار ہو تو اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ باقی ایک موزہ اگر چند جگہ سے پھٹا ہوا ہے تو تمام پھٹنوں کو ملا کر اندازہ کیا جائے گا۔ اگر اتنی مقدار کو پہنچ جائے تو مسح جائز نہ ہوگا۔ سلائی کے سوراخوں کا اعتبار نہیں۔

[1] یعنی ایسے گاڑھے ہوں کہ پانی اندر نہ پہنچ سکے۔

[2] مثلاً دوپہر کو پیر دھو کر اور وضو کر کے موزے پہنے۔ اور پھر مغرب بعد تک وہی وضو باقی رہا۔ مغرب بعد وضو ٹوٹا تو اب مدت مسح مغرب بعد سے شروع ہوگی۔ مقیم ہے تو اگلے روز مغرب بعد مدت مسح ختم ہوگی۔ اور مسافر ہے تو تین دن یعنی مغرب بعد سے ۷۲ گھنٹے گذار کر مدت مسح ختم ہوگی۔

[3] مختصر یہ کہ مدت کے آخری حصہ کا لحاظ ہوگا کہ اس میں مسافر ہے یا مقیم۔

[4] یعنی فرض تو صرف یہ ہے کہ ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کی برابر ہر موزے کا اگلا حصہ جو پیر کی انگلیوں کے اوپر ہے تر ہو جائے خواہ وہ انگلیوں سے ہو یا کپڑے سے یا پانی گر جانے سے۔ البتہ سنت یہ ہے کہ ہاتھ کی تین چھوٹی انگلیوں کو کشادہ کر کے پیر کی انگلیوں کے سروں سے پنڈلی تک کھینچ کر لے جائے صرف ایک مرتبہ اس طرح مسح کرنا سنت ہے تین بار نہیں، نیز یہ بھی ضروری ہے کہ مسح موزہ کے اس حصہ پر واقع ہو جس کے اندر قدم ہے۔ قدم سے خالی حصہ پر مسح جائز نہ ہوگا مثلاً اگر موزوں کا عرض، طول پیر کی مقدار سے زیادہ ہو اور مسح کرنے والا اس زائد حصہ پر مسح کر ڈالے جس کے نیچے پیر کا کوئی حصہ نہیں تو مسح صحیح نہ ہوگا۔ (طحطاوی)

مِنْ رُؤُوسِ اَصَابِعِ الْقَدَمِ اِلَى السَّاقِ وَيَنْقُضُ مَسْحَ الْخُفِّ اَرْبَعَةُ اَشْيَاءَ كُلُّ شَيْءٍ يَنْقُضُ الْوُضُوْءَ وَنَزْعُ خُفٍّ وَلَوْ بِخُرُوْجِ اَكْثَرِ الْقَدَمِ اِلَى سَاقِ الْخُفِّ وَاِصَابَةُ الْمَاءِ اَكْثَرَ اِحْدَى الْقَدَمَيْنِ فِي الْخُفِّ عَلَى الصَّحِيْحِ وَمُضِيُّ الْمُدَّةِ اِنْ لَّمْ يَخَفْ ذَهَابَ رِجْلِهٖ مِنَ الْبَرْدِ وَبَعْدَ الثَّلَاثَةِ الْاَخِيْرَةِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ فَقَطْ وَلَا يَجُوْزُ الْمَسْحُ عَلٰى عِمَامَةٍ وَ قَلَنْسُوَةٍ وَبُرْقُعٍ وَقُفَّازَيْنِ

(فَصْلٌ) اِذَا افْتَصَدَ اَوْ جُرِحَ اَوْ كُسِرَ عُضْوُهٗ فَشَدَّهٗ بِخِرْقَةٍ اَوْ جَبِيْرَةٍ وَكَانَ لَا يَسْتَطِيْعُ غَسْلَ الْعُضْوِ وَلَا يَسْتَطِيْعُ مَسْحَهٗ وَجَبَ الْمَسْحُ عَلٰى اَكْثَرِ مَا شُدَّ بِهِ الْعُضْوُ وَكَفَى الْمَسْحُ عَلٰى مَا ظَهَرَ مِنَ الْجَسَدِ بَيْنَ عِصَابَةِ الْمُفْتَصِدِ وَالْمَسْحُ كَالْغُسْلِ فَلَا

سنت ہے۔

اور موزوں کے مسح کو چار چیزیں توڑ دیتی ہیں۔ (۱) ہر وہ چیز جو وضو کو توڑے۔ (۲) موزے کا اتار دینا۔ اگرچہ[1] پیر کے زیادہ حصہ کے موزے کی ساق کی طرف نکل آنے کے باعث ہو۔ (۳) ایک پیر کے زیادہ حصہ پر پانی کا پہونچ جانا موزے میں (گھس کر) صحیح مذہب کے مطابق۔ (۴) مدت کا گذر جانا (بشرطیکہ سردی کے باعث پیر کے مارے جانے کا خوف نہ ہو) اور اخیر[2] کے تین کے بعد فقط دونوں پیروں کو دھولے۔

عمامہ پر، ٹوپی پر، برقعہ اور دستانوں پر مسح جائز نہیں۔

فصل ۔ پٹی پر مسح

جب فصد لی ہو یا کوئی عضو مجروح ہوگیا یا ٹوٹ گیا ہو۔ اِس لیے اُس کو پٹی یا ٹکٹکی[3] سے باندھ لیا ہو، اس عضو کے دھونے پر قادر نہ ہو۔ اُس عضو پر پانی کا بھیگا ہاتھ پھیر سکتا ہو۔ تو اُس[4] چیز کے زائد حصہ پر جس سے کہ اس زخمی عضو کو باندھا گیا ہے مسح کرنا واجب ہوگا۔

اور[5] فصد لینے والے کی پٹی کے بیچ میں بدن کا جو حصہ ظاہر ہو اُس پر مسح کرلینا کافی ہے (دھونا فرض نہیں)

---

[1] یعنی اگر ایسی صورت ہو کر موزہ کو اتارا تو نہیں ہے بلکہ خود نکلنے لگا ہے اور نکلتے نکلتے پیر کا زیادہ حصہ موزے سے کھسک کر موزے کی پنڈلی میں آگیا ہے تو اس صورت میں بھی مسح ٹوٹ جائے گا۔

[2] یعنی موزے کے اتر جانے، پانی پہونچ جانے، اور مدت گذر جانے کی صورتوں میں۔

[3] جبیرہ جس کا ترجمہ ٹکٹکی ہے اُن کھپچیوں کو کہا جاتا ہے جو ٹوٹی ہوئی ہڈی پر باندھی جاتی ہیں۔ آجکل کی اصطلاح میں پلاسٹر۔

[4] یعنی ٹکٹکی یا پھایہ۔ حاصل یہ کہ ان حالتوں میں زخمی حصہ کا دھونا فرض نہیں۔ اگر ممکن ہو تو اس پر بھیگا ہاتھ پھیرلے۔ اور اگر یہ بھی نقصان دے تو پھر اس پٹی یا ٹکٹکی پر ہی بھیگا ہاتھ پھیرلے۔ اگر پٹی کے زیادہ حصہ پر بھی ہاتھ پھیر لیا تب بھی کافی ہے۔ واللہ اعلم

[5] یعنی فصد کے یا زخمی حصہ کے سوا جو حصہ بدن کا پٹی کے نیچے آگیا ہے۔ اگرچہ وہ سالم ہے۔ لیکن اس کے دھونے سے یا پٹی کے کھولنے سے اگر زخم کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو تو اس سالم حصہ کا دھونا اس پر فرض نہیں رہتا بلکہ مسح کافی ہے۔ واللہ اعلم

يُتَوَقَّتُ بِمُدَّةٍ وَلَا يُشْتَرَطُ شَدُّ الْجَبِيْرَةِ عَلٰى طُهْرٍ وَيَجُوْزُ مَسْحُ جَبِيْرَةِ اِحْدَى الرِّجْلَيْنِ مَعَ غَسْلِ الْاُخْرٰى وَلَا يَبْطُلُ الْمَسْحُ بِسُقُوْطِهَا قَبْلَ الْبُرْءِ وَيَجُوْزُ تَبْدِيْلُهَا بِغَيْرِهَا وَلَا يَجِبُ اِعَادَةُ الْمَسْحِ عَلَيْهَا وَالْاَفْضَلُ اِعَادَتُهٗ وَاِذَا رَمِدَ وَاُمِرَ اَنْ لَا يَغْسِلَ عَيْنَهٗ اَوْ انْكَسَرَ ظُفْرُهٗ وَجَعَلَ عَلَيْهِ دَوَاءً وَعَلْكًا اَوْ جِلْدَةَ مَرَارَةٍ وَضَرَّهٗ نَزْعُهٗ جَازَ لَهُ الْمَسْحُ وَاِنْ ضَرَّهُ الْمَسْحُ تَرَكَهٗ وَلَا يَفْتَقِرُ اِلَى النِّيَّةِ فِىْ مَسْحِ الْخُفِّ وَالْجَبِيْرَةِ وَالرَّاْسِ

بَابُ الْحَيْضِ وَالنِّفَاسِ وَالْاِسْتِحَاضَةِ

يَخْرُجُ مِنَ الْفَرْجِ حَيْضٌ وَنِفَاسٌ وَاسْتِحَاضَةٌ فَالْحَيْضُ دَمٌ يَنْفُضُهٗ رَحِمُ بَالِغَةٍ لَا دَاءَ بِهَا وَلَا حَمْلَ وَلَمْ تَبْلُغْ سِنَّ الْاِيَاسِ وَاَقَلُّ الْحَيْضِ ثَلَاثَةُ اَيَّامٍ وَاَوْسَطُهٗ

اور یہ مسح دھونے کی مانند ہے۔ پس[1] کسی مدت کے ساتھ موقت نہ ہوگا۔ اور نہ پاکی (یعنی وضو کرلے) کے بعد اس پٹی کا باندھنا شرط ہوگا۔

اور ایک پیر کی پٹی پر مسح کرنا دوسرے پیر کے دھونے[2] کے باوجود جائز گا۔ اور اچھا ہونے سے پہلے پٹی کے گر جانے سے یہ مسح باطل نہ ہوگا۔ اور پٹی کا دوسری پٹی سے بدل لینا جائز ہوگا اور مسح کا لوٹانا واجب نہ ہوگا۔ (اگرچہ) افضل اس کا لوٹانا ہے۔

اور جبکہ آشوب چشم ہو اور اس کو یہ بتایا گیا ہو کہ آنکھ کو نہ دھوئے یا ناخن ٹوٹ گیا ہو اور دوا یا علک[3] یا پتے کی کھال (جھلی) اس پر رکھدی گئی ہو اور اس کا اتارنا اس کو نقصان دے تو ان تمام صورتوں میں مسح جائز ہے۔ اور اگر اس کو مسح (بھی) نقصان دے تو اس کو بھی چھوڑ دے۔

موزوں اور جبیرہ اور سر کے مسح میں نیت کی حاجت نہیں۔

باب حیض و نفاس واستحاضہ

فرج سے حیض، نفاس اور استحاضہ خارج ہوتا ہے۔

حیض وہ خون ہے جس کو ایسی بالغ عورت کا رحم خارج کرے جس کو نہ کوئی مرض ہو نہ حمل ہو اور نہ سن[4] یاس کو پہونچی ہو۔

---

[1] پانچ احکام جو آگے بیان کیے وہ اسی اصل پر متفرع ہیں کہ مسح دھونے کی برابر ہے۔ اور ان احکام سے موزوں کے مسح اور پٹی کے مسح کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح نیچے کا حصہ اگر بھیگ جائے تو پٹی کا مسح بے کار نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

[2] حالانکہ مسح علی الخفین میں یہ جائز نہیں کہ ایک پیر پر مسح کرے دوسرے کو دھووے۔

[3] علک ایک قسم کا گوند ہوتا ہے۔

[4] یعنی وہ زمانہ جس میں حیض آنا قطعاً بند ہوجاتا ہو اس کی مدت پچپن سال ہے (اگرچہ حالات کے اعتبار سے متفاوت بھی ہوتی رہتی ہے)

خَمسَۃٌ واکثرُہٗ عشرۃٌ والنِفاسُ ھو الدمُ الخارجُ عقبَ الولادۃِ واکثرُہٗ اربعُونَ یومًا ولَاحدَّ لِاقلِّہٖ والاستحاضۃُ دمٌ نقصَ عنْ ثلاثۃِ ایامٍ اوزادَ علی عشرۃٍ فی الحیضِ وعلی اربعینَ فی النفاس واقلُّ الطھرِ الفاصلِ بینَ الحیضتین خمسۃَ عشرَ یومًا ولَاحدَّ لِاکثرِہٖ اِلَّا لِمَنْ بلغَتْ مُستحاضۃً ویحرم بالحیضِ والنفاسِ ثمانیۃُ اشیاءَ الصلوٰۃ[1] والصوم[2] وقراءۃ[3] آیۃٍ مِنَ القرآنِ ومسُّھا[4] الا بغلافٍ ودخولُ[5] مسجدٍ والطوافُ[6] والجماعُ[7] والاستمتاعُ[8] بماتحتَ السرّۃِ الی تحتَ الرکبۃ واذا انقطع الدمُ لِاکثرِ الحیضِ والنِّفاسِ حلَّ الوطئُ بلاغسلٍ ولایحلُّ اِن انقطعَ الدمُ لدونہ لتمامِ عادتِھا اِلَّا اَنْ

کم سے کم حیض کے تین دن ہیں۔ اوسط پانچ دن۔ زیادہ سے زیادہ دس دن۔

نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے بعد خارج ہو۔

زیادہ سے زیادہ نفاس کے دن چالیس ہیں۔ کم کی کوئی حد نہیں۔

استحاضہ وہ خون ہے جو تین دن سے کم ہو یا (حیض کی صورت میں) دس دن سے اور نفاس میں چالیس[1] دن سے زائد ہو۔

اور کم سے کم طہر جو دو حیض کے درمیان فصل پیدا کرے وہ پندرہ دن ہے۔ اور زائد طہر کی کوئی حد نہیں۔ مگر اس عورت کے لیے جو حالت[2] استحاضہ میں بالغ ہوئی ہو۔

حیض ونفاس سے آٹھ چیزیں حرام ہوجاتی ہیں۔

نماز، روزہ، قرآن پاک کی آیت کا پڑھنا، قرآن پاک[3] کو چھونا (مگر) جزدان[4] کے ساتھ، مسجد میں جانا، طواف، جماع، اور ناف کے نیچے سے لے کر گھٹنے کے نیچے تک عورت کے عضو سے لذت اندوزی کرنا۔

اور جب حیض اور نفاس کی زائد سے زائد مدت پر خون بند ہو تو مجامعت بلاغسل (بھی) حلال ہوجاتی ہے

---

[1] چونکہ نفاس کی کم سے کم مدت معین نہیں ہے۔ لہٰذا ولادت کے بعد جتنی دیر اور جتنا بھی خون آئے گا۔ وہ نفاس ہی ہوگا۔ خواہ ایک دن آئے یا اس سے بھی کم۔

[2] یعنی پہلی مرتبہ ہی جو خون آیا تو اس کا سلسلہ منقطع ہوا ہی نہیں۔ حتیٰ کہ دس دن یا بصورت نفاس چالیس دن بھی گذر گئے تو اس صورت میں حیض اور طہر کی مدت معین کردی جائے گی۔ یعنی پندرہ دن طہر کے اور دس دن حیض کے پھر پندرہ دن طہر (علیٰ ہذا) اور اگر ولادت ہوئی ہو تو نفاس کے چالیس دن مانے جائیں گے۔ اس کے بعد جو خون آئے گا اس کو استحاضہ مانا جائے گا۔ البتہ اگر کوئی بالغہ تھی اس کو حیض آتا تھا۔ پھر استحاضہ شروع ہوا تو اگر حیض کے دن مقرر تھے مثلاً اس کی عادت تھی کہ پانچ روز حیض آیا کرتا تھا تو اب پانچ دن حیض کے مانے جائیں گے باقی استحاضہ۔

[3] یہی حکم ایک آیت کا بھی ہے خواہ وہ کاغذ پر لکھی ہوئی ہو یا کپڑے پر یا تختی پر یا درہم و دینار پر یا دیوار پر۔ واللہ اعلم (مراقی الفلاح)

[4] چولی جو قرآن پاک سے ملی رہتی ہے اس کا یہ حکم نہیں۔ غلاف سے مراد وہ کپڑا ہے جو قرآن پاک سے الگ رہتا ہو جیسے جزدان۔ باقی اپنی آستین یا کرتے کے پلّے سے بھی چھونا جائز نہیں۔ کیونکہ یہ چھونے والے کے تابع ہے۔ اس کا حکم ہاتھ

بقیہ ← (حاشیہ اگلے صفحہ پر)

تَغْتَسِلَ اَوْ تَتَيَمَّمَ وَتُصَلِّيَ اَوْ تَصِيْرَ الصَّلٰوةُ دَيْنًا فِي ذِمَّتِهَا وَذٰلِكَ بِاَنْ تَجِدَ بَعْدَ الْاِنْقِطَاعِ مِنَ الْوَقْتِ الَّذِي انْقَطَعَ الدَّمُ فِيْهِ زَمَنًا يَسَعُ الْغُسْلَ وَالتَّحْرِيْمَةَ فَمَا فَوْقَهُمَا وَلَمْ تَغْتَسِلْ وَلَمْ تَتَيَمَّمْ حَتّٰى خَرَجَ الْوَقْتُ وَتَقْضِي الْحَائِضُ وَالنُّفَسَاءُ الصَّوْمَ دُوْنَ الصَّلٰوةِ وَيَحْرُمُ بِالْجَنَابَةِ خَمْسَةُ اَشْيَاءَ الصَّلٰوةُ وَقِرَاءَةُ اٰيَةٍ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَمَسُّهَا اِلَّا بِغِلَافٍ وَدُخُوْلُ مَسْجِدٍ وَالطَّوَافُ وَيَحْرُمُ عَلَى الْمُحْدِثِ ثَلَاثَةُ اَشْيَاءَ الصَّلٰوةُ وَالطَّوَافُ وَمَسُّ الْمُصْحَفِ اِلَّا بِغِلَافٍ وَدَمُ الْاِسْتِحَاضَةِ كَرُعَافٍ دَائِمٍ لَا يَمْنَعُ صَلٰوةً وَلَا صَوْمًا وَلَا وَطْئًا وَتَتَوَضَّأُ الْمُسْتَحَاضَةُ وَمَنْ بِهٖ عُذْرٌ كَسَلَسِ بَوْلٍ وَاسْتِطْلَاقِ بَطْنٍ لِوَقْتِ كُلِّ فَرْضٍ وَيُصَلُّوْنَ بِهٖ مَا شَاءُوْا مِنَ الْفَرَائِضِ وَالنَّوَافِلِ وَيَبْطُلُ وُضُوْءُ الْمَعْذُوْرِيْنَ بِخُرُوْجِ

اور اگر (آخری مدت سے) کم پر اس کی عادت کے پورے ہو جانے کے باعث خون بند ہو۔ تو مجامعت جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ غسل کر لے یا (اگر غسل پر قادر نہ ہو تو) تیمم کرلے اور نماز پڑھ لے یا نماز اس کے ذمہ قرض ہو جائے (جس کی قضا فرض ہو۔)

اور اس کی صورت یہ ہے کہ خون کے بند ہونے کے بعد اس وقت سے کہ جب خون بند ہوا تھا اتنا وقت پالے جس میں غسل اور تحریمہ یا ان دونوں سے زائد کی گنجائش ہو۔ اور (پھر) غسل یا تیمم نہ کیا ہو۔ یہاں تک کہ اس نماز کا وقت نکل گیا[1] ہو۔

حائض اور نفساء روزہ کی قضاء کریں، نماز کی نہیں۔

جنابت کے باعث پانچ چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔

نماز، قرآن پاک کی کسی آیت کا پڑھنا اور غلاف کے بدون قرآن پاک کی کسی آیت کا چھونا، مسجد میں جانا، اور طواف۔

محدث (بے وضو) پر تین چیزیں حرام ہو جاتی ہیں۔ نماز، طواف اور جزودان کے بدون قرآن پاک کا چھونا۔

استحاضہ کا خون دائمی نکسیر کی طرح ہے۔ نہ نماز کو روکتا ہے نہ روزہ کو نہ وطی کو۔

اور مستحاضہ اور ہر وہ شخص جس کو کوئی عذر ہو۔ مثلاً پیشاب کا تسلسل[2] یا پیٹ کا چلنا (یعنی متواتر دست آتے رہنا) ہر فرض کے وقت وضو کرلیں اور اس وضو سے (وقت کے اندر) جس قدر فرض اور نفل نماز چاہیں پڑھ لیں۔

معذوروں کا وضو صرف وقت کے نکل جانے سے بے کار ہو جاتا ہے (یعنی وقت کے آنے سے نہیں) بشرطیکہ کوئی دوسرا ناقض پیش نہ آیا ہو۔ (ناقض پیش آنے پر اندرون وقت بھی اس کا اثر ختم ہو جاتا ہے)

---

[1] اس صورت میں اس وقت کی نماز اس کے ذمہ قرض رہے گی۔ حاصل یہ رہا کہ حیض بند ہونے کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) زائد سے زائد مدت یعنی دس دن پر حیض بند ہوا ہو۔ (۲) دس دن سے کم پر حیض بند ہوا ہو، اس صورت میں مجامعت

[2] اس وقت جائز ہوگی جبکہ مندرجہ ذیل تین چیزوں میں سے کوئی پائی جائے۔ (۱) غسل کرلے۔ (۲) تیمم کرکے نماز پڑھ لے۔ (۳) اس کے اوپر اس وقت کی نماز کی قضا لازم ہو جائے اور قضا اس وقت لازم ہوگی جب حیض بند ہونے

(بقیہ اگلے صفحہ پر)

الوَقتِ فقط وَلا یصیرُ معذُوراً حتی یَستوعِبَہُ العذرُ وقتاً کاملاً لیسَ فیہ انقطاعٌ بقدرِ الوضوءِ والصَّلوۃِ وھٰذا شرطُ ثبوتہٖ وَشرطُ دوامہٖ وَوجودُہٗ فی کلّ وقتٍ بعدَ ذٰلکَ وَلو مرّۃً وشرطُ انقطاعہٖ وَخروجُ صاحبہٖ عن کونہٖ معذوراً خلوُّ وَقتٍ کاملٍ عنہٗ

باب الانجاس والطہارۃ عنہا

تَنقسِمُ النجاسَۃُ الٰی قِسمَین غلیظۃٍ وخفیفۃٍ فالغلیظۃُ کالخمرِ وَالدّمِ

اور معذور نہیں ہوتا تا آنکہ اس کا عذر اس کو (نماز کے) پورے وقت تک پوری طرح گھیرے نہ رہے (یعنی اتنا وقت نہ مل سکے کہ وضو کر کے فرض نماز پڑھ لے) اور اس تمام وقت میں وضو اور نماز کی مقدار خون کا انقطاع (بند ہو جانا) نہ ہو، یہ ثبوت عذر کی شرط ہے۔

اور دوام عذر کی شرط یہ ہے کہ اس کے بعد ہر نماز کے وقت میں یہ عذر ثابت ہو جائے۔ اگرچہ ایک ہی مرتبہ (پایا جاوے)

اور عذر کے انقطاع اور صاحب عذر کے معذور ہونے سے خارج ہونے کی شرط نماز کے ایک پورے وقت کا اس عذر سے خالی ہو جانا ہے۔ (یعنی نماز کا وقت پورا گذر جائے اور یہ عذر پیش نہ آئے تو مانا جائے گا کہ عذر ختم ہو گیا۔)

ناپاکیاں اور اُن سے پاکی

نجاست دو قسموں پر منقسم ہے۔ غلیظہ[1] اور خفیفہ[2]

غلیظہ۔ جیسے شراب، دم مسفوح[3]، مردار کا گوشت، مردار کی کچی کھال، اُن جانوروں کا پیشاب جو کھاتے

بقیہ صفحہ ۴۱

کے وقت کم از کم وقت کا اس قدر حصہ باقی ہو جس میں غسل کر کے تحریمہ باندھ سکے۔ [2] برابر قطرہ آتا رہنا۔ (مراقی الفلاح)

[3] یعنی اس کے باوجود کہ ناقض وضو مثلاً پیشاب بہہ رہا ہے، وقت کے اندر وضو کو کارآمد مانا جاتا ہے۔ اور اس ناقض کو نظر انداز کر دیا جائے تاکہ ادائے نماز کی ضرورت پوری ہو سکے۔ جب وقت نکل گیا وہ ضرورت پوری ہو چکی اس لئے اب یہ وضو بے کار اور بے اثر ہو گیا۔ یعنی اس سے نماز پڑھنی جائز نہیں رہی بلکہ حرام ہو گی۔ غالباً یبطل کی تعبیر اسی رعایت سے واقع ہوئی۔

[1] غلیظہ یعنی گاڑھی یا سخت یہ اس لیے کہ اس میں معافی کا حصہ بہت کم ہے (جیسا کہ آگے آتا ہے)۔ (مراقی الفلاح)

[2] خفیفہ یعنی ہلکی۔ اس لیے کہ اس کا زیادہ حصہ معاف ہوتا ہے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔ باقی دھونے کے متعلق ان دونوں قسموں میں کوئی فرق نہیں۔ دھونے کا طریقہ دونوں کا ایک ہی ہے۔ واللہ اعلم۔

[3] مسفوح کے لفظی معنی ہیں بہایا گیا۔ چنانچہ جو خون جاندار کے بدن سے نکل کر بہنے لگے گا اس کا یہی حکم ہوگا۔ ذبح کے وقت جو خون نکلتا ہے اس کا یہی حکم ہے۔ ایسا خون اگر جم بھی جائے تب بھی یہی حکم رہے گا۔ البتہ مذبوح جانور کے گوشت میں سے جو اتفاقاً خون نکل آتا ہے وہ معاف ہے (طحطاوی و مراقی)

تلی، دل، جگر، گردوں کا خون اور جو خون ناقض

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

المسفوحِ ولحمِ المیتۃِ واھابِھا وبولِ مالا یؤکلُ ونجوِ الکلبِ ورجیعِ السّباعِ و
لعابِھا وخرءِ الدّجاجِ والبطِّ والاِوزِّ ومایَنقضُ الوضوءَ بخروجِہٖ من بدنِ الانسانِ
واَمّا الخفیفۃُ فبولِ الفرسِ وکذا بولِ مایؤکل لحمُہ وخرءِ طیرٍ لایؤکلُ وعُفی
قدرُ الدّرھمِ من المغلظۃِ ومادونَ ربعِ الثوبِ اَوِ البدنِ وعفی رشاشُ بولٍ کرؤوسِ
الاِبرِ ولوابتلَّ فراشٌ اوترابٌ نجسانِ من عرقِ نائمٍ اوبللِ قدمٍ وظھرَ اثرُ النجاسۃِ
فی البدنِ والقدمِ تنجسا والّا فلا کما لا ینجسُ ثوبٌ جافٌّ طاھرٌ لُفَّ فی ثوبٍ
نجسٍ رطبٍ لاینعصرُ الرطبُ لوعُصِرَ ولاینجس ثوبٌ رطبٌ بنشرہٖ علی ارضٍ
نجسۃٍ یابسۃٍ فتندّت منہ ولا بریحٍ ھبّت علی نجاسۃٍ فاصابتِ الثوبَ اِلّا
ان یظھرَ اثرُھا فیہِ ویطھرُ متنجّسٌ بنجاسۃٍ مرئیۃٍ بزوالِ عینِھا ولو بمرّۃٍ علی

نہیں جاتے، کتے کا پاخانہ، درندوں کا پاخانہ، اور اُن کا لعاب، مرغی اور بط اور مرغابی کی بیٹ اور وہ چیزیں جن کے بدن انسان سے نکلنے کے باعث وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

اور خفیفہ جیسے گھوڑے کا پیشاب۔ ایسے ہی اُن جانوروں کا پیشاب جن کا گوشت کھایا جاتا ہے اور مردار پرندوں کی بیٹ۔

نجاست غلیظہ میں ایک درہم کی مقدار معاف ہے۔ اور خفیفہ میں چوتھائی کپڑے یا چوتھائی بدن کی برابر۔
اور پیشاب کی باریک چھینٹیں جو سوئی کے ناکے کی برابر ہوں۔ معاف ہیں۔

اور اگر ناپاک بستر یا ناپاک مٹی۔ سونے والے شخص کے پسینہ یا پیر کی تری سے تر ہو جائے اور ناپاکی کا اثر بدن اور پیر میں نمایاں ہو جائے تو یہ دونوں (یعنی بدن اور پیر) ناپاک ہو جائیں گے۔ ورنہ (یعنی) اگر ناپاکی کا اثر نمایاں نہ ہو تو) ناپاک نہ ہوں گے۔ جیسا کہ ناپاک نہیں ہوتا وہ سوکھا اور پاک کپڑا کہ ناپاک کپڑے میں جو گیلا تھا لپیٹ دیا گیا ہو (یہ ضروری ہے کہ وہ ناپاک کپڑا ایسا گیلا ہو) کہ اگر اُس کو نچوڑا جائے تو اس کی تری نچڑے نہیں (یعنی کچھ بوندیں نہ ٹپکیں) اور گیلا کپڑا ناپاک خشک زمین پر پھیلانے سے کہ زمین اُس سے تر ہو جائے ناپاک نہیں ہوتا۔ اور نہ اُس ہوا سے ناپاک ہوتا ہے جو کسی نجاست پر چلی ہو پھر کپڑے پر پہنچی ہو مگر اس صورت میں کہ ناپاکی کا اثر کپڑے میں نمایاں ہو جائے۔

اور وہ چیز جو نجاست مرئیہ سے ناپاک ہے (یعنی جس پر ایسی ناپاکی لگی ہوئی ہے جو نظر آ رہی ہے) اُس نجاست کے جرم کے زائل ہو جانے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اگرچہ ایک مرتبہ دھونے سے ہی (جرم زائل ہو گیا) ہو

وضو نہ ہو۔ مچھر، مکھی، جوں اور مچھلی کا خون معاف ہے۔ اسی طرح شہید کے لیے شہید کا خون معاف ہے۔ دم مسفوح کی عام علامت یہ ہے کہ ہوا لگنے سے وہ گاڑھا ہو جائے اور سوکھ کر کالا پڑ جائے۔

[٤] یعنی جس کو دباغت نہیں دی گئی ہو۔

[٥] یعنی گوشت خور چوپایوں کا پاخانہ جیسے چیتا سور وغیرہ، مگر گوشت خور پرندوں کی بیٹ کا یہ حکم نہیں وہ نجاست خفیفہ ہے۔ (مراقی و طحطاوی)

الصَّحِيحِ وَلَا يَضُرُّ بَقَاءُ اَثَرٍ شَقَّ زَوَالُهُ وَغَيْرُ الْمَرْئِيَّةِ بِغَسْلِهَا ثَلَاثًا وَالْعَصْرِ كُلَّ مَرَّةٍ وَ
وَتَطْهُرُ النَّجَاسَةُ عَنِ الثَّوْبِ وَالْبَدَنِ بِالْمَاءِ وَبِكُلِّ مَائِعٍ مُزِيلٍ كَالْخَلِّ وَمَاءِ الْوَرْدِ
وَيَطْهُرُ الْخُفُّ وَنَحْوُهُ بِالدَّلْكِ مِنْ نَجَاسَةٍ لَهَا جِرْمٌ وَلَوْ كَانَتْ رَطْبَةً وَيَطْهُرُ السَّيْفُ
وَنَحْوُهُ بِالْمَسْحِ وَاِذَا ذَهَبَ اَثَرُ النَّجَاسَةِ عَنِ الْاَرْضِ وَجَفَّتْ جَازَتِ الصَّلٰوةُ عَلَيْهَا
دُوْنَ التَّيَمُّمِ مِنْهَا وَيَطْهُرُ مَا بِهَا مِنْ شَجَرٍ وَكَلَأٍ قَائِمٍ بِجَفَافِهِ وَتَطْهُرُ نَجَاسَةٌ اِسْتَحَالَتْ
عَيْنُهَا كَاَنْ صَارَتْ مِلْحًا اَوِ احْتَرَقَتْ بِالنَّارِ وَيَطْهُرُ الْمَنِيُّ الْجَافُّ بِفَرْكِهِ عَنِ الثَّوْبِ
وَالْبَدَنِ وَيَطْهُرُ الرَّطْبُ بِغَسْلِهِ

صحیح مذہب کے بموجب۔
اور ناپاکی کے ایسے اثر کا باقی رہ جانا جس کا زائل ہونا شاق[1] ہو۔ مضر نہیں۔
اور نجاست غیر مرئیہ پاک ہوتی ہے تین مرتبہ دھونے اور ہر مرتبہ میں اُس کو نچوڑنے سے۔ اور نجاست کپڑے اور بدن سے، پانی اور ہر ایسی چیز کے ذریعہ سے پاک ہوجاتی جو زائل کر دینے والی (یعنی ناپاکی کو ہٹانے والی) ہو۔ جیسے سرکہ، عرق گلاب (وغیرہ)
موزہ اور موزے جیسی چیز رگڑ دینے سے پاک ہوجاتی ہے۔ اُس نجاست سے جس کا جرم ہو۔ اگرچہ وہ تر ہو۔
اور تلوار اور اُس[2] جیسی چیزیں پونچھ دینے سے۔
اور جبکہ ناپاکی کا اثر زمین سے جاتا رہے اور زمین خشک ہو جائے تو اُس پر نماز پڑھنی جائز ہو جائے گی اس سے تیمم کرنا جائز نہ ہوگا۔
اور وہ چیزیں جو زمین میں لگی ہوئی ہوں۔ یعنی درخت یا کھڑی ہوئی گھاس۔ زمین کے ساتھ ساتھ وہ بھی ناپاکی کے اثر کے خشک ہوجانے سے پاک ہوجاتی ہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ وہ درخت یا گھاس بھی سوکھ جائے۔)
اور وہ ناپاکی جس کی ذات بدل گئی مثلاً نمک ہوگئی ہو، یا آگ سے جل گئی ہو، پاک ہوجاتی ہے۔ اور خشک منی کپڑے اور بدن سے رگڑ دینے سے پاک ہوجاتی ہے۔ اور تر منی دھونے سے پاک ہوتی ہے۔

---

[1] یعنی اس کا دھبہ دور کرنے کے لیے علاوہ پانی کے صابون وغیرہ استعمال کرنے کی ضرورت پڑے۔ پس اگر صابن استعمال نہیں کیا اور اس ناپاکی کا رنگ باقی رہ گیا یا مثلاً ناپاک تیل کا دھبہ باقی رہ گیا تو مضائقہ نہیں ہے کپڑا پاک ہوگیا۔ البتہ مردار کی چربی کا پوری طرح چھڑانا ضروری ہے مٹی کے برتن پر تین دفعہ پانی ترایا جائے اور ہر مرتبہ اتنی دیر ٹھیر جائیں کہ پانی پوری طرح ترجائے۔ (مراقی)

[2] یعنی صیقل دار اشیاء جو نجاست کو چوس نہ سکتی ہوں۔ مثلاً آئینہ، روغنی برتن، پالش شدہ اشیاء۔ خراد کی ہوئی چکنی لکڑیاں وغیرہ۔ یہ پوچھ دینے اور رگڑ دینے سے پاک ہوجاتی ہیں۔ دھونا ضروری نہیں ہے۔

(فصل) يطهر جلدُ الميتةِ بالدِّباغةِ الحقيقية كالقرظ وبالحكمية كالتّتريب والتشميسِ إلّا جلدَ الخنزيرِ والآدميّ وتطهّر الذكاةُ الشرعيّةُ جلدَ غيرِ المأكول دُون لحمه على أصحِّ ما يُفتى به وكلُّ شيءٍ لا يسري فيه الدمُ لا ينجس بالموت كالشعرِ والريشِ المجزوزِ والقرنِ والحافرِ والعظمِ ما لم يكن به دَسَمٌ والعَصَبُ نجسٌ في الصحيح ونافجةُ المسكِ طاهرةٌ كالمسكِ وأكلُه حلالٌ والزبادُ طاهرٌ تصحّ صلوةُ متطيّبٍ به ۞

فصل

مردار کی کھال، دباغت حقیقیہ سے مثلاً کیکر کے پتوں[۱] سے پاک ہوجاتی ہے (یعنی کام میں لائی جاسکتی ہے) (نیز) حکمی دباغت سے مثلاً مٹی مل دینے سے یا دھوپ میں سکھا دینے سے۔ مگر خنزیر[۲] اور آدمی کی کھال۔

اور شرعی طور پر جانور کا ذبح کر دینا حرام جانور کی کھال کو پاک کر دیتا ہے۔ اُس کے گوشت کو پاک نہیں کرسکتا (صحیح مذہب کے بموجب جس پر کہ فتویٰ دیا جاتا ہے۔)

اور جانور کے بدن کی ہر وہ چیز جس میں خون سرایت نہیں کرتا موت سے ناپاک نہیں ہوتی۔ مثلاً بال اور وہ پر جو کاٹ دیا گیا ہو۔ سینگ۔ سم۔ ہڈی بشرطیکہ اس پر (چربی) چکناہٹ نہ ہو (ناپاک نہیں) اور صحیح قول کے بموجب پٹھا ناپاک ہے۔ اور مشک کا نافہ مشک کی طرح پاک ہے۔ اور مشک کا کھانا حلال ہے۔

اور زباد[۳] پاک ہے جو اس کو لگاتا ہے اس کی نماز صحیح ہے۔

---

[۱] قرظ کا ترجمہ عام طور پر ورق السلم یعنی کیکر کی پتیاں کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مراقی الفلاح میں اسی کو اختیار کیا گیا۔ مگر علامہ احمد طحطاوی ترجمہ بیج کا کرتے ہیں۔ یعنی کیکر کا بیج۔ اور فرماتے ہیں کہ کیکر کی پتیاں دباغت کے کام میں نہیں آتیں۔ (واللہ اعلم)

[۲] کہ اُس سے دباغت کے بعد بھی کسی طرح کا نفع اٹھانا درست نہیں۔ دباغت سے صرف وہی کھالیں پاک ہوکر قابل انتفاع ہوسکتی ہیں جن کی ناپاکی گندی قسم کی رطوبت لگے رہنے سے ہو کہ اس کو دباغت سے الگ کیا جاسکتا ہے۔ باقی جو کھال خود ہی گندی ہو اس پر دباغت کا کیا اثر ہوسکتا ہے۔ جس طرح کہ پیشاب پاخانہ دھل کر پاک نہیں ہوسکتا۔ البتہ وہ چیز پاک ہوسکتی ہے جس پر پیشاب یا پاخانہ لگ گیا ہو۔ خنزیر کی نجاست پاخانہ جیسی ہے۔ خواہ کتنا ہی ملئے، پکائیے، سکھائیے مگر پاخانہ پاخانہ ہی رہتا ہے۔ رہا انسان سو اللہ تعالیٰ نے اس کو سب سے برتر اور اشرف بنایا ہے۔ دباغت کے بعد اس کی کھال کا استعمال کرنا، بلکہ خود دباغت کا اس پر عمل کرنا اس کی کھلی توہین ہے جو برداشت نہیں کی جاسکتی۔ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے ہاتھی کو بھی خنزیر جیسا ناپاک قرار دیا ہے کہ اس کی کھال دباغت کے بعد بھی پاک نہیں ہوتی۔ مگر حضرات شیخین کا فتویٰ یہ ہے کہ ہاتھی کی کھال دباغت کے بعد پاک ہوجاتی ہے۔

[۳] زباد۔ زا کے فتح کے ساتھ۔ یہ ایک قسم کا مادہ ہے جو جنگلی بلیوں کی دم کے نیچے پاخانہ کے مقام پر جمع ہوتا رہتا ہے۔ نہایت خوشبودار ہوتا ہے۔

كِتَابُ الصَّلٰوة

يُشْتَرَطُ لِفَرضِيَّتِهَا ثَلاثَةُ اشياءَ الاسلامُ والبلوغُ والعقلُ وَتُؤمَرُ بِهَا الْاَوْلَادُ لِسَبعِ سِنِينَ وَتُضْرَبُ عليها لعشرٍ بِيَدٍ لَا بِخَشَبَةٍ واسبابُهَا اوقاتُها وتجبُ باوّلِ الوقتِ وجوبًا مُوَسَّعًا وَالاوقاتُ خمسةٌ وقتُ الصبحِ من طلوعِ الفجرِ الصادقِ الى قُبَيْلِ طلوعِ الشمسِ وَوقتُ الظهرِ مِنْ زَوالِ الشمسِ الى ان يَصيرَ ظلُّ كلِ شيءٍ مثلَيهِ او مثلَهُ سوىٰ ظلِّ الاِستواءِ واختار الثانىَ الطحاوىُّ وَهو قولُ الصاحبينِ وَوقتُ العصرِ

کتاب الصّلوٰة

نماز فرض ہونے کے لیے تین چیزیں شرط ہیں۔ اسلام[1]۔ بلوغ[2]۔ عقل[3]۔ سات سال کی عمر پر اولاد کو نماز کا حکم کیا جائے اور جب دس سال کے ہو جائیں تو نماز (چھوڑنے) پر ان کو ہاتھ سے مارا جائے لکڑی سے نہیں۔

(فرضیت نماز کے) سبب اُس کے وقت ہیں۔ (چنانچہ) وقت کے پہلے حصہ میں ہی نماز واجب ہو جاتی ہے۔ مگر آخر وقت[1] تک اُس کی ادائیگی کی گنجائش رہتی ہے۔

نماز کے وقت پانچ ہیں۔

(۱) صبح کا وقت۔ فجر صادق[2] کے طلوع سے لے کر آفتاب نکلنے سے کچھ پہلے تک۔

(۲) ظہر کا وقت آفتاب ڈھلنے کے وقت سے شروع ہو کر اُس وقت تک کہ ہر چیز کا سایہ ظل استوار[3] کے سوا اُس چیز سے دو چند یا اُس چیز کی برابر ہو جائے۔ قول ثانی کو امام طحاوی ؒ نے اختیار کیا ہے۔ اور صاحبین کا بھی یہ ہی قول ہے۔

---

[1] ترجمہ لفظی یہ ہے۔ نماز واجب ہوتی ہے وقت کے پہلے حصہ ہی میں۔ ایسا وجوب کہ جس کو گنجائش دی گئی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اگرچہ پہلے حصہ ہی سے اُس کا وجوب شروع ہو جاتا ہے مگر گنجائش ہے کہ اس کو وقت کے درمیانی یا آخری حصہ میں پڑھ لے۔ آخری حصہ کی نماز کو بھی قضا نہیں کہا جائے گا

واللہ اعلم

[2] فجر صادق یا صبح صادق وہ سپیدی ہے جو مشرق کی جانب آسمان کے کنارے پر شمالاً جنوباً پھیلی ہوئی نظر آئے۔ وہ آناً فاناً بڑھتی رہتی ہے غائب نہیں ہوتی۔ اور جو روشنی اس سے پیشتر آسمان کے بیچ میں نظر آتی ہے جو تھوڑی دیر بعد غائب ہو جاتی ہے وہ فجر کاذب یا صبح کاذب کہلاتی ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں وہ رات ہی میں داخل ہے۔ منہ

[3] استوار کے معنی ہیں سیدھا کھڑا ہونا۔ ظل کے معنی سایہ۔ اس آخری حد کو جس کے بعد آفتاب اور بلند نہ ہو بلکہ اُترنے لگے استوار کہا جاتا ہے۔ یہی نصف النہار ہوتا ہے۔ اس وقت شمالاً جنوباً کسی قدر سایہ باقی رہ جاتا ہے اس کو ظل استوار یا سایہ اصلی کہتے ہیں۔ اس وقت کسی قسم کی کوئی نماز جائز نہیں۔ اس کے بعد آفتاب پچھم کی طرف ڈھلتا ہے اس کو زوال کہتے ہیں۔ زوال کے ساتھ ساتھ وہ سایہ جو شمالی یا جنوبی جانب تھا مشرق کی جانب بڑھنے لگتا ہے۔ اب یہ تو متفقہ مسئلہ ہے کہ ظہر کا وقت زوال یعنی آفتاب کے ڈھلتے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ البتہ اس میں اختلاف ہے۔ کہ کب تک

(بقیہ صفحہ آئندہ)

مِن ابتداءِ الزِّیادۃِ علی المثل او المثلین الی غروبِ الشمسِ والمغربُ منہ الی غروبِ الشفقِ الاحمرُ علی المفتیٰ بہ والعشاءُ والوترُ منہ الی الصبحِ ولا یُقدَّمُ الوترُ علی العشاءِ للترتیبِ اللازمِ ومَن لم یجد وقتہما لم یجبا علیہ ولا یجمع بین فرضَین فی وقتٍ بعذرٍ الا فی عرفۃَ للحاجِّ بشرطِ الامامِ الاعظمِ والاحرامِ فیجمع بینَ الظہرِ والعصرِ جمعَ تقدیمٍ ویجمعُ

---

(۳) عصر کا وقت (ظل استواء کے سوا) ایک مثل یا دو مثل پر زیادتی کی ابتداء سے لے کر آفتاب غروب ہونے تک۔ (یعنی سایہ اصلی کے علاوہ جب ایک مثل سے یا دو مثل سے سایہ بڑھ جائے۔)

(۴) مغرب کا وقت غروب آفتاب سے لے کر (مفتی بہ قول کے بموجب) شفق احمر[۱] کے غروب تک۔

(۵) عشاء اور وتر کا وقت شفق احمر کے غروب سے لے کر صبح تک۔

وتر کو عشاء سے پہلے نہ پڑھا جائے۔ اس[۲] ترتیب کے باعث جو لازم ہے۔

اور جو شخص عشاء اور وتر کا[۳] وقت (ہی) نہ پا سکے۔ اُس پر عشاء اور وتر ہی واجب نہ ہوں گے۔

اور کسی عذر کے باعث کسی ایک وقت میں دو[۴] فرضوں کو اکٹھا کر کے نہ پڑھا جائے۔ مگر عرفات میں حاجیوں کے لیے[۵]۔ امام اعظم (سلطان یا نائب سلطان) اور احرام کی شرط کے ساتھ۔ پس جمع تقدیم[۶] کے طور پر ظہر اور عصر کو جمع کرے گا۔

باقی رہتا ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب تک کسی چیز کا سایہ (اس سایہ کے علاوہ جو استواء یعنی آفتاب کے سیدھے کھڑے ہونے کے وقت تھا یعنی سایہ اصلی) دوگنا ہو جائے۔ لیکن صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ جب ایک مثل یعنی اس چیز کی برابر ہو جائے۔ پھر ہر ایک کے قول کے بموجب عصر کے وقت کی ابتداء بھی دو مثل یا ایک مثل کے بعد سے ہوگی۔ یعنی امام صاحب کے نزدیک جبکہ سایہ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ دوگنا ہو جائے۔ اور صاحبین کے نزدیک جبکہ سایہ اصلی کے سوا ہر چیز کا سایہ اس کی برابر ہو جائے، تب نماز عصر کا وقت شروع ہوگا۔ واللہ اعلم

[۱] دوسرا قول یہ ہے کہ شفق ابیض کے غروب تک مغرب کا وقت باقی رہتا ہے۔ غروب آفتاب کے بعد جو سرخی ہوتی ہے اس کو شفق احمر کہتے ہیں۔ اُس کے بعد جو سپیدی ہوتی ہے اس کو شفق ابیض کہتے ہیں۔ منہ

[۲] یعنی چونکہ ترتیب جس طرح فرضوں میں ہے۔ اسی طرح فرض اور واجب میں بھی لازم ہے۔ لہذا جیسے مغرب سے پہلے عشاء کی نماز جائز نہیں، ایسے عشاء سے پہلے وتر بھی جائز نہیں۔ پس عدم جواز ترتیب کے باعث ہے۔

[۳] دنیا میں بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں رات ہی نہیں ہوتی ادھر آفتاب غروب ہوا، اُدھر صبح صادق ہوئی پھر طلوع شروع ہو گیا یہ حکم اُن ہی ملکوں کے لیے ہے۔

[۴] یعنی ادا کی نیت سے۔ مثلاً ظہر کے وقت میں کوئی عصر پڑھنے لگے۔ باقی ایک ادا دوسرا فرض قضا مثلاً عصر کے وقت میں پہلے ظہر کی قضا پڑھے یہ جائز ہے۔ منہ

[۵] یعنی حاجیوں کے لیے عرفات میں یہ ضروری ہے کہ اول وقت ظہر کے ساتھ ہی عصر بھی پڑھ لیں۔ البتہ یہ شرط ہے کہ سلطان یا اس کا نائب امام ہو اور نماز پڑھنے والا شخص احرام باندھے ہوتے ہو۔ تفصیلی احکام کتاب الحج میں آئیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ منہ

[۶] ترجمہ لفظی یہ ہے۔ پس جمع کرے گا درمیان ظہر اور عصر کے جمع کرنا مقدم کر کے۔ یعنی عصر کو بھی ظہر ہی کے وقت میں پڑھے گا۔ اذان ایک ہی ہوگی البتہ تکبیریں دو ہوں گی۔

بینَ المغربِ والعشآءِ بمزدلفةَ ولم یجزِ المغربُ فی طریقِ مزدلفةَ ویستحبُّ الاسفارُ بالفجرِ للرجالِ والابرادُ بالظهرِ فی الصیفِ وتعجیلُهٗ فی الشتاء الا فی یومِ غیمٍ فیؤخر فیه وتاخیرُ العصرِ ما لم تتغیرِ الشمسُ وتعجیلُه فی یومِ الغیمِ وتعجیلُ المغربِ الا فی یومِ غیمٍ فیؤخر فیه وتاخیرُ العشاءِ الیٰ ثلثِ اللیلِ وتعجیلُهٗ فی الغیمِ وتاخیرُ الوترِ الیٰ اٰخرِ اللیلِ لمن یثقُ بالانتباہِ ۞

---

[1] اور مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کو اکٹھا کر کے پڑھے گا (عشاء کے وقت میں) اور اس روز مغرب مزدلفہ کے راستہ میں جائز نہیں۔

(اوقات مستحب) فجر میں مردوں[2] کے لیے[3] اسفار مستحب ہے۔ اور گرمیوں میں ٹھنڈا کر کے ظہر کی نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اور سردیوں میں ظہر کو جلد پڑھنا مستحب ہے لیکن ابر کے دن، کیونکہ ابر کے دن (سردیوں میں بھی) تاخیر کرے۔

اور عصر کو اس وقت تک مؤخر کرنا مستحب ہے کہ آفتاب (کی روشنی) میں تبدیلی[4] نہ ہو۔ اور ابر کے دن عصر کو جلد پڑھ لینا مستحب ہے۔

اور مغرب کو جلد پڑھنا مستحب ہے مگر ابر کے دن، چنانچہ بدلی کے دن مغرب کو مؤخر کر کے پڑھے۔

اور عشاء کو تہائی رات[5] تک مؤخر کرنا مستحب ہے اور ابر کے دن اس کو جلد پڑھ لینا مستحب ہے اور آخر شب تک وتر کو مؤخر کرنا مستحب ہے اس شخص کے لیے جو بیدار ہونے کا اعتماد رکھتا ہو۔

---

[1] مزدلفہ ایک مقام کا نام ہے۔ مغرب تک عرفات میں قیام کے بعد حاجیوں کو مزدلفہ جانا ہوتا ہے۔ اور وہیں یہ رات گذارنی ہوتی ہے، راستہ میں مغرب کا وقت گذرتا ہے مگر نماز جائز نہیں ہے۔

اس صورت میں جمع تاخیر ہوگی۔ یہاں مغرب کی قضا نہیں بلکہ فقہاء نے تسلیم کیا ہے کہ اس روز حاجی کے لیے مغرب کا وقت بھی عشاء ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔

[2] عورتوں کے لیے اندھیرے ہی میں یعنی شروع وقت میں صبح کی نماز پڑھ لینا مستحب ہے۔ البتہ اور وقتوں میں عورتوں کے لیے مستحب یہ ہے کہ مردوں کی جماعت کے وقت کے بعد نماز پڑھیں۔

[3] اسفار یعنی روشن ہو جانا۔ یعنی اتنی تاخیر کرنا کہ صبح کی روشنی پھیل جائے اور اس کی حد یہ ہے کہ مسنون قرأت سے نماز پڑھنے کے بعد اگر معلوم ہو کہ نماز فاسد ہوئی تو اس کو دوبارہ مسنون قرأت سے ادا کر سکے۔ گویا آفتاب نکلنے سے اتنی دیر پہلے نماز شروع کرے کہ مسنون قرأت سے اتنے وقت میں دو مرتبہ نماز پڑھ سکے۔ (مراقی الفلاح) تقریباً ۲۰ منٹ پہلے

[4] یعنی آفتاب پر نگاہ ٹھہرنے لگے۔ مطلب یہ ہے کہ آفتاب کی روشنی میں اتنا فرق آگیا کہ نگاہ چکا چوند نہیں ہوتی بلکہ ٹھہر جاتی ہے تو یہ روشنی میں تبدیلی ہوگی۔ نماز عصر اس سے پہلے پڑھ لینی چاہیے۔

[5] تہائی شب کے بعد نصف شب تک بلا کراہت جائز ہے۔ اس کے بعد کراہت شروع ہو جاتی ہے جس کا سلسلہ صبح صادق تک جاری رہتا ہے۔

فائدہ: نماز عشاء کے بعد غپ شپ اور قصہ کہانی مکروہ ہے۔ اس دن کا نامہ اعمال جیسے نماز سے شروع ہوا تھا۔ اب اس کو عشاء کی نماز پر ختم کیجیے۔ تاکہ ابتداء بھی نماز ہو اور انتہا بھی نماز۔ البتہ مطالعہ مذاکرہ یا کوئی دینی کام ہو تو مکروہ نہیں ہے۔

(فصل) ثلاثةُ اوقاتٍ لایصحُّ فیها شیٔ من الفرائض والواجبات التی لزمت فی الذمّة قبل دخولها عند طلوع الشمس الیٰ ان ترتفع وعند استوائها الیٰ ان تزول وعند اصفرارها الیٰ ان تغرب ویصحّ اداءُ ما وجب فیها مع الکراهة کجنازةٍ حضرت وسجدة اٰیةٍ تُلیت فیها کما صحَّ عصرُ الیوم عند الغروب مع الکراهة والاوقات الثلاثة یکرہ فیها النافلة کراهة تحریمٍ ولو کان لها سببٌ کالمنذور ورکعتی الطواف ویکرہ التنفل بعد طلوع الفجر باکثر من سنته وبعد صلوته وبعد صلوة

فصل

تین[1] وقت وہ ہیں کہ اُن میں کوئی فرض یا کوئی واجب جو ان اوقات کے آنے سے پیشتر ذمہ پر واجب ہوگیا ہو صحیح نہیں ہوتا۔

(۱) آفتاب نکلنے کے وقت یہاں تک کہ وہ بلند ہو جائے۔
(۲) آفتاب کے سیدھے کھڑے ہونے کے وقت یہاں تک کہ وہ ڈھل جائے۔
(۳) آفتاب کے زرد ہونے کے وقت تا آنکہ وہ غروب ہو جائے۔

اور جو فرائض کہ ان ہی اوقات میں لازم ہوئے ہوں۔ اُن کی ادائیگی ان وقتوں میں (صحیح ہے مگر) کراہت کے ساتھ ہے جس طرح کہ ان اوقات میں حاضر شدہ جنازہ کی نماز یا اُس آیت کا سجدہ جو ان ہی اوقات میں پڑھی گئی ہو۔ جیساکہ[2] اُسی دن کی عصر غروب آفتاب کے وقت کراہت کے ساتھ ہو جاتی ہے۔ اور ان تینوں وقتوں میں نفل نماز بھی مکروہ تحریمی ہے اگرچہ اس نفل کے لیے کوئی سبب[3] ہو۔ مثلاً منت مانی ہوئی ہو یا طواف کی دو رکعتیں ہوں (جو طواف کے بعد واجب ہوتی ہیں) اور صبح صادق کے طلوع کے بعد صبح کی سنتوں سے زیادہ نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے۔

---

[1] ترجمہ لفظی یہ ہے کہ تین وقت ہیں کہ نہیں صحیح ہوتی اُن میں کوئی چیز اُن فرائض اور واجبات میں سے جو لازم ہو چکے ہیں ذمہ میں اُن وقتوں کے آنے سے پہلے۔

[2] یعنی قضاء عصر تو صحیح نہیں۔ البتہ اُس ہی روز کی عصر آفتاب کی زردی کے وقت بھی جائز ہو جاتی ہے۔ اور غروب کے وقت بھی مگر یہ بھی یاد رکھیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی نماز کو منافق کی نماز فرمایا ہے۔ (معاذ اللہ)

[3] منت مانی ہوئی نفلوں کے لیے منت سبب ہے طواف کی دو رکعتوں کے وجوب کے لیے طواف سبب ہے اسی طرح تحیۃ الوضو اور تحیۃ المسجد کے مستحب ہونے کے لیے مسجد میں داخل ہونا یا وضو کرنا سبب ہے۔ اس قسم کی نمازوں کو ذات السبب یعنی سبب والی نماز کہا جاتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک تمام ذات السبب نمازیں خواہ واجب ہوں یا نفل ان تینوں وقتوں میں جائز ہیں۔ لیکن امام صاحب کے نزدیک مکروہ تحریمی یا باطل ہیں۔ خواہ اُن کے استحباب یا وجوب کے لیے کوئی سبب ہو جیساکہ اوپر بیان ہوا یا کوئی سبب نہ ہو۔ بطور خود پڑھنے لگا ہو۔ دونوں صورتوں میں کراہت یا حرمت ہے۔

العصرِ وَقبلَ صَلوٰۃِ المغربِ وَعندَ خروجِ الخطیبِ حتّٰی یفرَغ من الصّلوٰۃ وَ عِندَ الاقامَۃِ الّا سُنۃَ الفجرِ وَقبلَ العیدِ وَلو فی المنزِل وبَعدَہٗ فی المسجدِ وَبین الجمَعَین فی عَرفۃَ ومزدلفۃَ وَعندَ ضیقِ وَقتِ المکتوبۃِ ومُدافعَۃِ الاَخبَثَین وَ حُضورِ طعامٍ تتوقُہٗ نفسُہٗ ومَا یُشغلُ البَالَ وَیُخِلُّ بِالخشوعِ ؁

باب الاذان

سُنَّ الاذانُ وَالاقامۃُ سنّۃً مؤکدۃً لِلفرائِض ولو منفرداً اداءً اوقضاءً سَفراً اوحَضراً لِلرّجَالِ وَکُرِہَا للنّسَاء وَیکبّرُفی اولہٖ اربَعاً وُیثنّی تکبیرَ اٰخرہ کبَاقِی الفاظِہٖ

درصبح کی اور عصر کی نماز کے بعد بھی (نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے) اور مغرب کی نماز سے پہلے اور خطیب کے نکل[1] آنے کے بعد بھی نفل[2] نماز مکروہ ہے۔ اس وقت تک کہ خطیب نماز سے فارغ ہو۔

اور تکبیر کے وقت بھی نفل مکروہ ہے۔ باستثنار فجر کی سنتوں کے (یعنی فجر کی سنتیں اگرچہ نفل ہیں مگروہ تکبیر صبح کے وقت جائز ہیں) اور نماز عید سے پہلے بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اگرچہ گھر میں ہی پڑھے۔ اور نماز عید کے بعد مسجد (عیدگاہ) میں نفل نماز مکروہ ہے۔ اور مقام عرفہ اور مقام مزدلفہ پر جو دو نمازیں ساتھ ساتھ پڑھی جاتی ہیں۔ اُن کے بیچ میں بھی نفل پڑھنا مکروہ ہے۔

اور فرض نماز کا وقت تنگ ہونے کی شکل میں بھی ~~نفل پڑھنا~~ مکروہ ہے۔

اور دو خبیث (بول و براز) کی مدافعت (دباؤ) کے وقت اور کھانے کی موجودگی میں جس کے لیے نفس مشتاق ہو اور ہر ایسی چیز کے حاضر ہونے کے وقت نفل نماز مکروہ ہے جو دل کو مشغول کرے اور خشوع میں خلل انداز ہو۔

اذان کا باب

مردوں کے لیے فرض نمازوں کے واسطے اذان اور تکبیر سنت مؤکدہ ہیں۔ اگرچہ وہ نمازی منفرد ہو۔ ادا، اور قضا، سفر اور حضر (ہر حال میں) اور عورتوں کے لیے دونوں مکروہ ہیں۔

اذان کے شروع میں اللہ اکبر چار مرتبہ کہے گا۔ اور اذان کے آخر میں اللہ اکبر اذان کے باقی الفاظ کی طرح دو مرتبہ کہے گا۔

اور دونوں شہادتوں (یعنی! اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ اور اشھد ان محمد رسول اللّٰہ) میں

---

[1] یعنی حجرہ یا خلوت سے اور اگر پہلے سے وہاں موجود تھا تو منبر پر پہنچنے کے بعد نفلیں اور سنتیں مکروہ ہوجائیں گی نیز عید، نکاح، حج وغیرہ کے خطبوں کا بھی یہی حکم ہے۔
(مراقی الفلاح)

[2] یاد رکھنا چاہیے کہ سنتیں بھی نفل ہی ہیں لہذا جو حکم نفلوں کا ہے وہی سنتوں کا ہے۔

وَلَا تَرْجِيعَ فِي الشَّهَادَتَيْنِ وَالْإِقَامَةُ مِثْلُهُ وَيَزِيْدُ بَعْدَ فَلَاحِ الْفَجْرِ الصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ مَرَّتَيْنِ وَبَعْدَ فَلَاحِ الْإِقَامَةِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ مَرَّتَيْنِ وَيَتَمَهَّلُ فِي الْأَذَانِ وَيُسْرِعُ فِي الْإِقَامَةِ وَلَا يُجْزِئُ بِالْفَارِسِيَّةِ وَإِنْ عُلِمَ أَنَّهُ أَذَانٌ فِي الْأَظْهَرِ وَيُسْتَحَبُّ أَنْ يَكُوْنَ الْمُؤَذِّنُ صَالِحًا عَالِمًا بِالسُّنَّةِ وَأَوْقَاتِ الصَّلٰوةِ وَعَلٰى وُضُوْءٍ مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ إِلَّا أَنْ يَكُوْنَ رَاكِبًا وَأَنْ يَجْعَلَ إِصْبَعَيْهِ فِي أُذُنَيْهِ وَأَنْ يُحَوِّلَ وَجْهَهُ يَمِيْنًا بِالصَّلٰوةِ وَيَسَارًا بِالْفَلَاحِ وَيَسْتَدِيْرُ فِي صَوْمَعَتِهِ وَيَفْصِلُ بَيْنَ الْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ بِقَدْرِ مَا يَحْضُرُ الْمُلَازِمُوْنَ لِلصَّلٰوةِ مَعَ مُرَاعَاةِ الْوَقْتِ الْمُسْتَحَبِّ وَفِي الْمَغْرِبِ بِسَكْتَةٍ قَدْرَ قِرَاءَةِ ثَلَاثِ اٰيَاتٍ

ترجیع[1] نہیں۔ اور تکبیر اذان کی طرح ہے۔

اور صبح کی اذان میں حی علی الفلاح کے بعد دو مرتبہ الصّلوٰۃ خیر من النوم کا اضافہ کرے۔ اور تکبیر کی حی علی الفلاح کے بعد قد قامت الصّلوٰۃ دو مرتبہ بڑھائے۔ اور اذان ٹھیر ٹھیر کر کہے (یعنی ہر دو کلموں[2] کے بیچ میں سکتہ کرے) اور تکبیر میں سرعت کرے (یعنی دو کلموں کے بیچ میں سانس نہ توڑے) اور فارسی[3] میں اذان کافی نہیں ہوتی۔ اگرچہ یہ معلوم ہو کہ یہ اذان ہی ہے۔ ظاہر روایت کے بموجب۔

اور مستحب یہ ہے کہ مؤذن صالح ہو (اذان کی) سنت سے اور نماز کے اوقات سے واقف ہو۔ نیز مستحب ہے کہ باوضو ہو۔ قبلہ کی طرف منہ کیے ہوئے ہو۔ مگر یہ کہ مؤذن (بضرورت) سوار ہو۔ اور مستحب ہے کہ (اذان کے وقت اپنی) انگلیوں کو کانوں میں دے لے۔ اور حی علی الصلوٰۃ کہتے وقت دائیں جانب کو اور حی علی الفلاح کہتے وقت بائیں جانب کو چہرہ پھیر لے (سینہ نہیں) اور اپنی کوٹھڑی[4] میں گھوم جائے۔ اور اذان اور تکبیر کے درمیان اتنا فصل کرے کہ وہ لوگ آجائیں جو نماز (باجماعت) کے پابند ہیں۔ (مگر) وقت مستحب کی رعایت کرتے ہوئے۔

اور مغرب کے وقت چھوٹی تین آیتوں کے پڑھنے یا تین قدم چلنے کی بمقدار سکتہ کا فصل کرے۔ اور تثویب[5]

---

[1] ترجیع کے معنی ہیں لوٹانا اور اصطلاحاً ترجیع سے مراد یہ ہے کہ ایک مرتبہ کلمہ شہادت کو آہستہ کہہ لے اور دوسری بار زور سے بلند آواز سے کہے۔ اس صورت سے آٹھ مرتبہ اشہد لا پڑھے گا۔ چار مرتبہ زور سے چار مرتبہ آہستہ سے۔

[2] مگر یہ یاد رہے کہ اذان میں دو دو اللہ اکبر ایک کلمہ کے حکم میں ہیں۔ یعنی دونوں ساتھ ساتھ کہے۔ بیچ میں سانس نہ توڑے۔ اور باقی تمام کلموں میں بیچ میں سانس توڑتا رہے۔ ط

[3] یعنی عربی کے علاوہ کسی اور زبان میں اگر اذان کہی جائے تو وہ معتبر نہ ہوگی۔

[4] یعنی اگر بارش وغیرہ کے باعث گنبد یا کوٹھری میں اذان پڑھ رہا ہے تو گھوم کر یعنی سینہ پھیر کر دائیں بائیں روشندانوں یا دریچوں کی طرف منہ کر کے حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہے۔ واللہ اعلم۔

[5] تثویب کے معنی ہیں ایک اطلاع کے بعد دوبارہ اطلاع دینا۔ مطلب یہ ہے کہ اذان جو بذات خود جماعت کی اطلاع ہے اس کے بعد نمازیوں کو جماعت کی تیاری کی اطلاع دی جاسکتی ہے۔ یہ صورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے مقدس وقت میں نہ تھی۔ مگر چونکہ عموماً لوگوں میں سستی پیدا ہوگئی۔ اس لیے یہ صورت جائز قرار دی گئی۔ اس کا حاصل

قضاءً او ثلث خُطُواتٍ وَيُثَوِّبُ كقوله بعد الاذانِ الصَّلٰوةَ الصَّلٰوةَ يا مصلّين وَ
يُكرَهُ التلحينُ وَاقامَةُ المحدِثِ وَاذانُهٗ وَاذانُ الجنُبِ وصَبِيٍّ لا يعقلُ ومجنونٍ
وسَكرانٍ وَامرأةٍ وفاسِقٍ وقاعِدٍ وَالكلامُ فى خِلالِ الاذان وَفى الاقامَةِ ويستحِبُّ
اِعَادَتُهٗ دونَ الاقامةِ وَيكرَهَان لِظهرِ يومَ الجمعَةِ فى المِصرِ وَيؤذِّنُ للفائتةِ وَيقيمُ
وكذا الْاُوْلَى الفوائتِ وكُرِهَ تركُ الاقامَةِ دُونَ الاذانِ فى البَواقى اِن اتحدَ مجلِسُ
القضاءِ واذا سمِع المسنونَ مِنهُ اَمسَكَ وَقالَ مِثلَهٗ وحَوقَلَ فى الحيعَلتَيْنِ وَقالَ

کرسکتا ہے۔ مثلاً اذان کے بعد یہ کہے کہ الصلوٰۃ الصلوٰۃ یا مصلّین (نمازیو! جماعت تیار ہے)

اور مکروہ ہے تلحین[1] (یعنی اس طرح آواز بنانا کہ اذان کے کلمات یا اُن کے زبر زیر بگڑ جائیں) اور (مکروہ ہے) بے وضو کی تکبیر اور اُس کی اذان۔ اور جنبی اور ایسے بچہ کی اذان جو سمجھ نہ رکھتا ہو۔ نیز مکروہ ہے پاگل اور نشہ والے شخص اور عورت اور فاسق اور بیٹھے ہوئے شخص کی اذان (یعنی بیٹھ کر اذان دینا مکروہ ہے) اور مکروہ ہے اذان اور تکبیر کے بیچ میں کلام کرنا۔ اور اُس اذان کا لوٹانا مستحب ہے جس میں کلام ہوا ہو۔ لیکن تکبیر کا لوٹانا مستحب نہیں۔ (اور اذان اور تکبیر) دونوں مکروہ ہیں جمعہ کے دن کی ظہر کے لیے شہر میں۔

اور قضاء نماز کے[2] لیے اذان دے اور تکبیر بھی کہے۔ اور اسی طرح[3] چند قضاء نمازوں میں پہلی قضاء نماز کے لیے (اذان اور تکبیر) دونوں کہے۔ اور باقی قضا نمازوں میں اگر مجلس[4] قضا (نماز پڑھنے کی جگہ) ایک ہی ہے تو تکبیر کا چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ اذان کا چھوڑ دینا مکروہ نہیں ہے (یعنی تکبیر تو ہر ایک قضا نماز کے لیے پڑھتا رہے۔ البتہ اذن صرف پہلی کی ہوگی پھر نہیں۔)

اور جب مسنون اذان سُنے (جس میں تلحین جیسا کوئی خلاف سنت فعل نہ ہو) تو رُک جائے اور مؤذن کے (کلمات کے) مانند یہ بھی کلمات کہتا رہے۔ اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح (کے جواب) میں لا حول ولا قوۃ

بقیہ حاشیہ ص۵۱
یہی ہے کہ جماعت کے تیار ہونے کی اطلاع مناسب طریقہ پر دے دی جائے۔

[1] تلحین یا لحن کے دو معنی ہیں۔ ایک تو یہ کہ آواز اچھی بنائی جائے، حروف کو صحیح ادا کیا جائے جیسا کہ قاری صاحبان کرتے ہیں۔ یہ شکل اذان اور قراءت قرآن شریف وغیرہ میں بہتر ہے۔ دوسرے معنی وہ ہیں جو یہاں مراد ہیں۔ یعنی گانے کا انداز اختیار کرنا۔ یعنی جس طرح گویئے اور مطرب بچے گانے میں کچھ لفظوں کو بہت زیادہ کھینچتے ہیں کسی کو گھٹا دیتے ہیں۔ یہ تلحین مکروہ اور ناجائز ہے۔ مثلاً اللہ اکبر میں الف یا با کو کھینچ دیا جائے یا زبر زیر پیش کھینچ کر پڑھا جائے۔ واللہ اعلم بالصواب

[2] یعنی جبکہ مکان میں قضا نماز پڑھے۔ لیکن مسجد میں اگر پڑھ رہا ہے تو اُس کے لیے اذان جائز نہیں۔ ہاں اگر عام ضرورت اور ابتلا کے باعث سب ہی کی نماز قضا ہوگئی۔ مثلاً جنگ کا سلسلہ اس طرح جاری رہا کہ نماز پڑھنے کا قطعاً موقع نہ مل سکا۔ تب مسجد میں بھی قضا نماز کی اذان پڑھی جاسکتی ہے

[3] یعنی اگر چند نمازیں قضا ہوگئیں تو اُن کو ادا کرنے کے وقت پہلی نماز کے لیے تکبیر اور اذان دونوں کہے اور باقی نمازوں کے لیے صرف تکبیر پڑھتا رہے۔ مراقی

[4] اگر مجلس قضا بدل جائے تو دوبارہ اذان بھی کہنی ہوگی۔

صَدَقتَ وبَرَرتَ اوماشاءَ اللّٰہُ عندَ قولِ المؤذنِ الصّلوٰۃُ خیرٌ مِّنَ النوم ثمّ دَعَا بالوسیلۃِ فیقولُ اللھُمّ ربَّ ھٰذہِ الدعوۃِ التامّۃِ والصّلوٰۃِ القائمۃِ اٰتِ محمّدٍ الوسیلۃَ والفضیلۃَ وابعَثہُ مَقامًا محمُودَ الّذی وَعَدتّہٗ ؁

بَابُ شُرُوطِ الصّلوٰۃِ وارکانِھا

لَابُدَّ لِصحّۃِ الصلوٰۃِ مِنْ سَبعۃٍ وعشرینَ[2] شیئًا الطھارۃُ من الحَدَثِ وَطھارۃُ

الا باللّٰہ کہے۔ اور مؤذن کے الصلوۃ خیر من النوم قول (کے جواب کے وقت) کہے صدقت وبررت یا کہے ماشاء اللّٰہ

پھر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے لیے "وسیلہ" کی دعا مانگے یعنی یہ الفاظ ادا کرے۔

اللھمّ ربَّ ھذہ الدّعوۃ التّامّۃ والصّلوۃ القائمۃ اٰت محمدا الوسیلۃ والفضیلۃ وابعثہ مقاما محمودا الّذی وعدتہ

ترجمہ: اے اللّٰہ اس کامل پکار کے مالک۔ اور اس ابدی اور دائمی نماز کے رب محمد صلی اللّٰہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما۔ اور آپ کو اس مقام محمود پر پہنچا جس کا تو نے اُن سے وعدہ فرمایا ہے۔

نماز کی شرطیں[2] اور اُس کے رُکن

نماز کی درستی کے لیے ستائیس چیزیں ضروری ہیں۔

---

[1] حدیث شریف میں ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب مؤذن کی اذان سنو تو جیسے مؤذن کہے تم بھی کہتے رہو۔ پھر میرے اوپر درود بھیجو۔ کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے۔ خداوند عالم اُس پر دس مرتبہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ پھر میرے لیے خدا سے وسیلہ کی دعا کرو۔ حضور صلی اللّٰہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وسیلہ جنت میں ایک درجہ ہے وہ خداوند عالم کے تمام مومن بندوں میں سے صرف ایک کو ہی ملے گا۔ اور مجھے توقع ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا۔ پس جو شخص میرے لیے وسیلہ کی دعا مانگے گا اس کے لیے میری شفاعت ثابت ہو جائے گی۔ (صحاح)

[2] شرط کے لغوی معنی ہیں علامت۔ اور رکن کے معنی قوی اور مضبوط کنارہ۔ اور اصطلاحاً شرط وہ چیز ہے جس کے پائے جانے پر دوسری چیز کا پایا جانا موقوف ہو۔ اور وہ اس دوسری چیز کا جز نہ بن رہی ہو۔ مثلاً وضو کہ نماز کی صحت اُس پر موقوف ہے۔ مگر وضو نماز کا جز نہیں۔

اور رکن وہ چیز ہے جو کسی ذات کا جز ہو۔ یعنی اس سے اور اُس جیسی کسی دوسری چیز سے مل کر اس کی حقیقت بنتی ہو۔ مثلاً رکوع نماز کا رکن ہے۔ چنانچہ نماز کی حقیقت میں داخل ہے۔ اور رکوع جیسی دوسری چیزوں مثلاً قیام، سجدہ وغیرہ سے مل کر نماز کی ذات مرتب ہوتی ہے اور تفصیل یہ ہے کہ جب کسی چیز کو کسی دوسری چیز سے کوئی تعلق ہو تو اس تعلق کی دو صورتیں ہیں۔ یہ چیز اس دوسری چیز کی حقیقت میں داخل ہو گی یا خارج۔ داخل حقیقت کا نام رکن ہے جیسے مثلاً رکوع نماز کا رکن ہے اور اگر خارج ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ یا تو اس دوسری چیز کے وجود میں یہ مؤثر ہو گی۔ یعنی عطائے وجود کرتی ہو گی یا نہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ پر)

الجسَدِ وَالثوبِ وَالمكانِ مِن نجسٍ غيرِ مَعفوٍّ عنهُ حتى موضِعَ القَدَمينِ واليدَيْنِ وَالركبتَينِ وَالجبهَةِ على الاصحِّ وسَترُ العورَةِ وَلا يضرُّ نظرُهَا مِن جَيبِهٖ وَاسفِل ذَيْلِهٖ واسْتقبالُ القبلةِ فَلِلْمَكِّيِّ المشَاهِدِ فرضُهٗ اصَابةُ عينِهَا وَلغيرِ المشَاهِدِ

(۱) حدث سے پاک ہونا۔ اور بدن کا اور کپڑے کا اور جگہ کا اُس (مقدار) نجاست سے پاک ہونا جس کی معافی نہیں دی گئی۔ حتی کہ دونوں قدم، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنوں اور صحیح قول کے بموجب پیشانی[1] کی جگہ کا پاک ہونا۔

(۲) ستر کا ڈھکنا۔ اور عورت کا یعنی شرمگاہ کا گریبان میں سے یا دامن کے نیچے سے دیکھ لینا (نظر آجانا[2]) مضر نہیں۔

اگر مؤثر ہو تو اس کو علت کہتے ہیں۔ جیسے نکاح کا ایجاب و قبول ازدواجی تعلقات کے جواز کے لیے علت ہے اور اگر عطائے وجود اس کا کام نہ ہو تو پھر یا تو وہ شے ذریعہ ہوگی دوسری شے کے لیے یا نہیں۔ ثانی کو علامت کہیں گے۔ اور اول میں پھر دو صورتیں ہوں گی کہ وہ ذریعہ یا موقوف علیہ ہوگا اس دوسری شے کے وجود کا یا نہیں۔ اول کو شرط اور ثانی کو سبب کہیں گے۔

مختصر طور پر ہر ایک کی تعریف یہ ہوئی۔

رکن، وہ چیز جو دوسری چیز کی حقیقت کا جز بن رہی ہو۔

علّت، وہ باہر والی چیز جو دوسری چیز کو موجود کرے۔

سبب، جو دوسری چیز کے وجود کا (بالواسطہ) ذریعہ ہو۔ یعنی اس کے پائے جاتے ہی دوسری چیز کا پایا جانا ضروری نہ ہو۔ بلکہ درمیان میں اور بھی واسطہ ہو۔

شرط، وہ چیز جو دوسری چیز کی حقیقت سے اگرچہ خارج ہو مگر دوسری چیز کا وجود اس پر موقوف ہو۔

علامت، وہ چیز جو دوسری چیز کی حقیقت سے خارج بھی ہو اور دوسری چیز کا وجود اس پر موقوف بھی نہ ہو۔ البتہ تعلق ایسا ہو کہ اس کے ذریعہ سے وہ چیز پہچان لی جاتی ہو جیسے اذان جماعت کے لیے علامت ہے۔

---

[1] اگرچہ ایک مرجوح قول یہ بھی ہے کہ محض ناک کی پھونگل کی جگہ اگر پاک ہے تب بھی نماز ہو جاتی ہے۔ اور اس اختلاف کا باعث بظاہر یہ ہے کہ مدارِ سجدہ پیشانی رکھنے پر ہے یا صرف ناک کی پھونگل بھی کافی ہو جاتی ہے۔

اس مرجوح قول میں گویا اس پر اعتماد کیا گیا ہے کہ محض ناک کی پھونگل بھی کافی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ جب اس کی جگہ پاک ہوگی تو سجدہ ہو جائے گا۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب تک پیشانی یا ناک کی پھونگل زمین پر نہ رکھی جائے اس وقت تک مذکورہ بالا اختلاف چل سکتا ہے۔ لیکن جب کہ پیشانی اور ناک کی پھونگل زمین پر رکھ دی گئیں تو دونوں کی حیثیت فرض ہونے کے بارے میں برابر ہوگی۔ اور دونوں کی جگہ کا پاک ہونا مساوی حیثیت میں ضروری ہوگا۔ البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر محض ناک کی جگہ ناپاک تھی تو چونکہ وہ مقدار درہم سے کم ہے۔ اس لیے وہ معاف ہو سکتی ہے۔ بخلاف پیشانی کی جگہ کے کہ اگر وہ ناپاک ہوتی تو ایک درہم سے زیادہ جگہ ہوگی۔ اور ایسے عضو کے مقابلہ پر ہوگی کہ جس کا رکھنا سجدہ کا فرض اور رکن ہے۔ لہٰذا اس کا پاک ہونا شرط قرار دیا گیا۔ اس کے ناپاک ہونے پر نماز نہیں ہوگی۔ واللہ اعلم

[2] مثلاً کسی شخص کا کرتا گھٹنوں سے نیچے تک ہے اور وہ صرف کرتا ہی پہنے ہوتے ہے۔ اس نے گریبان کے اندر نظر ڈالی اور شرمگاہ نظر آئی یا کسی نے نیچے سے جھانک لیا تو

(۳) قبلہ[1,2] کی طرف رُخ کرنا۔ اب جو شخص مکہ میں ہے اور خانہ کعبہ کو دیکھ رہا ہے۔ اس پر لازم ہے کہ وہ خاص[4] خانہ کعبہ کی سیدھ[3] کرے۔ اور جو شخص خانہ کعبہ کو نہیں دیکھ رہا۔ صحیح قول کے بموجب اُس پر سمت قبلہ کی سیدھ کرنا واجب ہے۔ اگرچہ وہ مکہ میں ہو۔

---

[1] قبلہ کے لغوی معنی ہیں۔ جہت۔ سمت۔ رُخ کے۔ اور استقبال کے معنی رخ کرنا۔ اور شرعی اصطلاح میں قبلہ وہ خاص جہت اور سمت ہے جس کی طرف نماز پڑھی جاتی ہے جو زمین سے لے کر ساتویں آسمان تک مانی گئی ہے۔ اس کو محراب بھی کہتے ہیں۔ اور خاص وہ تعمیر جس کی طرف رُخ کیا جاتا ہے کعبہ کہلاتی ہے۔ اور اس کے گرداگرد احاطہ کا نام مسجد حرام ہے۔ اور اس شہر کا نام جس میں کعبہ ہے مکہ ہے۔

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پیشتر مکہ مکرمہ میں رہتے ہوئے نماز اس طرح پڑھتے تھے کہ خانہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں جانب رخ ہو جاتا تھا۔ اس لیے یہ بتانا مشکل ہے کہ اس زمانہ میں قبلہ بیت المقدس تھا یا خانہ کعبہ البتہ ہجرت کے بعد مدینہ طیبہ میں پہنچ کر ۱۶ ماہ چند دن تک بیت المقدس مسلمانوں کا قبلہ رہا۔ اس کے بعد ۱۵ رجب ۲ھ بروز دوشنبہ کو حکم خداوندی نازل ہوا۔ اور ابدالآباد تک مسلمانوں کے لیے کعبہ مکرمہ کو قبلہ بنا دیا گیا۔ واللہ اعلم

خانہ کعبہ کی تعمیر یا محراب۔ قبلہ نہیں۔ نہ وہ مسجود ہے۔ اگر اس کی طرف رخ کی نیت کرے گا نماز نہ ہوگی۔ اور اگر اس کو سجدہ کی نیت کرے گا۔ شرک ہوگا۔ قبلہ وہ جگہ یا وہ فضا ہے جو اس تعمیر سے محدود ہے۔ لہٰذا اگر تعمیر خدانخواستہ منہدم بھی ہو جائے تب بھی قبلہ بدستور باقی رہے گا۔ مگر سجدہ صرف اللہ ہی کا ہے۔ اس جگہ یا فضا کا بھی نہیں۔ وہ جگہ یا فضا صرف اس لیے معین کی گئی کہ مسلمانوں کی نماز میں اختلافی شان پیدا نہ ہو۔ نظم اور ترتیب باقی رہے۔ مسلمان اخوت کا حامل ہے۔ مساوات اور اتحاد کا پیکر۔ اگر اس کی عبادات کے لیے ایک رُخ معین نہ کر دیا جاتا تو خود غور کرو کہ اختلاف اور شقاق کی کس قدر بھیانک شکل پیدا ہوتی۔ ایک ہی مسجد میں کسی کا رخ کسی طرف ہوتا اور کسی کا کسی طرف۔ پھر وہ امام کو اپنی طرف کھینچتا اور یہ اپنی طرف۔ گذشتہ زمانہ میں اگر ہر قبیلہ کا بت جدا تھا تو اسلام میں ہر قبیلہ کا قبلہ جدا ہوتا۔ معاذ اللہ۔ (مراقی الفلاح وغیرہ)

[3] ترجمہ لفظی یہ ہے۔ پس مکہ والے کے لیے جو دیکھ رہا ہے اس کا فرض ہے ٹھیک رُخ کرنا کعبہ کی ذات کا۔ (خاص کعبہ کا) یعنی اس کا پورا رُخ خاص کعبہ کی عمارت کی طرف ہو اگر پورا رُخ نہ ہوا اور اس طرح کھڑا ہو کہ بدن کا کچھ حصہ خانہ کعبہ کی سیدھ میں ہو کچھ سیدھ سے ہٹا ہوا مگر سمت کعبہ کی طرف ہو تب بھی نماز ہو جائے گی۔ (طحطاوی)

[4] دیگر علماء کا قول یہ بھی ہے کہ ہر حالت میں خاص خانہ کعبہ کے مقابلہ اور سیدھ کی نیت کرنا فرض ہے اب جو شخص دیکھ رہا ہے وہ حسّی طور پر بھی یہ تقابل قائم کرے اور جو شخص دیکھ نہیں رہا' اس پر حتی المقدور خانہ کعبہ کے تقابل کی جدوجہد اور پھر تقابل اور سیدھ کی نیت واجب ہے اب اگر واقعتاً مقابلہ اور بالکل سیدھ ہو تو فبہا۔ ورنہ نیت اور حتی الوسع کوشش اس صحیح تقابل کے قائم مقام ہوگی اس قول کے بموجب یہ جائز نہ ہوگا کہ وہ سمت قبلہ کی نیت کر کے نماز پڑھے۔ لیکن مصنف کے نزدیک یہ بھی جائز ہے۔

سمت کعبہ کی تشریح

سمت کعبہ یا خاص خانہ کعبہ کے تقابل کی تشریح یہ ہے۔

خاص خانہ کعبہ کے تقابل کا مطلب یہ ہے کہ نمازی اس طرح کھڑا ہو کہ اس کے چہرہ سے سیدھا خط کھینچا جائے تو وہ خانہ کعبہ پر ہوتا ہوا گذرے جس کی صورت مثلاً یہ ہے۔

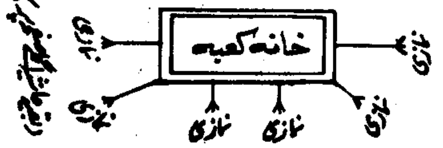

جِهَتِهَا وَلَوْ بِمَكَّةَ عَلَى الصَّحِيْحِ وَالْوَقْتُ وَاعْتِقَادُ دُخُوْلِهِ وَالنِّيَّةُ وَالتَّحْرِيْمَةُ بِلَا فَاصِلٍ وَالْاِتْيَانُ بِالتَّحْرِيْمَةِ قَائِمًا قَبْلَ انْحِنَائِهِ لِلرُّكُوْعِ وَعَدَمُ تَاخِيْرِ النِّيَّةِ عَنِ التَّحْرِيْمَةِ

(۴) اور چوتھی شرط وقت ہے۔ (۵) وقت کے داخل ہونے کا اعتقاد[1] (۶) نیت[2]
(۷) تحریمہ[3] بلا (کسی غیر متعلق اور اجنبی فعل کے جو) فصل پیدا کرنے والا ہو[4]
(۸) ادا کرنا تحریمہ[5] کو اس حال میں کہ کھڑا ہوا ہو، رکوع کے لیے جھکنے سے پہلے۔
(۹) نیت کو تحریمہ سے مؤخر نہ کرنا یعنی نیت اللہ اکبر کہنے سے پہلے کرلینا۔

سمت کعبہ کے تقابل کی یہ صورت کہ نمازی اس طرح کھڑا ہو کہ اگر اس کے چہرہ سے خط کھینچا جائے تو وہ خط اس خط پر زاویہ قائمہ قائم کرتا ہوا گذرے کہ جو خط خانہ کعبہ سے شمالاً جنوباً گذر رہا ہے جس کی صورت مثلاً یہ ہے۔

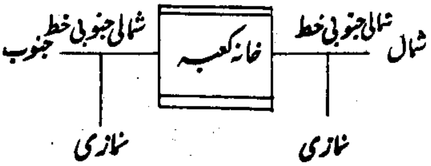

اب یہ چیز تو متفقہ ہے کہ نمازی خواہ خاص خانہ کعبہ کے مقابل ہو یا مسامت ہو یعنی سمت کعبہ کے مقابل ہو۔ اس کی نماز صحیح ہو گی۔ فرق صرف یہ ہے کہ مصنف کے نزدیک دونوں کی نیت کرنا بھی صحیح ہے۔ لیکن دوسرے قول کے بموجب لامحالہ اس کو خاص کعبہ کے تقابل ہی کی نیت کرنی ہوگی اور اسی کی وہ جدوجہد کرے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ واقعی اس میں کامیاب ہو جائے یا وہ مسامت ہی ہو کر رہ جائے۔ واللہ اعلم۔ ط

[1] یعنی یہ بھی یقین ہو کہ وقت ہو گیا۔ اب اگر اس یقین کے بدون شک اور تردد کی حالت میں نماز پڑھ لی تو اگرچہ فی الواقع وقت ہو گیا ہو۔ مگر چونکہ اس کو یقین نہ تھا، نماز نہ ہوگی۔

[2] یعنی اس نماز کا ارادہ کرنا جس کو پڑھنا چاہتا ہے۔ یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ نیت کے سلسلہ میں صرف اس قدر کافی ہے کہ وہ اپنے خیال اور دھیان کو جما کر ارادہ کرلے۔ خاص الفاظ کا ادا کرنا ضروری نہیں۔

بلکہ بعض علماء نے اس کو بدعت کہا ہے۔ البتہ متاخرین نے اس کو جائز اور بعض نے اس کو مستحسن کہا ہے۔ تاکہ دل اور زبان دونوں میں موافقت ہو جائے۔ ملاحظہ ہو، مراقی الفلاح وطحطاوی بسلسلہ تفسیر نطق۔

حقیقت یہ ہے کہ نیت زبان کا فعل نہیں بلکہ قلب کا فعل ہے۔ اس کا تعلق صرف قلب سے ہی ہوگا۔ (دیکھو مراقی الفلاح وطحطاوی)

[3] تحریمہ یعنی اللہ اکبر کہنا۔ تحریمہ کے اصلی معنی ہیں۔ کسی چیز کو حرام قرار دینا۔ چونکہ تمام غیر متعلق باتوں کو نماز کا پہلا اللہ اکبر کہہ کر حرام قرار دے لیتا ہے۔ اس لیے پہلے اللہ اکبر کہنے کا نام تحریمہ رکھا گیا۔ واللہ اعلم

[4] مطلب یہ ہے کہ نیت اور تحریمہ کے درمیان کوئی ایسا فعل نہ ہوا ہو جو نماز سے تعلق نہیں رکھتا ہو۔ مثلاً نیت کرنے کے بعد کھانا کھانے یا پانی پینے میں مشغول ہو گیا۔ پھر تکبیر تحریمہ کہی تو یہ درست نہیں ہے۔ البتہ اگر نماز کو جا رہا تھا۔ جاتے جاتے نیت کرتا رہا تو یہ چلنا نماز کے سلسلہ کا کام ہے اس کو فاصل نہیں مانا جائے گا۔ وضو کا بھی یہی حکم ہے کہ وہ فاصل نہیں مانی جائے گی۔

[5] یعنی رکوع کے لیے جھکنے سے پہلے سیدھے کھڑے ہو کر تکبیر تحریمہ کا ادا کرنا شرط ہے۔ اگر رکوع میں جھکنے کے بعد تکبیر کہی تو نماز نہ ہوگی۔

مسئلہ: اگر امام رکوع میں تھا اور مقتدی

والنطقُ بالتحریمۃِ بحیث یُسمِعُ نفسَہٗ علی الاصحِّ ونیۃُ المتابعۃِ للمقتدی وتعیینُ الفرضِ وتعیینُ الواجبِ ولا یشترطُ التعیینُ فی النفلِ والقیامُ فی غیرِ النفلِ والقراءۃُ

(١٠) اور تحریمہ کو زبان سے اس طرح ادا کرنا کہ وہ خود اس کو سن لے۔ صحیح مذہب کے بموجب[7]۔
(١١) مقتدی کو امام کی متابعت کی نیت[8] کرنا۔ (١٢) فرض کو معین کرنا بلکہ
(١٣) واجب کو معین کرنا۔ نفل نماز کو معین کرنا شرط نہیں۔
(١٤) نفل کے علاوہ نمازوں میں (یعنی فرض اور واجب میں) قیام[9] (فاتحہ اور سورت پڑھنے کے لیے کھڑا ہونا۔

بقیہ حاشیہ ۶

نے جھکتے ہوئے تکبیر تحریمہ کہی تو اگر تکبیر تحریمہ کہتے وقت قیام سے قریب تھا تو تحریمہ ادا ہو گیا۔ اور اس صورت میں اگر دوسری تکبیر جو رکوع میں جانے کی تھی وہ نہ کہی تب بھی اس کی نماز ہو جائے گی۔ کیونکہ رکوع میں جانے کے وقت کی تکبیر سنت ہے۔ اور سنت کے چھوٹنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ البتہ اگر تکبیر تحریمہ کہنے کے وقت رکوع سے قریب تھا تو تکبیر تحریمہ ادا نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس کی نماز بھی صحیح نہیں ہوئی۔

تنبیہ: اگر اتنا جھک گیا ہے کہ اس کے ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ گئے ہیں تو اس کو رکوع کے قریب کہا جائے گا۔ اور اگر ہاتھ گھٹنوں تک نہیں پہنچے تو قیام کے قریب ہے۔ واللہ اعلم (مراقی الفلاح)

[7] آہستہ پڑھنے یا زور سے پڑھنے کی تفصیل ذیل کے نمبروں میں ملاحظہ فرمایئے۔

الف۔ اس طرح پڑھنا کہ نہ زبان کو حرکت ہو نہ پھسپھساہٹ پیدا ہو۔ محض دل ہی دل میں خیال کر لے۔ اس صورت کو پڑھنا یا کہنا نہیں کہا جاتا۔ اس کا نام درحقیقت خیال کر لینا ہے۔

ب۔ اس طرح پڑھنا کہ زبان کو حرکت بھی ہو، زبان سے حرف بھی ادا کیے جائیں مگر سانس کی پھسپھساہٹ قطعاً نہ ہو، اس صورت کو بھی پڑھنا نہیں کہا جاتا۔

ج۔ اس طرح پڑھنا کہ زبان کو حرکت بھی ہو، زبان سے حروف بھی ادا کیے جائیں اور پھسپھساہٹ بھی پیدا ہو لیکن وہ پھسپھساہٹ صرف وہ ہی سن سکتا ہے۔ دوسرا شخص جو اس کی برابر کھڑا ہے وہ نہیں سن سکتا۔ اس صورت کا نام آہستہ پڑھنا ہے۔ جن جن چیزوں کا تعلق پڑھنے یا بولنے یا کہنے سے ہے۔ ان تمام صورتوں میں ان تینوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی یہ کہ زبان کو حرکت ہو۔ زبان سے حروف کی ادائیگی ہو اور اس کی پھسپھساہٹ اس کے کانوں تک پہنچے۔ چنانچہ تکبیروں کا ادا کرنا۔ فاتحہ یا سورت کا پڑھنا۔ بسم اللہ۔ التحیات۔ درود شریف۔ رکوع سجدہ کی تسبیحات یا مثلاً قسم۔ طلاق۔ اسلام وغیرہ وغیرہ میں ان تینوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اگر پھسپھساہٹ نہ پیدا ہوئی تو یہ تمام چیزیں غلط ہوں گی۔ ہاں اگر گونگا ہو تو معذور ہے۔ یا اگر خود بہرا ہے تو وہ خود نہیں سن سکتا۔ مگر اس درجہ کا ہونا ضروری ہے۔ البتہ ایک شکل اور ہے کہ پھسپھساہٹ تو پیدا ہوتی ہے مگر اس کے کانوں تک نہیں پہنچتی ہاں اگر کوئی شخص اس کے ہونٹوں پر کان رکھ دے تو سن سکتا ہے۔ تو درمختار اور شامی میں اس کو بھی پڑھنے کی حد میں داخل کیا گیا ہے۔ مذکورہ بالا چیزوں کو اگر کوئی اس طرح ادا کر دے گا۔ تب بھی یہ چیزیں صحیح مان لی جائیں گی۔

د۔ چوتھی شکل یہ ہے کہ اس کی آواز برابر والے تک پہنچ جائے۔ اس کا نام زور سے پڑھنا ہے۔ ان تمام فرقوں کو خوب سمجھ لینا چاہیئے۔ واللہ اعلم بالصواب۔
(مراقی الفلاح، طحطاوی، ردالمختار، فتح القدیر وغیرہ)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)

ولو اٰيةً في ركعتي الفرض وكلِ النفلِ والوتر ولم يتعيّن شيءٌ من القراٰن لصحّة الصّلوة
ولا يقرأ المؤتمّ بل يستمعُ وينصتُ وإن قرأ كره تحريمًا والركوعُ والسجودُ على ما يجد حجمهٗ
وتستقرّ عليه جبهتُهٗ ولو على كفّه او طرفِ ثوبه إن طهر محلّ وضعه وسجد وجوبًا بما
صلُب من انفه وجبهته ولا يصحّ الاقتصارُ على الانف الا من عذرٍ بالجبهة وعدمُ

---

(۱۵) قرأت (قرآن شریف پڑھنا) اگرچہ ایک ہی آیت ہو، فرض کی دو رکعتوں میں اور نفل اور وتر کی ہر رکعت میں۔ نماز صحیح ہونے کے لیے قرآن پاک کی کوئی چیز یعنی کوئی آیت یا کوئی سورت معین نہیں (جو رکوع یا جو سورت اور جو آیتیں بھی پڑھ لے گا نماز صحیح ہو جائے گی۔ مقتدی قرأت نہ کرے بلکہ کان لگائے رہے اور خاموش رہے اور اگر پڑھے گا تو مکروہ تحریمی ہے۔ (۱۶) رکوع

(۱۷) سجدہ، کسی ایسی چیز پر جس کا حجم[1] پالے۔ اور اُس پر اُس کی پیشانی ٹھیر جائے، اور اگر اپنی ہتھیلی[2] پر یا اپنے کپڑے کے کنارے پر سجدہ کرے تب بھی سجدہ ہو جائے گا، بشرطیکہ اس کے رکھنے کی جگہ پاک ہو۔
اور بطور[3] وجوب کے ناک کے اُس حصہ سے جو سخت ہے اور پیشانی سے سجدہ کرے۔ اور محض ناک پر بس کر لینا صحیح نہیں۔ ہاں کسی[4] عذر کے باعث جو پیشانی میں ہو۔

(بقیہ حاشیہ)

[2] یعنی یہ نیت کی جائے کہ اس امام کے پیچھے یا "اس" نہ کہے۔ یہ نیت کرے کہ پیچھے امام کے۔

[3] یعنی فرضوں میں یہ نیت کرنا کہ کون سا فرض پڑھ رہا ہوں۔ ظہر یا عصر، قضا یا ادا۔ اسی طرح واجبوں میں۔ مثلاً یہ کہ وتر یا نذر وغیرہ جو بھی ہو اس کو معین کرنا۔ ہاں سنتوں اور نفل نمازوں میں، صرف نماز کی نیت کر لینا ہی کافی ہے۔ وہاں خاص طور پر کسی نام کے معین کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر کرے تو بہتر ہے۔ اور اگر نہ کرے تب بھی وہ نفل یا سنت ادا ہو جائے گی۔ واللہ اعلم
(مراقی وغیرہ)

[4] قیام کی حد یہ ہے کہ اس حالت میں اس کے ہاتھ گھٹنوں تک نہ پہنچ سکیں۔

[1] یعنی اس کی ضخامت ہو اور اس میں ٹھوس پن ہو (بالفاظ دیگر) وہ ایسی سخت ہو جس پر پیشانی ٹھیر جائے۔ پھولی ہوئی یا ایسی چکنی اور پھسلنے والی چیز نہ ہو کہ پیشانی اس پر ٹھیر نہ سکے۔ مثلاً پھولی ہوئی روئی یا دھنا ہوا پشم۔ یا پھولی ہوئی پوال پر اگر سجدہ کیا جائے تو پیشانی نیچے کو گڑتی رہے گی۔ ان چیزوں میں ایسی صلابت نہیں جس پر پیشانی ٹھیر جائے۔

اسی طرح جوار باجرہ وغیرہ کے ڈھیر پر اگر سجدہ کریں تو پیشانی گڑتی اور پھسلتی رہے گی۔ ہاں اگر یہ ہی چیزیں اتنی سخت اور منجمد ہو جائیں کہ پیشانی نہ گڑے اور ٹھیر جائے جیسے روئی کا گدا یا جیسے جوار وغیرہ کسی برتن میں رکھی ہوئی ہو تو اس پر سجدہ جائز ہوگا۔ م۔ ط

اور اگر مثلاً دھنی ہوئی روئی پر سجدہ شروع کیا۔ پہلے پیشانی نہیں ٹھیری پھر ٹھیر گئی تو سجدہ ہو گیا۔

[2] کان کی برابر سجدہ میں ہاتھ رکھنا سنت ہے۔ اگر کسی نے ماتھے کے نیچے ہتھیلی رکھ لی تب بھی نماز ہو جائے گی۔ یا چادر کا پلّہ پیشانی کے نیچے آگیا یا گرمی وغیرہ سے بچنے کے لیے ہتھیلی رکھ لی یا چادر کا کنارہ پیشانی کے نیچے ڈال لیا تب بھی نماز ہو جائے گی۔ یہ شرط بہرحال ضروری ہے کہ جگہ پاک ہو۔

تنبیہ: سجدہ کی حقیقت یہ ہے کہ کم از کم پیشانی ایک ہاتھ، ایک گھٹنا، ایک پاؤں، کی کچھ انگلیاں زمین پر رکھے۔ اگر ان چاروں میں سے کوئی ایک زمین پر نہ رکھا گیا تو سجدہ

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ارتفاعِ محلِ السجودِ عن موضعِ القدمین باکثرَ مِن نصفِ ذراعٍ وان زاد علی نصف ذراع لم یجز السجودُ الا لزحمةٍ سجد فیها علی ظهرِ مصلٍّ صلوتَه ووضعُ الیدین والرکبتین فی الصحیح ووضعُ شیءٍ من اصابع الرجلین حالةَ السجود علی الارض ولا یکفی وضعُ ظاهرِ القدمِ وتقدیمُ الرکوع علی السجود والرفعُ من السجودِ الی قربِ القعود علی الاصح والعودُ الی السجود والقعودُ الاخیرُ قدرَ التشهد وتاخیرُه عن الارکان واداؤُها مستیقظا ومعرفةُ

---

(۱۸) اور سجدہ کی جگہ کا قدموں کی جگہ سے نصف ذراع سے زیادہ بلند نہ ہونا۔

اور اگر نصف ذراع سے زیادہ (بلند) ہو تو یہ سجدہ[1] جائز نہ ہوگا مگر بھیڑ کے باعث کہ بھیڑ میں اس نماز پڑھنے والے کی پشت پر سجدہ کر سکتا ہے۔ جو اسی کی نماز پڑھ رہا ہو (یعنی وہی نماز پڑھ رہا ہو جو یہ پڑھ رہا ہے۔)

(۱۹) اور صحیح مذہب کے بموجب دونوں ہاتھوں اور دونوں گھٹنوں کا (زمین پر) رکھنا۔

(۲۰) اور دونوں پیروں کی انگلیوں میں سے کچھ کا، سجدہ کی حالت میں زمین پر رکھنا (فرض ہے) اور پاؤں کی پشت کا رکھنا کافی نہیں۔

(۲۱) اور رکوع کا سجدہ پر مقدم کرنا۔

(۲۲) اور اصح مذہب کے بموجب سجدہ[2] سے نشست کے قریب تک اٹھنا۔

(۲۳) اور دوسرے سجدہ[3] کی طرف لوٹنا۔

(۲۴) اور التحیات کی مقدار قعدہ اخیرہ۔

(۲۵) اور قعدہ اخیرہ کو تمام ارکان سے مؤخر کرنا۔ (۲۶) اور نماز[4] کو جاگتے ہوئے ادا کرنا۔

نہ ہوا۔ اور اس کی نماز فاسد ہو گئی۔

[3] اور سنت مؤکدہ یہ ہے کہ پیشانی اور ناک کا بانسہ، دونوں ہاتھ، دونوں گھٹنے، دونوں پاؤں کی انگلیاں قبلہ کی طرف موڑ کر زمین پر رکھے۔ اگر ان میں سے کوئی چیز بھی بلا عذر کم ہوئی تو مکروہ تحریمی ہے۔ واللہ اعلم

[4] یعنی سجدہ میں پیشانی اور ناک کا بانسہ زمین پر رکھنا واجب ہے۔ اگر ناک کا بانسہ زمین پر نہ رکھا گیا تو نماز صحیح نہ ہوگی اور مکروہ تحریمی ہوگی۔ اور اگر پیشانی زمین پر نہ رکھی گئی تو صرف ناک کے بانسہ سے سجدہ نہیں ہوگا۔ نماز فاسد ہوگی۔ البتہ اگر پیشانی میں زخم وغیرہ ہے تو صرف ناک کے بانسہ پر سجدہ کر لینا کافی ہوگا۔ واللہ اعلم۔

[1] یعنی اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ اگر اس کے عوض میں اور سجدہ کر لیا نماز ہو جائے گی۔ ورنہ نہیں۔

[2] یعنی اٹھنا ضروری ہے کہ اس کو بیٹھا ہوا کہا جا سکے یا بیٹھنے کے قریب کہا جا سکے۔ اس قدر اٹھنا تو فرض ہے۔ اگر اتنا نہیں اٹھا تو اس کی نماز ہی نہ ہوگی۔ باقی واجب یہ ہے کہ وہ سجدہ سے سر اٹھا کر اطمینان کے ساتھ سیدھا بیٹھے پھر دوسرے سجدہ میں جائے۔ اگر ایسا نہ کرے تو نماز مکروہ تحریمی ہوگی۔ (مراقی وغیرہ)

[3] باقی سجدہ ثانیہ کی فرضیت وہ سجدہ کی فرضیت کے تحت میں آگئی۔ یعنی ۱۷ پر جو سجدہ شمار کرایا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہی ہے کہ رکوع اور ہر دو سجدے فرض ہیں۔

[4] چنانچہ اگر رکوع یا سجدہ یا کوئی اور رکن سوتے ہوئے ادا ہو گیا تو نماز نہ ہوگی۔ البتہ اگر رکوع یا سجدہ میں یا قیام میں غنودگی آگئی، تو اس سے نماز میں فساد نہ آئے گا۔ (مراقی)

كَيْفِيَّةِ الصَّلٰوةِ وَمَا فِيْهَا مِنَ الْخِصَالِ الْمَفْرُوْضَةِ عَلٰى وَجْهٍ يُمَيِّزُهَا مِنَ الْخِصَالِ الْمَسْنُوْنَةِ اَوِ اعْتَقَدَ اَنَّهَا فَرْضٌ حَتّٰى لَا يَتَنَفَّلَ بِمَفْرُوْضٍ وَالْاَرْكَانُ مِنَ الْمَذْكُوْرَاتِ اَرْبَعَةٌ الْقِيَامُ وَالْقِرَاءَةُ وَالرُّكُوْعُ وَالسُّجُوْدُ وَقِيْلَ الْقُعُوْدُ الْاَخِيْرُ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَبَاقِيْهَا شَرَائِطُ بَعْضُهَا شَرْطٌ لِصِحَّةِ الشُّرُوْعِ فِي الصَّلٰوةِ وَهُوَ مَا كَانَ خَارِجَهَا وَغَيْرُهٗ شَرْطٌ لِدَوَامِ صِحَّتِهَا ۔

(۲۷) نماز کی کیفیت کو پہچاننا۔

اور وہ امیں (صفات) جو نماز میں فرض ہیں ان کو اس طرح پہچاننا کہ مسنون باتوں (صفات) سے ان کو الگ الگ تمیز کر سکے۔ یا اس بات کا اعتقاد رکھنا کہ وہ سب فرض ہیں تاکہ فرض چیزوں کو نفل کی نیت سے ادا نہ کر ڈالے۔ اور وہ تمام فرض جو ذکر کیے گیے ہیں۔ ان میں رکن چار ہی ہیں۔ قیام، قراءت، رکوع، سجدہ۔ اور کہا جاتا ہے کہ قعدہ اخیرہ التحیات (پڑھنے) کی مقدار (بھی رکن ہے)

اور (ان چار یا پانچ کے علاوہ) باقی شرطیں ہیں کچھ تو نماز کے شروع کو صحیح کرنے کے لیے شرط ہیں اور وہ وہ ہیں جو نماز سے خارج ہیں اور ان کے ماسوا نماز کی درستی کو باقی رکھنے کے لیے شرط ہیں۔

لہ مسئلہ یہ ہے کہ فرض چیز نفل کی نیت سے ادا نہیں ہوتی۔ ہاں نفل کو اگر فرض کی نیت کر کے ادا کر دے تو ادا ہو جائے گی۔ مثلاً اگر ظہر کے فرض نفل کی نیت سے ادا کیے تو وہ نفل ہی ہوں گے۔ فرض نہ ہوں گے۔ لیکن اگر ظہر کی سنتوں میں بھی فرض کی نیت کر لی پھر فرض پڑھے تو سنتیں ادا ہو جائیں گی۔ اسی طرح اگر قیام یا رکوع سجدہ جو فرض ہیں، ان کے متعلق نفل کا خیال کر کے ان کو ادا کیا تو وہ نفل ہی تصور کیے جائیں گے۔ لیکن اگر سجدہ یا رکوع کی تسبیحات کو فرض سمجھ لیا تو اُن میں کوئی خرابی نہ آئے گی۔ اسی طرح اگر کسی شخص نے زکوٰۃ مقدار سے زائد ادا کی تو زائد کو صدقۂ نفلیہ مان لیا جائے گا۔ لیکن اگر مقدار زکوۃ سے دوگنا چوگنا بھی صدقہ کی نیت سے دیدیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

اس تمہید کے بعد اس عبارت کا مفہوم بظاہر یہ ہے کہ دو چیزوں میں سے ایک کا ہونا ضروری ہے۔ یا تو نماز کے ارکان اور اس کی تمام چیزوں کے متعلق اس کو الگ الگ معلوم ہو کہ کون فرض ہے اور ان میں سے کون سی چیز سنت ہے۔ اور اگر اتنی واقفیت نہ رکھتا ہو تو کم از کم یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ سب فرض ہیں۔ تاکہ کسی فرض کو نفل کی نیت سے ادا کرنے کی قباحت پیش نہ آئے۔ بہت سے بہت یہی ہو کہ نفل کو فرض کی نیت سے ادا کر دے۔

مگر شارح نور الایضاح علامہ حسن بن عمار شرنبلالی مصنف مراقی الفلاح نے اس عبارت کو اجزاء نماز کے متعلق نہیں مانا۔ بلکہ خود نمازوں کے متعلق مانا ہے۔ اور مطلب یہ بیان کیا ہے کہ جو نمازیں فرض ہوں ان کو فرض جاننا۔ اور نفل نمازوں کو نفل سمجھنا۔ مثلاً صبح کی چار رکعتوں کے متعلق ممتاز طور پر جانتا ہو کہ دو رکعت فرض اور دو رکعت سنت ہیں۔ اور اگر یہ تفصیل اس کو معلوم نہ ہو تو کم سے کم ہر نماز کو فرض ہی جانتا ہو تاکہ یہ قباحت پیش نہ آئے کہ فرض کو سنتوں کی نیت سے ادا کرے۔ واللہ اعلم۔ (مترجم)

(فَصْلٌ) تجوزُ الصَّلوٰةُ على لِبْدٍ وَجهُهُ الْاَعلٰى طاهرٌ والاسفلُ نجسٌ وَعلى ثوبٍ طَاهِرٍ وَبطانته نجسَةٌ اذا كانَ غيرَ مضرّبٍ وَعلى طَرفٍ طَاهِرٍ وَانْ تحرك الطرفُ النجسُ بحركته على الصحيحِ وَلو تنجسَ احَدُ طرفَيْ عمَامته فَالقاهُ وَابقى الطاهِرَ على راسه وَلم يتحركِ النجسُ بحركته جَازت صَلوٰتهٗ وانْ تحرك لاتجوزُ وَفاقدُ مَا يزيلُ به النجاسَةَ يصلى معهَا وَلا اعَادَةَ عَليْه وَلا على فاقدِ مَا يستُرُ عورَتهٗ وَلو حَريرًا اوحَشيْشًا اوطينًا فاِنْ وجَدَهٗ وَلوْ بِالْاَباحَة وَربعهٗ طَاهِرٌ لاتَصِحُّ صَلوٰتهٗ عَارِيًا وَخُيِّرَ ان طهُرَ اقلُّ منْ ربعه وَصَلوٰتهٗ

فصل

نماز ایسے نمدہ[1] پر جائز ہے کہ جس کا اوپر کا رُخ پاک ہو اور نیچے کا رُخ ناپاک۔ اور اُس کپڑے پر بھی نماز جائز ہے جو خود پاک ہو اور اس کا استر ناپاک ہو جبکہ بخیہ کیا ہوا نہ ہو۔ یعنی سوزنی کی طرح نہ ہو۔

(فرش یا چٹائی یا دری وغیرہ کے) پاک کنارہ پر بھی نماز جائز ہے۔ اگرچہ[2] ناپاک کنارہ نمازی کی حرکت سے ہل جاتا ہو صحیح قول یہ ہی ہے۔

اور اگر نمازی کے عمامہ کا ایک کنارہ ناپاک ہوگیا، اس کو (نیچے) ڈال دیا۔ اور پاک کنارہ کو سر پر باقی رکھا اور ناپاک کنارہ اس کی حرکت سے نہیں ہلتا (یعنی عمامہ اتنا لمبا ہے کہ یہ نمازی رکوع میں جاتے یا سجدہ میں نیچے پڑا ہوا ناپاک حصہ اس کی حرکت سے حرکت نہیں کرتا) تو اس کی نماز جائز ہوگی۔ اور اگر ناپاک کنارہ اس نمازی کی حرکت سے حرکت کرتا ہے تو جائز نہ ہوگی۔

اور ایسی چیز کا نہ پانے[3] والا جس سے ناپاکی زائل کرسکے۔ اُس ناپاکی کے ساتھ ہی نماز پڑھ لے۔ اور اس پر نماز کا اعادہ (لوٹانا) واجب نہیں۔

اور نہ اس شخص پر نماز کا لوٹانا واجب ہے جو کسی بھی ایسی چیز کو حتی کہ ریشم یا گھاس یا مٹی کو نہیں پاتا جو اس کے ستر کو چھپاسکے۔

پس اگر (حریر کو یا کسی چیز کو) پالے (اگرچہ وہ اس کی نہ ہو بلکہ کسی نے اس کو نماز پڑھنے کے لیے دے دی ہو اور وہ تمام پاک ہو یا صرف) اس کا چوتھائی حصہ پاک ہو تو (اب) اس کی نماز برہنہ بدن جائز نہیں۔ اور اگر چوتھائی کپڑا بھی پاک نہ ہو بلکہ چوتھائی سے کم پاک ہو تو اس کو اختیار دیا گیا ہے کہ برہنہ نماز پڑھے یا یہ ناپاک کپڑے پہن کر۔

---

[1] لِبد (کسرِ لام اور سکون با کے ساتھ) اُون کے فرش کو کہا جاتا ہے اور ہر ایسی چیز کا یہ ہی حکم ہے جس کو بیچ میں سے چیر کر دو حصہ کیے جاسکتے ہوں۔ خواہ وہ نمدہ اور موٹے ٹاٹ کی قسم کا فرش ہو یا لکڑی تختہ وغیرہ۔ (طحطاوی)

[2] فرش یا چٹائی وغیرہ کا حکم زمین جیسا ہے۔ یعنی جس طرح زمین کے اس حصہ کا پاک ہونا ضروری ہے۔ جہاں نماز پڑھ رہا ہے۔ اسی طرح فرش یا چٹائی میں بھی اس حصہ کا پاک ہونا ضروری ہے جو اُس کے نیچے ہے۔ باقی حصہ پاک ہو یا ناپاک۔

[3] یعنی جس شخص کے کپڑے ناپاک ہوں اور پانی جیسی پاک کرنے والی چیز اس کو میسر نہ آسکے تو وہ ناپاک کپڑوں ہی سے نماز پڑھ لے۔

فِی ثَوْبٍ نَجِسِ الْکُلِّ اَحَبُّ مِنْ صَلٰوتِہٖ عُرْیَانًا وَلَوْ وَجَدَ مَا یَسْتُرُ بَعْضَ الْعَوْرَۃِ وَجَبَ اسْتِعْمَالُہٗ وَیَسْتُرُ الْقُبُلَ وَالدُّبُرَ فَاِنْ لَمْ یَسْتُرْ اِلَّا اَحَدَھُمَا قِیْلَ یَسْتُرُ الدُّبُرَ وَقِیْلَ الْقُبُلَ وَنُدِبَ صَلٰوۃُ الْعَارِیْ جَالِسًا بِالْاِیْمَاءِ مَادًّا رِجْلَیْہِ نَحْوَ الْقِبْلَۃِ فَاِنْ صَلّٰی قَائِمًا بِالْاِیْمَاءِ اَوْ بِالرُّکُوْعِ وَالسُّجُوْدِ صَحَّ وَعَوْرَۃُ الرَّجُلِ مَا بَیْنَ السُّرَّۃِ وَمُنْتَھَی الرُّکْبَۃِ وَتَزِیْدُ عَلَیْہِ الْاَمَۃُ الْبَطْنَ وَالظَّھْرَ وَجَمِیْعُ بَدَنِ الْحُرَّۃِ عَوْرَۃٌ اِلَّا وَجْھَھَا وَکَفَّیْھَا وَقَدَمَیْھَا وَکَشْفُ رُبُعِ عُضْوٍ مِنْ اَعْضَاءِ الْعَوْرَۃِ یَمْنَعُ صِحَّۃَ الصَّلٰوۃِ وَلَوْ تَفَرَّقَ الْاِنْکِشَافُ عَلٰی اَعْضَاءٍ مِنَ الْعَوْرَۃِ وَکَانَ جُمْلَۃُ مَا تَفَرَّقَ یَبْلُغُ رُبُعَ اَصْغَرِ الْاَعْضَاءِ الْمُنْکَشِفَۃِ مَنَعَ وَاِلَّا فَلَا وَمَنْ عَجَزَ عَنْ

اور کسی ایسے کپڑے میں نماز پڑھنا جو تمام ناپاک ہو برہنہ تن نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔ اور اگر ایسی چیز پالے جو اُس کے ستر کے کچھ حصہ کو چھپالے تو اس کا استعمال واجب ہے (جبکہ وہ پاک ہو) اور اگلے حصہ کو بھی چھپائے اور پچھلے حصہ کو بھی۔ اور اگر صرف ایک کو چھپا سکے تو ایک قول یہ ہے کہ پچھلے حصہ کو چھپائے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اگلے حصہ کو چھپائے۔

اور برہنہ بدن کو نماز بیٹھ کر پڑھنا مستحب ہے۔ اشارہ سے۔ اس صورت سے کہ دونوں پیر قبلہ کی طرف پھیلائے ہوتے ہو۔ اور اگر کھڑے ہو کر اشارہ سے نماز پڑھی یا رکوع اور سجدہ سے تو (یہ بھی) صحیح ہے۔

اور مرد کا ستر، ناف اور گھٹنے کے آخری حصہ (نیچے کے حصہ) کے درمیان ہے۔ اور باندی اس پر پیٹ اور پیٹھ کی اور زیادتی کرلے۔

اور آزاد عورت کا جو (زرخرید باندی نہ ہو) تمام بدن ستر ہے ماسوا چہرے اور ہتھیلیوں اور پیروں[1] کے۔ اعضاء ستر میں سے چوتھائی عضو کا کھل جانا صحت نماز کے لیے مانع ہے۔ اور اگر ستر کے چند اعضاء پر انکشاف متفرق طور پر ہو۔ اور وہ تمام حصہ جو متفرق طور پر کھلا ہوا ہے۔ کھلنے والے اعضا میں سے سب سے چھوٹے عضو کی چوتھائی (کی مقدار کو) پہنچ جا[2]ئے تو نماز ممنوع ہوگی ورنہ نہیں[3]

---

[1] مختصر یہ کہ مرد کا ستر ناف سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک باندی کا ستر سینہ سے لے کر گھٹنوں کے نیچے تک اور آزاد عورت کا ستر چہرے، ہتھیلیوں اور دونوں پاؤں کے سوا تمام بدن۔

تنبیہ ۱: آزاد عورت کے سر کے بال اور کلائیاں بھی ستر ہیں۔ اگر نماز میں یہ چیزیں کھل جائیں گی تو نماز نہ ہوگی۔

تنبیہ ۲: یہاں صرف اس ستر کا ذکر ہے جس کا چھپانا نماز میں فرض ہے۔ نماز کے علاوہ جوان عورت کا تمام بدن ستر مانا جاتا ہے۔ اجنبی سے تمام بدن چھپانا ضروری ہے۔

[2] اور اتنی دیر تک کھلا رہے جتنی دیر میں ایک رکن ادا ہو سکے۔ یعنی جتنی دیر میں تین دفعہ سبحان ربی الاعلیٰ یا سبحان ربی العظیم کہا جا سکے۔ (مراقی الفلاح۔ طحطاوی)

[3] یعنی اتنی مقدار نہ ہو یا اتنی دیر نہ ہو تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ نیز اس قدر دیر کی قید اس وقت ہے جب کہ خود سے کھل گیا ہو۔ لیکن اگر قصداً کھولا تھا تو نماز فوراً ٹوٹ جائے گی وہاں وقت کے لیے کسی مقدار کی قید نہیں۔ واللہ اعلم

(طحطاوی)

اسْتقبالِ القبلةِ لمرضٍ او عجزٍ عن النزول عن دابّتهٖ او خاف عدوًّا فقبلتُهٗ جهةُ قدرتهٖ وامنهٖ ومن اشتبهت عليه القبلةُ ولم يكن عندهٗ مخبرٌ ولا محرابٌ تحرّٰى ولا اعادةَ عليه لو اخطأ وان علم بخطئهٖ في صلوتهٖ استدار وبنٰى وان شرع بلا تحرٍّ فعلم بعد فراغهٖ انّهٗ اصاب صحّت وان علم باصابتهٖ فيها فسدت كما لو لم يعلم اصابتهٗ اصلا ولو تحرّٰى قومٌ جهاتٍ وجهلوا حال امامهم تجزئهم

اور جو شخص قبلہ کی طرف رُخ کرنے سے کسی مرض کے باعث عاجز ہو۔ یا اپنی سواری سے اُترنے سے عاجز ہو۔ یا کسی دشمن[1] کا خوف ہو تو اُس کا قبلہ اُس کی قدرت اور اُس کے امن کی جہت ہے (یعنی اس کا قبلہ وہی رُخ ہے جس طرف منہ کرنے پر وہ قادر ہو اور جس طرف رُخ کرنے میں اس کو خطرہ نہ ہو) اور جس شخص پر قبلہ مشتبہ ہو جائے (قبلہ کی سمت معلوم نہ کر سکے) اور اس کے پاس کوئی خبر دینے والا نہ ہو۔ اور نہ محراب ہو تو وہ غور کرلے۔ اور اس کو دوبارہ نماز پڑھنا نہ ہوگا اگر وہ غلطی کر جائے۔ اور اگر اپنی غلطی کو نماز ہی میں جان لے تو وہ گھوم جائے اور بنا کرلے (یعنی سابق نماز سے ہی باقی نماز ملالے اور دوبارہ نیت نہ باندھے)

اور اگر بلا غور[2] کیے نماز شروع کرلی تھی۔ پھر فراغت کے بعد معلوم ہوا کہ اس نے صحیح رُخ کی طرف نماز پڑھی، تو اس کی نماز ہوگئی۔ اور اگر اپنی درستی کو نماز میں ہی جان لیا تو نماز فاسد[3] ہوگئی۔ جیسے کہ اگر وہ اپنی درستی کو بالکل نہ جانتا (تو اس وقت نماز فاسد ہوتی)

اور اگر کسی قوم نے متعدد جانبوں کی طرف غور کے بعد خیال قائم کیا (اور ہر ایک نے اپنے اپنے خیال کے بموجب رُخ کرلیا) اور اپنے امام کی حالت سے ناواقف رہے تو سب کی نماز ہو جائے گی۔ (بشرطیکہ کسی کی پشت امام کے منہ کی طرف نہ ہو)۔

---

[1] یا درندہ وغیرہ کا خوف ہو۔ م
حتیٰ کہ اگر یہ خوف ہو کہ اگر کھڑا ہوا یا بیٹھا تو دشمن دیکھ لے گا تو لیٹ کر اشارہ کے ساتھ نماز پڑھ سکتا ہے قبلہ کی طرف رُخ کرکے ورنہ جس طرف ممکن ہو۔ (مراقی)

[2] یعنی کسی مکان یا احاطہ میں ہے مگر اس احاطہ اور مکان کی دیواروں میں کوئی نشان ایسا نہیں جس سے قبلہ کا رخ ظاہر ہوتا ہو۔ اور اگر کوئی نشان مسجد کا موجود ہے یا مسجد بنی ہوئی ہے تو اب اس پر تحری نہیں صرف یہ علامت ہی کافی ہے۔ اور اگر مسجد اور محراب سب کچھ ہے مگر اس قدر تاریک ہے کہ کچھ نہیں معلوم ہوتا تو اب تحری کرے گا۔ مثلاً اگر کوئی شخص رات کے وقت مسجد ہی میں ہے مگر تاریکی اس قدر ہے کہ رُخ کا علم نہیں ہو سکتا۔ اب اس نے غور کیا اور کوئی رُخ معین کرکے اس طرف نماز پڑھ لی تھوڑی دیر بعد جب روشنی ہوئی تو معلوم ہوا کہ اس نے غلط رُخ پر نماز پڑھی تھی، تو اگر تحری اور غور کے بعد نماز پڑھی تھی تو اس کی نماز ہوگئی ورنہ نہیں۔ (طحطاوی)

مسئلہ: اندھے پر فرض نہیں ہے کہ دیواروں کو ٹٹول کر رُخ معلوم کرے۔ ہاں اگر کوئی اس کے پاس ہو تو ں سے دریافت کرنا ضروری ہے۔ اور اگر کوئی نہیں تھا، اور اس نے غلط رخ پر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

[3] اس صورت میں اس کی نماز کی صحت اور فساد موقوف رہے گا۔ اب اگر نماز کے بعد علم ہوا کہ رخ صحیح تھا تو نماز ہوگئی۔ کیونکہ اثناء نماز میں کوئی خاص صورت پیش نہیں آئی۔ اور اگر فراغت کے بعد غلطی کا علم ہوا تو نماز

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(فصل) فی واجب الصلوٰۃ وھو ثمانیۃ عشر شیئاً قراءۃ الفاتحۃ وضمّ سورۃ او ثلاث اٰیاتٍ فی رکعتین غیر متعیّنتین من الفرض وفی جمیع رکعات الوتر والنفل وتعیین القراءۃ فی الاولین وتقدیم الفاتحۃ علیٰ سورۃ وضمّ الانف للجبھۃ فی السّجود والاتیان بالسجدۃ الثانیۃ فی کل رکعۃ قبل الانتقال لغیرھا والاطمئنان فی الارکان

فصل ۱ نماز کے واجبات کے بیان میں

نماز کے واجبات[1] اٹھارہ چیزیں ہیں۔

(۱) فاتحہ (سورۃ الحمد) پڑھنا۔

(۲) سورت کا یا تین آیتوں کا ملانا۔ فرض کی دو غیر معین رکعتوں میں اور وتر اور نفل کی تمام رکعتوں میں۔

(۳) پہلی دو رکعتوں میں قرأت کو معین کرنا۔

(۴) فاتحہ کو سورت[2] پر مقدم کرنا۔

(۵) اور ناک کو پیشانی کے ساتھ سجدہ میں ملانا یعنی پیشانی کی طرح ناک کے سخت حصہ کو بھی زمین پر رکھنا۔

(۶) ہر رکعت میں دوسرا سجدہ[3] اس رکعت سے دوسری رکعت کی طرف منتقل ہونے سے پہلے کر لینا۔

(بقیہ حاشیہ [illegible])

لامحالہ نہ ہوگی۔ اور اگر درمیان نماز میں صحت کا علم ہوگیا تو اب ناجائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلی حالت ایک کمزور حالت تھی اب ایک قوی حالت ہے جس کے پیش آنے سے وہ کمزور بنیاد قائم نہ رہے گی۔ جیسے تیمم سے نماز پڑھنے والے کی نماز وسط نماز میں پانی ملنے سے ٹوٹ جاتی ہے۔

[1] واجب وہ ہے جس کا کرنا ضروری اور مستحق ثواب ہو، نہ کرنا گناہ اور موجب عذاب ہو مگر اس کے منکر کو کافر نہ کہا جاسکے۔ م

[2] مختصر یہ ہے کہ فرضوں کی پہلی دو رکعتوں میں سورۃ کا فاتحہ کے بعد پڑھنا واجب ہے مگر مصنف نے اس کے تین حصہ کر دیئے۔ اور نمبر ۲ نمبر ۳ نمبر ۴ میں ان ہی کو بیان کیا۔ یعنی ایک واجب تو یہ ہے کہ فرض کی دو رکعتوں میں اور فرض کے علاوہ تمام نوافل اور واجب نمازوں میں کوئی سورت یا کم از کم تین آیتیں پڑھے اس کو نمبر دوم میں بیان کیا۔ دوسرا واجب یہ ہے کہ فرض کی وہ دو رکعتیں جن میں سورت یا تین آیتیں پڑھی جائیں وہ پہلی دو رکعتیں ہوں۔ اس کو نمبر ۳ میں بیان کیا۔ تیسرا واجب یہ ہے کہ ترتیب قرات اس طرح ہونی چاہیے کہ پہلے الحمد پڑھی جائے پھر قرات پڑھی جائے اس کو نمبر ۴ میں بیان کیا گیا ہے گویا ایک واجب تعداد رکعت کے متعلق ہے کہ فرض میں دو ہوں نہ زیادہ نہ کم، دوسرا واجب ان رکعتوں کی تعیین کے متعلق ہے کہ وہ پہلی ہوں۔ تیسرا واجب ترتیب کے متعلق ہے کہ پہلے فاتحہ ہو پھر سورت، اب اگر ان میں سے کوئی ایک بھی سہواً چھوٹ جائے گا تو سجدہ سہو واجب ہوگا اور قصداً چھوڑ دینے پر گنہگار بھی ہوگا۔ اور نماز بھی لوٹانا پڑے گی۔

[3] یعنی قعدہ یا اگلی رکعت سے پیشتر سجدۂ ثانیہ ادا کر لیا جائے۔ مثلاً اگر ایک سجدہ کر کے دوسری رکعت شروع کر دی تو واجب چھوڑ دیا۔ یا مثلاً قعدہ اخیرہ کے لیے سجدہ ثانیہ ادا کرنے سے پیشتر بیٹھ گیا تو واجب چھوڑ دیا۔ اس پر واجب ہے کہ وہ سجدہ کرے اور پھر سجدہ سہو ادا کر لے بشرطیکہ سہواً ایسا ہوا ہو۔ یہاں یہ مسئلہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

والقعودُ الاوّلُ وَقراءةُ التشهّد فيه في الصحيح وَقراءته في الجلوس الاخير وَالقيامُ
لى الثالثةِ مِنْ غيرِ تراخٍ بَعدَ التشهد وَلفظ السَّلامِ دونَ عليكم وَقنوتُ الوتر وَ
تكبيرات العيدَين وَتعيين التكبيرِ الافتتاحِ كل صَلٰوة لا العيدين خاصّةً وتكبيرة
الرّكوع في ثانيةِ العيدين وجهر الامامِ بقراءة الفجر وَاوليي العشاءين وَلو قضاءً وَالجمعةِ
وَالعيدين وَالتراويحُ والوتر في رَمضانَ وَالاسرارُ في الظهرِ والعصرِ وفيمَا بَعد اوليي العشاءين

---

(۷) ارکان میں اطمینان[1] (۸) پہلا قعدہ
(۹) صحیح[2] قول کے بموجب پہلے قعدہ میں التحیات پڑھنا (۱۰) آخری قعدہ میں التحیات پڑھنا
(۱۱) التحیات پڑھنے کے بعد تاخیر کیے بغیر تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو جانا[3]
(۱۲) السّلام[4] کا لفظ نہ علیکم کا لفظ
(۱۳) وتر کی (دعاء) قنوت
(۱۴) دونوں عیدوں کی تکبیریں
(۱۵) اور تکبیر[5] و ش ہی کا معین کرنا ہر نماز کو شروع کرنے کے لیے نہ خاص طور پر عیدین (کو شروع کرنے) کے لیے
(۱٦) رکوع کی تکبیر عیدین کی دوسری رکعت میں
(۱۷) امام کا جہر کرنا فجر کی قراءت میں اور مغرب اور عشاء کی پہلی دو رکعت میں اگرچہ وہ قضاء ہی ہوں۔ اور جمعہ اور دونوں عید اور تراویح میں اور رمضان شریف کے وتر میں اور آہستہ پڑھنا ظہر اور عصر میں۔ اور دونوں عشاؤں (مغرب اور عشاء) کے پہلی دو رکعتوں کے بعد[6] والی رکعتوں میں اور دن کی نفلوں میں۔

اگر آخری رکعت میں دوسرا سجدہ بھول کر التحیات شروع کر دی تھی تو یاد آنے پر جب وہ سجدہ ثانیہ ادا کرے گا تو التحیات دوبارہ پڑھے اور پھر سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے۔ بعد کو پھر التحیات پڑھ کر آخری سلام پھیرے۔ کیونکہ جب اس نے سجدہ ثانیہ ادا کیا تو آخری قعدہ اور اس کی التحیات کالعدم ہو گئی۔ اس کو دوبارہ ادا کرے۔ (طحطاوی و مراقی الفلاح)
اگر غلطی سے سلام پھیر لیا تھا اور کلام وغیرہ سے پیشتر اس کو یاد آگیا تب بھی ایسا ہی کرنا ہوگا۔ ط

---

[1] یعنی اتنی دیر تک ٹھہرا رہے جس سے اعضا کی حرکت ختم ہو کر کامل سکون پیدا ہو جاوے اور تمام جوڑ اپنی اپنی جگہ پر آکر ٹھہر جائیں۔

[2] غیر صحیح قول یہ ہے کہ التحیات سنت ہے۔ م

[3] اور اگر التحیات پڑھنے کے بعد بھولے سے اتنی دیر بیٹھا رہ گیا جتنی دیر میں ایک رکن ادا ہو سکے تو سجدہ سہو واجب ہو جائے گا۔

[4] یعنی السلام کا لفظ واجب ہے۔ علیکم کا واجب نہیں وہ سنت مؤکدہ ہے۔ واللہ اعلم

[5] یعنی صرف عیدین ہی کے لیے نہیں بلکہ ہر نماز کے اندر واجب یہی ہے کہ اللہ اکبر کہہ کر تکبیر تحریمہ ادا کرے۔ یہ نہیں کہ عیدین میں اللہ اکبر کے لفظ سے نماز کا شروع کرنا واجب ہو۔ اور عیدین کے علاوہ دوسری نمازوں میں سنت ہو جیسا کہ مشہور ہے۔ واللہ اعلم (مراقی الفلاح)

[6] یعنی تیسری اور چوتھی رکعت میں یا مغرب کی تیسری رکعت میں۔

وَنفل النہار والمنفرد مخیر فیما یجہر کمتنفل باللیل وَلو ترک السورۃ فی اولیی العشاء قرأہا فی الاخریین مع الفاتحۃ جہرًا وَلو ترک الفاتحۃ لا یکررہا فی الاخریین ؛

(فصل) فی سُننہا وہی احدیٰ وخمسون رَفع الیدین للتحریمۃ حذاء الاذنین للرجل وَالامۃ وَحذاء المنکبین للحرۃ ونشر الاصابع وَمقارنۃ احرام المقتدیٰ لاحرام امامہ وَوضع الرجل یدہ الیمنیٰ علی الیسریٰ تحت سرتہ وَصفۃ الوضع ان یجعل بَاطن کف الیمنیٰ علیٰ ظاہر کف الیسریٰ محلقا بالخنصر وَالابہام علی الرسغ وَوضع المرأۃ یدیہا علیٰ صدرہا مِن غیر تحلیق والثناء وَالتعوذ للقراءۃ والتسمیۃ اول کل رکعۃ والتامین

اور منفرد یعنی تنہا نماز پڑھنے والے شخص کو شب کے وقت نفل پڑھنے والے کی طرح ان نمازوں میں جن میں جہر کیا جاتا ہے اختیار دیا گیا ہے (خواہ آہستہ پڑھے یا زور سے)

اور عشاء کی پہلی دو رکعتوں میں اگر سورت چھوڑ دے تو اس کو آخر کی دو رکعتوں میں فاتحہ سمیت[1] پڑھ لے جہر کے ساتھ۔ اور اگر فاتحہ کو (پہلی دو رکعتوں میں) چھوڑ دیا تھا۔ تو آخر کی دو رکعتوں میں اس کو مکرر کرکے نہ پڑھے (آخر میں سجدہ سہو کرلے)

فصل، نماز کی سنتوں کا بیان

نماز کی سنتیں اکیاون ہیں۔

(۱) مرد اور باندی کے لیے تحریمہ کے وقت دونوں ہاتھوں کا کانوں کی برابر اٹھانا۔ اور آزاد عورت کے لیے مونڈھوں کی برابر اٹھانا۔

(۲) انگلیوں[2] کا کھولنا۔ (۳) مقتدی کی تکبیر تحریمہ کا امام کی تکبیر تحریمہ کے ساتھ ساتھ ہونا۔

(۴) مرد کا داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا۔ اور ہاتھ رکھنے کی صورت یہ ہے کہ داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھے۔ اس صورت سے کہ پہونچے پر داہنے انگوٹھے اور کن انگلی (سب سے چھوٹی انگلی) کا حلقہ کرلے۔

(۵) عورت کا "حلقہ کیے بدون" دونوں ہاتھوں کو سینہ پر رکھنا

(۶) سبحانک اللّٰہم پڑھنا۔ (۷) قرأت کے وقت اعوذ پڑھنا[3]

(۸) ہر رکعت کے شروع میں بسم اللّٰہ پڑھنا۔ (۹) آمین کہنا۔

---

[1] مگر سجدہ سہو پھر بھی کرنا پڑے گا۔

[2] یعنی انگلیاں مڑی ہوئی نہ ہوں بلکہ اصلی حالت پر ان کو رکھا جائے نہ ملایا جائے نہ چیرا جائے۔ اور اس حالت میں انگلیاں اور ہتھیلی قبلہ کی طرف رہنی چاہئیں۔ اور اس طرح اٹھانا چاہیے کہ انگوٹھا کان کی لو کے مقابلہ پر آجائے اور انگلیوں کے پورے کان کے بالائی حصہ کے بالمقابل ہوں اور گٹے مونڈھے کے مقابل ہوجائیں۔

[3] یعنی اگر قرأت کرنی ہو تو اعوذ باللہ بھی پڑھے کیونکہ اعوذ باللہ قرأت قرآن کے تابع ہے۔ اور اگر قرأت نہ کرنی ہو یعنی مقتدی ہو تو وہ صرف سبحانک اللّٰہم پڑھ کر

وَالتحميدُ وَالاسرارُ بها والاعتدال عِندَ التحريمةِ مِنْ غيرِ طأطأةِ الرأس وجهرُ الامام بالتكبير والتسميعِ وَتفريجُ القدمَين فى القيام قدرَ اربعِ اصَابع وَان تكونَ السورةُ المضمومَةُ لِلفاتِحة من طِوالِ المفصّل فى الفجرِ وَالظهرِ وَمن اوسَاطِه فى العَصرِ وَالعِشَاءِ وَمن قصَاره فى المغرب لوكانَ مقيمًا وَيقرأ اىّ سُورةٍ شاءَ لوكانَ مسَافرًا وَاطالة الاولىٰ فى الفجرِ فقط وَتكبيرةِ الركوعِ وَتسبيحُهُ ثلاثًا واخذ ركبتيه بيديه وتفريج اصَابعه وَالمرأةُ لاتفرجهَا ونصب سَاقيه وَبسُط ظهرِهٖ وتسويَةِ راسه بعجزه والرفعُ من الركوع وَالقيام بَعدَهُ مُطمئنًا وَوضع ركبتَيه ثمّ يديه ثمّ وجهه لِلسجودِ وَعكسه لِلنهوض

(١٠) ربنالک الحمد کہنا۔

(١١) ان تمام چیزوں کو (یعنی ثنار، تعوّذ، تسمیہ، تامین، تحمید) کو آہستہ پڑھنا۔

(١٢) تحریمہ کے وقت سر کو جھکاتے بدون سیدھا کھڑا ہونا۔

(١٣) تکبیر یعنی اللہ اکبر کو (١٤) اور تسمیع (یعنی سمع اللہ لمن حمدہ) کو امام کا زور سے کہنا۔

(١٥) قیام کی حالت میں چار انگلیوں کی برابر دونوں پیروں کو کشادہ رکھنا۔

(١٦) جو سورۃ کہ فاتحہ کے ساتھ ملائی گئی ہے۔ اس کا فجر اور ظہر کی نماز میں طوال[1] مفصل سے ہونا۔ اور عصر اور عشاء کی نماز میں اوساط مفصل سے اور مغرب کی نماز میں قصار مفصل میں سے ہونا۔ بشرطیکہ مقیم ہو۔ اور اگر مسافر[2] ہو تو وہ جونسی سورت چاہے پڑھ لے۔ (١٧) اور صرف فجر کی نماز میں پہلی رکعت کا دراز کرنا[3]

(١٨) رکوع کی تکبیر (١٩) رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہنا۔

(٢٠) دونوں گھٹنوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑنا۔

(٢١) انگلیوں کو چھیدا کرنا (یعنی انگلیاں چھیدی کر کے گھٹنے پکڑے) اور عورت انگلیاں چھیدی نہ کرے۔

(٢٢) دونوں پنڈلیوں[4] کو کھڑا رکھنا۔ (٢٣) کمر کو پھیلانا۔ (٢٤) سر کو سرین کی برابر رکھنا۔

(٢٥) رکوع سے اٹھنا۔ (٢٦) رکوع کے بعد اطمنان سے کھڑا ہونا۔

(٢٧) سجدہ کے لیے (پہلے) گھٹنوں کو (زمین پر) رکھنا پھر دونوں ہاتھوں کو پھر چہرہ کو۔

(٢٨) اور سجدہ سے کھڑے ہونے کے وقت اس کا عکس کرنا (یعنی پہلے ماتھا پھر ناک پھر ہاتھ پھر گھٹنے اٹھانا)

---

[1] سورۂ حجرات سے لے کر آخر قرآن پاک تک جتنی سورتیں ہیں ان کو مفصل کہا جاتا ہے۔ پھر ان میں سے سورۂ حجرات سے لے کر سورۂ بروج تک کی سورتوں کو طوال مفصل کہا جاتا ہے۔ اور سورۂ بروج سے سورۂ لم یکن تک جس قدر سورتیں ہیں ان کو اوساط مفصل کہا جاتا ہے اور سورۂ لم یکن سے لے کر آخر قرآن تک قصار مفصل ہیں۔ واللہ اعلم

[2] یعنی اس کے لیے کسی نماز میں بھی کسی خاص سورۃ کی قید نہیں۔ وہ گنجائش کے بموجب قرات کرے۔

[3] مثلاً پہلی رکعت میں چالیس آیتیں پڑھے اور دوسری میں بیس آیتیں پڑھے۔ ط

[4] عموماً پنڈلیوں کو اس طرح رکھتے ہیں کہ وہ اندر کی طرف کو ہوتی ہیں۔ ایسا نہیں چاہیے پنڈلیاں سیدھی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وتكبير السجود وتكبير الرفع منه وكون السجود بين كفيه وتسبيحه ثلاثا ومجافاة الرجل بطنه عن فخذيه ومرفقيه عن جنبيه وذراعيه عن الارض وانخفاض المرأة ولزقها بطنها بفخذيها والقومة والجلسة بين السجدتين ووضع اليدين على الفخذين فيما بين السجدتين كحالة التشهد وافتراش رجله اليسرى ونصب اليمنى وتورك المرأة والاشارة في الصحيح بالمسبحة عند الشهادة يرفعها عند النفي ويضعها عند الاثبات وقراءة الفاتحة فيما بعد الاوليين والصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم في الجلوس

---

(٢٩) اور سجدہ میں جانے کی تکبیر (٣٠) سجدہ سے اُٹھنے کی تکبیر (٣١) سجدہ کا دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں ہونا۔ (٣٢) سجدہ میں تین مرتبہ سُبحان ربی الاعلیٰ کہنا۔

(٣٣) مرد کا پیٹ کو رانوں سے، کہنیوں کو دونوں پہلوؤں سے اور کلائیوں کو زمین سے الگ رکھنا۔

(٣٤) عورت کا پست[1] ہونا (سجدہ کی حالت میں) اور پیٹ کو رانوں سے ملانا۔

(٣٥) قومہ[2] (٣٦) دونوں سجدوں کے درمیان جلسہ

(٣٧) دونوں سجدوں کے درمیانی جلسہ[3] میں دونوں ہاتھوں کو رانوں پر رکھنا جیسے التحیات پڑھنے کی حالت میں ہاتھ رانوں پر رکھا کرتے ہیں۔

(٣٨) اپنے بائیں پیر کو بچھانا اور داہنے کو کھڑا رکھنا۔

(٣٩) اور عورت[4] کے لیے سرین کو زمین پر رکھ کر بیٹھنا۔

(٤٠) صحیح[5] مذہب کے بموجب شہادت کی انگلی سے کلمۂ شہادت (جو التحیات کے آخر میں ہے) کے وقت اشارہ کرنا (اس طرح کہ) نفی یعنی لآ کہتے ہوئے اس کو اٹھائے اور اثبات یعنی الا اللہ کے وقت اس کو رکھ دے۔

(٤١) اور پہلی دو رکعتوں کے بعد کی رکعتوں میں (یعنی تیسری اور چوتھی رکعت میں) فاتحہ کا پڑھنا۔

(٤٢) آخری جلوس (یعنی قعدہ اخیرہ میں التحیات کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف (یعنی اللھم صل الخ) پڑھنا۔

(بقیہ حاشیہ ص٦٦)
ہوں۔ ایسے ہی ہاتھ بھی سیدھے رکھے جائیں۔ گھٹنے مضبوطی سے پکڑے جائیں اور کمر سیدھی رکھی جائے، سر کو کمر کی برابر رکھا جائے۔

[5] یعنی اس طرح کہ پہلے ناک رکھے پھر ماتھا رکھے۔ (ط)

---

[1] یعنی نیچے کو دب کر اور بھینچ کر سجدہ کرے۔ کیونکہ اس کے لیے ہر حالت میں پردہ لازم ہے۔

[2] یعنی رکوع سے اُٹھ کر اطمینان سے سیدھا کھڑا ہونا۔

[3] یعنی سجدوں کے بیچ میں یا التحیات پڑھنے کے لیے بیٹھنے کی حالت میں۔

[4] یعنی عورت کے لیے مسنون یہ ہے کہ سجدوں کے بیچ یا التحیات کے لیے اس طرح بیٹھے کہ بائیں سُرین کو زمین پر رکھ کر دونوں پیر داہنی جانب کو نکال دے۔

[5] ایک قول یہ بھی ہے کہ اشارہ نہ کیا جائے مگر یہ قول صحیح نہیں ہے۔

الاخیر وَالدّعاءُ بمَا یشبہ الفاظ القرآن وَالسنّۃ لا کلامَ النایس وَالالتفات یمینًا ثمّ یسارًا بالتسلیمتین وَنیۃ الامام الرجَال وَالحفظۃ وَصَالح الجن بالتسلیمتین فی الاصحّ وَنیۃ المأموم امَامہٗ فی جہتہٖ وَانْ حَاذاہُ نواہُ فی التسلیمتین مَعَ القوم والحفظۃ وَصَالح الجنّ وَنیۃ المنفرد الملائکۃ فقط وخفضُ الثانیۃ عَن الاولی وَمقارنتہٖ لسلام الامام والبداءَۃ بالیمین وَانتظار المسبوق فراغ الامام

(۴۳) اور ایسے الفاظ سے[1] دعا مانگنا جو قرآن شریف اور حدیث شریف کے الفاظ کے مشابہ ہوں۔ (آدمیوں[2] کی گفتگو کے مشابہ نہ ہوں) (۴۴) دونوں سلام ادا کرتے ہوئے داہنی جانب پھر بائیں جانب مڑنا۔

(۴۵) صحیح مذہب کے مطابق دونوں سلام پھیرنے کے وقت امام کو مقتدیوں کی اور نگراں فرشتوں اور نیک جنات کی نیت کرنا۔

(۴۶) اور مقتدی کو امام کی جانب میں امام کی نیت کرنا اور اگر مقتدی امام کی سیدھ میں ہو تو دونوں سلاموں کے وقت امام کی نیت کرنا۔ اور امام کی نیت کے ساتھ قوم کی (یعنی باقی مقتدیوں کی) اور نگراں فرشتوں کی اور نیک جنات کی نیت کرنا۔ (۴۷) منفرد کو صرف ملائکہ کی نیت کرنا۔ (۴۸) دوسرے سلام (کی آواز) کو پہلے سلام (کی آواز) سے پست رکھنا (۴۹) مقتدی کا اپنے سلام کو امام کے سلام کے ساتھ ساتھ کرنا۔

(۵۰) سلام کو داہنی جانب سے شروع کرنا (یعنی پہلا سلام داہنی جانب پھیرنا)

(۵۱) مسبوق[3] کو امام کے فارغ ہونے کا انتظار کرنا۔

---

[1] یعنی جو دعائیں قرآن پاک میں یا احادیث میں وارد ہوئی ہیں بعینہ وہ پڑھی جائیں یا ان کے مضمون کو عربی الفاظ میں ادا کیا جائے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ بجنسہ وہی دعائیں پڑھی جائیں جو قرآن پاک میں یا احادیث میں وارد ہیں۔ اور مزید احتیاط یہی ہے کہ خاص وہ دعائیں پڑھی جائیں جو اس موقعہ پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے وارد ہوئی ہیں۔ مثلاً اَللّٰھُمَّ انی ظلمتُ نفسی ظلمًا کثیرًا وّانہ لا یغفر الذّنُوبَ الّا انت فاغفرلی مغفرۃ من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم۔

ترجمہ، خداوندا میں نے اپنے اوپر بہت ظلم کیا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ گناہوں کو صرف تو ہی بخش سکتا ہے خداوندا تو اپنی خاص رحمت سے میری مغفرت فرما اور مجھ پر رحم فرما تو ہی غفور رحیم ہے۔

پس اگر بعینہ یہ عربی الفاظ ادا نہ ہوئے لیکن ان کا مفہوم ادا ہو گیا تب بھی سنت ادا ہو جائے گی۔ اسی طرح اور بھی بہت سی دعائیں ثابت ہیں۔ (مراقی الفلاح)

تنبیہ، اس موقعہ پر عربی ہی میں دعا ہونی چاہیے دوسری زبان میں نہیں۔ کیونکہ دوسری زبان میں دعا جلال الٰہی کے مخالف ہے۔ گویا ربانی حکومت کی زبان عربی ہی قرار دی گئی ہے اور درخواست حکومت کی زبان ہی میں ہونی چاہیے نیز ایسی دعا نہ مانگنی چاہیے جو محال ہو یا انبیاء علیہم السلام کے لیے مخصوص ہو جیسے نزول مائدہ کی دعا مانگنا یا معراج کی دعا۔

[2] جو چیزیں ایسی ہیں کہ انسان ان کو کر سکتا ہے ان کی دعا کو گفتگو یا کلام ناس کے مشابہ کہا جائے گا۔ مثلاً کسی عورت سے نکاح کی دعا یا مکان بنوالے، روپیہ ملنے یا کسی کا

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(فصل) مِنْ اٰدابِهَا اخراجُ الرجل كفيهِ مِن كمّيه عِندَ التكبيرِ وَنظرُ المصلّي الىٰ مَوضِعِ سجودِه قائمًا والىٰ ظاهرِ القدم راكعًا والىٰ ارنبةِ انفه ساجدًا والىٰ حجرِه جالسًا والى المنكبين مُسلمًا ودفع السّعال ما استطاع وكظم فمه عندَ التثاؤب وَالقيام حِين قيل حيّ علىٰ الفلاح وشروع الامام مُذ قِيلَ قدْ قامتِ الصّلوٰة ۔

(فصل) فى كيفية تركيب الصّلوٰة اذا ارادَ الرجُل الدخولَ فى الصّلوٰة اخرج كفيه

فصل

نماز کے آداب (ومستحبات) میں سے ہے، مرد کا تکبیر تحریمہ کے وقت اپنی ہتھیلیوں کو آستینوں میں سے نکالنا۔ قیام کی حالت میں نظر کا سجدہ کی جگہ پر رہنا، رکوع کی حالت میں پیروں کی پشت پر اور سجدہ کی حالت میں ناک کی پھونگل کی طرف[۱] اور بحالت قعود گود کی جانب اور سلام پھیرنے کی حالت میں مونڈھوں کی جانب۔ کھانسی[۴] کا مقدور بھر (پوری طاقت سے) دفع کرنا۔ جمائی کے وقت منہ کو بند کرنا۔ کھڑا ہونا جس وقت حی علی الفلاح کہا جائے۔ امام کا نماز شروع کر دینا جس وقت قد قامت الصّلوٰۃ کہا جائے۔

فصل، نماز پڑھنے کی ترکیب

جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرے تو اپنی ہتھیلیوں کو آستینوں سے نکالے پھر ان کو کانوں[۵] کی برابر تک اٹھائے۔ پھر اللہ اکبر کہے[۶] مد کے بغیر۔ نماز کی نیت کرتا ہوا۔

قرمنہ اداکرنے کی دعا۔ اور جو چیزیں انسان سے ممکن نہ ہوں مثلاً گناہوں کا بخشنا، عافیت دارین وغیرہ۔ ایسی دعاؤں کو قرآن وحدیث کی دعاؤں کے مشابہ کہا جائے گا۔

(طحطاوی و مراقی الفلاح)

[۳] یعنی جب امام دوسرا سلام پھیرے تب کھڑا ہو کیونکہ ممکن ہے امام کو سجدہ سہو کرنا ہو۔

[۴] ترجمہ لفظی یہ ہے۔ دفع کرنا کھانسی کو جس قدر طاقت ہو۔

[۵] اس صورت سے کہ انگوٹھے کانوں کی لو کے برابر رہیں اور ہتھیلی کو قبلہ کی طرف رکھے۔ اور اپنی انگلیوں کو کھولے رکھے۔ واللہ اعلم

[۶] مد چند جگہ ہو سکتا ہے۔

(۱) اللہ کی ہمزہ پر یہ ناجائز ہے۔ اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

(۲) اللہ کے لام پر یہ جائز ہے مگر اس میں زیادہ طوالت نہ ہو۔ یعنی دو حرکتوں کی مقدار سے زیادہ نہ ہو۔ اس سے زیادہ کی صورت میں کراہت ہو گی۔

(۳) لفظ اللہ کی ہ پر اس صورت میں اگرچہ نماز فاسد نہیں ہو گی مگر ایک غلط چیز ہے۔

(۴) اکبر کی ہمزہ پر اس صورت میں نماز ناجائز اور فاسد ہو گی۔

(۵) اکبر کی با پر یہ بھی ناجائز ہے، اس میں بھی فساد نماز کا قوی خطرہ ہے۔

(۶) اکبر کی را پر یہ بھی ناجائز ہے۔ فساد نماز کا خطرہ ہے۔ ناجائز

مِنْ كُمَّيْهِ ثُمَّ رَفَعَهُمَا حِذَاءَ اُذُنَيْهِ ثُمَّ كَبَّرَ بِلَا مَدٍّ نَاوِيًا وَيَصِحُّ الشُّرُوعُ بِكُلِّ ذِكْرٍ
خَالِصٍ لِلّٰهِ تَعَالٰى كَسُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِالْفَارِسِيَّةِ اِنْ عَجَزَ عَنِ الْعَرَبِيَّةِ وَاِنْ قَدَرَ لَا يَصِحُّ شُرُوْعُهُ
بِالْفَارِسِيَّةِ وَلَا قِرَاءَتُهُ بِهَا فِي الْاَصَحِّ ثُمَّ وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى يَسَارِهِ تَحْتَ سُرَّتِهِ عَقِبَ
التَّحْرِيْمَةِ بِلَا مُهْلَةٍ مُسْتَفْتِحًا وَهُوَ اَنْ يَقُوْلَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ
وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ وَيَسْتَفْتِحُ كُلُّ مُصَلٍّ ثُمَّ يَتَعَوَّذُ سِرًّا لِلْقِرَاءَةِ فَيَاْتِيْ بِهٖ

اور نماز کا شروع کرنا ہر ایسے ذکر سے بھی صحیح ہو جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے ہی خالص[۲] ہو (ذکر[۱] ہو) جیسے سبحان اللہ

اور اگر عربی سے عاجز ہے تو فارسی زبان[۳] میں بھی (شروع کرنا) صحیح ہو جاتا ہے۔ اور اگر عربی[۴] پر قادر ہو تو صحیح مذہب کے مطابق نہ فارسی میں شروع کرنا صحیح ہوتا ہے نہ فارسی میں قرآت۔

پھر اپنے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھے۔ تحریمہ کے (فوراً) بعد بلا توقف کے (استفتاح کرتے ہوئے)، یعنی سبحانک اللھم پڑھتے ہوئے۔ استفتاح (مندرجہ ذیل دعا پڑھنے کو) کہتے ہیں۔

سبحانک[۵] اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الٰہ غیرک

اور ہر نماز پڑھنے والا سبحانک اللھم پڑھے۔

پھر اعوذ باللہ پڑھے آہستہ سے قرآت کی (تمہید[۶] کے طور پر) چنانچہ اس کو مسبوق[۷] پڑھے گا، مقتدی

---

[۱] یعنی حضرت حق جل مجدہٗ ہی کی مدح یا ثنا یا تعظیم بیان کی گئی ہو۔ جیسے الحمد للہ۔ سبحان اللہ۔ لا الٰہ الا اللہ مگر اس صورت میں اگرچہ فریضۂ تحریمہ ادا ہو جائے گا لیکن مکروہ یقیناً ہے کیونکہ لفظ اللہ اکبر کہنا واجب ہے۔ (مراقی الفلاح)

[۲] چنانچہ لا حول ولا قوۃ یا اللھم اغفرلی جیسے جملوں سے تکبیر تحریمہ کا فرض ادا نہ ہوگا۔

[۳] یعنی عربی کے ماسوا کوئی دوسری زبان خواہ فارسی ہو یا اُردو یا کوئی اور زبان مگر یہ شرط ضروری ہے کہ اللہ اکبر نہ کہہ سکے۔

[۴] یعنی عربی کلمات ادا کر سکتا ہو۔ خواہ معنیٰ نہ سمجھتا ہو۔

[۵] ترجمہ: اے میرے معبود میرا عقیدہ ہے۔ (میں یقین رکھتا ہوں) کہ تو تمام نقصانات اور عیوب سے پاک ہے اور تیرے احسانات کے شکر کے ساتھ یقین رکھتا ہوں کہ ہر ایک قسم کا کمال تیرے ہی لیے ہے تیرا نام بابرکت ہے۔ تیری شان بلند ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں واللہ اعلم بالصواب (م۔ ط)

[۶] یعنی قرآت کی تمہید کے طور پر اعوذ باللہ اور بسم اللہ پڑھے۔ حاصل یہ ہے کہ جس کو جس حالت میں قرآت کرنی ہو وہ پہلی مرتبہ اعوذ باللہ پڑھے۔

[۷] یعنی جس شخص کی کوئی رکعت چھوٹ گئی ہو امام کے سلام پھیرنے کے بعد جب وہ اس کو ادا کرے گا، تو چونکہ اب اس کو قرآت کرنی ہوگی تو پہلی رکعت میں وہ اعوذ باللہ بھی پڑھے گا۔ اور چونکہ عیدین میں قرآت پہلی رکعت میں تکبیروں کے بعد ہوتی ہے تو اعوذ باللہ بھی تکبیروں کے بعد ہی پڑھی جائے گی۔ امام جب قرآت شروع کرے تب اعوذ باللہ پڑھے۔

المسبوق لا المقتدی ویؤخر عن تکبیرات العیدین ثم یسمی سرا ویسمی فی کل رکعۃ قبل الفاتحۃ فقط ثم قرأ الفاتحۃ وامّن الامام والماموم سرا ثم قرأ سورۃ او ثلاث ایات ثم کبّر راکعا مطمئنا مسوّیا راسہ بعجزہ اخذا رکبتیہ بیدیہ مفرجا اصابعہ وسبّح فیہ ثلاثا وذلک ادناہ ثم رفع راسہ واطمانّ قائلا سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد لو اماما او منفردا والمقتدی یکتفی بالتحمید ثم کبّر خارا للسجود ثم وضع رکبتیہ ثم یدیہ ثم وجہہ بین کفیہ وسجد بانفہ وجبہتہ مطمئنا مسبّحا ثلاثا وذلک ادناہ وجافی بطنہ عن فخذیہ وعضدیہ عن ابطیہ فی غیر زحمۃ موجّہا اصابع

نہیں پڑھے گا۔ اور تکبیرات عیدین سے مؤخر کرے گا۔ پھر (اعوذ باللہ پڑھنے کے بعد) آہستہ سے بسم اللہ پڑھے۔ اور ہر رکعت میں صرف سورۂ فاتحہ سے پہلے[1] ہی بسم اللہ پڑھے۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے۔ اور امام اور مقتدی (سورۂ فاتحہ کے ختم پر) آہستہ سے آمین کہے۔ پھر کوئی سورۃ یا تین آیتیں (کم از کم) پڑھے[2] پھر رکوع میں جاتا ہوا تکبیر کہے اس صورت سے کہ مطمئن ہو (اطمینان سے رکوع ادا کرنے والا ہو) اپنے سر کو سرین کی برابر کیے ہوئے ہو اپنے گھٹنوں کو اپنے ہاتھوں سے، اپنی انگلیوں کو کشادہ کرکے پکڑے ہوتے ہو، اور رکوع میں تین مرتبہ سبحان ربی العظیم کہے اور یہ کم سے کم مرتبہ ہے۔ پھر اپنے سر کو اٹھائے اور اطمینان سے سمع اللہ لمن حمدہ ربنا لک الحمد کہتا ہوا کھڑا ہو۔ اگر امام[3] یا منفرد ہو اور مقتدی ربنا لک الحمد کہنے[4] ہی پر اکتفاء کرے۔

پھر سجدہ کے لیے جھکتا ہوا اللہ اکبر کہے۔ پھر اپنے گھٹنوں کو (زمین پر) رکھے پھر ہاتھوں کو پھر چہرہ کو دونوں ہتھیلیوں کے بیچ میں اور سجدہ کرے ناک اور پیشانی کے ساتھ اطمینان سے تین مرتبہ سبحان ربی الاعلیٰ کہتے ہوتے اور یہ کم سے کم مقدار ہے۔

اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے جدا رکھے۔ اور اپنے بازوؤں کو اپنی بغلوں سے ازدحام[5] نہ ہونے کی صورت میں۔ اور ہاتھوں اور پیروں[6] کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف پھیر کر اور عورت پست ہوجائے اور اپنے پیٹ کو اپنی رانوں سے ملادے۔

---

[1] یعنی سورہ فاتحہ اور قرأت کے بیچ میں بسم اللہ نہ پڑھنی چاہیے۔ اگرچہ پڑھ لینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ م

[2] یعنی امام یا منفرد جو تنہا نماز پڑھ رہا ہے۔

[3] صاحبین کا قول یہی ہے کہ امام بھی ربنا لک الحمد کہے گا۔ (مراقی)

[4] افضل یہ ہے کہ اللّٰھم ربنا ولک الحمد یا اللّٰھم ربنا لک الحمد کہے (بغیر واؤ کے)

[5] اگر جماعت کی بھیڑ ہو تو اعضاء مذکورہ کو بقدر ضرورت ملالے۔

[6] سجدہ کی حالت میں ہاتھوں کی انگلیاں سیدھی اور ملی ہوئی رکھے اور پیروں کی انگلیاں موڑ کر قبلہ رو کردے یہ سنت ہے اور اگر انگلیوں کو قبلہ رو نہ کرسکے تو ان کو زمین پر ضرور رکھے۔ اگر سجدہ میں دونوں پیروں کی انگلیاں اٹھی رہیں زمین سے نہ ملیں تو سجدہ بھی نہیں ہوگا۔

يَدَيْهِ وَرِجْلَيْهِ نحو القبلة والمرأة تخفض وتلزق بطنها بفخذيها وجلس بين السجدتين واضعًا يديه على فخذيه مطمئنًا ثم كبّر وسجد مطمئنًا وسبّح فيه ثلاثًا وجافى بطنه عن فخذيه وابدى عضديه ثم رفع رأسه مكبرًا للنهوض بلا اعتماد على الارض بيديه وبلا قعود والركعة الثانية كالاولى الا انه لا يثنى ولا يتعوذ ولا يسنّ رفع اليدين الا عند افتتاح كل صلوة وعند تكبير القنوت فى الوتر وتكبيرات الزوائد فى العيدين وحين يرى الكعبة وحين يستلم الحجر الاسود وحين يقوم على الصفا والمروة وعند الوقوف بعرفة ومزدلفة وبعد رمى الجمرة الاولى والوسطى وعند دعاءه بعد فراغه من التسبيح عقب الصلوات واذا فرغ الرجل من سجدتى الركعة الثانية افترش رجله اليسرى وجلس عيها ونصب يمناه ووجّه اصابعها نحو القبلة ووضع يديه على فخذيه وبسط اصابعه والمرأة تتورك وقرأ تشهد ابن

اور دونوں سجدوں کے درمیان ہاتھوں کو رانوں پر رکھ کر اطمینان سے بیٹھے۔ پھر اللہ اکبر کہے اور اطمینان سے سجدہ کرے اور تین بار سبحان ربی الاعلیٰ کہے۔ اور پیٹ کو رانوں سے علیحدہ رکھے اور دونوں بازوؤں کو کھول کر رکھے۔ پھر اپنے سر کو اللہ اکبر کہتا ہوا اٹھائے۔ کھڑے ہونے کے لیے زمین[1] پر ہاتھوں کا سہارا دینے اور بیٹھنے کے بغیر۔

اور دوسری رکعت پہلی رکعت کی طرح ہے۔ مگر (فرق یہ ہے کہ) نہ سبحانک اللّٰھم پڑھے گا اور نہ اعوذ باللہ۔ اور ہاتھوں[2] کا اٹھانا سنت نہیں ہے مگر نماز کے شروع کے وقت۔ اور وتر نماز میں تکبیر قنوت کے وقت اور دونوں عیدوں میں تکبیرات زوائد کے وقت اور کعبہ مکرمہ کو دیکھنے اور حجر اسود کو بوسہ دینے اور صفا اور مروہ پر کھڑے ہونے اور عرفات اور مزدلفہ میں ٹھیرنے کے وقت اور جمرہ اولیٰ اور جمرہ وسطیٰ کی رمی کے بعد اور نمازوں کے بعد تسبیح سے فراغت پر، دعا مانگنے کے وقت (ہاتھوں کا اٹھانا مسنون ہے)

اور مرد جب دوسری رکعت کے دونوں سجدوں سے فارغ ہو جائے تو بائیں پیر کو بچھائے اور اس پر بیٹھ جائے اور داہنے پیر کو کھڑا کر لے اور اس کی انگلیوں کو قبلہ کی طرف پھیر لے اور دونوں ہاتھ دونوں رانوں پر رکھ لے اور انگلیاں پھیلا لے (نہ بھالے) اور عورت سرین کو زمین پر رکھ کر بیٹھے۔

---

[1] یعنی اس طرح کھڑا ہو کہ نہ زمین پر ہاتھوں کو ٹیکے اور نہ یہ کہ اول کچھ بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو، بلکہ ہاتھوں کو اول گھٹنوں پر رکھے پھر سیدھا کھڑا ہو جائے۔

[2] ہاتھوں کا اٹھانا ان ہی گیارہ موقعوں پر مسنون ہے۔ ان کے سوا رکوع میں جانے کے وقت یا رکوع سے اٹھتے وقت مسنون نہیں۔ ان گیارہ موقعوں میں سے نمبر چار سے لے کر نمبر دس تک کی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ کتاب الحج میں آئے گی۔

مَسعُودٍ رَضِیَ اللہ عَنہ وَاشَارَ بالمُسَبِّحَۃِ فی الشَّہَادَۃ یَرفعُہَا عِندَ النفی وَیضعُہَا عِندَ الاثباتِ وَلایَزِیدُ علی التشہّد فی القعودِ الاوّل وَھوَ التحیَاتُ لِلہ والصَّلوٰت وَالطیبَات السَّلامُ علیک ایہَا النبیّ وَرحمۃ اللہ وَبَرکَاتہٗ السَّلام عَلینَا وعلیٰ عبَادِ اللہ الصالحِین اشہَدُ اَن لا الٰہَ اِلا اللہُ واشہَد ان مُحمّداً عبدُہٗ وَرسُولہٗ وقرأ الفَاتِحۃ

اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ والی التحیات[1] پڑھے۔ اور شہادت کے (کلمہ پر) شہادت کی انگلی سے اشارہ کرے (اس طرح) کہ نفی (لا) کے وقت اس کو اٹھائے اور اثبات (الا اللہ) کے وقت اس کو رکھ دے۔ اور پہلے قعدہ میں التحیات سے زائد (کچھ) نہ پڑھے۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی التحیات[2] یہ ہے۔ التحیات للہ والصلوات والطیبات۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ۔

---

[1] التحیات کئی طرح مروی ہے ان کی تفصیل دوسری کتابوں میں ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اُس التحیات کو سب سے افضل قرار دیتے ہیں جو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

[2] ترجمہ اور تفسیر: شب معراج میں جب سید الکونین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بارگاہ رب ذوالجلال میں حاضر ہوئے تو آداب وتسلیم کے طور پر ان الہامی کلمات کو ادا کیا۔ التحیات للہ والصلوات والطیبات۔ التحیات یعنی ہر قسم کی وہ تعظیم وتکریم جو انسان زبان سے کرسکے۔ الصلوات۔ یعنی وہ تمام تعظیم وآداب جو انسان بدن سے کرسکے۔ الطیبات یعنی وہ تمام احترام واکرام جو انسان اپنے مال سے کرسکے۔ سب اللہ بالا وبرتر کے لیے ہیں (غور کرو کس قدر مختصر کلمات ہیں اور کس قدر جامع اور حاوی) اس معززانہ اکرام وآداب پر حضرت حق ذوالجلال کی جانب سے یہ جواب ارشاد ہوا۔ السلام علیک ایہا النبی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ یعنی اے نبی آپ پر سلام ہو اور خدا کی رحمت اور خدا کی برکتیں (ظاہر ہے کہ رب العالمین کا ارشاد کس قدر حاوی اور محیط ہے۔ سلام، رحمت اور برکت کے سوا اور کیا چاہیے)

رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ رحمت وبرکت کی بارش ہو رہی ہے تو آپ کی ہمہ گیر رحمت اور شفقت کا تقاضہ ہوا کہ رحمت کی اس وسیع چادر میں تمام نیک بندوں کو شامل کرلیں۔ چنانچہ آپ نے عرض کیا السلام علینا وعلیٰ عباد اللہ الصالحین یعنی خداوندا سلام ہم پر بھی اور خدائے قدوس کے تمام نیک بندوں پر (انبیاء ہوں یا اولیاء یا عام اہل ایمان)۔ جب ملائکہ نے یہ عجیب وغریب خطاب وجواب دیکھا تو ان میں سے ہر ایک پکار اٹھا۔ اشہد ان لا الہ الا اللہ واشہد ان محمداً عبدہ ورسولہ یعنی میں شاہد ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اُس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔

پھر چونکہ نماز کو حدیث شریف میں مناجات یعنی سرگوشی اور مکالمہ عابد ومعبود سے تعبیر کیا گیا۔ نیز مومنین کی معراج قرار دیا گیا تو ضروری ہوا کہ سب سے بڑے عابد اور تمام دنیا میں سب سے افضل عبد اور اُس کے خدائے بالا وبرتر کے برحق مکالمہ کا استحضار بھی ہو جائے۔ واللہ اعلم (م)

فيما بعد الاوليين ثمّ جلس وقرأ التشهّد ثمّ صلى على النبي صلى الله عليه وسلم ثمّ دعا بما يشبه القرآن والسّنة ثمّ يسلم يمينا ويسارا فيقول السّلام عليكم ورحمة الله ناويا من معه كما تقدم

باب الامامة

هي افضل من الاذان والصلوة بالجماعة سنة للرجال الاحرار بلا عذر وشروط صحة الامامة للرجال الاصحاء ستة اشياء الاسلام والبلوغ والعقل والذكورة والقراءة والسّلامة من الاعذار كالرعاف والفأفأة والتمتمة واللثغ وفقد شرط كطهارة وستر عورة وشروط صحة الاقتداء اربعة عشر شيئا نية المقتدى

اور پہلی دو رکعتوں کے بعد (باقی رکعتوں میں) فاتحہ پڑھے۔ پھر (آخری رکعت پڑھنے کے بعد) بیٹھ جائے اور التحیات پڑھے۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے۔ پھر ایسے کلمات سے دعا مانگے جو قرآن پاک اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہوں۔ پھر داہنے اور بائیں کو سلام پھیرے۔ یعنی السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہے، ان لوگوں کی نیت کرتے ہوئے جو اس کے ساتھ ہیں۔ جیسا کہ پہلے گذرا۔

باب امامت

امامت[1] اذان سے افضل ہے۔ اور جماعت سے نماز پڑھنا آزاد مردوں کے لیے جن کو عذر[2] لاحق نہ ہو سنت[3] ہے۔ (عذر کی تفصیل آگے آرہی ہے)

تندرست مردوں کے لیے امامت کے صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں۔

اسلام، بلوغ، عقل، مذکر ہونا، قرآن شریف پڑھ سکنا، عذروں سے سالم ہونا[4]۔ جیسے مثلاً نکسیر یا فافا[5] (یعنی گفتگو میں فا زیادہ نکلے) یا تمتمہ (گفتگو میں تا کا زیادہ نکلنا) لثغ (زبان کی شکستگی یعنی سین کی جگہ ثا اور را کی جگہ غین کا نکلنا وہکذا) یا مثلاً کسی شرط مثلاً طہارت یا پاکی یا ستر عورت کا فقدان۔

اور اقتدا کے صحیح ہونے کی شرطیں چودہ ہیں۔ مقتدی کو امام کی متابعت کی نیت کرنا، اس طرح کہ

---

[1] افضل یہ ہے کہ امام ہی مؤذن ہو۔ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا طرز عمل یہ ہی تھا۔

[2] عذر کا بیان اگلی فصل میں آرہا ہے۔

[3] سنت مؤکدہ اور اکثر مشائخ واجب کہتے ہیں یہی قول قوی اور راجح ہے اور جب سنت سے مراد سنت مؤکدہ ہے تو عملاً وہ بھی واجب ہی کی شان رکھتی ہے۔

[4] یعنی جو نکسیر یا سلسل البول وغیرہ کے عذر میں مبتلا نہ ہو ایسے معذوروں کی امامت صرف معذوروں کے لیے تو جائز ہے باقی جو کسی عذر میں مبتلا نہیں، ان کے لیے معذور کی امامت جائز نہیں۔

[5] جس کی زبان میں اس قسم کا کوئی سقم ہو اس پر اصلاح کرنا اور کلمات کو صحیح ادا کرنے کے لیے کوشش کرنا واجب ہے ورنہ اس کی نماز صحیح نہ ہوگی۔ ہاں اگر وہ کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو تو معذور مانا جائے گا اس کی نماز صحیح ہو جائے گی مگر امامت جائز نہ ہوگی۔ ہاں اپنے جیسے کا امام بن سکتا ہے۔ (مراقی وطحطاوی)

لِلمتابعةِ مقارنةً لتحريمته وَنيةُ الرجلِ الامامةَ شرطٌ لِصحةِ اقتداءِ النساءِ به[1] وَ تقدمُ الامامِ بعقبه[2] عَن المأمُومِ وَانْ لايكونَ ادنٰى حالاً من المأمُومِ وان لا يكونَ الامامُ مصليا فرضًا غيرَ فرضه وان لا يكونَ الامامُ مقيما لمسافرٍ بعدَ الوقتِ فى رُباعيةٍ وَلا مسبوقًا وان لا يفصلَ بَينَ الامامِ والمامُومِ صفٌ مِنَ النّساءِ وان لا يفصلَ نهرٌ يَمرُ فيه الزورقُ وَلاطريقٌ تمرُ فيه العجلةُ وَلا حائطٌ يَشتبهُ مَعَهُ العِلمُ بانتِقالاتِ الامامِ فانْ لمْ يشتبهْ لِسماعٍ اورؤيةٍ صحّ الاقتداءُ فى الصحيحِ وَانْ لايكونَ الامامُ

مقتدی کی تحریمہ کے ساتھ ساتھ ہو (یعنی نیت کے ساتھ متابعت امام کی نیت کرنا)۔
کسی[1] مرد کے پیچھے عورتوں کی اقتداء صحیح ہونے کے لیے شرط ہے اس مرد کا امامت مستورات کی نیت کرنا
امام کی ایڑی[2] کا مقتدی کی ایڑی سے آگے ہونا۔ اور یہ کہ امام اپنی حالت میں مقتدی سے کم تر نہ ہو[3]۔
اور یہ کہ امام کسی ایسے فرض کو نہ پڑھ رہا ہو جو مقتدی کے فرض[4] کے ماسوا ہو۔
اور یہ کہ مسافر[5] کا امام وقت گذر جانے کے بعد چار رکعت والی نماز میں مقیم نہ ہو۔ اور[6] یہ بھی جائز نہیں کہ امام مسبوق ہو۔ اور یہ کہ امام اور مقتدی کے بیچ میں عورتوں کی صف فاصل نہ ہو۔ نیز کوئی ایسی نہر فاصل نہ ہو جس میں ڈونگی (چھوٹی کشتی) گذر سکے اور نہ کوئی ایسی سڑک فاصل ہو جس میں گاڑی گذر سکے۔ نیز کوئی ایسی دیوار (حائل نہ ہو) جس سے امام کے انتقالات (رکوع، سجدہ میں جانے اور اٹھنے کے حالات) مشتبہ ہو جائیں۔ پس[7] اگر سننے یا دیکھنے کے باعث اشتباہ نہ پیدا ہو، تو صحیح مذہب کے بموجب اقتداء صحیح ہو جاتی ہے۔ اور یہ کہ نہ ہو امام

---

[1] اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت نہ کی تھی تو عورتوں کی نماز اس امام کے پیچھے صحیح نہ ہو گی۔ واللہ اعلم خنثیٰ کا حکم بھی یہی ہے۔ (ط)

[2] لفظی ترجمہ یہ ہے۔ آگے بڑھنا امام کا اپنی ایڑی سے (یا) آگے رکھنا امام کا اپنی ایڑی کو۔
اگر مقتدی کا پیر بڑھا ہوا ہو اور اس لیے اس کی ایڑی اگرچہ امام کی ایڑی سے پیچھے ہو مگر انگلیاں امام کی انگلیوں سے آگے ہو تو اس کی نماز ہو جائے گی۔

[3] مثلاً امام نفلیں پڑھ رہا ہو اور مقتدی فرضوں کی نیت کر لے۔ (م)

[4] مثلاً امام ظہر کی نماز پڑھ رہا ہو اور مقتدی عصر کی نماز کی نیت کر لے۔

[5] وقت کے اندر جائز ہے کہ مسافر چار رکعت والی نماز میں مقیم کی اقتدا کر لے۔ اس صورت میں مسافر کو بھی چار ہی رکعت پڑھنی ہوں گی۔ خواہ تمام نماز امام کے پیچھے پڑھے یا کوئی جز نماز کا امام کے پیچھے ادا کرے۔ لیکن وقت گذر جانے کے بعد اگر قضا نماز ادا کر رہا ہے تو اب جائز نہیں کہ مقیم کے پیچھے پڑھے۔ کیونکہ وقت گذر جانے پر مسافر کو دو ہی رکعت پڑھنی ہو گی زیادتی جائز نہ ہو گی۔

[6] یعنی اگر مسبوق باقی ماندہ نماز پڑھ رہا تھا تو کسی کے لیے جائز نہیں کہ اس کے پیچھے نیت باندھے۔

[7] امام کو دیکھتا ہو یا اس کی آواز سنتا ہو۔ یا مکبر کی آواز سنتا ہو۔

راكبا والمقتدي راجلا او راكبا غير دابة امامه وان لا يكون في سفينة والامام في اخرى غير مقترنة بها وان لا يعلم المقتدي من حال امامه مفسدا في زعم المأموم كخروج دم او قيء لم يعد بعده وضوءه وصح اقتداء متوضئ بمتيمم وغاسل بماسح وقائم بقاعد وباحدب ومؤم بمثله ومتنفل بمفترض وان ظهر بطلان صلوة امامه اعاد ويلزم الامام اعلام القوم باعادة صلوتهم بقدر الممكن في المختار

(فصل) يسقط حضور الجماعة بواحد من ثمانية عشر شيئا مطر وبرد و

سوار اور مقتدی پیدل۔ یا امام کی سواری کے علاوہ دوسری سواری پر سوار۔ اور یہ کہ نہ ہو مقتدی ایک کشتی میں اور امام دوسری کشتی میں جو مقتدی کی کشتی سے ملی ہوئی نہ ہو۔ اور یہ کہ[1] مقتدی اپنے امام کی حالت سے کوئی ایسی چیز نہ جانتا ہو جو مقتدی کے عقیدہ میں مفسد ہو۔ مثلاً خون یا قے کا خارج ہونا کہ اس کے بعد امام نے وضو نہ لوٹایا ہو۔

اور وضو والے شخص کے لیے تیمم والے کی اقتداء (یعنی تیمم والے کے پیچھے نماز پڑھنا) درست ہے۔ اور پیروں کو دھونے والے شخص کی اقتدا مسح کرنے والے کے پیچھے۔ اور کھڑے ہو کر نماز پڑھنے والے کی اقتدا بیٹھ کر نماز پڑھنے والے کے اور کبڑے[2] کے پیچھے درست ہے۔ اور اشارہ سے نماز پڑھنے والے کی اقتدا اشارہ سے نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔ اور نفل نماز پڑھنے والے کی اقتدا فرض نماز پڑھنے والے کے پیچھے درست ہے۔

اور اگر امام کی نماز کا بطلان ظاہر ہو جائے تو مقتدی نماز کو لوٹائے۔ اور مذہب مختار کے بموجب امام پر لازم ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو قوم کو نماز کے لوٹانے کی ضرورت سے خبردار[3] کر دے۔

فصل معافی جماعت

اٹھارہ چیزوں[4] میں سے کسی ایک کے موجود ہونے سے جماعت کی حاضری معاف ہو جاتی ہے۔ بارش سخت سردی، خوف[5]، تاریکی، روک[6] (قید)، نابینائی، فالج زدہ ہونا، ہاتھ اور پیر کا کٹا ہوا ہونا، بیماری، پیروں

---

[1] یہ مسائل اس خاص مسئلہ پر مبنی ہیں کہ امام شافعیؒ کے نزدیک خون نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹتا۔ اور امام صاحبؒ کے نزدیک خون بہنے سے وضو ٹوٹ جاتا ہے پس اگر مقتدی کے علم میں امام میں کوئی ایسی چیز نہیں پائی جاتی جس سے اس کے حنفی مسلک کے بموجب وضو ٹوٹ جاتا ہو تو شافعی یا مالکی یا حنبلی امام کے پیچھے نماز پڑھنا بلا کراہت درست ہے۔ ہاں اگر اس نے خون نکلتے دیکھا پھر فوراً ہی بلا وضو کیے امام نماز پڑھانے لگا تو اب اس حنفی کی نماز نہ ہوگی۔

[2] جو سیدھا کھڑا نہیں ہو سکتا۔ لیکن رکوع کی ہیئت سے اونچا رہتا ہے۔ لیکن اگر رکوع جیسی ہیئت رہتی ہے یا اس سے بھی زیادہ جھکا رہتا ہے تو اس کے پیچھے نماز کے جواز میں اختلاف ہے۔ (م)

[3] یعنی خواہ زبانی اطلاع دے یا بذریعہ تحریر اور قاصد کے مطلع کرے کہ فلاں وقت کی نماز نہیں ہوئی لوٹانا ضروری ہے۔

[4] ان تمام صورتوں میں یہ ضروری ہے کہ مجبوری کی حالت پیدا ہو جائے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

خوف وَظلمة وحَبسٌ وَعمیٌ وَفلجٍ وقطع یَدٍ وَرجل وسَقامٌ واقعادٌ وحَلٌ وزمانة وشیخوخةٍ وتکرار فقهٍ بجَماعَةٍ تفوته وحُضور طَعَامٍ تتوقهٔ نفسُهٔ وارادةُ سفرٍ وَقیامهٔ بمریضٍ وَشدّة ریحٍ لیلا لانهارًا واذا انقطعَ عن الجَماعَةِ لعذرٍ من اعذارهَا المبیحة للتخلف یحصُل لهٗ ثوابهَا

(فصلٌ) فی الاحق بالامامة وترتیب الصّفوف، اذا لم یکن بَین الحاضرین صَاحبُ مَنزلٍ وَلاوظیفةٍ وَلاذوسُلطانٍ فالاعلمُ احق بالامامَةِ ثم الاقرأ ثمّ الاورَعُ ثمّ الاسَنُّ ثم الاحسَنُ خُلقاثم الاحسَنُ وَجهًا ثم الاشرف نسبًا ثم الاحسَن

کا مارا جانا، کیچڑ (دل دل)، اپاہج پنا (ہاتھوں اور پاؤں کا مارا جانا)، بڑھاپا، جماعت کے ساتھ (فقہ کی کتاب کا) تکرار[1] جو اُس سے چھوٹ جائے گا، کھانے کا آجانا جس کی اس کو اشتہا (سخت خواہش) ہے۔ اور سفر کا ارادہ اور کسی مریض کی تیمارداری اور رات کے وقت آندھی کی تیزی "دن کو نہیں" اور جب جماعت سے کسی ایسے عذر کی بنا پر جس کی موجودگی میں ترک جماعت جائز ہو رہ جائے تو اُس کو جماعت کا ثواب مل جائے گا (بشرطیکہ جماعت کا پابند ہو اور اس وقت بھی جماعت میں حاضر ہونے کی نیت ہو۔)

فصل

امامت کے سب سے زیادہ مستحق اور صفوں کی ترتیب کے بیان میں

جب حاضرین میں صاحب خانہ اور صاحب[2] وظیفہ اور صاحب اقتدار ([3] حاکم) نہ ہو تو جو شخص (حاضرین میں) سب سے زیادہ[4] عالم ہے وہ امامت کا سب سے زیادہ مستحق ہے۔ پھر وہ شخص جو (حاضرین میں) سب سے زیادہ قاری[5] ہے پھر وہ شخص جو (حاضرین میں) سب سے زیادہ[6] پرہیزگار ہے۔ پھر جو سب سے زیادہ معمر ہے پھر جو عادت کے لحاظ سے سب سے زیادہ اچھا ہے پھر جو چہرہ کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے۔ پھر جو نسب کے لحاظ سے سب سے زیادہ شریف ہے پھر جو آواز کے لحاظ سے سب سے بہتر ہے پھر جس کے کپڑے سب سے

بقیہ حاشیہ ص۷۷

[5] ڈاکو، دشمن، درندے یا ظالم وغیرہ کا یا خطرہ ہے کہ اگر مسجد میں جائے گا تو گرفتار ہو جائے گا۔

[6] روک یعنی تنگدست مدیون کو قرض خواہ نے پکڑ رکھا ہو یا ویسے ہی ظلمًا کسی کو پکڑ لیا جائے۔

---

[1] یعنی اتفاقی طور پر ایسا ہو۔ ورنہ تکرار فقہ کی خاطر ہمیشہ جماعت کا ترک جائز نہ ہوگا۔ خوب سمجھ لیجئے۔

[2] یعنی وہ امام جس کو واقف نے مقرر کیا یا وہ شخص جس کو اس محلہ کی امامت کے لیے بیت المال یا اوقاف وغیرہ سے وظیفہ ملتا ہے۔

[3] سلطان کے معنی غلبہ کے ہیں۔ مراد ہے حاکم کیونکہ اسلام میں حاکم ہی کو امام قرار دیا گیا ہے۔

[4] یعنی نماز کے مسائل کے متعلق۔ اگرچہ دیگر علوم میں وہ فوقیت نہ رکھتا ہو۔

[5] یعنی اُن میں عالم کوئی بھی نہیں۔ یا یہ کہ متعدد عالم ہیں۔ مگر ایک کو زیادہ قرآن شریف یاد ہے۔ اس صورت سے باقی مسائل کو قیاس کرنا چاہیے۔ (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

صَوتاً ثم الانظف ثوباً فان استووا یقرع او الخیار للقوم فان اختلفوا فالعبرة بمَا اختارہُ الاکثر وان قدّموا غیر الاولٰی فقد اساءُوا وکرہَ امامة العبد وَالاعمٰی وَولدُ الزّنا والجاہل وَالفاسِق والمبتدع وتطوِیل الصّلوة وجمَاعة العُراة

زیادہ پاک وصاف ہوں۔

پھر اگر سب کے سب (اوصاف واخلاق میں) برابر ہوں تو قرعہ ڈال لیا جائے۔ ورنہ قوم کو اختیار ہے پھر قوم[1] (یعنی اہل مسجد میں) اگر اختلاف ہو جائے تو اُس کا اعتبار ہوگا جس کو اکثر لوگوں نے پسند کیا ہے۔

اگر قوم نے اُس شخص کو آگے بڑھا دیا جو سب سے بہتر نہ تھا تو بُرا کیا (غیر پسندیدہ فعل کیا)[2]

غلام[3]، اندھے، حرامی، جاہل، فاسق اور بدعتی[4] کی امامت مکروہ ہے۔ نماز کو طویل کرنا اور برہنہ

(بقیہ حاشیہ ۵) یعنی جو احکام قرأت کا زیادہ واقف ہے صرف زیادہ سورتوں کے یاد ہونے کا لحاظ نہیں۔ (مراقی)

[6] یعنی سب علماء اور حفاظ ہیں برابر درجہ کے یا متعدد علماء وحفاظ ہیں۔ یا عالم وحافظ کوئی بھی نہیں تو ان تینوں صورتوں میں پرہیزگاری وجہ ترجیح ہوگی۔ واللہ اعلم

[1] اگر نمازیوں کو کسی امام کی امامت ناگوار ہو تو اس کی تین صورتیں ہوں گی۔ یا تو امام میں کوئی خرابی تھی جو کہ مقتدیوں کے لیے باعث ناگواری تھی۔ مثلاً وہ بدعتی یا فاسق ہے۔ اور یا اس لیے ناگواری ہوگی کہ اس سے بہتر کوئی اور شخص ہے جس کو یہ امام موقعہ نہیں دیتا۔ ان دونوں صورتوں میں امام گنہگار ہوگا۔ اور اگر وہی مستحق امامت تھا اور اس سے بہتر کوئی نہ تھا پھر بھی مقتدی اس سے نفرت کرتے ہیں تو اس صورت میں امام گنہگار نہ ہوگا۔

[2] یعنی ایسا کام کیا جو پسندیدہ اور افضل نہیں ہے، اس سے گنہگار نہیں ہوں گے۔

[3] غلام یا حرامی کی امامت اس لیے مکروہ ہے کہ یہ لوگ عموماً جاہل غیر مہذب ہوتے ہیں۔ لیکن اگر وہ عالم اور پرہیزگار ہوں تو کوئی کراہت نہیں۔ اندھے عام طور پر کپڑوں کی حفاظت نہیں کر سکتے، قبلہ کی طرف صحیح نہیں کھڑے ہوتے۔ اور اگر اندھا ہی سب میں بہتر ہے تو کراہت نہیں۔ واللہ اعلم۔ (م)

[4] بدعت کی تعریف یہ ہے۔

ما احدث علی خلاف الحق المتلقی عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من علم وعمل او حال او صفة بنوع استحسان وطریق شبهة وجعل دینا قیما وصراطا مستقیما۔

(شرح نقایہ (اعزازی ص۸۶) وهکذا مراقی والطحطاوی)

یعنی وہ علم وعمل یا حال یا وصف جو کسی ظاہری پسندیدگی کے باعث یا ظاہری مشابہت کی وجہ سے اس طریق حق کے برخلاف (جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا گیا ہے) ایجاد کر لیا گیا ہو۔ اور پھر اس کو دین قیم اور صراط مستقیم قرار دے لیا گیا ہو۔

یہاں یہ بات خاص طور پر خیال کرنے کی ہے کہ اگر کوئی خلاف شرع کام کیا جاتا ہے مگر اس کو دین کا کام نہیں مانا جاتا تو وہ گناہ تو ہو سکتا ہے مگر اس کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔ شادی کی رسمیں جو تفریح اور خوش طبعی کے لیے کی جاتی ہیں چونکہ ان کو خود ہی رسم یا تفریح سمجھتے ہیں۔ دین کا کام نہیں سمجھتے۔ لہٰذا بدعت نہیں ہوں گے۔ البتہ حد جواز سے اگر بڑھے ہوئے ہیں تو گناہ ہوں گے۔ ایسے ہی جماعتوں کے بنائے ہوئے دستور العمل یا سرکاری غیر سرکاری محکموں اور اداروں کے قاعدے اور ضابطے چونکہ دین نہیں مانے جاتے اس لیے ان کو بدعت نہیں کہا جائے گا۔ البتہ کوئی ضابطہ خلاف شرع ہو تو اس کو ناجائز یا حرام کہا جائے گا۔

وَالنِّسَاءِ فان فعلنَ يقف الامامُ وسطهنَّ كالعُرَاةِ ويقف الواحدُ عن يمينِ الامامِ والاكثر خلفهُ ويصف الرجَال ثم الصبيَان ثم الخنَاثى ثم النِّسَاءُ

(**فصلٌ** فيما يفعله المقتدى بعد فراغ امامه مِنْ واجبٍ وغيرِهِ) لو سلم الامام قبل فراغ المقتدى من التشهّد يُتمه ولو رفع الامام راسه قبل تسبيح المقتدى ثلاثا فى الركوع او السجود يتابعه ولو زاد الامام سجدة او قام بعد القعود الاخير ساهيا لا يتبعه المؤتمّ وان قيدها سلّم وحده وان قام الامام قبل القعود الاخير ساهيا انتظره المامومُ فان سلم المقتدى قبل ان يقيّد امامه الزائدة بسجدةٍ فسد فرضه وكره سلام المقتدى بعد تشهّد الامام قبل سلامه

لوگوں اور عورتوں کی جماعت بھی مکروہ ہے۔ اگر عورتیں جماعت کریں تو جو عورت امام ہو وہ عورتوں (کی صف) کے بیچ میں کھڑی ہو برہنہ (نماز پڑھنے والوں) کی طرح۔

ایک مقتدی امام کی دائیں جانب کھڑا ہو اور ایک سے زیادہ امام کے پیچھے کھڑے ہوں۔

(اولاً) مرد صفیں لگائیں پھر بچے (صف لگائیں) پھر مخنث پھر عورتیں۔

فصل

اُس واجب وغیر واجب کا بیان جس کو مقتدی امام کے فارغ ہونے کے بعد کرے گا

مقتدی کے التحیات سے فارغ ہونے سے پہلے اگر امام سلام پھیر دے[1] تو مقتدی اپنی التحیات پوری کرے گا۔ اور اگر رکوع یا سجدہ میں مقتدی کے تین مرتبہ تسبیح سے پیشتر ہی امام سر اٹھالے تو مقتدی امام کی متابعت کرے گا۔ اور اگر امام نے ایک سجدہ زائد کرلیا یا قعدہ اخیرہ کے بعد بھول کر کھڑا ہوگیا تو مقتدی امام کی متابعت نہ کرے۔ اور اگر امام نے اس کو سجدہ کے ساتھ مقید کردیا (یعنی اس زائد رکعت کا سجدہ کرلیا) تو مقتدی تنہا ہی (بلا امام کے) سلام پھیر دے۔ اور اگر امام قعدہ اخیرہ[2] سے پہلے بھولے سے کھڑا ہوگیا تو مقتدی اُس کا انتظار کرے گا۔ پس اگر مقتدی اس سے پہلے کہ امام اس زائد رکعت کو سجدہ سے مقید کرے (یعنی اس زائد رکعت کا سجدہ کرے) سلام پھیر دے تو مقتدی کا فرض فاسد ہوجاتے گا۔

امام کے التحیات پڑھ لینے کے بعد امام کے سلام سے پہلے مقتدی کا سلام پھیر لینا مکروہ تحریمی ہے۔

---

[1] اور اگر دعا یا درود شریف باقی رہ گیا تھا کہ امام نے سلام پھیر دیا تو امام کی اتباع کرنی ہوگی۔ کیونکہ درود اور دعا سنت ہے اور امام کی اتباع واجب۔ واجب کے لیے سنت چھوڑ دی جاتی ہے۔ (مراقی الفلاح)

اور اگر پہلی التحیات کے پڑھ چکنے سے پہلے امام تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہوجائے تو اگرچہ یہ بھی ایک قول ہے کہ التحیات ادھوری چھوڑ کر امام کی اتباع کرے۔ مگر راجح قول یہی ہے کہ التحیات ختم کرنے کے بعد تیسری رکعت کے لیے کھڑا ہو۔ واللہ اعلم۔ (مراقی)

[2] کیونکہ یہ قعدہ امام کے بغیر کیا۔ اور مقتدی امام کے بغیر کوئی رکن ادا کرے تو اس سے فرض فاسد ہوجاتا ہے۔ (مراقی)

(فصل فی الاذکار الواردة بعد الفرض) القیامُ الی السّنةِ متصلًا بالفرض مسنونٌ وَعن شمس الائمّة الحلوانی لاباسَ بقراءةِ الاوراد بین الفریضة والسّنّةِ ویستحبُّ للامام بعد سلامہ ان یتحوّل الی یسارہ لتطوع بعد الفرض وان یستقبل بعدہٗ الناسَ و یستغفرون اللّٰہ ثلاثا ویقرءُونَ اٰیةَ الکرسی والمعوّذات ویسبّحونَ اللّٰہ ثلاثا وثلاثینَ و یحمدُونہٗ کذٰلِکَ ویکبرونہٗ کذٰلِکَ ثم یقولونَ لا الٰہَ الا اللّٰہُ وحدہٗ لاشریکَ لہٗ لہُ الملکُ ولہ الحمدُ وھوَ علٰی کلّ شئ قدیرٌ ثم یدعونَ لانفسِہم وللمسلمینَ رافعی ایدیہم ثمّ یمسحونَ بہا وجوھَہُم فی اٰخرہٖ

بابُ ما یفسد الصلوٰة

وَھو ثمانیة وستون شیئًا الکلمة ولو سہوًا او خطأً والدُّعاءُ بما یشبہُ کلامنا وَ

فصل وہ ذکر جو فرض نمازوں کے بعد منقول ہیں

فرض نماز کے متصل ہی سنتوں کے لیے کھڑا ہو جانا مسنون ہے۔ اور شمس الائمہ حلوانی سے منقول ہے کہ فرض اور سنتوں کے بیچ میں وظائف کے پڑھنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور امام کے لیے مستحب ہے کہ سلام پھیرنے کے بعد نفل پڑھنے کے لیے بائیں جانب کو ہٹ جائے۔ اور (یہ بھی) مستحب ہے کہ فرض کے بعد لوگوں کی طرف منہ کرلے۔ اور سب کے سب اللہ سے استغفار کریں (استغفار پڑھیں) تین مرتبہ اور آیۃ الکرسی اور معوذات (قل اعوذ برب الفلق۔ قل اعوذ برب الناس) پڑھیں۔ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ کہیں اور اتنی ہی بار الحمد للہ اور اللہ اکبر کہیں۔ پھر کہیں لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیئ قدیر۔ پھر اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگیں۔ پھر دعا کے ختم پر ہاتھ چہروں پر پھیر لیں۔

باب مفسدات صلوٰة

وہ (نماز کو فاسد[1] کرنے والی باتیں) اڑسٹھ ۶۸ ہیں۔ کلمہ (کوئی لفظ[2]) اگرچہ بھول کر یا خطا اور غلطی[3] سے

---

[1] عبادت کے سلسلہ میں فاسد کے معنی باطل کے ہوتے ہیں اور معاملات کے سلسلہ میں فاسد اور باطل میں فرق ہے۔ (م)

[2] اگرچہ وہ غیر مفید اور بے معنی ہی ہو۔ (فلاح)

[3] سہو، ذہول اور نسیان میں فرق یہ ہے کہ سہو اور ذہول دھیان اور خیال سے اتر جانے کے معنی میں آتا ہے یعنی وہ چیز ذہن اور حافظہ میں تو ہو، اس طرح کہ جب اس کی طرف توجہ کی جائے وہ یاد آجائے دوبارہ یاد کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ اگرچہ اس وقت مستحضر نہ رہی ہو۔ اور نسیان کے معنی ہیں بھول جانا۔ یعنی اس طرح ذہن سے نکل جائے کہ دوبارہ یاد کیے بغیر ذہن ہی میں نہ آئے۔ اور سہو اور خطا میں یہ فرق ہے کہ سہو میں انسان کو خود تنبہ ہو جاتا ہے اور خطا میں خود تنبہ نہیں ہوتا۔ تاوقتیکہ کوئی دوسرا شخص تنبیہ نہ کرے یا کوئی نقصان نہ برداشت کرلے۔ (طحطاوی)

السَّلَامِ بِنِيَّةِ التَّحِيَّةِ وَلَوْ سَاهِيًا وَرَدُّ السَّلَامِ بِلِسَانِهٖ اَوْ بِالْمُصَافَحَةِ وَالْعَمَلُ الْكَثِيْرُ وَ تَحْوِيْلُ الصَّدْرِ عَنِ الْقِبْلَةِ وَاَكْلُ شَيْءٍ مِنْ خَارِجِ فَمِهٖ وَلَوْ قَلَّ وَاَكْلُ مَا بَيْنَ اَسْنَانِهٖ وَ هُوَ قَدْرُ الْحِمَّصَةِ وَشُرْبُهٗ وَالتَّنَحْنُحُ بِلَا عُذْرٍ وَالتَّاْفِيْفُ وَالْاَنِيْنُ وَالتَّاَوُّهُ وَارْتِفَاعُ بُكَائِهٖ مِنْ وَجَعٍ اَوْ مُصِيْبَةٍ لَا مِنْ ذِكْرِ جَنَّةٍ اَوْ نَارٍ وَتَشْمِيْتُ عَاطِسٍ بِيَرْحَمُكَ اللّٰهُ وَجَوَابُ مُسْتَفْهِمٍ عَنْ نِدٍّ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَخَبَرِ سُوْءٍ بِالْاِسْتِرْجَاعِ وَسَارٍّ بِالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَعَجَبٍ بِلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ اَوْ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَكُلُّ شَيْءٍ قُصِدَ بِهِ الْجَوَابُ كَيَا يَحْيٰى خُذِ الْكِتَابَ وَرُؤْيَةُ مُتَيَمِّمٍ مَاءً وَتَمَامُ مُدَّةِ مَاسِحِ الْخُفِّ وَنَزْعُهٗ وَتَعَلُّمُ الْاُمِّيِّ اٰيَةً وَوِجْدَانُ الْعَارِيْ

ہو. ایسی چیز کی دعا جو ہمارے کلام (آپس کی گفتگو) کے مشابہ ہو[1]، تحیہ[2] (تعظیم و آداب) کی نیت سے سلام کر لینا اگرچہ سہواً ہو. سلام کا جواب زبان سے یا مصافحہ سے دینا (قصداً یا بھول کر)، عمل کثیر[3]، سینہ[4] کا قبلہ کی جانب سے پھیر لینا، منہ کے باہر سے کسی چیز کا کھا لینا اگرچہ وہ تھوڑی ہی ہو، دانتوں کے بیچ کی چیز کا کھا لینا جو چنے کی برابر ہو، پینا، بلا عذر کھنکھارنا، اُف کہنا، کراہنا، آہ کرنا[5]، رونے کی آواز بلند کرنا، درد یا مصیبت کے باعث نہ جنت یا دوزخ کے ذکر کے باعث۔

یرحمک اللہ کہہ کر چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دینا، خدا کے شریک کے متعلق دریافت کرنے[6] والے کا جواب لا الہ الا اللہ کہہ کر دینا، بُری خبر کا جواب انا للہ وانا الیہ راجعون پڑھ کر دینا یا اچھی خبر کے جواب میں الحمد للہ کہنا

عجیب خبر کا جواب لا الہ الا اللہ کہہ کر یا سبحان اللہ کہہ کر دینا اور نیز ہر ایسی بات جس سے جواب مقصود ہو جیسے یا یحییٰ خذ الکتاب۔ تیمم والے کا پانی کو دیکھ لینا. موزہ پر مسح کرنے والے کی مدت مسح کا ختم

---

[1] مثلاً دعا مانگے کہ اے اللہ مجھے فلاں قسم کا کپڑا دے دے یا فلاں قسم کا کھانا کھلا دے. یا فلاں عورت سے نکاح کرا دے یعنی ایسے کام کی دعا نماز کے اندر جائز نہیں ہے جو عام طور پر انسان کرتے ہیں اور انسانوں سے کرائے جاتے ہیں البتہ نماز سے باہر ایسی دعا مانگی جا سکتی ہے بلکہ ہر چیز اللہ ہی سے مانگنی چاہیے. (فلاح)

[2] اگرچہ علیکم نہ کہے تب بھی اگر تعظیم و آداب کی غرض سے السلام کہہ دے گا نماز فاسد ہو جائے گی.

[3] عمل کثیر ایسا عمل کہ دیکھنے والا یقین کر لے کہ یہ نماز نہیں پڑھ رہا ہے مگر یہ ضروری ہے کہ وہ دیکھنے والا پہلے سے واقف نہ ہو کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے کیونکہ جس شخص کے سامنے نیت باندھی ہے وہ تو بہرحال جانتا ہی ہے کہ یہ نماز پڑھ رہا ہے اور اگر ایسا دیکھنے والا اس عمل کے باعث یہ یقین نہ کر سکے تو وہ عمل قلیل ہے. (ط)

[4] صلوۃ خوف کی صورت میں یا وہ شخص جس کا وضو ٹوٹ گیا ہو اور وہ وضو کرنے کے لیے جا رہا ہے اس سے مستثنیٰ ہے. تفصیلی مسائل آئندہ آئیں گے. (مراقی)

[5] اگر اپنی آواز خود سن رہا ہے تو اس کا بھی یہی حکم ہے. البتہ مجبوری اور بے اختیاری کی حالت اس سے مستثنیٰ ہے. مثلاً مریض کی کراہ بے اختیار نکل جاتے. کیونکہ ایسی صورت میں اس کی حیثیت چھینک جیسی ہوگی. (ط)

[6] مثلاً کسی نے دریافت کیا کہ کیا خدا کا کوئی شریک ہے. اس کے جواب میں لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو نماز فاسد ہو جائے گی.

سَاتِرًا وقدرة المومی علی الرکوعِ والسجودِ وتذکر فائتةٍ لذی ترتیبٍ واستخلافُ مَنْ
لا یصلح اماماً وطلوع الشمس فی الفجر وزوالها فی العیدین ودخول وقت العصر فی الجمعة
وسُقوط الجبیرة عن برءٍ وزوالُ عذر المعذور والحَدَث عمداً او بصُنع غیره والاغماءُ
والجنونُ والجنابة بنظرٍ او احتلامٍ ومحاذاة المشتهاة فی صَلوةٍ مُطلقةٍ مشترکةٍ
تحریمةً فی مکانٍ متحدٍ بلا حائلٍ ونوی امامتها وظهورُ عورةِ من سَبقهُ الحَدَث

ہوجانا، اُس کا موزہ نکل جانا، اُمّی[1] کا کسی آیت کو[2] سیکھ لینا[3] برہنہ شخص کا کسی ستر ڈھانکنے والی چیز کو پالینا۔ اشارہ سے نماز پڑھنے والے کا رکوع اور سجدہ پر قادر ہو جانا، صاحبِ ترتیب کو قضا نماز یاد آجانا، کسی ایسے شخص کو خلیفہ بنا دینا جو امام بننے کے قابل نہ ہو، نماز فجر میں آفتاب نکل آنا، عیدین کی نماز میں آفتاب کا ڈھل جانا، جمعہ کی نماز میں عصر کا وقت آجانا، اچھے ہونے پر زخم کے پھائے کا گر جانا، معذور کے عذر کا جاتا رہنا، قصداً[4] وضو توڑ لینا، یا کسی غیر[5] کے فعل سے حدث ہو جانا، بے ہوشی، جنون دیکھنے یا احتلام[6] کے باعث جنابت، قابل شہوت عورت کا مطلق[7] نماز میں جو تحریمہ[8] کے لحاظ سے مشترک ہو، ایک ہی[9] جگہ میں بلا کسی آڑ کے برابر آجانا[10] (بشرطیکہ[11] امام نے عورت کی امامت کی نیت بھی کی ہو، اس شخص کے ستر کا کھل جانا جس کو حدث (نماز میں)

---

[1] بے لکھا پڑھا جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا تھا اُم کی طرف منسوب ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امة عرب کی جانب منسوب ہے کیونکہ وہ عموماً لکھنا پڑھنا نہیں جانتے تھے۔

[2] خواہ سنکر یا خود سے یاد آجائے۔ (فلاح)

[3] اگر غیر اُمّی کے پیچھے نماز پڑھ رہا تھا تو اس کا یہ حکم نہیں۔

[4] اگر بلا ارادہ حدث ہوگیا تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی بلکہ اس کے لیے مسئلہ یہ ہے کہ وہ وضو کر کے باقی نماز پڑھ لے۔ اس کی شرائط اور تفصیلی احکام دوسری فصل میں مذکور ہیں۔

[5] مثلاً کسی نے نمازی کے پتھر مار دیا جس سے خون بہنے لگا۔ (حاشیہ حضرت استاذ)

[6] صورت مسئلہ یہ ہے کہ نماز میں اونگھ گیا اسی میں خواب دیکھا جس سے احتلام ہوگیا۔

[7] نماز جنازہ اس حکم سے خارج ہوگئی۔ کیونکہ وہ مطلق نماز نہیں۔ ہاں اگر مرد ظہر کی نماز پڑھ رہا تھا اور عورت نے نفل یا عصر کے فرض کی نیت باندھ لی تو مرد کی نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ مطلق نماز پائی گئی۔ (ط)

[8] یعنی دونوں کسی امام کے مقتدی ہوں یا یہ عورت اس مرد کی مقتدی ہو۔ (فلاح)

تنبیہ: یہ بھی ضروری ہے کہ یہ مقابلہ ایسی حالت میں ہو کہ وہ دونوں نماز ادا کر رہے ہوں۔ لیکن اگر ایسی حالت ہو کہ نیت نماز تو موجود ہے مگر ادائیگی نماز کی نہیں ہو رہی جیسے وضو ٹوٹ گیا تھا۔ اب وضو کرنے کے لیے جا رہے ہیں۔ اور جاتے ہوئے یا آتے ہوئے مقابلہ ہوگیا تو اس صورت میں نماز نہیں ٹوٹے گی۔ کیونکہ یہ مقابلہ نماز ادا کرتے وقت نہیں ہوا۔ اسی لیے بعض فقہا نے اداءً کی قید بھی لگائی ہے۔ (ط)

[9] حقیقتاً ایک جگہ ہو یا حکماً ہو۔ مثلاً ایک نیچے ہے اور ایک ایسے چبوترے پر جو قد آدم سے کم اونچا ہے

[10] یا اتنا فاصلہ نہ ہو جس میں ایک آدمی کھڑا ہو سکے۔ (م) ایک ہاتھ لانبی اور ایک انگل موٹی چیز آڑ مانی جائے گی۔ (م)

[11] اور بشرطیکہ اس شخص نے اس کو پیچھے

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

وَلَوِاضْطُرَّ اِلَیْهِ لِکَشْفِ الْمَرْأَةِ ذِرَاعَهَا لِلْوُضُوْءِ وَقِرَاءَتُهٗ ذَاهِبًا اَوْ عَائِدًا لِلْوُضُوْءِ وَمُکْثُهٗ قَدْرَ اَدَاءِ رُکْنٍ بَعْدَ سَبْقِ الْحَدَثِ مُسْتَیْقِظًا وَمُجَاوَزَتُهٗ مَاءً قَرِیْبًا لِغَیْرِهٖ وَخُرُوْجُهٗ مِنَ الْمَسْجِدِ بِظَنِّ الْحَدَثِ وَمُجَاوَزَتُهُ الصُّفُوْفَ فِیْ غَیْرِهٖ بِظَنِّهٖ وَانْصِرَافُهٗ ظَانًّا اَنَّهٗ غَیْرُ مُتَوَضِّئٍ وَاَنَّ مُدَّةَ مَسْحِهٖ انْقَضَتْ اَوْ اَنَّ عَلَیْهِ فَائِتَةً اَوْ نَجَاسَةً وَاِنْ لَّمْ یَخْرُجْ مِنَ الْمَسْجِدِ وَفَتْحُهٗ عَلٰی غَیْرِ اِمَامِهٖ وَالتَّکْبِیْرُ بِنِیَّةِ الْاِنْتِقَالِ لِصَلٰوةٍ اُخْرٰی غَیْرِ صَلٰوتِهٖ اِذَا حَصَلَتْ هٰذِهِ الْمَذْکُوْرَاتُ قَبْلَ الْجُلُوْسِ الْاَخِیْرِ مِقْدَارَ التَّشَهُّدِ وَیُفْسِدُهَا اَیْضًا

پیش آگیا ہے اگرچہ وہ اُس پر مجبور ہی ہو۔ جیسے عورت کا وضو کرنے کے لیے کلائی کھول لینا[1]، ایسے شخص کا وضو کو جانے یا وضو کر کے لوٹنے کی حالت میں قرآن شریف[2] پڑھنا۔ اور حدث پیش آجانے کے بعد[3] بلا عذر حالت بیداری میں ایک رکن کی بمقدار ٹھیر جانا، قریب کے پانی کو چھوڑ کر اس کے ماسوا دوسرے پانی پر جانا، حدث کے خیال سے مسجد سے نکل جانا اور مسجد نہ ہو تو صفوں سے گذر جانا، اپنی جگہ سے (نماز کی حالت میں) اس گمان سے ہٹ جانا کہ وہ وضو سے نہیں ہے (یا) مدت مسح ختم ہو گئی ہے یا اس پر قضا نماز ہے یا اس پر ناپاکی لگی ہوئی ہے، اگرچہ وہ ان صورتوں میں مسجد سے نہ نکلا ہو۔

اور اپنے امام کے علاوہ[4] (کسی دوسرے کو) لقمہ دینا، اس نماز کے علاوہ (جس کو پڑھ رہا ہے) کسی دوسری نماز کی طرف منتقل ہونے کی نیت سے اللہ اکبر کہنا (جبکہ مذکورہ بالا چیزیں آخری قعدہ[5] میں التحیات کی بمقدار بیٹھنے سے پہلے ہو گئی ہوں۔

(بقیہ حاشیہ ص۸۳)

ہٹنے کا اشارہ بھی نہ کیا ہو۔ لیکن اگر امام نے عورتوں کی امامت کی نیت نہیں کی تھی یا اس نمازی نے اس کو اشارہ کیا تھا مگر عورت پیچھے نہیں ہٹی تو عورت کی نماز ٹوٹ جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ مقابلہ عورت کا مرد سے نو شرطوں کے پائے جانے پر مفسد نماز ہوگا۔

۱۔ عورت کا قابل شہوت ہونا۔

۲۔ نماز مطلق ہو۔

۳۔ تحریمہ میں اشتراک ہو۔

۴۔ یہ مقابلہ ایک رکن یا ایک رکن سے زیادہ مقدار میں رہا ہو

۵۔ جگہ ایک ہو۔

۶۔ کوئی آڑ نہ ہو۔ ۷۔ ادا میں اشتراک ہو۔

۸۔ مرد نے پیچھے ہٹنے کا اشارہ نہ کیا ہو۔

۹۔ امام نے عورتوں کی امامت کی نیت کی ہو۔

[1] حدث سے نماز نہیں ٹوٹتی البتہ ستر کھل جانے سے نماز ٹوٹ جائے گی۔

[2] یعنی نماز میں جو قرآت فرض تھی اگرچہ وہ پڑھتا رہا تو نماز نہیں ہوگی کیونکہ یہ فرض حدث کی حالت میں ادا ہوگا یا چلنے کی حالت میں لہذا یہ فرض صحیح نہیں ہوگا۔ اور جب نماز کا یہ فرض صحیح نہیں ہوگا تو پوری نماز فاسد ہو جائے گی۔ (م)

[3] اگر مجمع کی کثرت، ہجوم، یا نکسیر چلنے یا سو جانے کے باعث کچھ وقفہ ہو گیا تو وہ معذور مانا جائے گا۔

ان صورتوں میں اپنی جگہ سے اس خیال سے ہٹ رہا ہے کہ نماز ٹوٹ گئی اور وضو ٹوٹ جانے کی مذکورہ بالا صورتوں میں یہ خیال نہ تھا۔ بلکہ نماز کی درستی کا خیال تھا۔ لہذا ان صورتوں میں نماز نہیں ٹوٹی۔ منہ

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

مَدّ الهمزة فی التکبیرِ وَقراءةُ مَا لایحفظ مِن مصحَفٍ وَاداءِ رکن او امکانہ مع کشف العورة او مَع نجاسةٍ مانعةٍ ومسابقةُ المقتدی برکن لم یشارکہ فیہ امامہ وَ متابعةُ الامام فی سجود السهو للمسبوق وَعدم اعادة الجلوس الاخیر بعد اداء سجدةٍ

نیز ہمزہ کا تکبیر[1] میں دراز کرنا (کھینچنا) بھی نماز کو فاسد کر دیتا ہے (اسی طرح) قرآن شریف[2] میں دیکھ کر پڑھنا جو اس کو حفظ نہ ہوں۔

کشف عورت یا نجاست مانعہ کے ہوتے ہوئے ایک رکن کو ادا کرنا یا ادا کر[3] سکنا، کسی رکن کو جس میں امام شریک نہ ہوسکا، مقتدی[4] کا پہلے ہی کر لینا، مسبوق کا سجدۂ سہو میں امام کی متابعت کرنا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۴)

[4] اپنے امام کو لقمہ دینے میں نماز نہیں ٹوٹتی خواہ وہ اتنی مقدار پڑھ چکا ہو۔ جو جواز نماز کے لیے کافی ہے یعنی تین آیتیں، یا نہ پڑھی ہوں۔ اور خواہ اس نے دوسری صورت یا رکوع شروع کر دیا ہو یا نہیں۔ (مراقی)

[5] اور اگر آخری قعدہ میں التحیات پڑھ لینے یا التحیات کی مقدار بیٹھنے کے بعد مذکورہ بالا صورتوں میں سے کوئی صورت پیش آئی تو نماز ہو جائے گی۔ (فلاح)

---

[1] اللہ اکبر میں اگر اللہ کا الف کھینچا اور آللہ کہا تو یہ جملہ استفہامیہ ہو گیا۔ گویا یہ دریافت کیا جا رہا ہے کہ کیا اللہ سب سے بڑا ہے؟ ظاہر ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔ اسی طرح اکبر کا الف کھینچ دینے سے آکبار ہو گیا یہ مہمل لفظ ہے اس سے نماز فاسد ہو جائے گی۔

[2] اگر قرآن شریف یا وہ آیتیں حفظ تھیں۔ مگر نماز میں ان کو دیکھ کر پڑھ رہا ہے، تو اگر قرآن شریف کو ہاتھ میں اٹھائے رکھا ہے تو نماز نہیں ہوگی اور اگر قرآن شریف ہاتھ میں اٹھائے ہوئے نہیں ہے تو نماز ہو جائے گی۔ (مراقی)

[3] یعنی اتنی دیر تک ناپاکی کا رہنا جتنی دیر میں ایک رکن ادا کیا جا سکے۔ پس اگر ناپاکی بدن پر پڑتے ہی ہٹا دی یا ستر کھلتے ہی چھپا لیا تو نماز نہیں ٹوٹے گی۔ (فلاح)

[4] مثلاً امام کے رکوع سے پہلے مقتدی نے رکوع کر لیا۔ اور امام کے رکوع سے پہلے ہی یہ مقتدی کھڑا ہو گیا اور پھر دوبارہ امام کے ساتھ یا امام کے بعد رکوع بھی نہیں کیا تو نماز نہیں ہوگی۔ (مراقی الفلاح)

[5] صورت مسئلہ یہ ہے کہ امام نے تو سلام پھیر دیا مسبوق باقی ماندہ نماز پڑھنے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ اور سجدہ بھی کر لیا، اس کے بعد امام کو یاد آیا کہ اس کو سجدہ سہو کرنا تھا چنانچہ اس نے سجدہ سہو کیا اب اس مسبوق نے بھی امام کے ساتھ سجدہ کیا تو اس صورت میں مسبوق کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن اگر وہ مسبوق کھڑا تو ہو گیا لیکن ابھی سجدہ نہیں کیا کہ امام سجدہ سہو کرنے لگا تو اس مسبوق کو امام کے ساتھ سجدہ کرنا چاہیے۔ لیکن اگر نہ کیا تب بھی نماز ہو جائے گی۔ البتہ اس کو فراغت کے بعد سجدہ سہو کر لینا چاہیے اور اگر امام نے غلطی سے سجدہ کر لیا یعنی اس پر واجب تو نہ تھا مگر اس کو خیال ہو گیا کہ واجب ہے اور سجدہ کر لیا اور اس میں مسبوق نے بھی اس کی متابعت کی تب بھی مسبوق کی نماز صحیح ہوگی۔

بہرحال اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ متن کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مسبوق جب حتمی طور پر مسبوق ہو گیا یعنی باقی نماز کی ادائیگی میں وہ امام سے قطعاً علیحدہ ہو گیا۔

فائدہ: اگر مسبوق امام کے سلام پھیرنے سے پہلے مگر امام کی التحیات کے بعد کھڑا ہو گیا تو نماز مسبوق کی ہو جائے گی۔ اور اگر امام کی التحیات سے پہلے کھڑا ہو گیا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔ واللہ اعلم (فلاح وط)

صُلبيّةٍ تذكرها بعد الجُلوس وَعَدم اعادة ركن اداهُ نائمًا وقهقهةُ امام المسبُوق وَحدث العمد بعد الجلوس الاخير وَالسّلام على رأس ركعتين فى غيرُ الثنائية ظانًّا انّهٗ مُسافرٌ او انها الجمُعة او انها التراويح وَهِيَ العِشاءُ اوكانَ قريب عهد بالاسلام فظنّ الفرضَ ركعتين ؛

سجدہ صلبیہ[1] "جو آخری قعدہ کے بعد یاد آیا تھا" کے ادا کرنے کے بعد قعدۂ اخیرہ کا اعادہ نہ کرنا اور اس رکن کا اعادہ نہ کرنا جس کو سوتے ہوئے ادا کیا تھا۔

اور مسبوق کے امام کا قہقہہ یا قصدًا[2] حدث کرلینا، آخری[3] قعدہ کے بعد ثنائی (یعنی دو رکعت والی) نماز (جیسے فرض فجر) کے ماسوا[4] میں دو رکعت پر سلام پھیر دینا یہ گمان کر کے کہ وہ مسافر ہے یا یہ کہ وہ نماز جمعہ[5] ہے یا تراویح ہے۔ حالانکہ وہ عشار کی نماز تھی یا وہ نمازی نیا مسلمان تھا، پس اس نے اس فرض کو دو رکعت کا فرض خیال کرلیا تھا۔

---

[1] وہ سجدہ جو نماز کا رکن ہے۔ سجدہ سہو یا سجدہ تلاوت نہیں۔ مگر حکم سجدۂ تلاوت کا بھی قول مختار کے بموجب یہی ہے کہ اگر آخری قعدہ کے بعد یاد آیا اور اب سجدہ تلاوت کرلیا تو آخری قعدہ کو دوبارہ کرنا چاہیے کیونکہ سجدہ تلاوت قرأت کا تتمہ ہوتا ہے جس کا حق پہلے ہے اور قعدہ اخیرہ ختم نماز پر ہوتا ہے اسی وجہ سے اس کو قعدہ اخیرہ کہا جاتا ہے۔ (مراقی الفلاح وطحطاوی)

[2] اگر بلاقصد ہو تب بھی حکم یہی ہے۔ باقی یہاں قصدًا کی قید اس لیے لگائی کہ اگر اس حدث سے مقصد یہ ہے کہ نماز کو ختم کردے تو اس صورت میں امام صاحبؒ کے نزدیک نماز ہوجائے گی۔ البتہ مکروہ تحریمی ہوگی جس کا اعادہ واجب ہوگا۔ اب یہاں جب حدث اس نے عمدًا کیا ہے تو بظاہر نماز ہوجانی چاہیے۔ اس کا جواب دیا جارہا ہے کہ نہیں ہوگی۔ کیونکہ یہ حدث قصدًا تو بے شک ہے مگر نماز ختم کرنے کے قصد سے نہیں ہے۔

[3] اس کا تعلق قہقہہ اور حدث دونوں سے ہے یعنی آخری قعدہ کے بعد یا التحیات پڑھنے یا اتنی دیر بیٹھنے کے بعد کہ التحیات پڑھ سکتا ہو، امام آواز سے ہنس پڑا۔ یا امام نے قصدًا حدث کرلیا تو امام کی نماز تو ہوجائے گی کیونکہ اس کی نماز کے تمام ارکان ادا ہوچکے ایک سلام باقی رہ گیا تھا تو وہ واجب ہے رکن نہیں۔ اس کے ترک کے باعث نماز مکروہ تحریمہ ہوگی باطل نہ ہوگی۔ مگر مسبوق کی نماز کے ارکان باقی ہیں تو اس کی نماز بیچ ہی میں ٹوٹ گئی۔ لہٰذا مسبوق کی نماز باطل ہوجائے گی۔ (فلاح مع شیئ زائد)

[4] مغرب، عشا، ظہر اور عصر میں

[5] حالانکہ وہ ظہر کی نماز تھی۔

باب زلة القارى

قال المحشى لما رأيت مسائل زلة القارئ من اهم ما يجب العلم بها والناس عنها غافلون ووجدت ما فى الطحطاوى على المراقى اوفى ما فى هذا البحث الحقته بهذا الكتاب مراعاة لمن سلك طريق الهدى واجتنب سبل الهوى ليكون واقيا لى من النيران ووسيلة الى الجنان ورجحانا فى ميزانى عند خفة الميزان وعليه التكلان (قال)

(تكميل) زلة القارئ من اهم المسائل وهى مبنية على قواعد ناشئة من الاختلافات لا كما توهم انه ليس له قاعدة تبنى عليها. فالاصل فيها عند الامام ومحمد رحمهما الله تعالى تغير المعنى تغيرا فاحشا وعدمه للفساد وعدمه مطلقا سواء كان اللفظ موجودا فى القران اولم يكن وعند ابى يوسف رحمه الله ان كان اللفظ نظيره موجودا فى القران لا تفسد مطلقا تغير المعنى تغيرا فاحشا اولا وان لم يكن موجودا فى القران تفسد مطلقا ولا يعتبر الاعراب اصلا ومحل الاختلاف فى الخطاء والنسيان اما فى العمد فتفسد به مطلقا بالاتفاق اذا كان مما يفسد الصلوة اما اذا كان ثناء فلا يفسد ولو تعمد ذلك افاده ابن امير حاج وفى هذا الفصل مسائل.

(الاولى) الخطاء فى الاعراب ويدخل فيه تخفيف المشدد وعكسه وقصر الممدود وعكسه وفك المدغم وعكسه فان لم يتغير به المعنى لا تفسد به صلوته بالاجماع كما فى المضمرات واذا تغير المعنى نحو ان يقرأ واذ ابتلى ابراهيم ربه برفع ابراهيم ونصب ربه فالصحيح عنهما الفساد وعلى قياس قول ابى يوسف لا تفسد لانه لا يعتبر الاعراب وبه يفتى واجمع المتأخرون محمد ابن مقاتل ومحمد بن سلام واسمعيل الزاهد وابى بكر سعيد البلخى والهندوانى وابن الفضل والحلوانى على ان الخطأ فى الاعراب لا يفسد مطلقا وان كان مما اعتقاده كفر لان اكثر الناس لا يميزون بين وجوه الاعراب وفى اختيار الصواب فى الاعراب ايقاع الناس فى الحرج وهو مرفوع شرعا وعلى هذا مشى فى الخلاصة فقال وفى النوازل لا تفسد فى الكل وبه يفتى وينبغى ان يكون هذا فى ما اذا كان خطأ او غلطا وهو لا يعلم او تعمد ذلك مع ما لا يغير المعنى كثيرا كنصب الرحمن فى قوله تعالى الرحمن على العرش استوى اما لو تعمد مع ما يغير المعنى كثيرا او يكون اعتقاده كفرا فالفساد حينئذ اقل الاحوال والمفتى به قول ابى يوسف واما تخفيف المشدد كما لو قرأ اياك نعبد او رب

العالمين بالتخفيف فقال المتأخرون لاتفسد مطلقا من غير استثناء على المختار لان ترك المد وَ التشديد بمنزلة الخطأ فی الاعراب كمَا فی قاضی خَان وَهو الاصحّ كما فی المضمرات وكذا انصّ فی الذخيرة على انه الاصحّ كما فی امير حَاج وَحكم تشديد المخفف كحكم عكسه فی الخلاف والتفصيل وكذا اظهار المدغم وعكسه فالكل نوعٌ واحد كما فی الحلبی ؛

(المسئلة الثانية) فی الوقف والابتداء فی غير موضعهما فان لم يتغير به المعنى لا تفسدُ بالاجماع مِنَ المتقدمين والمتأخرين وَان تغير به المعنى ففيه اختلاف والفتوى على عدم الفساد بكل حَال وهوَ قول عَامّة علمائنا المتأخرينَ لان فی مراعَاة الوقف وَالوصل ايقاع الناس فی الحرج لاسيما العَوام والحرج مَرفوعٌ كما فی الذخيرة والسراجية وَالنصَاب وفيه ايضا لو ترك الوقف فی جميع القرآن لاتفسد صَلوته عندنا واما الحكمُ فی قطع بعض الكلمة كما لو اراد ان يقول الحمد لله فقال ال فوقف على اللام او على الحاء او على الميم او اراد ان يقرأ والعٰديٰت فقال والعا فوقف على العين لانقطاع نفسه او نسيَان الباقی ثم تمم او انتقل الى اية اخرىٰ فالذی عليه عامّة المشائخ عَدم الفسَادُ مطلقا وان غير المعنىٰ للضرورة وعموم البلوىٰ كمَا فی الذخيرة وهو الاصحّ كمَا ذكرهٗ ابو الليث۔

(المسئلة الثالثة) وَضع حَرف مَوضع حَرف اخر فان كانت الكلمة لاتخرجُ عن لفظ القرآن وَلم يتغير به المعنى المرادُ لاتفسد كما لو قرأ ان الظلمونَ بواو الرفع او قال والارض ومَا دحٰهَا مكانَ طحٰها وان خرجَت به عن لفظ القرآن وَلم يتغيّر به المعنى لاتفسدُ عندهمَا خلافا لابی يوسف كمَا قرأ قيامين بالقسط مكان قوامين او دَوّارًا مكان دَيارا وان لم تخرج به عن لفظ القرآن وتغير به المعنىٰ فالخلاف بالعكس كمَا لو قرأ وانتم خامدُون مكان سَامدُون وللمتاخرين قواعدُ اخر غير مَاذكرنا واقتصرنا على مَا سَبق لاطرادهَا فی كل الفروع بخلاف قواعد المتاخرين ؛

واعلمْ انه لايقيس مسَائل زلة القارئ بعضَها على بعض الامَن لهٗ دراية باللغة العَربية و المعَانی وغير ذلك مما يحتاجُ اليه التفسير كما فی منية المصَلی وَفی النهر واحسن مَن لخص مِنْ كلامهمْ فی زلة القارئ الكمال فی زاد الفقير فقال ان كان الخطأ فی الاعراب وَلم يتغير به المعنىٰ ككسر قوامًا مكان فتحها وفتح باء نعبد مكان ضمها لاتفسد وَان غير كنصب همزة العلمَاء وضم هَاء الجلالة من قوله تعالىٰ انما يخشى الله من عبَاده العلمٰٓؤا تفسد على قول المتقدّمين واختلفَ المتاخرونَ فقال ابن الفضل وابن مقاتل وابو جَعفر والحلوانی وابن سَلام واسمٰعيل الزاهدی لاتفسد وَقول هٰؤلاء اوسع وان كان بوضع حَرف مكان حَرف ولم يتغير المعنىٰ نحو اياب مكان

اواب لاتفسد وعن ابی سعید تفسد وکثیرا ما یقع فی قراءۃ بعض القرویین والاتراک والسودان وبالواو نعبد بواو ومکان الھمزۃ والصراط الذین بزیادۃ الالف واللام وصرحوا فی الصورتین بعدم الفساد وان غیر المعنیٰ وتمامہ فیہ فلیراجع واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم واستغفر اللہ العظیم

قراءت کی غلطیاں ترجمہ زلۃ القاری

قرارت کی غلطیوں کے متعلق مصنف نورالایضاح نے تو یہاں بحث نہیں کی مگر اس کی شرح طحطاوی میں اس موقعہ پر ایک جامع اور مفید بحث کی گئی ہے. حضرت علامہ استاذ مولانا الحاج الحافظ محمد اعزاز علی (شیخ الفقہ دارالعلوم دیوبند) رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی شدید ضرورت کا احساس فرماتے ہوئے حاشیہ نورالایضاح میں اس بحث کو نقل فرمایا ہے. حضرت استاذ رحمۃ اللہ کی اتباع میں احقر بھی مناسب خیال کرتا ہے کہ اس کا مفہوم اُردو زبان میں پیش کر دے. واللہ الموفق و ہو المعین۔

آسانی کے لیے احقر نے فقروں پر نمبر ڈال دیئے ہیں.

تکمیل:

(۱) زلۃ القاری (یعنی قرات کرنے والے کی غلطی) کے احکام نہایت ضروری مسائل ہیں۔ سطحی نظر میں یہ خیال ہوتا ہے کہ ان کے لیے قواعد مقرر نہیں. مگر درحقیقت یہ خیال غلط ہے.

ان احکام کے متعلق علماء کے نظریوں میں اختلاف واقع ہوا۔ اور پھر ان مختلف نظریوں کے بموجب کچھ قواعد مرتب ہوئے. زلۃ القاری کے احکام ان قواعد کی روشنی میں ترتیب پاتے ہیں۔

(۲) غلط قرأت سے جو لفظ پیدا ہوا. اس کے متعلق امام اعظم رحمہ اللہ اور امام محمد صاحبؒ یہ بحث نہیں کرتے کہ آیا وہ قرآن پاک میں ہے یا نہیں. ان کے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ اگر معنی میں نمایاں تبدیلی ہوگئی تب تو نماز فاسد ہوگئی ورنہ نماز فاسد نہیں ہوئی.

امام ابو یوسف صاحبؒ کا ضابطہ اس کے برعکس ہے وہ معنی کی نمایاں یا معمولی تبدیلی سے نماز کو فاسد نہیں کہتے ان کے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ غلط قرأت سے جو لفظ پیدا ہوا ہے، اگر وہ قرآن میں کسی جگہ موجود ہے تو نماز فاسد نہیں۔ معنی میں خواہ تبدیلی ہو یا نہیں. اور اگر وہ لفظ قرآن پاک میں کسی جگہ موجود نہیں تو نماز فاسد ہو جائے گی.

امام ابو یوسف صاحبؒ کے نزدیک اعراب کی تبدیلی کا کوئی اعتبار نہیں.

(۳) یہ اختلاف اس صورت میں ہے کہ خطا یا فراموشی سے لفظ میں غلطی ہوگئی ہو۔ لیکن اگر قصداً غلط پڑھا تو بالاتفاق ہر صورت میں نماز فاسد ہو جائے گی. البتہ اگر اس سے حمد و ثنا کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں تو علامہ ابن امیر الحاج نے یہ بتایا ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوگی.

(۴) یہاں چند مسائل پیدا ہوتے ہیں:

پہلا مسئلہ اعراب کی غلطی کے متعلق ہے یعنی زبر، زیر، پیش میں ایک کے بجائے دوسرے کو پڑھ دیا جائے یا تشدید کے بجائے تخفیف یا تخفیف کے بجائے تشدید یا مد کے بجائے قصر یا اس کے برعکس یا ادغام کے بجائے بلا ادغام یا اس کے برخلاف۔ (تفصیل ملاحظہ ہو)

الف۔ اعراب کی غلطی

سے اگر معنی میں تبدیلی نہ ہو تو متفقہ قول ہے کہ نماز میں فساد نہیں آتا۔ (کما فی المضمرات) اور اگر معنی میں تبدیلی پیدا ہو جائے مثلاً وَاِذِ ابْتَلٰی اِبْرَاهِیْمَ رَبُّهٗ۔ ابراہیم کے میم پر پیش یا رب کی با پر زبر پڑھ لے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے ضابطہ کے بموجب توصیح روایت یہی ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ (کیونکہ معنی میں نمایاں تبدیلی پیدا ہو گئی) اور امام ابو یوسف صاحبؒ کے ضابطہ کے بموجب نماز نہ فاسد ہونی چاہیے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اعراب کا اعتبار نہیں۔ اور فتویٰ اسی پر ہے۔ چنانچہ محمد بن مقاتل۔ محمد بن سلام اسمٰعیل زاہد، ابو بکر، سعید بلخی، ہندوانی ابن فضل، اور حلوانی جیسے حضرات متاخرین کا فتویٰ یہ ہی ہے کہ اعراب کی غلطی سے کبھی بھی نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اگرچہ وہ غلطی ایسی ہی کیوں نہ ہو جس پر عقیدہ جما لینا کفر ہوتا ہو۔

ان حضرات کی دلیل یہ ہے کہ عوام الناس[عـه] اعراب کی صورتوں میں تمیز نہیں کر سکتے۔ لہٰذا صحت اعراب کی قید لگانے میں عوام پر غیر قابل برداشت تنگی ہے (جس کو شریعت نے اٹھایا ہے)۔

علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ خلاصہ میں بھی اسی مسلک کو اختیار کیا ہے۔ چنانچہ صاحب خلاصہ کا ارشاد ہے۔ وفی النوازل لا تفسد فی الکل وبہ یفتی۔ یعنی نوازل (کتاب کا نام) میں ہے کہ ان تمام صورتوں میں نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اسی پر فتویٰ ہے۔ مصنف فرماتے ہیں کہ اس قول کی توضیح میں خطا یا نادانستہ غلطی کی شرط ضرور لگائی جائے۔ یعنی نماز اس صورت میں فاسد نہ ہو گی کہ جب نادانستہ طور پر اعراب میں غلطی ہو گئی۔ یا اگر قصداً اعراب غلط پڑھا تھا تو اس غلط اعراب سے معنی میں زیادہ تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔ جیسے کہ الرَّحْمٰنُ علی العرشِ استوٰی میں رحمٰن کے نون پر پیش کے بجائے زبر پڑھا جائے۔

لیکن اگر قصداً غلط اعراب پڑھا جائے اور غلطی بھی ایسی ہو جس سے معنی میں بہت زیادہ تبدیلی ہو جائے یا ایسے معنی پیدا ہوں جس کا عقیدہ کفر ہے۔ تو ایسی صورت میں فساد نماز کا حکم تو کم سے کم درجہ ہے۔

بہرحال امام ابو یوسفؒ کے قول پر فتویٰ ہے۔ یعنی شرائط بالا کا لحاظ رکھتے ہوئے اعراب کی غلطی سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

ب۔ مشدّد کی تخفیف

جیسے ایّاك نعبد یا ربّ العالمین تشدید کے بغیر، متاخرین کا قول یہ ہے کہ مسلک مختار یہی ہے کہ اس صورت میں نماز نہیں ٹوٹتی۔ کیونکہ مد یا تشدید کے چھوڑ دینے کا وہی حکم ہو گا جو اعراب کی غلطی کا۔ چنانچہ قاضی خاں میں یہی تحریر ہے۔ اور مضمرات کی تصریح کے بموجب یہی قول صحیح بھی ہے۔ ذخیرہ میں بھی یہی تصریح ہے کہ یہی قول صحیح ہے۔ اور ابن امیر الحاج نے بھی یہی فرمایا ہے۔

[عـه] جن حضرات کو عربوں کی گفتگو سننے کا موقع ملا ہو، وہ بخوبی جانتے ہیں کہ بسا اوقات وہ آخری حرف کو ساکن بولتے ہیں اور پھر اعراب میں تو بے حد تبدیلی ہوتی ہے۔ ہم لوگ جو نحوی اور صرفی قواعد سے عربی بولتے ہیں، یہی سوچتے رہتے ہیں کہ یہ لفظ فاعل ہے یا مفعول۔ اسی طرح ضمیروں کی حرکتوں میں بھی بہت زیادہ تفاوت ہوتا ہے۔ قُلْتَ کے بجائے قلتُ عموماً بولتے ہیں۔ وغیر ذالک اور پھر دقت یہ ہے کہ ان کو اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔ کہ ان کی گفتگو نحوی یا صرفی قواعد کے اعتبار سے غلط ہوتی ہے۔ حتیٰ کہ کوئی ہندوستانی قواعد نحو سے استدلال کر کے ان کی غلطی نکالے وہ اس کو ایسے ہی احمق بنائیں گے۔ جیسے کوئی عرب یا انگریز اردو کے کسی محاورہ میں کسی نحوی قاعدہ کے لحاظ سے ہماری غلطی نکالنے لگے۔

مخفف کو مشدد پڑھنے کا بھی یہی حکم ہے جو مشدد کو مخفف پڑھنے کا حکم ہے۔ علیٰ ہذا۔ اظہار مدغم اور اس کے برعکس وغیرہ۔

بہرحال یہ تمام صورتیں ایک ہی حیثیت رکھتی ہیں اور اعراب کی غلطی میں جو اختلاف اور جو فیصلہ ہے۔ وہی ان تمام صورتوں میں چلتا ہے۔

دوسرا مسئلہ: موقع وقف اور بے محل ابتداء کے متعلق ہے۔ اس سے اگر معنی میں تبدیلی نہ ہو تو نماز میں فساد نہیں آتا۔ متقدمین اور متاخرین کا اسی پر اجماع ہے۔ اور اگر معنی میں تبدیلی پیدا ہو جائے تو اس میں اختلاف ہے۔ بہرحال فتویٰ یہی ہے کہ نماز نہیں ٹوٹتی۔ اور عام طور پر ہمارے علمائے متاخرین کا یہی قول ہے۔ کیونکہ وقف اور وصل کی پابندی کا حکم خصوصیت کے ساتھ عوام الناس کو پریشانی میں ڈال دیتا ہے۔ حالانکہ اس قسم کی پریشانی سے شریعت اسلام آزاد اور محفوظ ہے۔ ذخیرہ، سراجیہ اور نصاب میں ایسا ہی درج ہے۔ نصاب میں یہ بھی ہے کہ اگر تمام قرآن شریف میں وقف کو چھوڑ دے تو ہمارے علماء کے نزدیک نماز فاسد نہ ہوگی۔

ضروری مسئلہ: اگر ایک کلمہ کا کوئی ٹکڑا دوسرے سے الگ کر دیا۔ مثلاً الحمد للہ کہنے کا ارادہ تھا۔ مگر پہلے ال۔ کہہ کر لام پر وقف کر دیا۔ یا الح کہہ کر حا پر یا میم پر وقف کر دیا۔ یا مثلاً.... والعادیات پڑھنا چاہتا تھا۔ والعا کہہ کر سانس ٹوٹ جانے یا مثلاً باقی حصہ بھول جانے کے باعث عین پر وقف کر دیا پھر باقی حصہ پورا کر لیا۔ یا اس کو چھوڑ کر دوسری آیت شروع کر دی تو (ضرورت اور عمومی بلویٰ کے پیش نظر) عام مشائخ کا مسلک یہی ہے کہ ان صورتوں میں نماز نہیں ٹوٹتی۔ اگرچہ معنی میں تبدیلی ہو جائے۔ کما فی الذخیرۃ وھو الاصح کما ذکرہ ابو اللیث

تیسرا مسئلہ: ایک کلمہ کی جگہ پر دوسرا کلمہ ادا کر دینے کی صورت۔ اس میں چند شکلیں ہیں۔

(۱) یہ غلط کلمہ قرآنی کلمات سے خارج نہیں ہوتا اور جو معنی مقصود اور مراد ہیں اُن میں بھی تبدیلی نہیں واقع ہوئی تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ جیسے ان الظالمین کے بجائے ان الظالمون پڑھا جائے۔ یا طحاھا کے بجائے دحاھا پڑھ دیا جائے۔

(۲) یہ غلط کلمہ قرآنی کلمات سے خارج ہے مگر معنی میں کوئی تبدیلی نہیں ہوتی۔ جیسے قوامین کے بجائے قیامین یا دیارا کے بجائے دوارا تو امام ابو حنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے قول کے بموجب نماز میں فساد نہیں آتا۔ امام ابو یوسفؒ کا قول اس کے خلاف ہے۔

(۳) یہ غلط کلمہ قرآنی کلمات سے تو خارج نہیں مگر معنی میں تبدیلی پیدا کر دیتا ہے۔ مثلاً وانتم سامدون کے بجائے وانتم حامدون پڑھ دیا جائے تو اس صورت میں مسئلہ سابق کے برخلاف ائمہ کے اقوال کا اختلاف ہوگا۔ یعنی امام ابو یوسف کے نزدیک تو نماز فاسد نہ ہوگی اور حضرت امام ابو حنیفہؒ اور امام محمدؒ کے قول کے بموجب نماز فاسد ہو جائے گی۔

متاخرین نے مذکورہ بالا قواعد کے علاوہ کچھ اور قواعد بھی ترتیب دیئے ہیں۔ مگر ہم نے صرف مذکورہ بالا قواعد پر اکتفا کیا۔ کیونکہ یہ قواعد تمام فروعات میں نافذ ہو جاتے ہیں اور متاخرین کے قواعد میں یہ بات نہیں۔

تنبیہ:

یہ خیال رکھو کہ زلۃ القاری کے مسائل میں ایک کو دوسرے پر وہی شخص قیاس کر سکتا ہے جس کو عربی لغت معانی اور اس کے علاوہ ان امور کی کافی واقفیت ہو۔ جن کی تفسیر میں ضرورت ہوتی ہے۔

(منیۃ المصلی)

علامہ کمال نے اس مسئلہ میں فواد التفسیر میں نہایت ہی بہتر اور سب سے عمدہ طور پر کلام فقہاء کا خلاصہ بیان کر دیا ہے۔

(**فصل**) لو نظر المصلی الی مکتوب وفهمه او اکل ما بین اسنانه وکان دون الحمصة بلا عمل کثیر او مر مار فی موضع سجوده لا تفسد وان اثم المار ولا تفسد بنظره الی فرج المطلقة بشهوة فی المختار وان ثبتت به الرجعة

(**فصل**) یکره للمصلی سبعة وسبعون شیئا ترکه واجبا او سنة عمدا کعبثه بثوبه

فصل اگر نماز پڑھنے والا کسی لکھی ہوئی چیز کو دیکھ لے اور اس کو سمجھ لے یا عمل کثیر کے بدون اس کو کھالے جو اس کے دانتوں میں تھی اور چنے سے کم تھی یا کوئی گذرنے والا سجدہ کی جگہ میں گذر جائے تو نماز فاسد نہ ہوگی۔ اگرچہ گذرنے والا گنہگار ہوگا۔

مطلقہ[1] کی فرج کو شہوت کے ساتھ دیکھ لینے سے (مذہب مختار کے بموجب) اس کی نماز نہ ٹوٹے گی۔ اگرچہ اس سے رجعت ثابت ہوجائے گی۔

فصل نماز پڑھنے والے کے لیے ستتر چیزیں مکروہ[2] ہیں۔ کسی[3] واجب یا سنت کا قصداً چھوڑ دینا۔ جیسے اپنے

بقیہ باب زلۃ القاری

علامہ موصوف فرماتے ہیں کہ اگر اعراب میں غلطی ہو اور اس سے معنی میں تبدیلی نہ ہو، جیسے قواماً میں زبر کے بجائے زیر، یا نعبد میں باء کے پیش کے بجائے زبر پڑھا جائے تو اس سے نماز میں فساد نہیں آتا۔ اور اگر معنی میں تبدیلی ہوجائے جیسے انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء میں لفظ اللّٰہ کی ہ، پر زبر کے بجائے پیش اور علماء کے ہمزہ پر پیش کے بجائے زبر پڑھ دیا جائے تو ایسی صورت میں علماء متقدمین کا تو قول یہ ہے کہ نماز فاسد ہوجاتی ہے۔ لیکن متاخرین کا اختلاف ہے۔ ابن فضل، ابن مقاتل ابوجعفر، حلوانی، ابن سلام اور اسمٰعیل زاہدی فرماتے ہیں، نماز فاسد نہ ہوگی۔ ان حضرات کا قول بہت زیادہ گنجائش لئے ہوئے ہے۔

اور اگر حروف میں غلطی ہو یعنی ایک حرف کے بجائے دوسرا حرف پڑھ لیں جیسے اقواب کے بجائے ایاب پڑھ لیں، تو اگر معنی میں تبدیلی نہیں ہوئی ہے تو نماز فاسد نہ ہوگی اور ابو سعید کا قول فساد کے متعلق مروی ہے۔

بسا اوقات عرب کے دیہاتی، ترکی یا حبشی وغیرہ ایاك کے بجائے ویاك پڑھ دیتے ہیں۔ یعنی الف کے بجائے واؤ۔ صراط الذین کو الصراط الذین پڑھ دیتے ہیں۔ یعنی الف لام زیادہ کر دیتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں تصریح ہے کہ نماز فاسد نہیں ہوتی۔ اگرچہ معنی میں تبدیلی ہو۔ یہ پوری بحث کتاب مذکور میں مطالعہ کی جائے۔ واللّٰہ اعلم بالصواب۔

[1] ہر ایک عورت کے متعلق یہی حکم ہے۔ مطلقہ کے لفظ سے ایک اور مسئلہ کی طرف بھی اشارہ ہوگیا۔ جس کی تصریح کتاب الطلاق میں آئے گی۔

[2] مکروہ محبوب اور پسندیدہ کے مقابلہ میں بولا جاتا ہے۔ اس کی دو قسمیں ہیں تحریمی اور تنزیہی۔ اگر کسی فعل کے متعلق ممانعت وارد ہوئی ہے مگر وہ اپنی پختگی اور ثبوت سند میں اس درجہ پر نہیں کہ جس سے حرمت ثابت ہوسکے تو اس ممانعت سے کراہت تحریمی ثابت ہوگی۔ اور اگر اس فعل کے متعلق ممانعت وارد نہیں ہوئی بلکہ کسی مسنون فعل کے ترک کے باعث کراہت پیدا ہو رہی ہے تو یہ کراہت تنزیہی ہوگی۔ مکروہ تنزیہی مباح کے قریب تر ہے اور مکروہ تحریمی حرام کے۔ تجنیس میں ہے کہ جو نماز کراہت کے ساتھ ادا کی جائے اس کو ایسی طرح لوٹا لینا چاہیئے جس میں کراہت نہ ہو۔ علیٰ ہذا کسی واجب کے چھوٹنے پر اگرچہ نماز ہوجاتی ہے مگر لوٹانا واجب ہے۔ اور سنت کے چھوٹنے پر لوٹانا مسنون ہے (مراقی)

وبدنہ وقلبُ الحصیٰ الا للسجود مرۃ وفرقعۃ الاصابع وتشبیکُھا والتخصّر والالتفات بعنقہ والاقعاء وافتراش ذراعیہ وتشمیر کُمّیہ عنھما وصلوتہٗ فی السّراویل مع قدرتہ علیٰ لبس القمیص وردّ السّلام بالاشارۃ والتربعُ بلاعذرٍ وعقصُ شعرہٖ والاعتجار وھو شدّ الرأس بالمندیل وترک وسطھا مکشوفا وکف ثوبہٖ وسدلہٗ والاندراج فیہ بحیث لایخرج یدیہ وجعل الثوب تحت ابط الایمن وطرح جانبیہ علیٰ عاتقہ الایسر والقراءۃ فی غیر حالۃ القیام واطالۃ الرکعۃ الاولیٰ فی التطوّع و

کپڑے یا بدن سے کھیلنا[1]۔ کنکریوں کو الٹ پلٹ کرنا۔ مگر سجدہ کرنے کے لیے ایک بار کنکریوں کو پلٹنے اور ہموار کرنے میں مضائقہ نہیں۔ (ایک بار سے زیادہ مکروہ ہے) انگلیوں کا چٹخانا۔ انگلیوں میں جال ڈالنا (یعنی ایک ہاتھ کی انگلیوں کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں پھنسا دینا) کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ گردن موڑ کر دیکھنا۔ (اقعا) کتے کی طرح بیٹھنا (یعنی دونوں سرین زمین پر رکھ کر دونوں گھٹنے کھڑے کرکے بیٹھنا) دونوں کلائیوں کو (سجدہ کے وقت زمین پر) بچھانا۔ کلائیوں کے اوپر سے آستین چڑھا لینا۔ (محض) پائجامہ پہن کر نماز پڑھنا (جبکہ وہ کرتہ پہننے کی قدرت رکھتا ہے) اشارہ سے سلام کا جواب دینا۔

بلا عذر چار زانو[2] (پلوتھا مار کر) بیٹھنا۔ (مرد) کو سر کے بالوں کا باندھنا۔ اعتجار یعنی رومال سے سر کا باندھ لینا۔ اور بیچ کے حصہ کو کھلا چھوڑ دینا۔ کپڑوں کو چھپنا[3]۔ کپڑوں کو[4] بدن پر لٹکا لینا۔ (یعنی اس کی وضع کے برخلاف بدن پر ڈال لینا) کپڑے میں اس طرح لپٹ جانا کہ دونوں ہاتھ نہ نکال سکے۔

اور کپڑے کو دہنی (یا بائیں) بغل کے نیچے سے نکال کر دونوں کناروں کو بائیں یا دہنے مونڈھے پر ڈال لینا۔ حالت[5] قیام کے ماسوا میں قرآن شریف پڑھنا۔ نفل[6] نماز میں پہلی رکعت کو دراز کرنا۔ اور باقی تمام نمازوں میں

---

[1] خشوع کے مخالف ہے۔ قرآن کریم میں ہے۔ والذین ھم فی صلوتھم خاشعون۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

ان اللہ تعالیٰ کرہ لکم العبث فی الصلوۃ والرفث فی الصیام والضحک عند المقابر۔ (م)

[2] اگر نماز نہ پڑھتا ہو تو اس طرح بیٹھنے میں کراہت نہیں۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیز فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے اس طرح بیٹھنا ثابت ہے۔ (مراقی الفلاح)

بھوک یا تھکان کے وقت اس طرح بیٹھنے سے سکون ملتا ہے۔

[3] یعنی سجدہ میں جاتے وقت کپڑوں کو سمیٹنا۔

[4] سدل کی تعریف یہ ہے۔ ارخاء الثوب بدون لبس معتاد۔ یعنی جو طریقہ ہو اس طرح نہ پہننا ویسے ہی کپڑے کو بدن پر ڈال لینا۔ (ط)

[5] اسی طرح یہ بھی مکروہ ہے کہ تسبیحات انتقال کو انتقال کے ختم ہونے کے بعد ادا کرے۔ کیونکہ اگر مثلاً رکوع میں پہنچ کر اللہ اکبر کہا تو ایک تو یہ اس کا مقام نہیں۔ دوسرے یہاں سبحان ربی العظیم کہنا چاہیئے تھا اس میں خلل پڑا۔ دو خرابیاں ہوگئیں۔ (مراقی)

[6] یعنی نفل نماز میں دونوں رکعتیں برابر ہونی چاہئیں۔ البتہ جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے مثلاً وتروں میں سبح اسم ربك الاعلیٰ پہلی رکعت میں قل یا ایھا الکفرون دوسری میں قل ھو اللہ تیسری رکعت میں حدیث میں وارد ہے۔ اس قسم کی مرویات

تطويل الثانية على الاولى فی جميع الصلوات وتكرار السورة فی ركعة واحدة من الفرض وقراءة سورة فوق التی قرأها وفصله بسورة بين سورتين قرأهما فی ركعتين وشم طيب وترويحه بثوبه او مروحة مرة او مرتين وتحويل اصابع يديه او رجليه عن القبلة فی السجود وغيره وترك وضع اليدين على الركبتين فی الركوع والتثاؤب وتغميض عينيه ورفعهما الى السماء والتمطی والعمل القليل واخذ قملة وقتلها و تغطية انفه وفمه ووضع شیء فی فمه يمنع القراءة المسنونة والسجود على كور عمامته وعلى صورة والاقتصار على الجبهة بلا عذر بالانف والصلوة فی الطريق والحمام و فی المخرج وفی المقبرة وارض الغير بلا رضاه وقريبا من نجاسة ومدافعا لاحد

دوسری رکعت پہلی سے دراز کرنا۔

فرض کی ایک رکعت میں کسی سورت[1] کو بار بار پڑھنا اور جو سورہ پڑھ چکا اس کے اوپر[2] کی سورت کا پڑھنا۔ اور ان دو سورتوں کے بیچ میں جن کو دو رکعتوں میں پڑھا ہے ایک سورت کا فاصلہ چھوڑنا۔ خوشبو کا سونگھنا۔ اپنے کپڑے سے یا پنکھے سے ایک یا دو مرتبہ[3] ہوا کرنا۔ سجدہ وغیرہ میں ہاتھوں یا پیروں کی انگلیوں کو قبلہ سے پھیر لینا۔ رکوع میں گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کو چھوڑ دینا۔

جمائی[4] لینا۔ آنکھوں کا بند کر لینا۔ آنکھوں کو آسمان کی طرف اٹھانا۔ انگڑائی لینا۔ عمل[5] قلیل۔ جوں پکڑنا اور اس کو مارنا[6]۔ ناک اور منہ کا چھپا لینا۔ کسی ایسی چیز کا منہ میں رکھ لینا جو قراءت مسنونہ میں رکاوٹ پیدا کرے۔ اپنے عمامہ کی کور[7] پر سجدہ کرنا۔ تصویر پر سجدہ کرنا۔ ناک میں کسی عذر (تکلیف) کے بدون محض پیشانی پر (سجدہ میں) اکتفاء کر لینا۔ (یعنی صرف پیشانی کو زمین پر رکھنا۔ راستہ میں۔ حمام میں۔ پاخانے میں۔ قبرستان[8] میں۔ دوسرے کی زمین میں اس کی مرضی کے بدون

---

[1] یا ایک ہی سورت کو دوسری رکعت میں بھی پڑھنا جبکہ اور سورت یاد ہو۔

[2] لیکن اگر پہلی رکعت میں قرآن شریف ختم کیا ہے جیسا کہ تراویح میں ہوتا ہے تو دوسری رکعت میں الم سے پڑھ سکتا ہے۔ بلکہ افضل ہے۔ م

[3] اگر تین مرتبہ پنکھا جھل لیا تو نماز ٹوٹ جائے گی کیونکہ عمل کثیر ہو گیا۔

[4] جہاں تک ممکن ہو منہ کو بند کرنے کی کوشش کرکے ہونٹوں کو دانتوں میں دبا لینے میں مضائقہ نہیں۔ اگر زیادہ مجبور ہو جائے تو قیام کی حالت میں داہنی ہتھیلی کی پشت اور قیام کے ماسوا میں بائیں ہتھیلی کی پشت منہ پر رکھ لے۔ (مراقی)

[5] اس کی مثالیں بہت سی ہیں۔ مثلاً بال نوچنا کھجانا۔ جوں پکڑنا وغیرہ تعریف میں اختلاف ہے۔ آسان تعریف یہ ہے کہ جس کے کرنے والے کو نماز سے خارج نہ سمجھا جائے۔

[6] جوں یا کھٹمل، پسو وغیرہ مار کر مسجد سے باہر ڈالنا چاہیئے۔ مسجد میں ڈالنا مکروہ ہے۔ (مراقی)

[7] کور یعنی صافہ کی لپیٹ اگر پیشانی پر تھی اور سجدہ میں پیشانی اور زمین کے درمیان حائل ہو گئی تو اس صورت میں نماز ہو جائے گی مگر مکروہ ہو گی۔ جیسا کہ ذکر ہے۔ لیکن اگر لپیٹ پیشانی پر نہیں تھی بلکہ سر کے سیدھ میں تھی اور وہ زمین پر رکھی گئی۔ پیشانی نہ رکھی گئی تو نماز نہ ہو گی۔ واللہ اعلم (م)

[8] لیکن اگر قبروں سے الگ مسجد بنی ہوئی ہو تو اس میں نماز پڑھ لینا جائز ہے۔ (مراقی الفلاح)

الاخبثين او الريح ومع نجاسة غير مانعة الا اذا خاف فوت الوقت او الجماعة و الا ندب قطعهما والصلوة فى ثياب البذلة ومكشوف الرأس لا للتذلل والتضرع وبحضرة طعام يميل اليه وما يشغل البال ويخل بالخشوع وعد الاى والتسبيح باليد وقيام الامام فى المحراب او على مكان او الارض وحده والقيام خلف صف فيه فرجة ولبس ثوب فيه تصاوير وان يكون فوق راسه او خلفه او بين يديه او بحذائه صورة الا ان تكون صغيرة او مقطوعة الرأس او لغير ذى روح و ان يكون بين يديه تنور او كانون فيه جمر او قوم نيام ومسح الجبهة من تراب

کسی ناپاکی کے قریب یا اس حالت میں کہ اخبثین یعنی پاخانہ یا پیشاب کو دبا رہا ہو۔ یا ریاح کو روک رہا ہو۔ اور ایسی ناپاکی کے ساتھ جو نماز کے لئے مانع[1] نہیں، نماز پڑھنا مگر جب کہ وقت یا جماعت کے جاتے رہنے کا خوف ہو۔ ورنہ مستحب ہے پاخانہ۔ پیشاب کے دباؤ کا ہٹا دینا۔ اور معمولی[2] کپڑوں میں نماز پڑھنا۔ اور تذلل اور تضرع کی نیت سے نہیں۔ (بلکہ سستی اور لاپرواہی کے باعث) سر کھول کر نماز پڑھنا۔ اور جس کھانے کا اشتیاق تھا اس کے موجود ہوتے ہوئے (نماز پڑھنا) اور ہر ایسی چیز کی موجودگی میں جو دل کو مشغول کرے اور خشوع میں خلل انداز ہو۔ اور آیتوں اور تسبیحات کا ہاتھ سے شمار کرنا۔ اور امام کا محراب میں یا (ایک ہاتھ اونچی) جگہ پر یا زمین پر تنہا کھڑے ہو کر نماز پڑھنا۔

اور ایسی صف کے پیچھے کھڑا ہونا جس میں کشادگی ہو (یعنی ایک آدمی کی جگہ چھوٹی ہوئی ہو) اور ایسے کپڑے کو پہننا جس میں تصویریں ہوں۔ اور یہ کہ کوئی تصویر اس کے سر کے اوپر یا پیچھے یا سامنے یا برابر میں ہو۔ مگر یہ کہ چھوٹی[3] سی ہو یا سر کٹی ہو۔ یا بے جان چیز کی ہو۔

اور یہ کہ اس کے سامنے تنور ہو۔ یا ایسی بھٹی ہو جس میں چنگاریاں ہوں۔ یا اس کے سامنے کچھ لوگ[4] پڑے سو رہے ہوں۔ اور مٹی کو جو اس کو نقصان[5] نہیں پہنچا رہی نماز کے اندر پیشانی سے صاف کرنا۔ اور کسی سورت کو معین

---

[1] یعنی منجمد ناپاکی وزن درہم سے کم اور رقیق ناپاکی عرض درہم سے کم ہو۔

[2] یعنی ایسے کپڑے جن کو پہن کر بازار یا کسی مہذب مجلس میں نہیں جا سکتا۔ ایسے کپڑوں میں نماز پڑھنا نماز سے لاپرواہی کی دلیل ہے لہذا مکروہ ہے۔

[3] چھوٹی تصویر کی تشریح یہ ہے کہ اگر وہ زمین پر رکھی ہوئی ہو اور کوئی شخص کھڑا ہو کر اس کو دیکھے تو اس کے کان ناک نمایاں نہ ہوں۔ غور کرنے پر کچھ تمیز ہو جائے تو مضائقہ نہیں۔ مراقی

روپیہ پیسے یا نوٹ کی تصویریں اسی درجہ کی ہیں جو چھوٹی کہلاتی ہیں۔ ٹکٹ کی تصویر بھی یہی حکم رکھتی ہے۔

[4] بسا اوقات سوتے ہوئے ایسی حرکت ہو جاتی ہے جس پر جاگنے والے بے اختیار ہنس پڑتے ہیں۔ یا وہ حرکت ان کے خیالات کو منتشر کر دیتی ہے۔ اسی خطرے سے سوتے ہوئے کے سامنے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر یہ خطرہ نہ ہو تو کچھ مضائقہ نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ شریف میں نماز پڑھا کرتے تھے اور آپ کے سامنے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سوتی رہتی تھیں۔ م

[5] یعنی نماز میں خلجان نہیں ہو رہا یا اس سے تکلیف نہیں ہو رہی ہے۔ لیکن اگر کوئی تکلیف محسوس کر رہا ہے یا اس کی وجہ سے خیال بٹ رہا ہے تو معمولی سی حرکت سے پونچھ لینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اسی طرح پسینہ کو پونچھنا

لَا یَضُرُّہٗ فی خلال الصَّلوٰۃ وتعیینُ سُوْرۃٍ لا یقرأ غیرھَا الا لیسرٍ عَلیہِ او تبرّکًا بقرأۃ النبیّ صَلی اللّٰہ علیہ وسَلم وَترکُ اتخاذ سُترۃ فی محلّ یظن المرُورُ فیہِ بَین یَدَیِ المصَلی ؎

(**فصُل**) فی اتخاذِ السّترۃ ودَفع المارّ بین یدیِ المصلی) اذا ظنّ مرورہٗ یستحبّ لہٗ ان یغرز سترۃ تکونُ طولَ ذراعٍ فصَاعِدًا فی غلظ الاصبُع وَالسُّنّۃ ان یقرُبَ مِنھَا ویجعَلھَا علیٰ احَدِ حَاجبَیہ لا یصمُدُ الیھَا صَمدًا وان لمْ یجدْ مَا ینصبُہ فلیخط خطًّا طولًا وقالوا بالعَرض مِثل الھلال والمستحبُّ ترکُ دَفع المارّ وَرُخِّصَ دفعُہٗ بالاشارۃ او بالتسبیحِ وکرِہَ الجمعُ بَینھُما ویَدفعہ برفع الصَّوت بالقرأۃِ وتدفعُہٗ بالاشارۃ او التصفیق بظھر اصَابع الیمُنیٰ علیٰ صَفحۃِ کف الیسریٰ ولا ترفع صَوتھا لانّہٗ فتنۃ وَلا

کرلینا کہ اس کے ماسوا نہ پڑھے۔ البتہ اپنی آسانی کے باعث یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قرات سے تبرک کے طور پر۔

اور سترہ بنانے کو ایسی جگہ میں چھوڑ دینا جہاں سامنے سے لوگوں کے گذرنے کا گمان ہو۔

فصل سترہ قائم کرنا اور نماز پڑھنے والے کے سامنے سے گذرنے والے کو ہٹانا

۱ جب گذرنے والے کے گذرنے کا خیال ہو تو نمازی کے لئے مستحب ہے کہ ایسا سترہ گاڑ دے[2] جس کی لمبائی ایک ہاتھ یا ایک ہاتھ سے زیادہ ہو۔ اور (کم از کم) انگلی کی موٹائی کی برابر وہ موٹا ہو۔

اور سنت یہ ہے کہ سترہ کے قریب رہے اور کسی ایک حاجب (بھوں) کے مقابلہ میں اس کو رکھے اور سیدھا اسی کا رُخ نہ کرے[3]

اور اگر کوئی ایسی چیز نہ ملے جس کو کھڑا کرے، تو چاہیئے کہ ایک لکیر لمبائی میں کھینچ دے۔ اور علماء کا قول یہ بھی ہے کہ عرض میں ہلال کی طرح کھینچ دے[4] اور مستحب یہ ہے کہ گذرنے والے کو نمازی (ہاتھ سے) نہ ہٹائے۔ اور اشارے سے یا سبحان اللہ کہہ کر ہٹانے کی اجازت دی گئی ہے۔ اور دونوں کو (اشارہ اور تسبیح کو) ساتھ ساتھ کرنا مکروہ ہے۔ اور قرائت[5] کی آواز بلند کرکے بھی ہٹا سکتا ہے۔

اور عورت اشارہ سے یا داہنے ہاتھ کی انگلیوں کی پشت (اوپر کے حصہ) کو بائیں ہاتھ کی ہتھیلی کے کنارے پر مار کر (گذرنے والے کو) ہٹائے اور اپنی آواز نہ بلند کرے۔ کیونکہ عورت کی آواز فتنہ ہے۔ اور گذرنے والے سے

---

[1] اسی طرح مسجد میں اپنی نماز پڑھنے کے لئے کسی جگہ کا معین کرلینا بھی مکروہ ہے۔ (طحطاوی)

[2] گاڑنا ضروری نہیں ہے۔ کوئی چیز رکھدی جائے بشرطیکہ وہ ایک ہاتھ اونچی اور کم سے کم ایک انگل موٹی ہو تب بھی سترہ ہو جائے گا۔

[3] تاکہ یہ وہم نہ ہو کہ اس چیز کو سجدہ کر رہا ہے اور جو مقصود ہے یعنی گذرنے والے کے باعث طبیعت میں انتشار پیدا نہ ہونا وہ بلا دغدغہ حاصل ہو جائے۔

[4] اور اگر زمین کی سختی کے باعث گاڑ نہ سکے تو کوئی چیز لمبائی میں ڈال دے۔ جیسے گویا گاڑ دی تھی، پھر گر گئی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ اپنا کوڑا ڈال دیا کرتے تھے۔ (مراقی الفلاح)

[5] ڈانٹنے کی طرح نہیں، بلکہ اس طرح کہ جس سے گذرنے والے کو توجہ ہو جائے۔

يقاتِل المارّ وما ورَدَ به مؤوّل بانه كانَ والعمَل مباح وقد نسِخ ٭

(فصل فيما لا يكره للمصلي) لا يكره له شدّ الوسط ولا تقلّدُ بسيف ونحوه اذا لم يشتغل بحركته ولا عدم ادخال يدَيه في فرجيّه وشقه على المختار ولا التوجّه لمصحف او سيف معلق او ظهر قاعد يتحدث او شمع او سراج على الصحيح والسجود على بساط فيه تصاوير لم يسجد عليها وقتل حيّة وعقرب خاف اذاهما ولو بضربات

نماز پڑھنے والا جنگ نہ کرے۔ اور اس مضمون کی جو حدیث وارد ہوئی اس کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ حکم اس زمانہ میں تھا جبکہ نماز میں عمل جائز تھا اور اب منسوخ ہو گیا۔

فصل وہ چیزیں جو نماز پڑھنے والے کے لئے مکروہ نہیں

نماز پڑھنے والے کے لئے کمر کا باندھنا اور تلوار یا تلوار جیسی چیز کا حمائل کر لینا (لٹکانا) جبکہ اس کی حرکت میں اس کا دل مشغول نہ ہو، مکروہ نہیں۔

اور[1] فرجی اور اس کے شق[2] میں ہاتھوں کا ڈالنا مکروہ نہیں۔ مذہب مختار یہی ہے (یعنی فتویٰ اسی قول پر ہے) قرآن پاک یا لٹکی ہوئی تلوار یا کسی بیٹھے ہوئے شخص کی کمر کی طرف جو باتیں کر رہا ہے۔ یا شمع یا چراغ کی طرف منہ کر کے (نماز پڑھنا) صحیح مذہب[3] کے بموجب مکروہ نہیں۔

اور ایسے فرش پر (جس میں تصویریں اس طرح ہوں کہ ان کے اوپر سجدہ نہ کر رہا ہو) سجدہ کرنا مکروہ نہیں۔ اور سانپ یا بچھو کا مار ڈالنا جن کے گزند کا خوف ہو۔ اگرچہ (متعدد) ضربوں سے (مارے جائیں) اور اگرچہ قبلہ سے پھرنا پڑے (ظاہر مذہب کے بموجب) مکروہ نہیں[4]

---

[1] فرجی۔ عبا کی طرح کا ایک کپڑا ہوتا تھا۔ عبا میں آستینیں نہیں ہوتیں بلکہ اس کے جوڑے ہوئے کناروں کے گوشے مونڈھوں پر ڈال لئے جاتے ہیں۔ اور کمر پر پٹکے وغیرہ سے باندھ لیا جاتا ہے۔ فرجی کے گوشے کھلے ہوتے ہوتے ہیں جن میں ہاتھ ڈال کر پوستین کی طرح پہن بھی سکتے ہیں آستینیں نہیں ہوتیں۔ اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ہاتھ ڈال کر پہنتے نہیں بلکہ اس کے گوشوں کو مونڈھوں پر پڑے رہنے دیتے ہیں۔ یہی شکل یہاں مراد ہے جس کو جائز کہا ہے۔ اگرچہ بظاہر ہاتھ ڈالے بغیر محض مونڈھوں پر ڈال لینے میں سدل کی شکل پیدا ہوتی ہے مگر اس کپڑے میں چونکہ دونوں صورتیں رائج ہیں اور خلاف عادت نہیں سمجھی جاتیں لہذا کراہت نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

[2] شق کے معنی حصہ کے بھی ہوتے ہیں اور پہنے ہوئے یا کھلے ہوئے حصہ کو بھی کہتے ہیں۔ شق فرجی سے مراد بظاہر وہ کھلا ہوا حصہ ہے جس میں ہاتھ ڈال لئے جاتے ہیں۔ جیسے عبا کا کھلا ہوا حصہ۔

[3] آگ کی طرف رُخ کر کے نماز پڑھنا اس لئے مکروہ ہے کہ آتش پرستوں سے مشابہت ہوتی ہے۔ مگر وہ چراغ یا شمع کو نہیں پوجتے۔ لہذا ان کی طرف رخ کرنے میں آتش پرستوں سے مشابہت نہیں ہوتی۔ لہذا مکروہ بھی نہیں ہے۔ (ط)

[4] اگر ایسے جانور کے مارنے میں عمل کثیر کرنا پڑے تو صحیح مسلک یہی ہے کہ نماز ٹوٹ جائے گی۔ اور کراہت نہ ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کو نماز توڑنے کا گناہ نہ ہوگا۔ (طحطاوی)

وانحراف عن القبلة في الاظهر ولا باس بنفض ثوبه كيلا يلتصق بجسده في الرّكوع ولا بمسح جبهته من التراب او الحشيش بعد الفراغ من الصّلوٰة وقبل الفراغ اذا ضرّه او شغله عن الصلوٰة ولا بالنظر بموق عينيه من غير تحويل الوجه ولا باس بالصّلوٰة على الفرش والبسط واللبود والافضل الصّلوٰة على الارض او على ماتنبته ولا باس بتكرار السورة في الركعتين من النفل

(**فصل** فيما يوجب قطع الصّلوٰة وما يجيزه وغير ذلك) يجب قطع الصّلوٰة باستغاثة ملهوف بالمصلي لا لنداء احد ابويه ويجوز قطعها بسرقة ما يساوي درهما

اور کپڑے کو جھٹک دینے میں تاکہ رکوع کی حالت میں بدن سے نہ چمٹ جائے[1] مضائقہ نہیں۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد مٹی یا تنکے کو پیشانی سے صاف کر لینے میں کراہت نہیں۔ اور جبکہ مٹی یا تنکا اس کو تکلیف دے رہا ہو یا اس کے دل کو نماز سے پھیر رہا ہو (خلجان پیدا کر رہا ہو) تو فراغت سے پہلے (نماز کے اندر) صاف کر لینے میں بھی کوئی مضائقہ[2] نہیں۔

چہرے کو پھیرے بدون گوشۂ چشم سے دیکھنے میں بھی کراہت[3] نہیں۔ فرش پر، بچھونے پر، اون کے فرش (مثلاً) قالین پر نماز پڑھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور زمین پر یا اُن چیزوں پر جن کو زمین نے اُگایا ہے (مثلاً چٹائی یا پُوال یا پھونس) پر نماز پڑھنا افضل ہے۔ اور نفل کی دو رکعتوں میں سورت کو مکرر پڑھنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

فصل جو چیزیں نماز توڑ دینے کو واجب کر دیتی ہیں اور جو چیزیں جائز کر دیتی ہیں اور اس کے ماسوا (نماز کو مؤخر کرنے اور چھوڑنے کا بیان)

نماز کا توڑ دینا واجب ہو جاتا ہے جبکہ کوئی مصیبت میں مبتلا اس نماز پڑھنے والے سے مدد طلب[4] کرے (لیکن) ماں باپ کے پکارنے سے نماز توڑ دینا واجب نہیں ہوتا[5]

اور نماز توڑ دینا جائز ہوتا ہے کسی ایسی چیز کی چوری (کے خطرہ) سے جو (قیمت میں) ایک درہم کے

---

[1] کبھی کپڑا بدن سے اس طرح چمٹ جاتا ہے کہ اعضا کی وضع ظاہر ہونے لگتی ہے۔ ایسی صورت سے بچنے کے لئے کپڑا جھٹک دینے میں کراہت نہیں۔ واللہ اعلم

[2] پسینہ کا بھی یہی حکم ہے۔

[3] مگر خلاف ادب اور غیر مستحسن ہے۔ (مراقی الفلاح)

[4] مثلاً کوئی شخص کنویں میں گر گیا۔ یا کسی پر کسی ظالم نے یا کسی درندہ نے حملہ کر دیا تو خواہ وہ اسی سے مدد طلب کرے یا کسی اور سے مدد طلب کرے۔ بہر صورت اگر یہ شخص نجات دلا سکتا ہے تو نماز کو توڑ دے۔ ھکذا فی مراقی الفلاح۔ واللہ

[5] البتہ نفل نماز میں اگر ماں یا باپ پکاریں اور ان کو معلوم نہ ہو کہ نماز پڑھ رہا ہے تو نماز توڑ کر جواب دینا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر واقف ہوں اور پھر پکاریں تو اس صورت میں جواب دینا واجب نہیں بہتر ہے کہ نماز نہ توڑے (مراقی الفلاح، طحطاوی)

وَلوَلغيرِهٖ وَخوف ذئب علىٰ غنمٍ اوخوف تردّى اعمىٰ فى بئرٍ وَنحوهٖ وَاذا خَافت القابلة مَوت الولد وَالا فلا باسَ بتاخيرها الصَّلوٰة وتقبل على الولد وكذا المسَافر اذا خاف مِنَ اللصُوص اوقطاع الطريق جَازلهٗ تاخير الوقتيةِ وتارك الصَّلوٰةِ عمدًا كسَلا يضربُ ضربًا شديدًا حتى يَسيل منه الدّم ويحبَس حتّٰى يصَليها وكذا تارك صَوم رَمضانَ وَلا يقتل الا اذا جحَد او استخف باحَدِهِمَا ؛

برابر ہو۔ اگرچہ کسی دوسرے کی ہو۔ نیز بکریوں پر بھیڑیئے کے خطرہ سے یا کسی اندھے کے کنویں اور اس جیسی چیز میں گر جانے کے خطرہ سے[1]

اور جبکہ دایہ کو بچہ کے مر[2] جانے کا خطرہ ہو (تو نماز توڑ دینا واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر نماز نہ پڑھ رہی ہو تو) نماز کے مؤخر کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور بچہ پر متوجہ رہے۔

اور ایسے ہی مسافر جبکہ اس کو چوروں کا یا ڈاکوؤں کا خطرہ ہو تو وقتی نماز کا مؤخر کرنا اس کو جائز ہو جاتا ہے اور سستی کے سبب سے قصداً نماز ترک کرنے والے کو خوب پیٹا جائے یہاں تک کہ اس کے بدن سے خون بہنے لگے۔ اور قید[3] کر دیا جائے تاآنکہ نماز پڑھنے لگے۔ ایسے ہی رمضان کے روزے چھوڑنے والے کو اور قتل نہ کیا جائے۔ مگر جبکہ (فرضیت نماز یا روزہ کا) انکار کرے یا ان دونوں میں سے کسی کی توہین کرے۔

---

[1] اور اگر گر جانے کا گمان غالب ہو تو نماز توڑنا واجب ہو جاتا ہے۔ نفل نماز ہو یا فرض نماز۔ (مراقی الفلاح)

[2] یا بچہ کے یا بچہ کی ماں کے کسی عضو کے ضائع ہو جانے کا خطرہ ہو۔ (مراقی)

[3] حالت قید میں اس کو نصیحت کی جاتی رہے۔ اگر نصیحت کارگر نہ ہو تو مار پیٹ کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ بہرحال یہ دنیاوی تعزیرات ہیں۔ اور آخرت کا عذاب بہت طویل اور بہت سخت ہے۔ اگر تارک الصلوۃ مسلمان ہی مرے تو تب بھی حدیث شریف میں آتا ہے کہ اس کو جہنم کی ایک وادی میں ڈالا جائے گا۔ جس میں بہت تیز آگ ہے اور بیچ میں ایک بہت گہرا کنواں ہے جس کا نام "ہبہب" ہے۔ جس میں اِدھر اُدھر سے راد پیپ بہہ کر آتی ہے۔ یہ کنواں خاص طور سے تارکین نماز کے لئے تیار کیا گیا ہے (معاذ اللہ) خدا ہر مسلمان کو اس سے محفوظ رکھے۔ آمین (مراقی الفلاح)

بَابُ الوِتْرِ

الوتر وَاجبٌ وَهو ثلاث ركعات بتسليمة ويقرأ في كل ركعة منهُ الفاتحة وسُورة وَيجلسُ على راس الاوليَين منه ويقتصرُ على التشهّد ولا يَستفتح عند قيامه للثالثة واذا فرغ من قرأة السوة فيهَا رفع يدَيه حذاء اذنيه ثمّ كبّر وَقنت قائمًا قبل الركوع في جميع السَّنة ولا يقنتُ في غير الوتر وَالقنوت مَعناه الدّعاء وَهوَ ان يقول اللهمّ انا نسْتعينك وَنستهديك ونسْتغفرك ونتوبُ اليك وَنؤمنُ بكَ ونتوكل عَليكَ ونثني عليك الخير كلهٗ نشكرك وَلا نكفرك ونخلع ونترك من يفجرك اللّٰهمَّ اياكَ نعبُدُ وَلكَ نصَلي ونسجُدُ وَاليك نسعٰى وَنحفد ونرجو رَحمتكَ وَنخشٰى عَذابَك ان عَذابَك الجدّ بالكفار ملحق وَصلى الله على النبيّ وَاٰله وَسلم وَالمؤتم

بَاب الوتر

وتر واجب ہے اور اس کی تین رکعتیں ہیں۔ ایک سلام سے۔ اور وتر کی ہر رکعت میں فاتحہ اور سورت پڑھے۔ اور وتر کی پہلی دو رکعتوں کے آخر میں بیٹھ جائے اور صرف التحیات ہی پڑھے اور تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت **سبحانک اللّٰھم** نہ پڑھے۔ اور جب تیسری رکعت میں سورت کے پڑھنے سے فارغ ہو جائے تو دونوں ہاتھوں کو کانوں کی برابر اٹھائے پھر تکبیر کہے اور کھڑے ہوتے رکوع سے پہلے دعاء قنوت پڑھے تمام سال۔

وتر کے ماسوا (کسی اور نماز میں) دعاء قنوت نہ پڑھے۔ اور قنوت کے معنی ہیں دعاء۔ اور اس کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ : اے اللہ ہم تجھ سے (تیری عبادت کے لئے) مدد طلب کرتے ہیں۔ تجھ سے ہدایت کے طالب ہیں۔ اور مغفرت کی درخواست کرتے ہیں۔ اور ہم تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور تجھ پر ایمان لاتے ہیں اور تیرے اوپر ہی بھروسہ کرتے ہیں۔ اور ہر ایک خوبی پر ہم (تیرے احسان کا اقرار کرتے ہوتے) تیری مدح کرتے ہیں۔ (خداوندا) ہم تیرا شکر کرتے ہیں۔ ہم تیرے احسانات کا انکار نہیں کرتے۔ ہم علیحدہ ہوتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے۔ اے اللہ ہم تیری ہی پرستش کرتے ہیں اور تیرے ہی لئے ہم نماز پڑھتے ہیں۔ اور تجھ ہی کو ہم سجدہ کرتے ہیں۔ اور ہم تیری ہی طرف چلتے ہیں اور تیری ہی طرف دوڑتے ہیں۔ ہم تیری رحمت کی امید کرتے ہیں اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں۔ بے شک تیرا عذاب جو واقعی حقیقی ہے کافروں کو لاحق ہوگا۔ (لگے گا)

(دعائے قنوت کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف[1] پڑھے۔

---

[1] یعنی اللھم صل علی محمد آخر تک پڑھے۔ (طحطاوی)

يقرأ القنوتَ كالامامِ وَاذا شرع الامامُ فى الدّعاء بعدَ مَا تقدّمَ قال ابو يوسُف رحمهُ الله يتابعونهٗ ويقرؤنهٗ معهٗ وَقال محمّد لايتابعونهٗ ولكن يؤمّنونَ وَالدّعاء فهُوَ هذا اللّهم اهْدنا بفضلك فيمَن هَديتَ وَعافنا فيمَن عَافيْتَ وَتولنا فيمَن توليْتَ وَبَارك لنا فيما اعطيت وقنا شرّ مَا قضيت انك تقضِى وَلا يقضىٰ عليك انهٗ لايذلّ مَن وّاليتَ وَلا يعزّ مَنْ عَاديت تباركت ربنا وتعاليت وَصلى الله على سَيّدنا محمد وّاٰله وصحبه وسلم وَمن لمْ يحسن القنوتَ يقول اللّهمّ اغفرْلى ثلاثَ مرات اوربنا اٰتنا فى الدّنيا حَسنة فى الاخرة حَسَنة وَقنا عذابَ النّار او يَارَبِّ يَارَبِّ يَارَبِّ واذا اقتدىٰ بمَن يقنتُ فى الفجر قامَ معَهٗ فى قنوته ساكتا فى الاظهرَ ويرسل يدَيه فى جنبَيه وَاذا نسى القنوتَ

اور مقتدی امام کی طرح دعائے قنوت[1] پڑھے۔ مذکورہ بالا قنوت کے بعد اگر امام کوئی اور دعا شروع کردے تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی امام کی اتباع کریں گے۔ اور امام کے ساتھ ساتھ دعا پڑھیں گے۔ اور امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ مقتدی (دعا پڑھنے میں) امام کی اتباع نہ کریں۔ البتہ آمین کہتے رہیں۔ اور دعا کا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ: اے اللہ تو اپنے فضل سے ہمیں ہدایت فرما۔ اُن (نیک بندوں کے زمرہ میں) کہ تو نے ان کو ہدایت فرمائی اور (ان پاک بندوں کے سلسلہ میں کہ تو نے) ان کو عافیت عطا فرمائی ہم کو بھی عافیت عطا فرما۔ اور (ان مقرب بندوں کے گروہ میں کہ تو ان کے معاملات کا) ولی (متکفل اور نگراں) ہوا، ہمارا بھی ولی ہو جا۔ اور جو چیزیں تو نے ہمیں عطا فرمائی ہیں۔ ان میں برکت عنایت فرما۔ اور جو چیزیں تیری قضاء و قدر کے تحت میں آچکی ہیں ان کے شر سے ہمیں محفوظ رکھ۔ بلاشبہ تو ہی فیصلہ فرماتا ہے۔ تیرے اوپر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔ جس کا تو والی ہوا، وہ ذلیل نہیں ہوسکتا۔ اور جس کا تو مخالف ہوا وہ عزت نہیں پاسکتا۔ اے ہمارے پروردگار تو بابرکت ہے اور بالا و برتر ہے۔

(اس کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے آل و اصحاب پر درود و سلام بھیجے۔ (اللّٰهم صل آخر تک پڑھے)

اور جو شخص دعائے قنوت نہ پڑھ سکے وہ اللّٰهم اغْفِرْلی تین مرتبہ کہہ لے یا ربنا اٰتنا فی الدنیا حسنة و فی الاخرة حسنة و قنا عذاب النار پڑھے۔ یا۔ یارَبِّ۔ یارَبِّ۔ یارَبِّ تین مرتبہ کہہ لے۔

اور جب ایسے امام کے پیچھے نماز پڑھے جو فجر کی نماز میں قنوت[2] پڑھتا ہو تو جب وہ قنوت پڑھے تو اس کے[3] ساتھ (پیچھے) خاموش کھڑا رہے۔ (اظہر مذہب یہی ہے) اور اپنے ہاتھوں کو اپنے پہلوؤں کی جانب[4] سیدھا

---

[1] فقط امام کا پڑھنا کافی نہیں، البتہ آہستہ پڑھی جائے اور اگر جماعت کے آدمی نہ جانتے ہوں تو زور سے پڑھنا افضل ہے تاکہ وہ سیکھ لیں۔ (مراقی الفلاح)

[2] جیسا کہ شافعی حضرات نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھا کرتے ہیں۔

[3] بیٹھے نہیں نہ سجدہ میں جائے۔

[4] جیسے سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہ کہنے کے

بقیہ [illegible]

فی الوتر وَتذکرہٗ فی الرّکوع اوالرفع منه لایقنتُ ولوقنتَ بعدَ رفع رَاسه مِنَ الرکوع لایعیدُ الرّکوعَ ویسجد للسّهو لزوَال القنوت عن محلّه الاصلی وَلورکع الامامُ قبلَ فراغ المقتدِی من قراءةِ القنوتِ اوقبل شرُوعه فیهِ وخَافَ فوتَ الرّکوعِ تابع امَامه وَلوترک الامامُ القنوتَ یأتی به المؤتمّ ان امکنه مشَارکةَ الامامِ فی الرکوع وَالا تابعهٗ وَلوادرَکَ الامامَ فی رکوع الثالثةِ مِنَ الوترکان مُدرِکًا للقنوت فلا یاتی به فیمَا سُبق بهٖ ویوتر بجمَاعةٍ فی رمضَان فقط وصلوٰتهٗ مع الجمَاعة فی رَمضَانَ افضل مِنْ ادائهٖ منفردًا اٰخراللیل فی اختیار قاضی خَان قال هوَ الصحیحُ وَصحّحَ غیرہٗ خِلافهٗ ؞

چھوڑدے. اوراگر وتر میں قنوت پڑھنی بھول جائے اور رکوع میں یاد آئے یا رکوع سے اٹھنے کے وقت یاد آئے تو اب قنوت نہ پڑھے۔ اور اگر رکوع سے سر اٹھانے پر دعائے قنوت پڑھ لی تو دوبارہ رکوع نہ کرے (البتہ) قنوت کے اپنی اصلی جگہ سے ہٹ جانے کے باعث سجدہ سہو کرلے۔ اور اگر امام مقتدی کے دعائے قنوت سے فارغ ہونے سے پہلے رکوع کرلے یا مقتدی کے قنوت شروع کرنے سے بھی پہلے رکوع کرلے اور مقتدی کو رکوع کے فوت ہوجانے کا خطرہ ہو تو وہ اپنے امام کی اتباع کرے۔ اور اگر امام قنوت کو چھوڑ جائے تو اگر مقتدی کے لئے امام کے ساتھ رکوع میں شریک ہوجانے کا امکان ہو تو مقتدی قنوت پڑھ لے ورنہ امام کی اتباع کرے.

اور اگر امام کو وتر کی تیسری رکعت کے رکوع میں پایا تو مقتدی (جیسے تیسری رکعت کا مدرک ہوگا ایسے ہی) قنوت کا مدرک ہوگا۔ چنانچہ بعد میں ان رکعتوں میں جو ان سے پہلے پڑھ لی گئیں (جن میں وہ مسبوق ہے یعنی باقی ماندہ دو رکعتوں میں) وہ قنوت نہ پڑھے گا.

اور جماعت کے ساتھ صرف رمضان شریف[1] میں وتر پڑھے (قاضی خاں کے اختیار کے بموجب) رمضان شریف میں وتر کا جماعت کے ساتھ پڑھنا آخر شب میں تنہا ادا کرنے سے افضل ہے۔ قاضی خاں نے کہا یہی صحیح ہے. قاضی خاں کے علاوہ دوسرے حضرات نے اس کے برخلاف کو (یعنی آخر شب میں تنہا پڑھنے کی افضلیت کو) صحیح کہا ہے۔

---

[1] رمضان کے سوا اگر اتفاقیہ طور پر ایک یا دو آدمی پیچھے کھڑے ہوجائیں تو کراہت نہیں۔ لیکن اگر باقاعدہ دعوت دے کر جماعت کی یا اتفاقیہ طور پہ ہی دو سے زیادہ مقتدی ہوگئے تو مکروہ ہے۔ واللہ اعلم (مراقی الفلاح)

(فصل فی النوافل) سنّ سُنۃ مؤکدۃ رکعتان قبلَ الفجر ورکعتان بعدَ الظھرِ وبعدَ المغرب وبعد العشاءِ واربعٌ قبل الظھر وقبل الجمعۃ وبعدَھا بتسلیمۃٍ وندب اربع قبل العصرِ والعشاءِ وبعدہٗ وستٌّ بعدَ المغرب ویقتصرُ فی الجلوس الاول من الرّباعیۃ المؤکدۃ علی التشھد ولایاتی فی الثالثۃِ بدعاءِ الاستفتاح بخلاف المندوبۃِ واذا صلی نافلۃ اکثرمن رکعتین ولم یجلسُ الا فی اٰخرھا صحّ استحسانا لانھا صارتْ صلوٰۃ واحدۃ وفیھا الفرضُ الجلوسُ اٰخرھا وکرہ الزیادۃ علی اربع بتسلیمۃٍ فی النّھار وعلی ثمان لیلا والافضل فیھما رباع عندَ ابی حنیفۃ وعندَھما الافضل فی

فصل[1] نوافِل کا بیان

دو رکعت فجر سے پہلے سنت موکدہ ہیں۔ اور دو رکعت ظہر اور مغرب اور عشاء کے بعد۔ اور چار رکعت ظہر اور جمعہ سے پہلے اور جمعہ کے بعد ایک سلام سے (مسنون ہیں) اور چار رکعت عصر اور عشاء سے پہلے۔ چار رکعت عشاء کے بعد اور چھ رکعت مغرب کے بعد مستحب ہیں۔

اور چار رکعت والی سنت موکدہ کے پہلے قعدہ میں التحیات پر بس کرے (صرف التحیات پڑھ لے) اور تیسری رکعت میں دعاء استفتاح (سبحانک اللہم) نہ پڑھے۔ بخلاف چار رکعت والی مستحب[2] نمازوں کے۔

اور جب نفل نماز دو رکعت سے زیادہ پڑھے اور صرف ان کے آخر میں قعدہ کرے (دو رکعت پر قعدہ نہ کرے) تو استحساناً[3] اُس کی نماز صحیح ہو جاتی ہے۔ کیونکہ یہ ایک ہی نماز ہو گئی۔ اور چار رکعت والی نماز میں وہی جلسہ فرض ہے جو آخر میں ہو۔ اور دن میں ایک سلام کے ساتھ چار رکعت سے زیادہ پڑھنا اور رات کو آٹھ رکعت سے زیادہ پڑھنا مکروہ ہے۔ اور دن اور رات دونوں میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (ایک سلام

---

[1] اس فصل میں سنتوں کا بیان بھی ہوگا۔ مگر چونکہ نفل کا لفظ سنت اور غیر سنت دونوں کو عام ہے۔ اس لئے نوافل کہدیا۔ نفل ایسے فعل کو بھی کہا جاتا ہے جو نہ فرض ہو نہ واجب نہ سنت۔ اور سنت کے لغوی معنی طریقہ اور راستہ کے ہیں۔ مگر اصطلاحاً اس طریقہ کو کہا جاتا ہے جو مذہب میں اختیار اور پسند کیا گیا ہو۔ اور فرض یا واجب نہ ہو۔ سنت کی دو قسمیں ہیں۔ مستحب یعنی غیر موکدہ اور موکدہ۔ (مراقی)

[2] یعنی مستحب نوافل کی چار رکعت میں پہلے قعدہ میں التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا اور تیسری رکعت کے شروع میں اعوذ باللہ اور سبحانک اللہم پڑھنا مستحب ہے۔ مگر یہ محض متاخرین کا قول ہے۔ متقدمین سے ایسی کوئی روایت نہیں ہے۔ (شرح منیۃ بحوالہ مراقی الفلاح)

[3] یعنی جب نفلوں میں ہر دوگانہ الگ الگ ہوتا ہے چنانچہ اگر چوتھی یا تیسری رکعت میں کوئی بات فساد کی پیدا ہو جائے تو صرف دوسرا دوگانہ فاسد مانا جائے گا اور اس کے اعادہ کا حکم ہوگا۔ پہلا دوگانہ صحیح مانا جائے گا۔ اس بنا پر قیاس یہ تھا کہ بیچ کا قعدہ اگر رہ جائے تو نماز نہ ہو کیوں کہ فرض رہ گیا ہے مگر اس واضح قیاس پر فتویٰ نہیں ہے۔ بلکہ دوسری حیثیت کے پیش نظر کہ یہ چاروں رکعت ایک نماز ہیں فتویٰ یہ ہے کہ صرف سجدہ سہو واجب ہوگا۔ نماز لوٹانی نہیں پڑے گی۔ (محمد میاں)

اللیل مثنیٰ وَبہٖ یفتی وَصلوٰۃ اللیل افضل مِنْ صَلوٰۃ النہار وَطول القیام احبّ مِنْ کثرۃ السجود ؞

(فصل فی تحیّۃ المسجد وَصلوٰۃ الضحیٰ وَاحیاءِ اللیالی) سُنّ تحیۃ المسجد برکعتین قبل الجلوس واداء الفرض ینوبُ عنہا وکل صَلوٰۃ ادّاہا عندَ الدخول بلا نیۃِ التحیّۃ وندَبَ رکعتان بعدَ الوضوءِ قبل جَفافہٖ وَاربع فصاعدًا فی الضحیٰ وندب صَلوٰۃ اللیل وَصلوٰۃ الاستخارۃ وصَلوٰۃ الحَاجۃ وندبَ احیاء لیالی العشر الاخیر من رَمضانَ و احیاء لیلتی العیدین وَلیَالی عشر ذی الحجۃ وَلیلۃ النصف من شعبان وَیکرہُ الاجتماعُ علیٰ احیاء لیلۃ من ہٰذہ اللیالی فی المساجد ؞

سے) چار چار رکعت پڑھنا افضل ہے اور صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک رات کو دو دو رکعت پڑھنا افضل ہے۔ اور اسی (صاحبین کے قول) پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔

رات کی نماز دن کی نماز سے افضل ہے اور طول قیام کثرت سجود سے افضل ہے۔

فصل تحیۃ المسجد، چاشت کی نماز، شب زندہ داری

مسجد[1] میں پہنچ کر بیٹھنے[2] سے پہلے دو رکعتوں سے مسجد کا تحیہ ادا کرنا (مسجد کی تعظیم بجالانا) مسنون ہے۔ اور فرض نماز کا ادا کرنا۔ تحیۃ المسجد کے قائم مقام ہو جاتا ہے۔ اسی طرح ہر وہ نماز جس کو مسجد میں جانے کے وقت تحیۃ المسجد کی نیت کے بدون ادا کرے۔ (اس سے بھی مسجد کا یہ تعظیمی حق ادا ہو جائے گا۔)[3]

اور وضو کے بعد وضو خشک ہونے سے پہلے دو رکعت مستحب ہیں۔ اور چار رکعت[4] یا زیادہ چاشت[5] کے وقت مستحب ہیں۔

اور رات کی نماز (تہجد) استخارہ[6] کی نماز اور نماز حاجت بھی مستحب ہے۔ اور رمضان شریف کے عشرہ اخیر کی راتوں کو زندہ رکھنا (نوافل پڑھنا) اور دونوں عیدوں کی راتوں کو اور ذی الحجہ کے عشرہ اول کی راتوں اور نصف شعبان کی شب کو زندہ رکھنا بھی مستحب ہے۔

اور ان راتوں میں سے کسی رات کی زندہ داری کے لئے مساجد میں جمع ہونا مکروہ ہے۔

---

[1] مسجد میں پہلے داہنا پیر رکھے اور یہ دعا پڑھے
اللّٰھم افتح لی ابواب رحمتك
اور نکلتے وقت پہلے دایاں پیر نکالے پھر یہ دعا پڑھے۔
اللّٰھم انی اسئلك من فضلك (مراقی)

[2] بیٹھنے کے بعد تحیۃ المسجد پڑھ سکتا ہے۔ لیکن افضل یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے پڑھ لے۔ (مراقی) اگر مسجد میں بار بار جانا پڑتا ہو تو صرف دو رکعتیں تحیۃ المسجد کی نیت سے دن بھر کے لئے کافی ہیں۔ (مراقی الفلاح)

[3] شرط یہ ہے کہ بیٹھنے سے پہلے نماز پڑھ لے چنانچہ مثلاً ظہر یا جمعہ کے وقت اگر مسجد میں پہنچ کر بیٹھنے سے پہلے سنتوں کی نیت باندھ لی تو سنتوں کے ساتھ تحیۃ المسجد بھی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۴

ادا ہوگیا۔ اور بیٹھنے کے بعد پڑھتا ہے تو تحیۃ المسجد نہیں ہوگا اب تحیۃ المسجد کے لئے علیحدہ نفلیں پڑھنی چاہئیں۔

۴؎ بارہ رکعت تک مستحب ہیں۔

۵؎ ایک نیزہ آفتاب بلند ہوجانے کے بعد سے زوال سے کچھ پہلے تک ان کا وقت ہے۔

۶؎ استخارہ کی مسنون شکل جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سندوں کے ساتھ ثابت ہے یہ ہے کہ دو رکعت نفل نماز پڑھ کر التحیات اور درود شریف کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ ط فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ۔ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاقْدِرْهُ لِیْ وَیَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ وَعَاجِلِ اَمْرِیْ وَاٰجِلِهٖ فَاصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْنِیْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِیَ الْخَیْرَ حَیْثُ كَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِهٖ۔

ترجمہ: اے اللہ میں خیر اور بھلائی کی درخواست کرتا ہوں تیرے علم کے واسطہ سے اور قدرت کی درخواست کرتا ہوں تیری قدرت کا واسطہ دے کر۔ اور میں تجھ سے تیرے فضل عظیم کی مانگ کرتا ہوں۔ کیونکہ تو قادر ہے۔ میں قادر نہیں ہوں۔ تو سب کچھ جانتا ہے میں علم نہیں رکھتا۔ اے اللہ اگر تیرے علم میں یہ بات ہے کہ یہ کام بہتر ہے میرے لئے میرے دین میں میرے معاش روزگار اور میرے کام کے انجام میں اور میرے فوری معاملہ میں اور بعد کے معاملہ میں تو مجھ کو اس کی قدرت عطا فرما۔ اور اگر تیرے علم میں یہ ہے کہ یہ کام برا ہے تو میرے دین میں میرے روزگار میں میرے کام کے انجام میں میرے فوری معاملہ میں اور بعد کے معاملہ میں تو اس کام کو مجھ سے ہٹادے اور مجھے اس کام سے ہٹادے اور مقرر کردے میرے لئے بھلائی جہاں بھی ہو۔ پھر مجھے اس پر راضی کردے۔

ب۔ هٰذَا الْاَمْرَ کہتے ہوئے اپنے دل میں اپنے مقصد کا خیال جمالے۔

ج۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ جب کسی کام کا قصد کرو، تو سات مرتبہ استخارہ کرو۔ پھر دیکھو تمہارا دل کس طرف چلتا ہے جس طرف دل چلے اسی میں خیر و برکت ہوگی۔

د۔ معلوم ہوگیا کہ خواب وغیرہ کی ضرورت نہیں بلکہ اصل یہ ہے کہ استخارہ کے معنی ہیں خیر اور بھلائی کو چاہنا یعنی خیر کی دعا کرنا۔ اب جب کہ سات مرتبہ یا تین یا پانچ مرتبہ استخارہ کرلیا تو ایک دعا مانگ لی گئی۔ بعض حدیث کے مطابق یہ دعا ضرور قبول ہوگی۔ یعنی مسنون استخارہ کے بعد جس طرف دل آمادہ ہوگا وہی بہتر ہوگا۔

ھ۔ حج جہاد وغیرہ فرائض اور امور خیر میں استخارہ نہیں ہوتا۔ ہاں وقت روانگی یا اس قسم کی دوسری چیزوں کے لئے استخارہ کرسکتا ہے۔

و۔ حدیث شریف کے اصل الفاظ میں عاقبۃ امری او قال عاجل امری واٰجلہ ہے۔ مگر مراقی الفلاح میں ہے کہ مناسب یہ ہے کہ دونوں روایتوں کو جمع کرکے یہ کہے عاقبۃ امری و عاجل امری واجلہ چنانچہ احقر نے ناظرین کی سہولت کے لئے ایسا ہی کردیا۔ واللہ اعلم

(فصل فی صلوٰۃ النفل جالسًا والصلوٰۃ علی الدابۃ) یجوزُ النفل قاعدًا مع القدرۃ علی القیام لکن لہٗ نصف اجر القائم الا من عذرٍ ویقعُد کالمتشہّد فی المختار وجاز اتمامہٗ قاعدًا بعد افتتاحہٖ قائمًا بلا کراھۃٍ علی الاصحّ ویتنفل راکبًا خارج المصر مؤمیًا الی ایّ جھۃ توجّھت دابتہٗ وبنٰی بنزولہٖ لا برکوبہ ولو کانَ بالنوافل الراتبۃ وعن ابی حنیفۃ رحمہُ اللہ تعالٰی انہٗ ینزلُ لسنّۃِ الفجر لانھا اٰکدُ من غیرھا وجاز للمتطوع الاتکاءُ علی شیءٍ ان تعب بلا کراھۃٍ وان کانَ بغیر عذرٍ کرہَ فی الاظہر لاساءۃ الادب ولا یمنعُ صحّۃ الصّلوٰۃ علی الدّابۃ نجاسۃٌ علیھا ولو کانت فی السّرج والرکابین علی الاصحّ ولا تصحّ صلوٰۃ الماشی بالاجماع

فصل نفل[1] نماز بیٹھ کر اور سواری پر نماز

قیام پر قدرت ہوتے ہوئے بیٹھ کر نفل نماز پڑھنا جائز ہے۔ لیکن اس کا ثواب کھڑے ہوکر نماز پڑھنے والے کے ثواب سے نصف ہوگا مگر عذر کے باعث (یعنی معذور کو کھڑے ہوکر پڑھنے والے کی برابر ثواب ملے گا) اور مذہب مختار کی بموجب التحیات پڑھنے والے کی طرح بیٹھے[2]

اور کھڑے ہوکر نفل شروع کرنے کے بعد بیٹھ کر اس کو تمام کرنا (صحیح مذہب کے بموجب) بلاکراہت جائز ہے۔

اور نفل پڑھ سکتا ہے سواری کی حالت میں شہر سے باہر اشارہ سے اس جانب (رخ کرکے) جس طرف اُس کی سواری چل رہی ہو

(سواری پر نفل نماز شروع کرنے کے بعد (درمیان نماز میں) اترنے سے (سواری پر پڑھی ہوئی رکعتوں پر) بنا کرسکتا ہے۔ سوار ہونے کے بعد زمین پر پڑھی ہوئی نماز کی) بنا نہیں کرسکتا (سواری پر حسب تفصیل بالا نفلیں اور سنتیں پڑھ سکتا ہے) اگرچہ وہ سنت مؤکدہ ہی ہوں۔ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت (بھی ہے) کہ فجر کی سنتوں کے لیئے وہ اترے گا۔ کیونکہ دیگر سنتوں کے مقابلہ میں وہ زیادہ مؤکدہ ہیں۔ اور نفل نماز پڑھنے والے کو اگر وہ تھک گیا ہو تو کسی چیز پر ٹیک لگالینا بلاکراہت جائز ہے۔ اور اگر (تھکاوٹ وغیرہ کے بدون ٹیک لگائی) تو مکروہ ہے۔ (ظاہر مذہب کے بموجب) بے ادبی کے باعث۔

کوئی "پلیدی" جو سواری کے جانور پر ہو اگرچہ وہ زین یا رکابوں پر ہی لگی ہو (صحیح مذہب کے بموجب) صحت نماز کے لئے مانع نہیں۔ پیادہ چلنے والے کی نماز بالاتفاق درست نہیں۔

---

[1] اس میں سنتیں بھی داخل ہیں۔

[2] لیکن اگر کسی اور صورت سے بیٹھ گیا تب بھی حرج نہیں۔ م

(فصلٌ فی صلوٰۃ الفرض والواجب علی الدّابّۃ) لایصحّ علی الدّابّۃ صلوٰۃ الفرائض والواجبات کالوتر والمنذور وماشرع فیہ نفلا فافسدہٗ ولاصلوٰۃ الجنازۃ وسجدۃ تلیت اٰیتھا علی الارض الا لضرورۃ کخوف لصّ علٰی نفسہ اودابّتہ اوثیابہٖ لونزل وخوف سبع وطین المکان وجموح الدّابّۃ وعدم وجدان من یرکبہ لعجزہٖ والصّلوٰۃ فی المحمل علی الدّابۃ کالصّلوٰۃ علیہا سواءٌ کانت سائرۃ اوواقفۃ ولوجعل تحت المحمل خشبۃ حتّٰی بقی قرارہٗ الی الارض کان بمنزلۃ الارض فتصحّ الفریضۃ فیہ قائما ؛

(فصل فی الصلوٰۃ فی السّفینۃ) صلوٰۃ الفرض فیہا وھی جاریۃ

فصل فرض اور واجب نماز سواری پر

فرض نمازیں اور واجب نمازیں مثلاً وتر[1] اور منت مانی ہوئی نمازیں اور وہ نماز جو بطور نفل شروع کی گئی پھر اُس کو فاسد کر دیا سواری پر درست نہیں۔

اور جنازہ کی نماز اور وہ سجدۂ تلاوت جس کی آیت زمین پر پڑھی گئی تھی (سواری پر درست نہیں) مگر ضرورت کے باعث (یہ تمام نمازیں سواری پر درست ہو جاتی ہیں) مثلاً اگر یہ سواری سے اترے تو خود اپنی جان کے متعلق یا سواری یا کپڑوں کے متعلق چور کا خطرہ ہو یا درندہ کا خوف ہو۔

اور مثلاً نیچے کی جگہ کے کیچڑ (دل دل[2]) اور سواری کے جانور کی سرکشی اور شوخی اور اس شخص کا موجود نہ ہونا جو اس کو سواری پر سوار کرا سکے جب کہ یہ خود سوار ہونے سے عاجز[3] ہو۔ (ان سب صورتوں میں سواری پر نماز پڑھ سکتا ہے) اور کجاوہ میں (جو سواری پر رکھا ہوا ہے) نماز پڑھنا دابہ پر (سواری پر) نماز پڑھنے کے مانند ہے۔ وہ سواری چل رہی ہو یا ٹھہری ہو۔ اور اگر کجاوہ کے نیچے لکڑی اس طرح لگا دے کہ کجاوہ کا ٹھیراؤ زمین پر ہو تو یہ کجاوہ بمنزلۂ زمین کے ہوگا۔ لہذا اُس کجاوہ میں کھڑے ہو کر فرض نماز درست ہوگی، بیٹھ کر جائز نہ ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

فصل کشتی میں نماز

چلتی ہوئی کشتی میں بیٹھ کر فرضوں کا پڑھنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بلا عذر بھی رکوع اور سجدہ

---

[1] یا مثلاً عید اور بقرعید کی نماز (مراقی)

[2] یعنی دل دل یا پانی ہو کہ اُس میں چہرہ چھپ جائے یا دھنس جائے گا۔ اور جو چیز اُس پر بچھائی جائے وہ بھی لت پت ہو جائے گی۔ لیکن اگر صرف زمین گیلی ہو تو اُتر کر نماز پڑھے اور اگر دل دل وغیرہ میں کوئی شخص ہے جہاں سجدہ نہیں کر سکتا تو کھڑے کھڑے نماز پڑھ لے اور رکوع اور سجدہ کا اشارہ کرتا رہے۔

[3] اگر بیمار ہے اور سواری سے اترنے میں مرض کی زیادتی کا خطرہ ہے تو سواری پر نماز پڑھ سکتا ہے۔

قاعدًا بلا عذرٍ صحیحۃ عند ابی حنیفۃ بالرکوع والسجود وقالا لا تصح الا من عذرٍ و
ھو الاظھر والعذر کدوران الراس وعدم القدرۃ علی الخروج ولا تجوز فیھا بالایماء
اتفاقا والمربوطۃ فی لجۃ البحر وتحرکھا الریح شدیدًا کالسائرۃ والا فکالواقفۃ علی
الاصح وان کانت مربوطۃ بالشط لا تجوز صلوتہ قاعدًا بالاجماع فان صلی قائما
وکان شیٔ من السفینۃ علی قرار الارض صحت الصلوۃ والا فلا تصح علی المختار الا
اذا لم یمکنہ الخروج ویتوجہ المصلی فیھا الی القبلۃ عند افتتاح الصلوۃ وکلما
استدارت عنھا یتوجہ الیھا فی خلال الصلوۃ حتی یتمھا مستقبلا

کے ساتھ درست ہو جاتا ہے۔ صاحبین رحمہا اللہ فرماتے ہیں عذر کے بغیر صحیح نہیں یہی ظاہر مذہب ہے، اور عذر جیسے سر چکرانا اور باہر نکلنے پر قادر نہ ہونا۔

اور کشتی میں اشارہ سے نماز پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

وہ کشتی جو سمندر کے بیچ میں باندھ دی گئی ہو، اور ہوا اس کو شدت سے حرکت دے رہی ہو چلنے والی کشتی کے مثل (حکم رکھتی) ہے۔ اور اگر (ہوا اس کو جھونکے نہ دے رہی ہو) تو ٹھیری[1] ہوئی کشتی کے مانند ہے صحیح مذہب کے بموجب۔ اور اگر کشتی کنارہ پر باندھ دی گئی ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھنا بالاتفاق ناجائز ہے۔

پھر جب کہ کشتی کنارہ پر باندھ دی گئی ہو، اگر کھڑے ہو کر نماز پڑھی اور کشتی کا کچھ حصہ زمین پر جما ہوا تھا تو نماز درست ہوگی (اور اگر زمین پر ٹھیرا نہ ہو تو) مختار مذہب کے بموجب کھڑے ہو کر بھی نماز درست[2] نہیں۔ مگر جبکہ اس کو باہر نکلنا ممکن نہ ہو۔ کشتی میں نماز پڑھنے والا نماز شروع کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کر لے اور جیسے کشتی قبلہ کے رخ سے گھومتی رہے یہ شخص نماز کے بیچ ہی میں قبلہ کی طرف مڑتا رہے۔ تا آنکہ نماز کو ایسی صورت میں ختم کرے کہ اس کا رخ قبلہ[3] کی طرف ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

---

[1] یعنی بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

[2] کیونکہ اس وقت اس کا حکم گھوڑے یا اونٹ جیسا ہوا کہ اس پر فرض نماز نہیں پڑھ سکتے۔ مگر ہدایہ اور نہایہ میں یہ ہے کہ نماز جائز ہے۔

[3] اگر قبلہ کی طرف منہ نہ ہوا تو نماز درست نہیں۔ جہت قبلہ کی بحث پہلے گذر چکی ہے وہ ذہن میں رہنی چاہیے۔

(فصل فی التراویح) التراویح سنّة للرجال والنّساء وصلوتها بالجماعة سنة کفایة ووقتها بعد صلوة العشاء ویصحّ تقدیم الوتر علی التراویح وتاخیره عنها ویستحبّ تاخیر التراویح الی ثلث اللیل او نصفه ولا یکره تاخیرها الی ما بعده علی الصحیح وهی عشرون رکعة بعشر تسلیمات ویستحب الجلوس بعد کل اربع بقدرها وکذا بین الترویحة الخامسة والوتر وسنّ ختم القرآن فیها مرة فی الشهر علی الصحیح وان ملّ به القوم قرأ بقدر ما لا یؤدی الی تنفیرهم فی المختار ولا یترک الصلوة علی النبی صلی الله علیه وسلم فی کل تشهد ولو ملّ القوم علی المختار ولا

فصل

بیان تراویح[1]

تراویح مردوں اور عورتوں کے لئے مسنون ہے اور جماعت سے تراویح پڑھنا سنت کفایہ[2] ہے اور تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد ہے۔ اور تراویح پر وتروں کا مقدم کرنا بھی صحیح ہے اور موخر کرنا بھی۔

تہائی یا نصف رات تک تراویح کو مؤخر کرنا مستحب ہے اور صحیح مذہب کے بموجب نصف شب کے بعد تک بھی تراویح کا مؤخر کرنا مکروہ نہیں، تراویح کی بیس رکعت ہیں دس سلاموں کے ساتھ۔

اور ہر چار رکعت کے بعد ان چار رکعت کی بمقدار بیٹھنا ایسے ہی پانچویں ترویحہ اور وتر کے درمیان بیٹھنا مستحب ہے۔ صحیح مذہب کے بموجب تراویح کے اندر ماہ رمضان میں ایک مرتبہ قرآن شریف ختم کرنا مسنون ہے۔

اور اگر لوگ اکتائیں (گھبرائیں)، تو مذہب مختار کے بموجب اتنی مقدار پڑھنا ہے جو لوگوں کے انتشار کا[3] باعث نہ بن سکے۔

تراویح کے کسی تشہد (قعدہ) میں درود شریف نہ چھوڑے اگرچہ لوگ گھبرائیں (مذہب مختار کے

---

[1] تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ معنی اصلی استراحت راحت سے ماخوذ ہے۔ چار رکعت کے بعد جو تھوڑی دیر کے لئے بیٹھتے ہیں اس کو ترویحہ کہتے ہیں۔ چونکہ بیس رکعتوں میں پانچ ترویحے ہوتے ہیں اسی لئے اس نماز کو تراویح کہا جاتا ہے۔ اور وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نماز پڑھنا نظر شریعت میں راحت ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ قرة عینی فی الصلوة میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔ دوسری حدیث میں ارشاد ہے روزہ دار کے لئے دو فرحتیں ہیں۔ ایک افطار کے وقت۔ اور دوسری فرحت اس وقت کہ جب اپنے رب سے ملاقات کرتا ہے۔ بظاہر لقاء رب سے مراد تراویح ہے۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا تھا۔ ارحنا بالصلوة یا بلال یعنی اے بلال نماز کی تکبیر کہہ کر ہمیں آرام دلایئے بہرحال اس قسم کی احادیث کی بنا پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ ار رکعت کا نام ترویحہ اس لئے ہے کہ اس سے راحت اور روحانی سکون حاصل ہوتا ہے۔

[2] یعنی اگر محلہ کی مسجد میں تراویح کی جماعت نہ ہوگی تو تمام محلہ والے گناہگار ہوں گے۔ اور اگر مسجد میں جماعت ہوگئی تو ترک سنت کے گناہ سے سارے محلہ والے نجات پاگئے۔

[3] ترجمہ لفظی یہ ہے۔ جو نہ پہنچائے ان کو نفرت کی حد تک۔

يَترك الثناءُ وتسبيحِ الركوع والسجودِ ولا يأتي بالدعاءِ ان مَل القومُ ولا تقضى التراويحُ بفواتها منفرداً ولا بجماعةٍ

بابُ الصلوٰة فى الكعبةِ

صح فرض وَنفل فيهَا وكذا فوقها وان لم يتخذ سُترة لكنّه مكروهٌ لاساءة الادبِ باستعلائهٖ عَليهَا ومَنْ جَعَل ظهرهٗ الىٰ غير وَجه امَامه فيها او فوقها صحّ وان جعل

بوجب) اسی طرح سبحانك اللهم کو، رکوع اور سجدہ کی تسبیحات کو بھی ترک نہ کرے۔ (البتہ) اگر قوم گھبرائے تو التحیات کے بعد دعا نہ پڑھے۔

تراویح کے فوت ہو جانے پر ان کی قضا نہیں نہ منفرداً نہ جماعت کے ساتھ۔

باب۔ کعبہ مکرمہ میں نماز

کعبہ میں اور ایسے ہی کعبہ کے اوپر فرض بھی صحیح ہے اور نفل بھی اگرچہ سترہ نہ قائم کیا ہو۔ لیکن یہ مکروہ ہے کعبہ مکرمہ کے اوپر چڑھنے کی بے ادبی کے باعث۔

اور کعبہ[1] کے اندر یا کعبہ کے اوپر (جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی صورت میں) جو شخص اپنی پشت کو امام کے چہرہ کے سوا (کسی اور رخ کی طرف) کرے تو اس کی نماز درست ہوگی اور اپنی پشت کو امام کے چہرہ کی طرف کرلے تو درست نہ ہوگی۔

---

[1] دو لفظ بولے جاتے ہیں۔ ایک قبلہ دوسرا کعبہ۔ قبلہ کے اصلی معنی ہیں رخ۔ اور کعبہ اس جگہ کا نام ہے جو مسجد حرام میں شہر مکہ میں واقع ہے۔ اب قبلہ صلوٰۃ (یعنی نماز پڑھنے کا رخ) احناف کے نزدیک درحقیقت وہ فضا ہے جو چاروں سمت کے اعتبار سے خانہ کعبہ کی حدود میں محدود ہے اور پست و بالا کے لحاظ سے تحت الثریٰ سے آسمان تک ہے وہ تعمیر جو ان حدود کو گھیرے ہوئے ہے قبلہ نہیں ہے۔ لہٰذا صحابہ کرام کے زمانہ میں جب ایک مرتبہ اس تعمیر کو شہید کیا گیا تو صحابہ کرام نے اس محدود فضاء کی طرف نماز پڑھی ان حضرات نے کوئی سترا نہیں قائم کیا جیسا کہ امام شافعیؒ کا مسلک ہے کہ ایسی صورت میں سترہ قائم کرنا ضروری ہے۔ (مراقی)

[2] وضاحت کے لئے ذیل کا نقشہ ملاحظہ فرمائیے۔

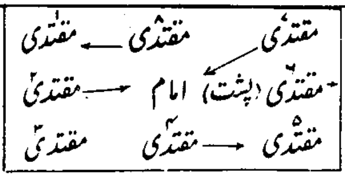

اس نقشہ میں اس نشان ← سے رُخ مراد ہے۔ مطلب یہ ہے کہ مقتدی ۶ جس نے اپنی پشت امام کی طرف کر رکھی ہے اس کی نماز تو درست نہیں۔ باقی اور سب مقتدی جس رخ بھی کھڑے ہوجائیں یا مقتدی ۶ اپنی پشت امام کی طرف نہ رکھے اپنا چہرہ یا اپنی کروٹ امام کی طرف کرلے تو نماز درست ہوجائے گی۔ واللہ اعلم

اصول یہ ہے کہ تقدم اور تاخر کا لحاظ اس وقت ہوتا ہے جبکہ رخ ایک ہو اور کعبہ کے اندر ایک رخ ہونا ضروری نہیں۔ جس طرف بھی نماز پڑھی جائے درست ہے۔ صرف یہ ضروری ہے کہ امام اس کے پیچھے نہ ہو۔ یعنی اس کی پشت

امام کے چہرے کی طرف نہ ہو اور اگر اس کی پشت امام کی پشت کی جانب ہو تب بھی نماز ہو جائے گی
(هكذا استفدنا من مراقي الفلاح)

ظَهْرُهٗ اِلٰى وَجْهِ اِمَامِهٖ لَا يَصِحُّ وَصَحَّ الْاِقْتِدَاءُ خَارِجَهَا بِاِمَامٍ فِيْهَا وَالْبَابُ مَفْتُوْحٌ وَاِنْ
تَحَلَّقُوْا حَوْلَهَا وَالْاِمَامُ خَارِجَهَا صَحَّ اِلَّا لِمَنْ كَانَ اَقْرَبَ اِلَيْهَا فِىْ جِهَةِ اِمَامِهٖ

بَابُ صَلٰوةِ الْمُسَافِرِ

اَقَلُّ سَفَرٍ تَتَغَيَّرُ بِهِ الْاَحْكَامُ مَسِيْرَةُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ مِنْ اَقْصَرِ اَيَّامِ السَّنَةِ بِسَيْرٍ
وَسَطٍ مَعَ الْاِسْتِرَاحَاتِ وَالْوَسَطُ سَيْرُ الْاِبِلِ وَمَشْىُ الْاَقْدَامِ فِى الْبَرِّ وَفِى الْجَبَلِ بِمَا

درست ہے کعبہ سے باہر اس امام کی اقتدار کرنا جو کعبہ کے اندر ہو اور دروازہ[1] کھلا ہو۔

اور اگر نمازی کعبہ کے گرد دائرہ حلقہ کرلیں اور امام بھی خانہ کعبہ کے باہر ہو تو اقتدار صحیح ہے مگر اس شخص کی اقتدار صحیح نہ ہوگی جو امام کی جانب میں خانہ کعبہ سے (امام کی بہ نسبت) زیادہ قریب ہو[2] واللہ اعلم۔

باب۔ مسافر کی نماز

کم سے کم سفر[3] جس سے احکام[4] بدل[5] جائیں وہ سال کے سب سے چھوٹے دنوں تین دن کی متوسط درجہ کی رفتار ہے جو عادت کے بموجب[6] آرام لینے کے ساتھ ہو۔

اور متوسط رفتار خشکی کے میدان میں اونٹوں اور پیدل کی رفتار ہے اور پہاڑوں میں اُس چیز کی رفتار جو پہاڑی علاقہ کے مناسب ہو۔ اور دریا[7] میں اعتدال ہوا کے ساتھ۔

---

[1] اگر دروازہ بند ہو۔ مگر امام کے انتقالات کی خبر ہوتی رہے تب بھی نماز درست ہے۔

[2] ذیل کے نقشہ میں م سے مراد مقتدی ہے۔

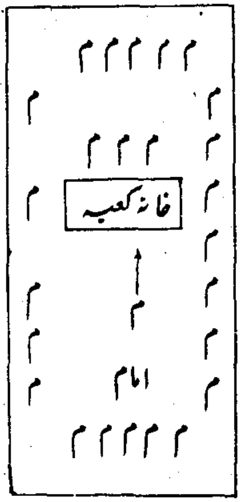

ان میں صرف وہ مقتدی جس کے آگے تیر کا نشان بنا ہوا ہے اس کی نماز درست نہیں۔ کیونکہ وہ اسی طرف کھڑا ہے جس طرف امام ہے اور امام کی بہ نسبت خانہ کعبہ سے زیادہ قریب باقی اور سب مقتدی خواہ وہ خانہ کعبہ سے قریب ہی ہوں مگر ان کی نماز درست ہے کیونکہ اصول یہ ہے کہ تقدم و تاخر کا اعتبار جب ہوتا ہے کہ جب

[3] سفر کے لغوی معنی ہیں قطع مسافت اور شرعی اصطلاح میں خاص مقدار کی مسافت خاص رفتار سے طے کرنے کو سفر کہا جاتا ہے۔

[4] مثلاً فرض چار کے بجائے دو رہ جائیں۔ روزہ رمضان کا التواء جائز ہو جائے۔ مسح خفین کی مدت تین دن ہو جائے گی۔

[5] اصطلاح فقہا میں دو لفظ بولے جاتے ہیں عزیمت یعنی اصلی فریضہ اور رخصت یعنی رعایت۔ پھر رخصت کی دو قسمیں ہیں ایک حقیقی دوسرے مجازی۔ اس لیے رخصت مجازی کو رخصت ترفیہ بھی کہتے ہیں۔ اس رخصت کو مجازی اس لئے کہا جاتا ہے کہ درحقیقت اس موقعہ پر اصلی فرض یہی ہوتا ہے۔ چونکہ بظاہر تخفیف پائی جاتی ہے اس لئے اس کو رخصت کہتے ہیں۔ مثلاً کوئی شخص مجبور کرے کہ معاذاللہ روزہ رمضان توڑ دو ورنہ قتل کر دوں گا۔ یا معاذاللہ کفر یہ کلمہ ادا کر دو ورنہ قتل کر دوں گا۔ ایسے موقعہ پر شریعت

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

يناسبُهٗ وَفي البحرِ اعتدالُ الرِّيحِ فيقصرِ الفرضَ الرُّباعيّ مَن نوَى السَّفرَ ولوكَانَ عاصيًا بسَفرِهٖ اذا جَاوزَ بيُوتَ مقامِهٖ وجَاوزَ ايضًا مَا اتَّصلَ بهٖ مِنْ فنائِهٖ وَانْ انفصَلَ الفناءُ بمزرعةٍ اوقدْرِ غلوةٍ لايشترطُ مجاوَزتهٗ والفناءُ المكانُ المعدُّ لمصَالحِ البلدِ كركضِ الدَّوابِّ وَدَفنِ الموتٰى ويشترطُ لصحةِ نيّةِ السَّفرِ ثلاثةُ اشيَاءٍ الاستقلالُ بالحكمِ وَالبُلوغُ وَعدمُ نقصانِ مُدّةِ السَّفرِ عنْ ثلاثةِ ايامٍ فَلا

لہٰذا جو شخص اس قسم کے سفر کا ارادہ کرے اُس کا چار رکعت والا فرض گھٹ جائے گا اگرچہ وہ اپنے اس سفر میں گنہگار ہو۔ جبکہ وہ اپنے مقام کے مکانات سے نیز اس مقام کے فنا سے جو اس مقام سے متصل ہے گذر جائے (تفسیر آگے آتی ہے) اور اگر فنا ایک کھیت یا ایک غلوہ[٢] کی مقدار اس مقام سے جدا ہو تو اس سے گذر جانا شرط نہیں۔

اور فنا وہ جگہ ہے جو شہر کی مصالح (ضرورتوں) کے لئے مثلاً گھوڑوں کے دوڑانے اور مردوں کے دفن کرنے وغیرہ کے لیے بنائی گئی ہو۔ اور نیت سفر کی درستی کے لئے تین چیزیں شرط ہیں۔ حکم میں مستقل ہونا۔ بالغ ہونا اور سفر کی مدت کا تین دن سے کم نہ ہونا۔

(بقیہ حاشیہ ص۱۱۱)

نے جائز رکھا ہے کہ وہ روزہ توڑ کر یا کلمہ کفر ادا کر کے جان بچالے۔ مگر ظاہر ہے کہ رمضان شریف میں اس روزہ کی فرضیت ساقط نہیں ہوئی یا ایمان لانا معاف نہیں ہوا چنانچہ اعلیٰ درجہ یعنی عزیمت یہی ہے کہ وہ اس جبر وقہر کی پرواہ نہ کرے۔ اور شہید ہو جائے جان بچانے کے لئے کلمہ کفر ادا کر دینا یا روزہ توڑ دینا رخصت ہے۔ یہ حقیقی رخصت ہے دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی شخص شراب پینے پر مجبور کرے کہ پیو ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ اس صورت میں نص قرآن کے بموجب شراب پینے کا گناہ ساقط ہو جاتا ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم میں الّا ما اضطررتم الیہ، فرما کر حالت اضطرار کو حرمت سے مستثنیٰ فرمایا گیا ہے۔ چنانچہ اگر یہ شخص شراب نہ پئے گا اور جان دے دے گا تو گنہگار ہوگا۔ پس حالت اضطرار میں شراب کی اجازت رخصت نہیں بلکہ حکم شریعت ہے مگر چونکہ بظاہر جان بچانے کی صورت ہے اس لئے اس کو رخصت کہا جائے گا۔ یہی صورت سفر میں نماز کی ہے کہ احناف کے نزدیک سفر میں چار کے بجائے دو رکعت ہی فرض ہوتی ہے چنانچہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت صحیح سندوں سے ثابت ہے کہ پہلے نماز کی دو دو رکعت فرض ہوتی تھیں پھر حالت قیام میں چار چار رکعت فرض کی گئیں اور حالت سفر میں بدستور دو دو رکعتیں باقی رہیں۔ اب جبکہ اصل فرض ہی دو رکعت ہیں تو اس کو رخصت کہنا صرف اس بناء پر ہے کہ بظاہر تخفیف ہے۔ چنانچہ مجازی کا مطلب یہی ہے اور اسی بناء پر اگر کوئی شخص سفر میں ظہر کی چار رکعت پڑھے تو وہ ایسا ہے جیسے کوئی صبح کی چار رکعت یا ظہر کی چھ رکعت پڑھے۔

[٦] عرب میں قافلوں کا طریقہ اب بھی یہ ہے کہ صبح سے دوپہر تک چلتے ہیں پھر آرام لیتے ہیں۔ اس کے بعد شام کو چلتے ہیں یا ہندوستان میں اونٹ گاڑیاں عموماً رات رات بھر چلتی ہیں دن کو آرام کرتی ہیں۔

[٧] یعنی جبکہ ہوا موافق رخ پر اعتدال سے چل رہی ہو تو ایسی صورت میں جتنی مسافت تین دن میں کشتی طے کرے وہی مسافت تسلیم کی جائے گی۔

[٨] مثلاً کوئی شخص ڈاکا ڈالنے جا رہا ہے امام شافعیؒ کے نزدیک اس کے لئے قصر جائز نہیں۔ احناف کے نزدیک قصر کرے گا۔

[٢] غلوہ کی مقدار تین سو اور چار سو قدم کے بیچ میں ہوتی ہے۔

يقصُر من لم يجاوز عمران مَقامه او جاوز فكان صبيًا او تابعًا لم ينو متبوعُه السّفر كالمرأة مع زوجها والعبد مع مولاه والجندىّ مع اميره اوناويًا دون الثلاث وتعتبر نية الاقامة والسّفر من الاصل دون التبع ان علم نية المتبوع فى الاصحّ والقصر عزيمة عندنا فاذا اتمّ الرباعيّة وقعد القعود الاوّل صحّت صلوته مع الكراهة والا فلا تصح الا اذا نوى الاقامة لما قام للثالثة ولا يزال يقصر حتى يدخل مصره او ينوى اقامته نصف شهر ببلد او قرية وقصر ان نوى اقلّ منه او لم ينو وبقى سنين ولا تصحّ نية الاقامة ببلدتين لم يعين المبيت

چنانچہ وہ شخص قصر نہ کرے گا جو اپنے مقام کی آبادی سے آگے نہ بڑھا ہو یا آگے بڑھ گیا ہو (مگر) بچہ ہو۔ یا (دوسرے کا) تابع ہو کر اس کے متبوع نے (جس کا یہ تابع ہے) سفر کی نیت نہ کی ہو۔ مثلاً عورت[1] اپنے شوہر کے ساتھ غلام اپنے آقا کے ساتھ۔ فوجی اپنے سردار کے ساتھ یا تین دن سے کم کی نیت کی ہو۔

ٹھیرنے اور سفر کرنے کی نیت اصل کی معتبر ہے نہ تابع کی۔ اگر اصل کی نیت معلوم[2] ہو جائے، صحیح مذہب میں (حالت سفر میں) ہمارے (یعنی احناف کے) نزدیک قصر ہی اصل حکم ہے۔ پس جبکہ چار رکعت والی نماز کو پوری پڑھ لے اور قعدہ اولیٰ میں بیٹھ گیا ہو تو اس کی نماز کراہت کے ساتھ صحیح ہو جائے گی اور اگر قعدہ اولیٰ میں بیٹھا نہ ہو تو نماز ہی نہ ہوگی مگر جب کہ تیسری رکعت کے لئے کھڑے ہونے کے وقت ٹھیرنے کا ارادہ کرے۔

اور مسافر برابر قصر کرتا رہے گا جب تک کہ اپنے شہر میں داخل ہو۔ یا کسی شہر یا گاؤں میں نصف ماہ ٹھیرنے کا ارادہ کر لے اور اگر اس سے کم کی نیت کی یا کچھ بھی نیت نہیں کی۔ مگر برسوں (امروز فردا میں) کسی جگہ رہ گیا قصر کرتا رہے گا۔

اور دو شہروں[3] میں ٹھیرنے کی نیت کہ رات گذارنے کے مقام کو کسی ایک شہر میں مقرر نہ کرے صحیح

---

[1] عورت، غلام اور فوجی سپاہی تابع ہیں۔ شوہر۔ آقا اور سردار نے اگر سفر کی نیت کی تب تو وہ تینوں مسافر مانے جائیں گے ورنہ نہیں۔

[2] چنانچہ اصل یعنی جس کے حکم کا پابند تھا۔ اگر قیام کی نیت کرے اور اس تابع کو معلوم نہ ہو تو یہ قصر ہی کرتا رہے گا۔ مختصر یہ کہ تابع پر واجب ہے کہ وہ اصل کا ارادہ معلوم کرنے کی کوشش کرتا رہے۔ اس پر بھی اگر یہ معلوم نہ کر سکے اور اصل کے ارادہ کے برخلاف یہ قصر کرے تو اس کی نماز درست ہے۔ (طحطاوی و مراقی الفلاح)

[3] دو شہر سے مراد ایسی دو آبادیاں ہیں جو ایک دوسرے سے الگ مانی جاتی ہوں۔ اور اگر ایک آبادی دوسرے کا حصہ مانی جاتی ہو۔ مثلاً کوئی محلہ ہو تو یہاں یہ مسئلہ جاری نہ ہوگا۔ اسی طرح اگر ایک جگہ رات کو رہنے کی نیت کرے جیسے پھیری والے دن بھر گشت کرتے ہیں اور رات کو ایک جگہ قیام کرتے ہیں، تو اس صورت میں بھی ارادہ قیام درست ہوگا۔ اور نماز پوری پڑھیں گے البتہ ریلوے گارڈ یا اس قسم کے لوگ جو ہمیشہ سفر ہی میں رہتے ہیں اور ہیڈ کوارٹر بھی پندرہ روز قیام نہیں ہوتا۔ یہ ہمیشہ قصر ہی کرتے رہیں گے۔ واللہ اعلم

باحدھما ولا فی مفازة لغیر اھل الاخبیة ولا لعسکرنا بدار الحرب ولا بدارنا فی محاصرة اھل البغی وان اقتدیٰ مسافرٌ بمقیم فی الوقت صح واتمّھا اربعًا وبعدہ لایصح وبعکسہ صح فیھما وندب للامام ان یقول اتموا صلوٰتکم فانی مسافرٌ وینبغی ان یقول ذٰلک قبل شروعه فی الصلوٰة ولا یقرأ المقیم فیما یتمّه بعد فراغ امامه المسافر فی الاصح وفائتة السفر والحضر تقضیٰ رکعتین واربعًا و المعتبر فیه اٰخر الوقت ویبطل الوطن الاصلیّ بمثله فقط ویبطل وطن الاقامة

نہیں[1] اور اہل اخبیہ[2] کے علاوہ اور لوگوں کے لئے جنگل میں ٹھیرنے کی نیت معتبر نہیں۔ اور دار الحرب میں اسلامی لشکر کی نیت اقامت درست نہیں اور دار الاسلام میں بھی جبکہ اسلامی لشکر نے باغیوں کا محاصرہ کر رکھا ہو۔ اسلامی لشکر کی اقامت کی نیت معتبر نہیں ہے[3]

اور اگر کوئی مسافر وقت کے اندر کسی مقیم کی اقتدا کرے تو صحیح ہو جاتی ہے اور اس[4] نماز کی چار رکعت پوری کرلے۔ اور وقت کے بعد صحیح نہیں ہوتی اور عکس کی شکل میں (امام مسافر ہو) وقت اور غیر وقت دونوں صورتوں میں اقتدا صحیح ہو جاتی ہے۔ اور (مسافر) امام کے لئے مستحب ہے کہ (سلام پھیرنے کے بعد) کہدے کہ (اتموا صلاتکم فانی مسافر) آپ حضرات اپنی نماز پوری کر لیجئے میں مسافر ہوں۔ اور مناسب ہے کہ نماز شروع کرنے سے پہلے یہ کہدے۔

اور نماز کی اُن رکعتوں میں کہ مقیم مقتدی ان کو مسافر امام کے فارغ ہونے کے بعد پورا کرے[5] گا: (صحیح مذہب کے بموجب قراءت نہ کرے) سفر اور حضر کی قضا[6] نماز دو رکعت اور چار رکعت کرکے قضا کی جائے گی۔ (اور چار رکعت یا دو رکعت فرض ہونے کے بارے میں) آخر[7] وقت کا اعتبار ہے۔

---

[1] یعنی قصر کرنا ہوگا۔

[2] اخبیہ۔ خباء کی جمع ہے۔ اون کے خیمہ کو کہتے ہیں۔ اہل اخبیہ خیموں والے خانہ بدوش قومیں مراد ہیں۔ جیسے ہمارے ہاں سرکی والے۔ لوگ آبادی کے باہر ٹھیرا کرتے ہیں۔

[3] کیونکہ یہ حالت خود ایسی ہے جس میں پندرہ روزہ قیام کا ارادہ کرنا غلط ہے۔ ممکن ہے کہ آج ہی شکست کھا کر بھاگنا پڑے۔ یا فتح حاصل کر کے آگے بڑھنا پڑے۔

[4] اگر قعدہ اخیرہ میں بھی شرکت ہو گئی تو چار رکعت لازم ہو گئیں۔

[5] مسافر امام کی فراغت کے بعد باقی نماز کو مقتدی قراءت کے بغیر ادا کریں۔

[6] لف ونشر مرتب ہے یعنی اس سلسلہ میں قاعدہ یہ ہے کہ قضاء ادا کے بموجب ہوتی ہے۔ لہذا سفر کی قضا دو رکعت ہوں گی۔ اور حضر یعنی قیام کی حالت میں جو نماز قضا ہو گئی تھی اس کو اگر سفر میں قضا کرے تو چار رکعت پڑھے گا۔ لیکن مریض اگر تندرستی کے بعد زمانہ مرض کی نمازیں قضا کرے گا تو اس کو کھڑے ہو کر پڑھنی ہوں گی۔ لیٹ کر یا بیٹھ کر جیسے کہ مرض کی حالت میں پڑھ سکتا تھا اب نہیں پڑھے گا۔ اور مریض اگر زمانہ صحت کی نمازیں قضا کرے تو وہ موجودہ حالت کے بموجب لیٹ کر یا بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے۔ واللہ اعلم۔ (مراقی)

[7] یعنی اگر وقت میں نماز نہیں پڑھ سکا تو اب اگر وقت کے آخری حصہ میں مسافر تھا تو دو رکعت قضا کرے گا اور اگر مقیم ہو گیا تھا تو چار رکعت قضا کرے گا۔ واللہ اعلم

بمثله وَبالسفر وبالاصلیّ والوطن الاصلی هو الذی وُلد فیه اوتزوّجَ اولمْ یتزوّج وقصَد التعیشُ لا الارتحالَ عنهُ وَوطن الاقامَة موضِع نوی الاقامة فیه نصْف شهْر فمافوقه ولم یعتبر المحققونَ وَطن السّکنٰی وَهومَا ینوی الاقامة فیه دُونَ نصْف شهْر ؕ

باب صَلوٰة المَریض

اذا تعذر علی المریض کل القیام اوتعسّر بوجود الم شدید اوخاف زیَادة المرض اوابطاءه به صلی قاعدًا برکوع وسجودٍ وَیقعد کیفَ شاءَ فی الاصحّ والاقام بقدر مَا یمکنهٗ وان تعذر الرکوع والسجودُ صلی قاعدًا بالایمَاء وجعَل ایماءهٗ لِلسجُودِ اخفض من ایمَائِهٖ لِلرکوع فان لم یخفضه عنه لا تصِحّ وَلا یرُفع لوجهه شیءٌ

وطن اصلی صرف اپنے مثل سے (وطن اصلی سے)، باطل ہوگا۔ وطن اقامت اپنے مثل سے اور سفر سے اور وطن اصلی سے باطل ہو جائے گا۔

وطن اصلی وہ ہے جس میں پیدا ہوا ہو۔ یا نکاح کر لیا ہو۔ یا نکاح تو نہیں کیا (مگر) اسی جگہ زندگی بسر کرنے کا قصد کر لیا تھا۔ اس سے کوچ کرنے کا قصد نہیں رہا۔

اور وطن اقامت وہ جگہ ہے جس میں نصف ماہ یا اُس سے زائد قیام کی نیت کرے۔

اور علماء محققین نے وطن سُکنیٰ کا اعتبار نہیں کیا۔ وطن سُکنیٰ وہ جگہ ہے جہاں نصف ماہ سے کم مدت ٹھیرنے کی نیت کرے۔

باب مریض کی نماز

جبکہ مریض کے لئے پورا کھڑا ہونا ناممکن ہو جائے[1]۔ یا بسبب شدید تکلیف ہونے کے پورا کھڑا ہونا مشکل ہوتا ہو یا زیادتی مرض کا خطرہ ہو، یا مرض کے دیر تک رہنے کا خطرہ[2] ہو تو بیٹھ کر نماز پڑھ لے۔ رکوع اور سجدہ کے ساتھ۔ اور (صحیح مذہب کے بموجب) جس طرح چاہے بیٹھ جائے ورنہ (یعنی پورا کھڑا ہونا ناممکن نہ ہو کچھ کھڑا ہو سکتا ہو تو) جس قدر اس کے امکان میں ہے کھڑا ہو جائے۔

اور اگر رکوع اور سجدہ[3] بھی ناممکن ہو جائے تو بیٹھ کر اشارہ سے نماز پڑھ لے۔ اور سجدہ کے اشارہ کو رکوع کے اشارہ کی بہ نسبت زیادہ پست کر دے۔ اور اگر سجدہ کے اشارہ کو رکوع کے اشارہ سے پست نہ کیا تو نماز نہ ہوگی۔

---

[1] مثلاً ٹانگیں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ اپاہج ہے۔

[2] مثلاً اس کا تجربہ ہو یا مسلمان حاذق طبیب نے بتادیا ہو یا قرائن سے یہ بات ظاہر ہو۔

[3] اگر قیام اور رکوع کر سکتا ہے۔ سجدہ نہیں کر سکتا تو قیام اور رکوع کرے اور سجدہ کے لئے کچھ زیادہ جھک جائے۔

يسجد عليه فان فعل وخفض راسه صح والا لا وان تعسّر القعود اومأ مستلقيا او على جنبه والاوّل اولى ويجعل تحت راسه وسادة ليصير وجهه الى القبلة لا السماء وينبغي نصب ركبتيه ان قدر حتى لا يمدّ هما الى القبلة وان تعذر الايماء اخرت عنه مادام يفهم الخطاب قال في الهداية هو الصحيح وجزم صاحب

اور یہ چاہیئے کہ اس کے چہرہ کے سامنے کوئی چیز اٹھائی جائے جس پر وہ سجدہ کرے. اگر ایسا کیا گیا اور اس نے اپنے سر کو بھی جھکایا تو درست[1] ہے ورنہ نہیں. اور اگر بیٹھنا (بھی) مشکل ہو جائے تو اشارہ کرے چت لیٹ کر یا کروٹ[2] پر لیٹ کر. اور پہلی شکل (چت لیٹ کر اشارہ کرنا) بہتر ہے اور[3] اپنے سر کے نیچے تکیہ کر لے تاکہ اس کا چہرہ قبلہ کی طرف ہو جائے آسمان کی طرف نہ رہے اور مناسب ہے اپنے گھٹنوں کا کھڑا کر لینا اگر طاقت ہو. تاکہ ان کو قبلہ کی طرف نہ پھیلائے. اور اگر اشارہ نا ممکن ہو جائے تو نماز مؤخر ہو جائے گی جب تک وہ بات کو سمجھ سکے. ہدایہ میں کہا ہے یہی صحیح[4] ہے.

---

[1] مگر کراہت کے ساتھ کیونکہ طبرانی کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جو شخص سجدہ پر قادر ہو وہ سجدہ کرے اور جو سجدہ پر قادر نہ ہو تو اپنے چہرہ کی طرف کوئی چیز نہ اٹھا کر لے جائے بلکہ اپنے سر کو جھکا دے. واللہ اعلم بالصواب (مراقی)

[2] دہنی کروٹ بہ نسبت بائیں کروٹ کے افضل ہے. (مراقی)

[3] چت لیٹنے کی شکل میں.

[4] جو مریض اشارہ سے بھی نماز نہیں پڑھ سکتا' اس کی دو صورتیں ہیں کہ وہ بات سمجھ سکتا ہے یا نہیں. پھر یہ حالت ایک دن اور ایک رات سے زائد وقت تک باقی رہی یا اس سے کم. مثلاً پانچ یا چار نمازوں کے وقت تک اب مسئلہ کی چار شکلیں ہو گئیں جن کے احکام درج ذیل ہیں.

(۱) چھ یا اس سے زائد نمازوں کے وقت تک اس کی یہ حالت رہی کہ نہ اشارہ کر سکتا ہے نہ بات سمجھ سکتا ہے تو اجماع ہے کہ ان اوقات کی نمازیں معاف ہو جائیں گی.

(۲) چھ نمازوں سے کم وقت تک وہ اشارہ پر قادر نہیں رہا. لیکن بات سمجھتا تھا' تو اجماع ہے کہ وہ نمازوں کی قضا کرے گا.

(۳) چھ نمازوں کے وقت یا اس سے زیادہ وقت تک یہ حالت رہی کہ وہ اشارہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تھا مگر بات سمجھتا تھا.

(۴) چھ نمازوں سے کم مثلاً پانچ یا ایک دو نماز کے وقت تک یہ حالت رہی کہ وہ اشارہ سے نماز بھی نہیں پڑھ سکتا تھا اور بات بھی نہیں سمجھ سکتا تھا تو ان دو صورتوں میں علماء کا اختلاف ہے. صاحب ہدایہ اور دیگر چند مشائخ تو اس قول کو اختیار کرتے ہیں کہ قضا کرے گا اور بزدوی صغیر اور دیگر علماء کا مسلک یہ ہے کہ قضاء لازم نہیں. (طحطاوی)

مصنف نے ۳ کے متعلق صاحب ہدایہ وغیرہ کا جو قول بیان کیا ہے وہ متن میں درج ہے. طحطاوی فرماتے ہیں کہ صاحب ہدایہ کا جو قول تجنیس میں ہے اسی کا اعتبار ہوگا. کیونکہ یہ ہدایہ سے بعد کی کتاب ہے.

مسئلہ: ایسا مریض جس سے بے اختیار کراہ وغیرہ کی آواز نکلتی رہتی ہے اس پر لازم ہے کہ اسی حالت میں نماز پڑھے.

مسئلہ: اگر کسی شخص کی زبان ایک دن رات بند رہی اس نے مجبوراً گونگوں کی طرح نماز پڑھ لی پھر اس کی زبان کھل تو اس پر نماز لوٹانی واجب نہیں.

(طحطاوی)

الهدایة فی التجنیس والمزید بسقوط القضاء اذا دام عجزه عن الایماء اکثر من خمس صلوات وان کان یفهم الخطاب وصححه قاضی خان ومثله فی المحیط واختاره شیخ الاسلام وفخر الاسلام وقال فی الظهیریة هو ظاهر الروایة وعلیه الفتوی وفی الخلاصة هو المختار وصححه فی الینابیع والبدائع وجزم به الولوالجی رحمهم الله ولم یوم بعینه وقلبه وحاجبه وان قدر علی القیام وعجز عن الرکوع والسجود صلی قاعدا بالایماء وان عرض له مرض یتمها بما قدر ولو بالایماء فی المشهور ولو صلی قاعدا یرکع ویسجد فصح بنی ولو کان مومیا لا ومن جن او اغمی علیه خمس صلوات قضی ولو اکثر لا۔

(فصل فی اسقاط الصلوٰة والصوم) اذا مات المریض ولم یقدر علی الصلوٰة بالایماء

اور صاحب ہدایہ اپنی کتاب تجنیس اور مزید میں پختگی کے ساتھ قضاء کی معافی کے قائل ہوئے ہیں جبکہ اشارہ کے ساتھ نماز پڑھنے سے اس کی عاجزی پانچ نمازوں سے زیادہ تک باقی رہے۔ اگرچہ وہ بات کو سمجھتا ہو۔ اور قاضی خاں نے بھی اسی کو صحیح بتایا ہے۔ اور اس ہی جیسا محیط میں ہے۔ اور اسی کو شیخ الاسلام اور فخر الاسلام نے اختیار کیا ہے اور ظہیریہ میں کہا یہی ظاہر روایت ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔ اور خلاصہ میں ہے کہ یہی قول مختار ہے۔ (پسندیدہ ہے) اور اسی کو ینابیع اور بدائع میں صحیح کہا ہے اور اسی پر الوالجی نے جزم کیا ہے۔ (رحمہم اللہ)

اور آنکھ اور دل اور بھوؤں سے اشارہ[1] نہ کرے۔

اور اگر قیام پر قادر ہوا اور رکوع اور سجدہ سے عاجز ہو تو بیٹھ کر[2] اشارہ سے نماز پڑھ لے۔

اور اگر اس کو (نماز پڑھتے پڑھتے) کوئی مرض آجائے تو نماز کو اس صورت سے پورا کرے جس پر وہ قادر ہو۔ اور اگرچہ اشارہ ہی سے ہو (مشہور مذہب کی بنا پر)۔ اور اگر رکوع اور سجدہ کرتے ہوئے بیٹھ کر نماز پڑھ رہا تھا کر اچھا ہوگیا تو اسی پر جوڑ لگالے۔ اور اگر اشارہ سے نماز پڑھ رہا تھا (پھر نماز میں اچھا[3] ہوگیا) تو جوڑ نہیں لگا سکتا (از سر نو نماز پڑھے) اور جو شخص پانچ نمازوں (کا وقت گذرنے) تک (مجنوں یا بے ہوش رہا وہ ان پانچوں نمازوں کی قضا کرے گا۔ اور اگر اس سے زیادہ وقت تک (بے ہوش یا مجنوں رہا) تو قضا نہیں۔

فصل نماز روزہ کی معافی

جب بیمار مرنے لگے اور وہ اشارہ سے نماز پر قادر نہ ہو تو (ان نمازوں کے فدیہ کی جو حالت عجز میں قضا

---

[1] یعنی جو شخص سر سے اشارہ نہ کرسکتا ہو وہ اگر آنکھ یا قلب یا بھوؤں کے اشارے سے نماز پڑھنا چاہے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔ (مراقی)

[2] کھڑے ہوکر رکوع سجدہ کا اشارہ کرنے سے یہ افضل ہے۔ [3] یعنی کھڑے ہوکر یا بیٹھ کر رکوع اور سجدہ پر قادر ہوجائے۔ واللہ اعلم (مراقی)

لا يلزمه الايصاء بها وان قلت وكذا الصوم ان افطر فيه المسافر والمريض وماتا قبل الاقامة والصحة وعليه الوصية بما قدر عليه وبقي بذمته فيخرج عنه وليه من ثلث ما ترك لصوم كل يوم ولصلوة كل وقت حتى الوتر نصف صاع من بر او قيمته وان لم يوص وتبرع عنه وليه جاز ولا يصح ان يصوم ولا ان يصلي عنه وان لم يف ما اوصى به عما عليه يدفع ذلك المقدار للفقير فيسقط عن الميت بقدره ثم يهبه الفقير للولي ويقبضه ثم يدفعه للفقير فيسقط بقدره ثم يهبه الفقير للولي ويقبضه ثم يدفعه الولي للفقير وهكذا حتى يسقط ما كان على الميت من صلوة وصيام ويجوز اعطاء فدية صلوات لواحد جملة بخلاف كفارة اليمين والله سبحانه وتعالى اعلم ؈

ہوتیں) وصیت اس پر لازم نہیں۔ اگرچہ وہ کم ہی ہوں۔ اسی طرح روزہ ہے کہ اگر رمضان شریف میں مسافر یا مریض روزے نہیں رکھ رہے تھے اور قیام یا تندرستی سے پہلے مر گئے (تو ان کے فدیہ کی وصیت مرنے والے پر لازم نہیں) اور جس پر[1] کہ وہ قادر ہوگیا تھا اور وہ اس کے ذمہ پر باقی رہ گیا تو اس کی وصیت کرنا مرنے والے پر واجب ہے۔ پس اس کا ولی اس کے ترکہ کے تہائی[2] حصہ میں سے (فدیہ) نکالے گا۔ اور اگر وصیت نہیں کی اور اس کے ولی نے اپنی طرف سے ادا کر دیا تو جائز ہوگا۔ (فدیہ کی مقدار) ہر دن کے روزہ کے عوض اور ہر ایک وقت کی نماز حتی کہ وتر نماز کے عوض گیہوں کا آدھا صاع یا اس کی قیمت (ادا کرے) اور یہ درست نہیں کہ ولی میت کی طرف سے روزہ رکھ لے اور نہ یہ درست ہے کہ میت کی طرف سے نماز پڑھے۔ اور جس مال (کے صدقہ) کی وصیت کی تھی۔ اگر وہ (ان فدیوں) کے لئے پورا نہ ہو جو اس پر واجب تھے تو (حیلہ یہ ہے کہ) ولی اس مقدار کو جو (اس کے پاس ہے) فقیر کو دے دے تو اس مقدار کے بموجب میت سے (فدیہ) ساقط ہو جائے گا۔ پھر اس مال کو فقیر ولی کو ہبہ کر دے اور ولی اس پر قبضہ کر لے۔ پھر ولی مال کو فقیر کو دیدے۔ تو اس کی بمقدار میت سے ساقط ہو جائے گا۔ پھر اس مال کو ولی کو فقیر ہبہ کر دے۔ اور ولی اس پر قبضہ کر لے۔ پھر اس کو ولی فقیر کو دے دے اور اسی طرح کرتا رہے۔ یہاں تک کہ جتنی نمازیں اور روزے میت پر واجب تھے وہ ساقط ہو جائیں۔ اور چند نمازوں کا فدیہ ایک کو اکٹھا دے دینا جائز ہے۔ بخلاف قسم کے کفارہ[3] کے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم

---

[1] اگر کوئی شخص بغیر کسی عذر کے محض سستی کے باعث روزے نہیں رکھتا تھا تو اس کا حکم بھی یہی ہے۔ امید ہے کہ خداوند عالم اپنے فضل وکرم سے اس کا فدیہ قبول فرمائے گا۔ نیز کفارہ یا کسی اور قسم کے واجب روزوں کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔

[2] اگر وصیت نہیں کی یا جس قدر فدیہ واجب ہے وہ تہائی مال سے زیادہ ہے تو اس کے وارثوں پر فدیہ ادا کرنا واجب نہیں۔ ہاں اگر ادا کر دیں تو یہ ان کا احسان ہوگا۔ صدقہ فطر نفقہ واجبہ، خراج، جزیہ، کفارات مالیہ، حج اور جس صدقہ کی نذر کی تھی یا جس اعتکاف کی نذر کی تھی ان سب کا یہی حکم ہے مگر نذر کردہ اعتکاف میں روزوں کا فدیہ ہوگا۔ اتنی دیر تک مسجد میں ٹھیرنے کا کوئی فدیہ نہ ہوگا۔ مختصر یہ کہ جو عبادتیں مالی ہیں ان میں تو اس مقدار کو ادا کرے جو واجب ہے اور جو عبادتیں بدنی

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بابُ قضاءِ الفوائت

التّرتيبُ بَين الفائتةِ والوقتيةِ وبَين الفوائت مستحق ويَسْقط باحد ثلاثةِ اشياء ضيق الوقتِ المستحبّ فى الاصحّ والنسيان واذا صارتِ الفوائت ستّا غيرَ الوترِ فانهٗ لايعدّ مسْقطا وان لزم ترتيبهٗ ولم يَعُد التّرتيبُ بعَوْدها الى القلةِ ولا بفوت حَديثةٍ بعد ستّ قديمةٍ على الاصحّ فيهما فلو صلّى فرضًا

باب۔ قضا نمازوں کی ادا

قضاء اور وقت کی نمازوں میں۔ نیز چند[1] قضا نمازوں میں ترتیب لازم ہے۔ یہ ترتیب تین چیزوں میں سے ایک (کے پائے جانے) سے ساقط ہو جاتی ہے۔ (صحیح مسلک کے بموجب) وقت مستحب[2] کی تنگی فراموشی اور جب کہ وتر کے علاوہ قضاء نمازیں چھ ہو جائیں۔ کیونکہ وتر کو مسقط ترتیب[3] نہیں شمار کیا جاتا۔ اگرچہ اس کی ترتیب[4] لازم ہے۔

اور قضاء نمازوں کے قلت کی طرف[5] عود کر آنے سے ترتیب نہیں عود کرتی۔

اور پہلی[6] چھ قضا نمازوں کے بعد نئی نماز کے فوت ہونے سے بھی ترتیب نہیں عود کرتی (ان دونوں مسئلوں میں صحیح مذہب یہ ہی ہے) پس اگر کوئی فرض نماز کسی قضا نماز کے خواہ وہ وتر ہی ہو یاد ہوتے ہوتے پڑھے

بقیہ حاشیہ صـ۱۱۸

ہیں ان میں ہر واجب کی طرف سے ایک فدیہ جس کی مقدار صدقۂ فطر کے برابر ہوگی اور جو عبادتیں مالی اور بدنی دونوں قسم کی ہیں مثلاً حج اس کا فدیہ یہ ہے کہ حج کرائے گا اور اسی کی وصیت کرنی لازم ہوگی۔ واللہ اعلم بالصواب

[7] قسم کے کفارہ میں ایک شخص کو ایک فدیہ کی مقدار سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ (مراقی)

---

[1] یعنی چھ نمازوں سے کم میں (مراقی)

[2] مثلاً ظہر کی نماز نہیں پڑھ سکا تھا اور عصر کا وقت بھی اتنا گذر گیا کہ اب پہلے ظہر کی نماز پڑھتا ہے تو آفتاب میں زردی آجائے گی۔ اور عصر کا وقت غیر مستحب شروع ہو جائے گا تو اس صورت میں ترتیب ساقط ہو جائے گی۔ (مراقی)

[3] یعنی جس طرح چھ نمازوں کے چھوٹ جانے سے ترتیب ساقط ہو جاتی ہے۔ اگر ان میں چھٹی نماز وتر ہو تو ترتیب ساقط نہ ہوگی۔

[4] یعنی اگر وتر چھوٹ گئے تھے تو صبح کے فرضوں سے پہلے اُن کا ادا کرنا ضروری ہے اگر یاد ہونے اور گنجائش وقت کے باوجود ان کو ادا نہیں کیا اور نماز صبح پڑھ لی تو درست نہ ہوگی۔

[5] یعنی اگر بالفرض پندرہ نمازیں قضا تھیں۔ دس نمازیں ادا کریں صرف پانچ نمازیں باقی رہ گئیں تو باوجودیکہ پانچ نمازوں کے چھوٹنے سے ترتیب ساقط نہیں ہوتی، مگر ساقط شدہ ترتیب اس وقت تک دوبارہ ثابت نہ ہوگی جب تک تمام قضا نمازیں ادا نہ ہو جائیں مگر طحطاوی نے یہ ثابت کیا ہے کہ صحیح مسلک یہی ہے کہ ترتیب ثابت ہو جاتی ہے بہرحال احتیاط اسی میں ہے کہ ترتیب کو ثابت مانا جائے۔

[6] مثلاً ایک سال پیشتر چھ نمازیں قضا ہوگئی تھیں جو اب تک ادا نہیں کیں۔ اب ایک نماز اور قضا ہوگئی تو چونکہ یہ پہلے سے صاحب ترتیب نہ تھا لہٰذا اس نئی قضا کے متعلق بھی ترتیب لازم نہ ہوگی۔

ذاكرًا فائتة ولو وترًا فسد فرضه فسادًا موقوفًا فان خرج وقت الخامسة مما صلاه بعد المتروكة ذاكرًا لها صحت جميعها فلا تبطل بقضاء المتروكة بعده وان قضى المتروكة قبل خروج وقت الخامسة بطل وصف ما صلاه متذكرًا قبلها وصار نفلًا واذا كثرت الفوائت يحتاج لتعيين كل صلوة فان اراد تسهيل الامر عليه نوى اول ظهر عليه او اخره وكذا الصوم من رمضانين على احد تصحيحين مختلفين ويعذر من اسلم بدار الحرب بجهله الشرائع ٭

باب ادراك الفريضة

اذا شرع في فرض منفردًا فاقيمت الجماعة قطع واقتدى ان لم يسجد لما شرع فيه او سجد في غير رباعية وان سجد في رباعية ضم ركعة ثانية وسلم لتصير

تو فرض نماز موقوف طور پر فاسد ہو جائے گی۔ چنانچہ[1] متروکہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے جن نمازوں کو پڑھا ہے اگر ان میں سے پانچویں نماز کا وقت نکل جائے تو اُس کی تمام نمازیں صحیح ہو جائیں گی۔ اُس کے بعد متروکہ نماز کو ادا کرنے سے یہ پڑھی ہوئی نمازیں باطل نہ ہوں گی۔ اور اگر متروکہ نماز کو پانچویں نماز کا وقت نکلنے سے پہلے پڑھ لیا تو وہ تمام نمازیں جن کو اس متروکہ نماز سے پہلے اس متروکہ نماز کے یاد ہوتے ہوئے پڑھا تھا ان کی وصف (فرضیت) باطل ہو جائے گی اور نفل ہو جائے گی۔

اور جب کہ قضا نمازیں زیادہ ہو جائیں تو ہر نماز کے متعین کرنے کی ضرورت ہوگی۔ پھر اگر اپنے اوپر سہولت چاہے تو (مثلاً اس طرح) نیت کرے کہ سب سے پہلی ظہر[2] جو اس پر واجب ہے یا سب سے آخری ظہر جو اس پر واجب ہے۔

اور ایسے ہی دو رمضانوں کے روزے (ان کے معین کرنے کی ضرورت ہے۔ دو مختلف تصحیحوں[3] میں سے ایک کی بنا پر) اور جو شخص دار الحرب میں مسلمان ہو وہ اگر احکام شریعت سے ناواقفیت کا عذر کرے تو اس کا عذر قابل قبول ہوگا۔

باب - ادراک[4] فریضہ

جب کوئی فرض نماز تنہا شروع کر دی۔ پھر اُس فرض کی جماعت کی تکبیر[5] کہہ دی گئی تو فرض توڑ دے اور (امام کے پیچھے) اقتداء کرے۔ بشرطیکہ اس فرض کا جس کو (تنہا) شروع کر لیا تھا سجدہ نہ کیا ہو (ایک رکعت نہ پڑھی ہو) یا سجدہ کر لیا تھا، رباعی نماز کے علاوہ میں۔ اور اگر چار رکعت والی نماز میں سجدہ کر لیا تھا تو اس کے ساتھ دوسری رکعت

---

[1] چنانچہ، کے بعد کی عبارت سے موقوف کا مطلب بتایا جارہا ہے یعنی قطعی طور پر ان کو فاسد نہ کہا جاسکے بلکہ ایک شکل کے پیدا ہونے پر ان کے فساد اور صحت کا حکم موقوف ہوگا۔ [2] اسی طرح عصر، مغرب، عشاء وغیرہ میں۔

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

الرکعتان لہٗ نافلةً ثمّ اقتدٰی مُفترضًا وان صلّٰی ثلاثا اتمّها ثمّ اقتدٰی مُتنفلاً الا فی العصر وان قام لثالثةٍ فاقیمت قبل سجوده قطع قائمًا بتسلیمةٍ فی الاصحّ وان کان فی سُنّة الجمعة فخرج الخطیبُ او فی سُنّة الظهر فاقیمت سلّم علٰی رأس رکعتین وهو الاوجهُ ثمّ قضی السُّنّة بعد الفرض ومن حضر والامام فی صلٰوة الفرض اقتدٰی به ولا یشتغل عنهُ بالسُّنّة الا فی الفجر ان امن فوتهٗ وان لم

اور ملالے۔ اور سلام پھیر دے تاکہ اس کی دو رکعت نفل ہو جائیں۔ اس کے بعد فرض نماز ادا کرنے کے لئے امام کے پیچھے نیت باندھ لے۔[1]

اور اگر (چار رکعت والی نماز میں) تین رکعت پڑھ چکا تھا تو ان ہی کو پورا کر لے۔ پھر نفل کی نیت سے امام کے پیچھے اقتدا کرے مگر عصر کی نماز میں (فرضوں کے بعد نفل جائز) نہیں۔ اور اگر تیسری رکعت کے لئے کھڑا ہوا تھا کہ اس کے سجدہ سے پہلے تکبیر کہدی گئی (تو صحیح مذہب کے بموجب) کھڑے کھڑے ہی سلام پھیر کر نماز توڑ دے اور اگر جمعہ کی سنت میں (مشغول) تھا کہ خطیب نکل آیا یا ظہر کی سنتیں پڑھ رہا تھا کہ تکبیر کہدی گئی تو دو رکعتوں پر سلام پھیرے۔ یہی زیادہ مدلل[2] ہے۔ پھر فرض کے بعد سنتوں کی قضا کرے[3]۔ اور جو شخص (مسجد[4] میں) حاضر ہوا۔ اور امام فرض نماز میں تھا تو اس کے پیچھے نیت باندھ لے اور سنتوں میں مشغول ہو کر امام سے اعراض نہ کرے مگر فجر کی نماز میں

---

[6] زیلعی نے معین کرنے کو صحیح قرار دیا ہے اور خلاصہ میں معین نہ کرنے کو صحیح مسلک قرار دیا ہے۔

[7] لفظی ترجمہ ہے فرض کا پالینا۔ توضیح آئندہ مسائل سے ہوگی۔

[8] یعنی امام نے تکبیر تحریمہ کہدی۔

---

[1] تفصیل یہ ہے کہ جو نماز پڑھ رہا ہے اس کی چار رکعتیں ہیں۔ یا چار رکعت سے کم۔ چار رکعت سے کم کی نماز میں یعنی صبح اور مغرب کی نماز میں اگر تنہا پڑھنے والے شخص نے نماز شروع کی تھی اور کوئی رکعت نہیں پڑھی تھی۔ یا ایک رکعت پڑھ کر دوسری رکعت شروع کر دی تھی۔ تو وہ فوراً یہ نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے اور چار رکعت والی نماز یعنی عشاء، ظہر اور عصر میں اگر پہلی رکعت پوری نہیں کی، تو فوراً توڑ دے اور اگر پہلی رکعت پوری کرکے دوسری رکعت شروع کر دی تھی تو دو رکعت پڑھ کر سلام پھیر دے۔ پھر امام کے ساتھ جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور اگر دو رکعت پوری کرکے تیسری رکعت پڑھ رہا تھا تو تب بھی فوراً یہ نماز توڑ کر جماعت میں شامل ہو جائے۔ اور اگر تین رکعت پوری کر چکا تھا اور چوتھی رکعت پڑھ رہا تھا، اس وقت جماعت شروع ہوئی تو اب اس کو یہی نماز پوری کرنی چاہیئے اس کا توڑنا جائز نہیں ہاں ظہر اور عشاء میں امام کے ساتھ نفل کی نیت سے دوبارہ پڑھ سکتا ہے۔ واللہ اعلم

[2] یعنی دوسرا قول یہ بھی ہے کہ سنتیں پوری کرے مگر اس کے دلائل مصنف کے نزدیک زیادہ قوی نہیں۔

[3] یہ پہلے گذر چکا کہ تکبیر کہنے کا مطلب یہ ہے کہ امام تکبیر تحریمہ کہدے۔ محض تکبیر مراد نہیں۔ یہ ہی یہاں بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ خطیب آجانے سے مطلب یہ ہے کہ خطبۂ جمعہ شروع ہو جائے۔ چنانچہ اذان جمعہ کے وقت سنتیں پڑھتا ہے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب

[4] یعنی جو شخص مسجد میں ایسے وقت پہنچے کہ جماعت ہو رہی ہو تو پہلے جماعت میں شامل ہو جائے پھر سنتیں پڑھے۔ البتہ صبح کی نماز میں جائز ہے کہ پہلے سنتیں پڑھ لے مگر شرط یہ ہے کہ اس کو اطمینان ہو کہ سنتیں پڑھنے کے بعد جماعت مل جائے گی۔ واللہ اعلم

يأمن تركها ولم تقض سنة الفجر الا بفوتها مع الفرض وقضى السنّة التي قبل الظهر في وقته قبل شفعه ولم يصلّ الظهر جماعةً بادراك ركعةٍ بل ادرك فضلها واختلف في مدرك الثلاث ويتطوّع قبل الفرض ان امن فوت الوقت والا فلا ومن ادرك امامه راكعا فكبّر ووقف حتّى رفع الامام رأسه لم يدرك

اگر نماز باجماعت کے فوت ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ اور اگر خطرہ ہو تو سنتوں کو چھوڑ دے۔ اور فجر کی سنتیں[1] فرض کے ساتھ فوت ہونے کی شکل ہی میں ادا کی جائیں گی۔

اور ظہر سے پہلے کی سنتیں ظہر کے وقت میں ظہر کی دوگانہ سنتوں سے پہلے ادا کرے[2]

اور ایک رکعت کو پا لینے سے ظہر کو باجماعت ادا کرنا نہیں کہا جاتا، ہاں جماعت کا ثواب[3] پالیا۔ اور تین رکعتوں کے پانے والے کے بارے میں اختلاف کیا گیا ہے۔ اور اگر فوت وقت کا خطرہ نہ ہو تو فرض سے پہلے نفلیں[4] پڑھ لے ورنہ نہ پڑھے۔ اور جس شخص نے امام کو رکوع کرتے ہوئے پایا[5] پھر اس نے تکبیر کہی اور کھڑا رہا یہاں تک کہ امام نے سر اٹھا لیا تو اس شخص نے اس رکعت کو نہیں پایا۔

---

[1] امام محمد صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اگر صرف سنتیں رہ جائیں تب بھی آفتاب نکلنے کے بعد سے وقت زوال تک ان کی قضا ہوگی۔ یہ خیال رہے کہ اختلاف یہ ہے کہ قضا مسنون ہے یا نہیں۔ لہٰذا اگر قضا کر لی جائیں تو قباحت کسی کے نزدیک بھی نہیں۔ واللہ اعلم

[2] مصنف کے نزدیک یہی بہتر ہے مگر شیخ الاسلام نے مبسوط میں اس کو ترجیح دی ہے کہ پہلے دو رکعت پڑھ لی جائیں اس کے بعد چار رکعت پڑھی جائیں۔ اور اس کی تائید میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی سنتیں پہلے نہ پڑھ سکتے تھے تو دو رکعت کے بعد ادا فرماتے تھے۔

ف: جمعہ سے پہلے کی چار سنتوں کا بھی یہی حکم ہے اور اس میں بھی یہی دو قول ہیں۔ (فلاح)

[3] اس مسئلہ کا تعلق درحقیقت قسم اور عہد کے مسائل سے ہے یعنی اگر کسی شخص نے مثلاً قسم کھائی کہ آج ظہر کی نماز جماعت سے پڑھی تو میرا غلام آزاد ہے۔ تو سوال یہ ہے کہ اگر اس شخص کو صرف ایک رکعت جماعت سے ملی تو اس کی قسم پوری ہوئی یا نہیں۔ جواب یہ ہے کہ ایک رکعت کے ملنے کو عرفاً باجماعت ادا کرنا نہیں کہا جاتا۔ لہٰذا اس شخص کی قسم پوری نہیں ہوئی اور نہ غلام آزاد ہوگا۔ البتہ ایک رکعت بلکہ قعدہ اخیرہ مل جانے پر بھی جماعت کا ثواب مل جائے گا۔ واللہ اعلم

لیکن اگر قسم یا عہد میں لفظ جماعت کے بجائے یہ کہا تھا کہ اگر ظہر کی جماعت مل گئی تو اس کا غلام آزاد ہو جائے گا۔ کیونکہ ملنے نہ ملنے کا مدار آخری حصہ پر ہوتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب (مراقی)

[4] نفل کا لفظ سنتوں اور نفلوں دونوں کے لئے عام ہے۔ لہٰذا سنتوں کا بھی یہی حکم ہے۔ واللہ اعلم

[5] اگر امام کے ساتھ رکوع کے اندر شامل ہو گیا تو اس کو رکعت مل گئی۔ اور اگر امام سجدہ کے اندر تھا تو سجدہ میں ہونے سے رکعت نہیں ملے گی مگر یہ بے ادبی بھی درست نہیں کہ یہ کھڑا رہے اور سجدہ میں شامل نہ ہو۔ لہٰذا سجدہ میں شریک ہو جانا واجب ہے۔ (مراقی)

الركعة وان ركع قبل امامه بعد قراءة الامام ما تجوز به الصلوٰة فادركه امامه فيه صحّ والا لا وكره خروجه من مسجد اذّن فيه حتّى يصلى الا اذا كان مقيم جماعة اخرى وان خرج بعد صلوٰته منفردًا لا يكره الا اذا اقيمت الجماعة قبل خروجه فى الظهر والعشاء فيقتدى فيهما متنفلا ولا يصلى بعد صلوٰة مثلها

بَابُ سُجودِ السَّهو

يجب سجدتان بتشهّد وتسليم لترك واجب سهوًا وان تكرّر وان كانَ تركه عمدا اثم ووجب اعادة الصلوٰة لجبر نقصها ولا يسجد فى العمد للسهو وقيل

اور اگر امام سے پہلے امام کی اتنی قرات کے بعد جس سے نماز جائز ہوجاتی ہے رکوع کرلیا تھا پھر اس کو اس امام نے رکوع میں پالیا تو (مقتدی کا رکوع) درست ہوگیا[1] ورنہ نہیں۔ اور اس مسجد سے جس میں اذان پڑھ دی گئی، اس کا نکلنا مکروہ ہے تاآنکہ یہ نماز پڑھ لے۔ مگر جب کہ کسی دوسری جماعت کو قائم کرانے والا ہو۔ (یعنی اسکا ذمہ دار ہو۔)

اور اگر اپنی نماز تنہا پڑھ لینے کے بعد (اس مسجد سے) نکلا تو مکروہ نہیں ہے لیکن جبکہ جماعت کھڑی ہوگئی اس کے نکلنے سے پہلے (تو مسجد سے نکلنا مکروہ[2] ہے) ظہر اور عشاء میں (کیونکہ ان دو نمازوں میں یہ جائز ہے کہ) نفل کی نیت سے دوبارہ امام کے پیچھے نماز پڑھ لے اور کسی نماز کے بعد اس جیسی نماز نہ پڑھی جائے[3]

باب ـ سجدہ سہو

دو سجدے التحیات اور سلام کے ساتھ واجب ہوتے ہیں کسی واجب کو سہوًا چھوڑ دینے کے باعث اگرچہ (واجب کو سہوًا چھوڑ دینا) تکرر[4] ہوا ہو۔ اور اگر قصدًا واجب کو چھوڑ دیا تو گنہگار ہوگا اور نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہوگا اُس کی کمی پورا کرنے کے لئے۔ اور قصدًا چھوڑ دینے کی شکل میں سجدہ سہو نہیں آتا۔

---

[1] یعنی اگر امام سے پہلے رکوع کرلیا پھر امام کے رکوع کرنے تک یہ رکوع میں رہا۔ تب تو اس کی نماز ہوگئی اگرچہ مکروہ تحریمہ ہے۔ الیکن اگر امام سے پہلے ہی سر اٹھالیا تو اس کی نماز نہ ہوگی۔

[2] یعنی ظہر اور عشا کی نماز میں نکلنا مکروہ ہے۔ باقی عصر، صبح، مغرب میں اس کو مسجد سے نکلنا جائز ہے کیونکہ صبح اور عصر کے بعد نفل جائز نہیں اور مغرب کی تین رکعتیں ہوتی ہیں اور تین رکعت کی نفل نہیں۔

[3] یہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے اس کے چند معنیٰ بیان کئے گئے ہیں۔

(۱) دو رکعت قرآت سے اور دو رکعت بلا قرآت نہ پڑھی جائیں۔

(۲) ثواب کے شوق میں بار بار فرض نہ پڑھے جائیں۔

(۳) بلا وجہ فساد کا وہم ہوگیا تو نماز نہ لوٹائی جائے۔

(۴) اسی جگہ دوبارہ اس نماز کی جماعت نہ کی جائے۔ (فلاح)

[4] یعنی ایک واجب دو بار چھوٹ گیا یا کوئی دوسرا واجب چھوٹ گیا۔

الا فی ثلاث ترکَ القعود الاوّل اوتاخیر سجدة من الرکعةِ الاولی الی اٰخر الصّلوٰة وتفکرہٗ عمدًا حتّٰی شغلہٗ عنْ رکن ویسَنّ الاتیان بسجُود السّہو بعد السّلام وَ یکتفی بتسلیم واحِد عن یمینہ فی الاصحّ فانْ سجَد قبل السّلام کرہ تنزیھًا وتُسقط سجود السّہو بطلوع الشمسِ بَعد السّلام فی الفجر واحمرارھَا فی العصر وبوجُودِ مَا یمنع البناءَ بعدَ السّلام ویَلزم المامومَ بسہو امامہٖ لا بسہوہٖ ویسجُد المسبُوق مع امَامہٖ ثمَّ یقوم بقضاءِ مَا سُبق بہٖ وَلو سہَا المسْبوق فیما یقضیہٖ سجَدَ لہٗ ایضًا لا اللاحِق وَلا یَاتی الامام بسجُود السّہو فی الجمعَة والعِیدین وَمَنْ سہَا عن

اور کہا گیا ہے کہ مگر تین میں (یعنی صرف تین شکلوں میں قصدًا ترک واجب پر سجدہ سہو ہوگا) (۱) قعدہ اولیٰ کو چھوڑ دینا۔ (۲) پہلی رکعت[1] کے سجدہ کو نماز کے آخری حصہ[2] تک مؤخر کر دینا۔

(۳) قصدًا غور و فکر کرنا۔ اتنی دیر کہ اس کو کسی ایک رکن سے باز رکھے۔ اور سلام کے بعد سجدہ سہو ادا کرنا مسنون[3] ہے اور دہنی جانب ایک سلام پھیر دینے پر بھی اکتفا[4] کی جا سکتی ہے (صحیح تر مذہب کے بموجب) پس اگر سلام سے پہلے سجدہ سہو کرے تو مکروہ تنزیہی ہے۔ اور سجدہ سہو معاف ہو[5] جاتا ہے فجر کی نماز میں سلام کے بعد آفتاب کے طلوع[6] ہو جانے سے اور عصر کی نماز میں (سلام کے بعد) آفتاب کے سرخ ہو جانے سے اور سلام کے بعد کسی ایسی چیز کے پائے جانے سے جو بنا[7] کے لئے مانع ہو۔ اور مقتدی پر امام کے سہو کے باعث سجدہ سہو واجب ہو جاتا ہے (خود مقتدی کے اپنے) سہو سے سجدہ سہو نہیں واجب ہوتا۔ اور مسبوق اپنے امام کے ساتھ سجدہ (سہو) کرے پھر اُن (رکعتوں کو) ادا کرنے کے لئے کھڑا ہو۔ جن میں وہ مسبوق ہوا۔

اور اگر مسبوق اس حصہ میں جس کو ادا کر رہا ہے۔ بھول جائے تو اس کے لئے بھی سجدہ کرے۔ لاحق نہیں[8]۔

اور امام جمعہ اور عیدین میں سجدہ سہو نہ کرے۔

---

[1] پہلی کی کوئی تخصیص نہیں ہر رکعت کا یہی حکم ہے۔ (طحطاوی)

[2] آخری حصہ کی تخصیص نہیں مطلب یہ ہے کہ ایک رکعت کا دوسرا سجدہ دوسری رکعت کے بعد ادا کیا۔ (طحطاوی)

[3] یعنی سجدہ سہو سے پہلے سلام کا پھیرنا مسنون ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ واجب ہے مگر قولِ اول راجح ہے۔ (م)

[4] ہدایہ میں ہے کہ دونوں طرف سلام پھیر کر سجدہ سہو کرے مگر صحیح اور راجح یہی ہے کہ ایک طرف سلام پھیرے کیونکہ شیخ الاسلام خواہرزادہ فرماتے ہیں کہ دونوں طرف سلام پھیرنا بات چیت کا حکم رکھتا ہے۔

[5] معاف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جائز نہیں۔

[6] جمعہ اور عید کی نماز میں اگر سلام پھیرتے ہی وقت ظہر یا وقت نماز عید ختم ہو گیا تب بھی سجدہ سہو ساقط ہو جائے گا۔ واللّٰہ اعلم۔

[7] یعنی جس کے باعث نماز میں جوڑ نہ لگایا جا سکے مثلاً قصدًا ریح کر دی یا بات چیت کر لی وغیرہ۔

[8] لاحق وہ شخص ہے جس نے نماز کا ابتدائی حصہ امام کے ساتھ ادا کیا تھا اس کے بعد امام کی نماز ختم ہو گئی مگر

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

القعود الاول من الفرض عاد اليه مالم يستو قائمًا فى ظاهر الرواية وهو الاصح والمقتدى كالمتنفل يعود ولو استتم قائمًا فان عاد وهو الى القيام اقرب سجد للسهو وان كان الى القعود اقرب لا سجود عليه فى الاصح وان عاد بعد ما استتم قائمًا اختلف التصحيح فى فساد صلوته وان سها عن القعود الاخير عاد مالم يسجد و سجد لتاخيره فرض القعود فان سجد صار فرضه نفلا وضم سادسة ان شاء ولو فى العصر ورابعة فى الفجر ولا كراهة فى الضم فيهما على الصحيح ولا يسجد

اور جو شخص فرض[1] نماز کے قعدہ اول کو بھول جائے (ظاہر روایت کے بموجب) وہ اس وقت تک قعدہ اول کے لئے لوٹ آئے (یعنی بیٹھ جائے) جب تک سیدھا کھڑا نہ ہو (اور یہی صحیح تر ہے) اور مقتدی نفل[2] نماز پڑھنے والے کی طرح قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹ آئے۔ اگرچہ وہ پورا کھڑا ہو گیا ہو۔

پھر اگر وہ اس حالت میں کہ وہ قیام کے زیادہ قریب[3] تھا قعدہ اولیٰ کی طرف لوٹا ہے تو سجدہ سہو کرے گا۔ اور اگر وہ قعود کے زیادہ قریب تھا تو (صحیح مذہب میں) اس پر سجدہ سہو واجب نہیں اور اس کے بعد کہ وہ پورا کھڑا ہو گیا تھا قعدہ کی طرف لوٹا ہے تو فساد نماز کے بارے[4] میں تصحیح مختلف ہوئی ہے۔

اور اگر آخری قعدہ بھول گیا تھا تو لوٹ آئے جب تک سجدہ نہ کرے اور چونکہ اس نے اس فرض قعدہ کو موخر کر دیا ہے۔ لہذا سجدہ (سہو) کرے۔ پھر[5] اگر لوٹا نہیں اور سجدہ کر لیا تو اس کا فرض نفل ہو جائے گا اور چھٹی رکعت کو اگر چاہے ملا لے خواہ عصر کی نماز ہی میں ہو۔ اور فجر کی نماز میں چوتھی رکعت کو ملا لے۔ اور صحیح قول کے بموجب ان دونوں نمازوں میں (چھٹی یا چوتھی رکعت بڑھانے میں) کراہت نہیں ہے۔ اور صحیح قول کے بموجب سجدہ سہو بھی نہ کرے گا۔

اس کی نماز باقی رہ گئی۔ مثلاً نماز میں اس کا وضو ٹوٹ گیا تھا اس نے شرائط کے بموجب دوسرا وضو کیا اور امام کے ساتھ شامل ہوا۔ یا سو گیا اور ایک رکعت گذر گئی اتنی دیر میں جتنی رکعتیں اس کی جاتی رہیں ان کو امام کے بعد ادا کرے گا اگر ان رکعتوں میں کوئی سہو ہو جائے تو اس پر سجدہ نہیں کیونکہ وہ اس باقی ماندہ نماز کی ادائیگی میں مقتدی ہی مانا جاتا ہے۔ لیکن اگر مقیم نے مسافر کے پیچھے نماز پڑھی تھی اب وہ امام کے فارغ ہونے کے بعد اپنی دو رکعت ادا کرتے ہوئے کچھ بھول گیا تو اس صورت میں صحیح مسلک یہی ہے کہ وہ سجدہ سہو کرے باوجودیکہ لاحق کی تعریف اس پر صادق آتی ہے۔ (فلاح)

---

[1] وتر کا بھی یہی حکم ہے۔ (فلاح)

[2] اگر نفلوں کی نیت دو رکعت تھی اور اگر چار رکعت کی نیت باندھ رکھی ہے تو تاتارخانیہ میں ہے کہ بیٹھے نہیں بلکہ آخر میں سجدہ سہو کرے۔

[3] یعنی رکوع جیسی شکل پیدا ہو گئی تھی کہ نیچے کا دھادھڑ سیدھا ہو گیا تھا اور کمر جھکی رہی تھی۔ (فلاح)

[4] یعنی کسی نے اس کو صحیح کہا ہے کہ نماز فاسد ہو گئی مگر راجح یہی ہے کہ نماز نہیں ٹوٹی۔

[5] یعنی پانچویں رکعت میں بیٹھا نہیں۔ حتی کہ اس کا سجدہ کر لیا۔ تو فرض فرض نہ رہے۔ یہ تمام رکعتیں نفل ہو گئیں۔ اور اب اگر چاہے تو ایک رکعت اور پڑھ لے۔ چھ رکعتیں نفل ہو جائیں گی۔

للسّهو في الاصحّ وان قعد الاخير ثمّ قام عاد وسلم من غير اعادة التشهّد فان سجد لم يبطل فرضه وضمّ اليها اخرى لتصير الزائدتان له نافلة وسجد للسّهو ولو سجد للسّهو في شفع التطوع لم يبن شفعًا آخر عليه استحبابا فان بنى اعاد سجود السّهو في المختار ولو سلّم من عليه سهوٌ فاقتدى به[3] غيره صحّ ان سجد للسّهو والا فلا يصحّ ويسجد للسّهو وان سلّم عامدًا للقطع ما لم يتحوّل عن القبلة او يتكلّم ولو توهّم مصلّ رباعيّة او ثلاثيّة انه اتمّها فسلّم ثم علم انه صلّى ركعتين اتمّها وسجد للسّهو وان طال تفكره ولم يسلّم حتّى استيقن ان كان قدر اداء ركن وجب عليه سجود السّهو والا لا

اور اگر آخری قعدہ کر لیا تھا پھر (بھول کر) کھڑا ہو گیا تو لوٹ آئے اور التحیات کے دوبارہ پڑھنے کے بدون[1] سلام پھیر دے۔ پھر اگر (زائد رکعت کا) سجدہ کر لیا تھا تو اس کا فرض باطل نہ ہوا۔ اور زائد رکعت کے ساتھ ایک اور رکعت ملا لے تاکہ دو زائد رکعتیں نفل ہو جائیں اور سجدہ سہو کرے۔

اور نفل کے دوگانہ میں سجدہ سہو کر لیا تھا تو اب مستحب ہے کہ دوسرا دوگانہ (اس پہلے دوگانہ) پر نہ جوڑے۔ پھر اگر دوسرا دوگانہ جوڑ لیا (تو مذہب مختار میں دوسرے دوگانہ کے ختم پر) دوبارہ سجدہ سہو کرے[2]

جس شخص پر سجدہ سہو واجب تھا اس نے سلام پھیر لیا تھا اب کسی دوسرے شخص نے اس کے پیچھے نیت باندھ[3] لی تو اگر (امام) سجدہ سہو کر لے تو اس کی اقتدا صحیح ہو گی اور اگر امام نے سجدہ سہو نہ کیا تو اس کی اقتدا صحیح نہ ہو گی۔ اور جب تک قبلہ سے نہ مڑ جائے یا کلام نہ کرے سجدہ سہو کر سکتا ہے اگرچہ نماز ختم کرنے کی نیت سے ہی سلام پھیرا ہوا۔

اور اگر چار رکعت یا تین رکعت والی نماز پڑھنے والے کو وہم ہو گیا کہ اس نے پوری نماز پڑھ لی ہے چنانچہ سلام پھیر دیا۔ پھر علم ہوا کہ اس نے دو رکعت پڑھی تھیں تو (چار یا تین رکعت کو) پوری کرے اور سجدہ سہو کرے اور اگر دیر تک غور کرتا رہا اور جب تک یقین نہ ہو گیا سلام نہ پھیرا۔ تو اگر یہ غور ایک رکن ادا کرنے کی مقدار تک تھا تو اس پر سجدہ سہو واجب ہے ورنہ نہیں۔

---

[1] یعنی اگر بیٹھنے کے بعد التحیات پڑھے بغیر سلام پھیر دیا تب بھی نماز ہو گئی نیز اگر کھڑے کھڑے سلام پھیر دیا تو اگرچہ خلاف سنت ہے مگر نماز ہو جائے گی۔

[2] نفل کی قید اس لئے لگائی کہ فرضوں میں اگر مثلاً مسافر نے دو رکعت پڑھ کر سجدہ سہو کرنے کے بعد ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا تو جس طرح اس پر یہ لازم ہو گا کہ دو رکعت اور ملائے اسی طرح اس پر یہ بھی لازم ہو گا کہ سجدہ سہو چار رکعت کے اخیر میں دوبارہ کرلے۔ کیونکہ پہلا سجدہ نماز کے بیچ میں آجانے کے باعث بے کار ہو گیا۔ (مراقی الفلاح)

[3] یعنی اس کے پیچھے اس وقت نیت باندھی کہ یہ سلام پھیر کر خاموش بیٹھا ہوا تھا ابھی کوئی ایسا فعل نہیں کیا تھا جو نماز کے مخالف اور منافی ہوتا۔ صرف سلام پھیرا تھا۔

[illegible]

(فصلٌ فی الشكّ) تبطل الصلوٰة بالشكّ فی عدد رکعاتها اذا کان قبل اکمالها وهو اوّل ما عرض له من الشكّ او کان الشكّ غیر عادة له فلو شكّ بعد سلامه لا یعتبر الا ان تیقن بالترك وان کثر الشكّ عمل بغالب ظنّه فان لم یغلب له ظنّ اخذ بالاقل وقعد بعد کلّ رکعةٍ ظنّها آخر صلوته

بابُ سجود التّلاوة

سببها التلاوة علی التالی والسّامع فی الصحیح وهو واجبٌ علی التراخی ان لم یکن فی الصّلوٰة وکره تاخیره تنزیهًا ویجب علی من تلا آیةً ولو بالفارسیّة وقراءة حرف السجدة مع کلمةٍ قبله او بعده من آیتها کالآیة فی الصحیح وآیاتها اربع عشرة

فصل

شک کا بیان

نماز کی رکعتوں کی تعداد میں شک پڑ جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ شک نماز کو پوری کرنے سے پہلے ہو اور (بشرطیکہ) یہ پہلا شک ہو جو اس کو پیش آیا ہو۔ یا شک اس کی عادت نہ ہو۔ چنانچہ اگر سلام کے بعد شک ہوا تو اس کا اعتبار نہ کیا جائے گا۔ مگر اس صورت میں کہ (کسی فرض یا واجب کے) چھوڑ دینے کا یقین ہو جائے۔ اور اگر شک اکثر ہو جاتا ہو تو غالب گمان پر عمل کرے گا۔ پھر اگر کوئی گمان غالب نہ ہو تو رکعتوں کی مقدار میں جو کم تعداد ہو اس کو مان لے اور ہر اس رکعت کے بعد بیٹھ جائے جس کو نماز کی آخری رکعت خیال کرتا ہو۔

تلاوت کے سجدے

سجدہ تلاوت (کے واجب ہونے) کا سبب پڑھنے والے نیز سننے والے کے لئے آیت سجدہ کا پڑھنا ہے[1] (صحیح مذہب میں) اور سجدہ (تلاوت) واجب ہوتا ہے بگنجائش تاخیر اگر نماز میں نہ ہو اور موخر کرنا مکروہ تنزیہی ہے۔ اور اس شخص پر واجب ہو جاتا ہے جو آیت سجدہ کو پڑھ لے۔ اگرچہ فارسی[2] زبان ہی میں پڑھے۔ اور حرف[3] سجدہ کا پڑھ لینا آیت سجدہ کے کسی کلمہ کے ساتھ وہ کلمہ حرف سجدہ کے اول میں ہو یا بعد میں ہو۔ پوری آیت سجدہ کے پڑھنے کی مثل ہے۔ (صحیح مذہب کے بموجب)

---

[1] لہٰذا اگر پڑھنے والا بہرہ تھا تو اس پر سجدہ واجب ہوگا۔ اگرچہ وہ سُن نہیں سکتا۔ (م)

[2] اُردو، انگریزی، غرض ہر زبان کا یہی حکم ہے کیونکہ فارسی سے ہر ایسی زبان مراد ہے، جو عربی نہ ہو۔

[3] حرف سے مراد کلمہ ہے اور کلمۂ سجدہ اور حرف سجدہ سے وہ لفظ مراد ہے جو سجدہ کی جانب مشیر ہو۔ مثلاً سورۂ اعراف میں ولہ یسجدون پر سجدہ ہوتا ہے اس کو کلمہ سجدہ کہا جائے گا۔ مگر صرف ولہ یسجدون زبان سے ادا کرنے سے سجدہ واجب نہیں ہوگا۔ جب تک اس سے پہلا لفظ بھی ساتھ میں ملا کر نہ پڑھے۔ البتہ سورہ اقرأ میں جو کلمہ سجدہ ہے اس کو اس سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ مختصر البحر میں ہے کہ اگر واسجد پڑھ کر ٹھہر گیا اس کے بعد دوسرا حصہ واقترب پڑھا تو باوجود کہ کلمہ سجدہ واسجد واقترب مانا گیا ہے لیکن یہاں صرف ایک حصہ یعنی واسجد پڑھ لینے پر سجدہ تلاوت واجب ہو جائے گا۔ (مراقی)

آيَةً فِي الاعراف والرّعد والنحل والاسراء ومَريَم وَاولى الحجّ وَالفرقان والنمل والسّجدة وَص وحم السّجدة والنجم وانشقّت واقرا ويجبُ السّجود على مَن سمِعَ وان لم يقصدُ السّمَاع الّا الحائِض والنّفسَاء والامام وَالمقتدِي به وَلو سمعُوهَا من غيرِه سجَدُوا بعدَ الصَّلوٰة ولو سجدُوا فيهَا لم تجزهم وَلم تفسُد صَلوٰتهُم في ظاهِر الرّوايةِ وَيجبُ بسمَاعِ الفارسيّة ان فهمَهَا على المعتمد وَاختلفَ التصحِيح في وُجوبهَا بالسّمَاع مِن نائِم او مجنُون وَلا تجب بسمَاعِهَا مَن الطيرِ والصّدٰى وَتؤدّٰى بركُوع او سجُودٍ في الصّلوٰة غير ركوع الصّلوٰة وسجُودهَا وتجزِئ عنها ركوعُ الصّلوٰة انْ نواهَا وسجُودهَا وَ

آیات سجدہ چودہ ہیں۔ اعراف میں۔ رعد۔ نحل۔ اسراء اورمریم میں۔ اورسورہ حج کا پہلا سجدہ اور سورۂ فرقان۔ نمل اورسورۂ سجدہ۔ سورۂ ص۔ حم سجدہ۔ سورۂ نجم۔ سورۂ انشقت اورسورۂ اقراء میں۔

اور سجدہ ہراس شخص پرواجب ہوتا ہے جو آیت سجدہ کو سن لے۔ اگرچہ سننے کا قصد نہ کیا ہو مگرحیض اور نفاس[1] والی عورت اور امام اور اس کا مقتدی (کہ ان چاروں) پرسجدہ واجب نہیں ہوتا۔

اوراگرامام نے اوراس کے مقتدیوں نے اپنے سواکسی اورشخص سے (جونمازمیں شامل نہیں) آیت سجدہ سن لی تو یہ لوگ نماز کے بعد سجدہ[2] کریں گے اوراگرنماز میں سجدہ کریں گے توان کے لئے کافی نہ ہوگا۔ البتہ ظاہر روایت کے بموجب ان کی نماز بھی نہ ٹوٹے گی۔ اورمعتمد مذہب کے بموجب (آیۃ سجدہ کا ترجمہ) فارسی (یعنی عربی کے سوا) سن لینے سے بھی اگراس کوسمجھ جائے توسجدہ واجب ہوجاتا ہے اور نائم یا مجنوں شخص سے آیۃ سجدہ سن لینے کی صورت میں وجوب سجدہ کے متعلق صحیح مذہب کے معین کرنے میں علماء کا اختلاف ہوا ہے۔ (بعض حضرات کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ سجدہ واجب ہوگا۔ بعض کے نزدیک عدم وجوب صحیح ہے) اور پرندہ یا صدائے بازگشت سے آیۃ سجدہ سن لینے میں سجدہ واجب نہیں ہوتا۔

اورنماز کے رکوع اور سجدہ کے سوا نماز میں رکوع یا سجدہ کرلینے سے سجدہ تلاوت ادا کیا جائے گا۔

اورنماز کا رکوع بھی سجدہ تلاوت کے لئے کافی ہوجاتا ہے اگرسجدۂ تلاوت کی نیت کرلے اورنماز کا سجدہ، سجدۂ تلاوت کے لئے کافی ہوجاتا ہے اگرسجدۂ تلاوت کی نیت نہ بھی کی ہو (مگررکوع یا سجدۂ نماز کا یہ حکم) جب ہے کہ تلاوت[3] سجدہ

---

[1] حیض اور نفاس والی عورت کو آیۃ سجدہ پڑھنا جائز نہیں لیکن اگر پڑھ لیں توان پرسجدہ واجب نہیں۔ ہاں جو شخص ان سے سن لے اس پرواجب ہوگا۔ کافر یا جنبی شخص اگر آیۃ سجدہ پڑھ لے توخود ان پر بھی سجدہ واجب گا۔ اور سننے والے پربھی۔ مگرچونکہ کافر کا سجدہ معتبر نہیں تواس پرترک سجدہ کے عذاب کا اور اضافہ ہوجائے گا۔ بچہ اگرسمجھدار ہے تواس کی تلاوت سے سننے والے پرسجدہ واجب ہوگا۔ اوراگر ناسمجھ ہے تو سننے والے پرسجدہ واجب نہ ہوگا۔ (ط)

[2] صورت مسئلہ یہ ہے کہ جماعت کے شریک کسی مقتدی نے غلطی سے سجدہ کی آیت پڑھ لی جس کو امام نے یا جماعت کے مقتدیوں نے سن لیا تواب سجدہ تلاوت کسی پرواجب نہیں۔ لیکن اگرکوئی دوسرا شخص جونماز میں شریک نہیں تھا اس نے آیت پڑھی توامام اور مقتدی پرسجدہ واجب ہوگا جس کو وہ نماز کے بعد اداکریں گے۔ واللہ اعلم بالصواب (فلاح)

[3] یہ حکم جب ہے کہ رکوع فوراً کرلیا ہو اور فوراً کا مطلب یہ ہے کہ دو آیتوں کا فصل نہ ہوا ہو۔ (م)

اِنْ لَمْ ینوِهَا اذا لَمْ ینقطع فورُ التلاوة باكثر مِنْ اٰیتیْن وَلو سمعَ مِنْ امَامٍ فَلَمْ یَاْتَمَّ بِهٖ اوائتم فی رکعةٍ اخرٰی سجدَ خارجَ الصَّلوٰة فی الاظهر وان ائتمّ قبلَ سجودِ امامهٖ لهَا سجدَ معهٗ فان اقتدٰی بهٖ بعدَ سجودِهَا فی رکعتها صارَ مُدرکًا لهَا حُکمًا فلا یسجدُ هَا اصْلاً وَلم تقض الصَّلاتیة خارجهَا وَلو تلاخَارجَ الصَّلوٰة فسجَدَ ثمّ اعَادَ فیهَا سجَدَ اخرٰی وَانْ لم یسجُد اوّلا کفته وَاحدةٌ فی ظاهِر الرّوایة کمَن کرّرهَا فی مجلسٍ وَاحدٍ لا مجلسَین وَیتبدّل المجلسُ بالانتقال منهُ ولو مسَدّ یًا وَبالانتقال مِنْ غصن الیٰ غصن وَعومٍ فی نهرٍ اوحَوضٍ کبیرٍ

کا جوش دو آیتوں سے زیادہ پڑھ لینے کے باعث منقطع نہ ہوا ہو[1] اور اگر امام سے آیت سجدہ کو سنا تھا۔ پھر اس کی اقتداء نہیں کی یا دوسری رکعت میں اقتداء کی، ظاہر روایت کے بموجب نماز سے باہر سجدۂ تلاوت ادا کرے گا۔ اور اگر امام کے سجدہ تلاوت ادا کرنے سے پہلے اُس کی اقتداء کر لی تو امام کے ساتھ سجدہ کرے۔ اور اگر امام کے سجدہ کر لینے کے بعد اسی رکعت میں امام کے پیچھے نیت باندھ لی تو حکمی طور پر (رکعت کی طرح) اس سجدہ کا مدرک بھی ہو جائے گا۔ چنانچہ اس کے بعد سجدۂ تلاوت نہ نماز میں ادا کرنا پڑے گا نہ نماز سے باہر۔ جو سجدہ نماز میں واجب ہوا ہے وہ نماز سے باہر ادا نہ کیا جائے۔[2]

اور اگر نماز سے باہر آیت سجدہ کی تلاوت کی تھی اور سجدہ کر لیا تھا پھر اس کو نماز میں دوبارہ پڑھا تو دوبارہ سجدہ کرے اور اگر پہلی مرتبہ سجدہ نہ کیا تھا، تو صرف ایک ہی سجدہ (جو نماز میں ادا کرے گا) ظاہر روایت کے بموجب اس کو کافی ہوگا جیسے اس شخص کے لئے ایک ہی[3] سجدہ کافی ہو جاتا ہے جس نے ایک ہی مجلس (بیٹھک) میں آیت سجدہ کو بار بار پڑھا ہو۔ دو مجلسوں میں مکرر پڑھنے سے (ایک سجدہ) کافی نہیں ہوتا۔ اور مجلس سے منتقل ہو جانے سے مجلس بدل جاتی ہے۔ اگرچہ تانا تنتے ہوئے منتقل ہو رہا ہو۔ اور مجلس بدل جاتی ہے ایک شاخ سے دوسری شاخ کی طرف منتقل ہونے سے۔ نیز نہر یا بڑے حوض میں تیرنے سے (صحیح مذہب کے بموجب) اور کوٹھری یا مسجد کے (اگرچہ مسجد بڑی ہو)

---

[1] مختصر یہ ہے کہ نماز میں آیتہ سجدہ پڑھ لینے سے جو سجدہ واجب ہوتا ہے اس کے لیے اولیٰ اور مسنون شکل تو یہ ہے کہ ایک مستقل سجدہ کرے اور اگر سجدہ کے بجائے ایک زائد رکوع کرے تب بھی ادا ہو جائے گا نیز اگر زائد سجدہ یا رکوع نہ کیا اور نماز کے رکوع یا سجدہ ہی میں سجدہ تلاوت کی ادائیگی کی نیت کر لی تو یہ بھی صحیح ہے مگر اس کے لئے شرط یہ ہے کہ سجدہ کے بعد دو آیتوں سے زیادہ نہ پڑھا ہو۔

[2] اگر قصداً چھوڑ دیا تو گنہگار ضرور ہے لہذا توبہ کرنی چاہئے۔

[3] خواہ اول میں سجدہ کرے خواہ بیچ میں خواہ اخیر میں یعنی اگر پانچ مرتبہ آیت سجدہ پڑھی تو خواہ پہلی مرتبہ پڑھنے کے بعد سجدہ کر لیا ہو یا دوسری مرتبہ پڑھنے کے بعد یا تیسری مرتبہ پڑھنے کے بعد یا پانچ مرتبہ پڑھنے کے بعد۔ ہر صورت میں ایک سجدہ ہی کافی ہوتا ہے۔ اور اگر ایک مجلس میں سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم گرامی بار بار آئے تو اگرچہ سجدۂ تلاوت کی طرح ایک مرتبہ درود شریف پڑھنا کافی ہے مگر مستحب یہ ہے کہ ہر مرتبہ الگ درود شریف پڑھے۔ (طحطاوی)

فی الاصحّ وَلا یتبدّل بزوایا البیت والمسجد وَلو کبیرًا وَلا بسیر سفینة وَلا برکعة وَبرکعتین وَشربة واکل لقمتین وَمشی خطوتین وَلا باتکاءٍ وقعودٍ وقیامٍ وَرکوب وَنزول فی محلّ تلاوته ولا بسیر دابّته مصلیًا ویتکرّر الوجوبُ علی السّامع بتبدیل مجلسه وَقد اتحد مجلسُ التالی لا بعکسه علی الاصحّ وکرہ ان یقرأ سورة وَیدع اٰیة السجدةِ لا عکسُهٗ وندب ضمّ اٰیةٍ او اکثر الیها وندب اخفاؤها من غیر متأهّب لها وندب القیام ثمّ السجودُ لها ولا یرفع السّامعُ رأسهٗ منها قبل تالیها ولا یؤمرُ التالی بالتقدّم ولا السّامعُون بالاصطفافِ فیسجدُون کیف کانوا وشرطُ صحتها شرائطُ الصّلوٰة الا التحریمة وکیفیّتها ان یسجُدَ سجدةً واحدةً بین تکبیرتین هما سُنّتان بلا رفع یدٍ وَلا تشهّد وَلا تسلیم

گوشوں سے مجلس نہیں بدلتی۔ اور نہ کشتی[1] کے چلنے کے باعث (مجلس بدلتی ہے اگرچہ کشتی کی جگہ بدل رہی ہے) اور ایک دو رکعت پڑھنے اور پانی پینے اور دو ایک لقموں کے کھانے سے اور دو ایک قدموں[2] کے چلنے سے اور تکیہ لگانے اور بیٹھنے اور کھڑے ہونے اور سوار ہونے اور تلاوت کی جگہ میں سوار ہونے اور اترنے اور اس کی سواری کے چلنے سے (جبکہ وہ) نماز پڑھ رہا ہو مجلس نہیں بدلتی۔

اور سامع پر وجوب سجدہ مکرر ہو جاتا ہے اس کی مجلس بدل جانے سے باوجودیکہ پڑھنے والے کی مجلس ایک ہو اس کے عکس کی صورت میں نہیں[3] (صحیح مذہب کے بموجب) اور یہ مکروہ ہے کہ سورت پڑھے اور آیت سجدہ کو چھوڑ دے اور اس کا عکس مکروہ نہیں۔

اور آیت سجدہ کے ساتھ ایک یا زیادہ آیتوں کا ملا لینا مستحب ہے۔

اور مستحب ہے آیت سجدہ کا آہستہ پڑھنا ایسے شخص کے سامنے جو سجدہ کے لئے تیار نہ ہو۔

سجدہ تلاوت ادا کرنے کے لئے کھڑا ہونا پھر سجدہ کرنا مستحب ہے۔

اور سننے والا اپنے سر کو سجدہ تلاوت پڑھنے والے سے پہلے نہ اٹھائے۔ سجدہ تلاوت پڑھنے والے کو آگے بڑھنے اور سننے والوں کو صف لگانے کا حکم نہ دیا جائے گا۔ وہ جیسے بھی ہوں سجدہ کر لیں۔ سجدہ تلاوت کی صحت کے لئے باستثناء تحریمہ وہی شرطیں ہیں جو نماز کے لئے شرطیں[4] ہیں۔ اور سجدہ کی کیفیت (ترکیب) یہ ہے کہ دو تکبیروں[5] کے بیچ میں ایک سجدہ کر لے۔ یہ دونوں تکبیریں مسنون ہیں۔ ہاتھ اٹھانا، التحیات پڑھنا یا سلام پھیرنا (سجدہ تلاوت میں) نہیں ہوتا۔

---

[1] یعنی اگر کشتی میں بیٹھا ہوا تلاوت کر رہا ہے اور کشتی چل رہی ہے تو اس کو ایک ہی مجلس مانا جائے گا۔ یہی حکم ریل کا بھی ہے۔ واللہ اعلم

[2] مکان کے متعلق تو پہلے گذرا کہ پورا کمرہ ایک مجلس قرار دیا جائے گا۔ میدان کا حکم یہ ہے کہ دو قدم چلنے سے مجلس نہیں بدلتی تین قدم یا اس سے زیادہ سے بدل جاتی ہے۔

[3] عکس کی صورت یہ ہے کہ سامع اپنی جگہ کھڑا ہو۔ پڑھنے والا چلتا پھرتا ہے اور منتقل ہوتا رہے تو اس صورت میں

([illegible])

فصل سجدۃ الشکر مکروھۃ عند الامام لا یثاب علیھا و قالا ھی قربۃ یثاب علیھا و ھیئتھا مثل سجدۃ التلاوۃ

فائدہ مھمۃ لدفع کل مھمۃ

قال الامام النسفی فی الکافی من قرأ ای السجدۃ کلھا فی مجلس واحد و سجد لکل منھا کفاہ اللہ ما اھمہ

فصل

سجدۂ شکر امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک مکروہ ہے۔ اس پر ثواب نہیں ملتا۔ اور صاحبین رح فرماتے ہیں کہ وہ عبادت ہے۔ اس پر ثواب ملتا ہے اور اس کی صورت سجدۂ تلاوت کے مثل ہے۔

عظیم الشان فائدہ ہر پریشانی کو دور کرنے کے لئے

امام نسفی رح نے کافی میں فرمایا ہے کہ جو شخص سجدہ کی تمام آیتوں کو ایک مجلس میں پڑھے اور ہر ایک آیت کا سجدہ ادا کرتا رہے تو اللہ تعالیٰ اس کے معاملہ میں جو اس کو پریشان کئے ہوئے ہے متکفل ہو جائے گا۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۳۰

سامع پر صرف ایک ہی سجدہ واجب ہوگا۔

[۴] اگر کسی شرط کے مفقود ہونے کے باعث اس وقت سجدہ نہ کر سکے تو مستحب ہے کہ یہ پڑھ لے۔ سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ اور جب موقعہ ہو سجدہ کر لے۔ واللہ اعلم (فلاح)

[۵] اگر سجدۂ تلاوت نماز فرض میں ادا کر رہا ہے تو اس کو سُبحان ربی الاعلیٰ ہی پڑھنا چاہیئے اور نماز کے باہر اگر صرف سجدہ تلاوت کر رہا ہے تو اس کو اختیار ہے کہ سُبحان ربی الاعلیٰ پڑھے یا ان دعاؤں میں سے کوئی دعا پڑھ لے۔

(۱) سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَصَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ

ترجمہ: میرے چہرہ نے سجدہ کیا اس ذات کا جس نے اس کو پیدا کیا اس کی صورت بنائی اس کو سننے اور دیکھنے کی طاقت بخشی۔ اپنی طاقت اور اپنی قوت سے۔

(۲) اَللّٰهُمَّ اكْتُبْ لِيْ عِنْدَكَ بِهَا اَجْرًا وَ ضَعْ عَنِّيْ بِهَا وِزْرًا وَاجْعَلْهَا لِيْ عِنْدَكَ ذُخْرًا وَ تَقَبَّلْهَا مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَهَا مِنْ عَبْدِكَ دَاؤُدَ۔

ترجمہ: اے اللہ اس سجدہ کے بدلہ میں میرے لئے اپنے یہاں اجر و ثواب درج کر لے اور اس سجدہ کے بدلہ میں میرا گناہ معاف فرما اور اس سجدہ کو میرے لئے اپنے یہاں ذخیرہ بنا اور مجھ سے اس کو ایسے ہی قبول فرما جیسے تو نے اپنے بندے حضرت داؤد علیہ السلام سے قبول فرمایا تھا۔ (مراقی)

بابُ الجُمُعَةِ

صَلوٰةُ الجُمُعَةِ فرضُ عينٍ على منْ اجتمعَ فيهِ سَبْعَةُ شرائِطَ الذُّكورةُ والحرّيّةُ والاقامَةُ فى مصرٍ اوفيمَا هُوَ داخِلٌ فى حَدِّ الاقامَةِ فيهَا فى الاصحِّ والصِّحَّةُ والامنُ مِنْ ظالِمٍ وَسَلامَةُ العينَيْنِ وسَلامَةُ الرِّجْلينِ وَيشترطُ لِصِحّتِهَا سِتّةُ اشيَاءٍ المصْرُ اوفناؤهُ والسُّلطانُ اونائِبهُ ووقتُ الظهرِ فلا تصِحُّ

باب ۔ نماز جمعہ[1]

نماز جمعہ فرض عین ہے ہر اس شخص پر جس میں سات شرطیں جمع ہوں۔

(۱) مذکر ہونا (۲) آزادی (۳) شہر میں یا ایسی جگہ میں مقیم ہونا کہ جو اقامہ مصر کی حد میں داخل ہو (صحیح مذہب یہ ہی ہے) یعنی جہاں کے ٹھیرنے کو شہر میں ٹھیرنا کہا جا سکے (۴) تندرستی (۵) ظالم سے امن (۶) آنکھوں کا سالم ہونا (۷) پیروں کا سالم ہونا۔

اور جمعہ درست ہونے کے لئے چھ شرطیں ہیں۔

(۱) مصر یا فناء مصر (۲) سلطان[2] یا اس کا نائب (۳) ظہر کا وقت چنانچہ اس سے پہلے نماز جمعہ صحیح نہیں ۔

---

[1] فی المصباح ضم المیم لغة الحجاز وفتحها لغة تمیم واسکانها لغة عقیل

[2] یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اسلام نے سیاست یعنی انتظام ملکی اور مذہبی نظام کے لئے دو سلسلے جدا جدا نہیں قائم کئے بلکہ ایک کو دوسرے سے پیوست کر دیا ہے چنانچہ جو عام ملکی نظام کا ذمہ دار ہو۔ وہی مذہبی نظام کا بھی ذمہ دار ہوگا۔ ان دونوں کے لئے ایک ہی لفظ اسلام نے تجویز کیا ہے یعنی "امام" پھر ملکی نظام کی ذمہ داری کو امامت کبریٰ "بڑی امامت" کہا جاتا ہے اور نماز کی امامت کو "امامت صغریٰ" چھوٹی امامت کہا جاتا ہے۔ عبادت اور یادِ خدا اگرچہ انفرادی چیز ہے یعنی ہر ایک انسان پر علیحدہ علیحدہ فرض ہے کہ وہ اپنے پروردگار کو پہچانے اور اس کے احکام کی تعمیل کرے۔ اس کے سامنے سر نیاز خم کرے مگر اسلام نے جماعت کو لازم کر کے اس انفرادی فرض کو اجتماعی فرض بنا دیا ہے۔ ایک محلہ کی ایک مسجد ہو۔ وہاں کا امام محلہ کا ممتاز شخص ہو جس کو لوگ سب سے اچھا مانتے ہوں اس پر بھروسہ کرتے ہوں۔ پھر پوری آبادی کا ہفتہ وار ایک اجتماع ہو۔ آبادی کا سب سے بڑا ذمہ دار اس کا امام ہو۔ یہ سب اسلامی تنظیم کی کڑیاں ہیں۔ جن میں سیاست اور روحانیت کو ایک دوسرے میں سمو دیا ہے۔ محلہ کی مسجد، شہر کی جامع مسجد۔ اسلام کے اجتماعی کاموں کے لئے پنچایت گھر کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان میں نوافل کا پڑھنا مستحب نہیں۔ کیونکہ نوافل میں جماعت نہیں ہوتی۔ ہاں جن اسلامی چیزوں میں جماعت اور اجتماع ہو۔ مثلاً نکاح یا اسلامی معاملات پر تقریر یا حدیث و قرآن کی تلقین و تدریس یا فیصلہ مقدمات وہ سب مساجد میں ہوں گی۔ سلف صالحین کا یہ ہی دستور رہا ہے۔ لیکن جب غلبہ کفار کے باعث نظام اسلامی درہم برہم ہو جائے تو مسلمانوں پر فرض تو یہی ہے کہ وہ پورے نظام کو قائم کریں اور ہر مناسب صورت سے اس کے لئے جد و جہد کرتے رہیں جو اس کے لئے جہاد فرض کی حیثیت رکھے گی۔ مگر تاوقتیکہ وہ اس پورے نظام کو قائم نہ کر سکیں نمازوں کی ادائیگی کے لئے یہ فرض ہو جاتا ہے کہ وہ کسی شخص کو محلہ کا اور اسی طرح جمعہ اور عیدین کا امام مقرر کر لیں چنانچہ خلیفہ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

قبلہٗ وتبطل بخروجہٖ والخطبۃ قبلہا بقصدہا فی وقتہا وحضور رجل لسماعہا ممن تنعقد بہم الجمعۃ ولو واحدًا فی الصحیح والاذن العام والجماعۃ وہم ثلاثۃ رجال غیر الامام ولو کانوا عبیدًا او مسافرین او مرضٰی وشرط بقاؤہم مع الامام حتی یسجد فان نفروا بعد سجودہٖ اتمہا وحدہٗ جمعۃ وان نفروا قبل سجودہٖ بطلت ولا تصح بامرأۃ او صبیٍّ مع رجلین وجاز للعبد والمریض ان یؤمّ فیہا والمصر کلّ موضع لہٗ مفتٍ وامیرٌ وقاضٍ ینفذ الاحکام ویقیم الحدود وبلغت

(اور اگر نماز جمعہ پڑھتے پڑھتے ظہر کا وقت نکل گیا تو) باطل ہو جائے گی نماز جمعہ وقت ظہر کے نکل جانے سے (۴) اور نماز جمعہ سے پہلے نماز جمعہ کے ارادہ سے نماز جمعہ کے وقت میں[1] خطبہ اور اُن میں سے جن سے جمعہ منعقد ہوتا ہے۔ کسی شخص کا خواہ وہ ایک ہی ہو، خطبہ سننے کے لئے حاضر ہونا (صحیح مذہب کی بنا پر)۔ (۵) اذن[2] عام (۶) جماعت۔ اور امام کے سوا تین مردوں کو جماعت مانا جائے گا اگرچہ وہ غلام، مسافر، یا بیمار ہی ہوں۔

اور سجدہ کرنے تک امام کے ساتھ ان تین کا باقی رہنا شرط ہے۔ چنانچہ اگر یہ لوگ سجدۂ امام کے بعد چلے جائیں تو امام تنہا ہی اس نماز کو نماز جمعہ کی حیثیت سے پوری کر لے۔ اور اگر امام کے سجدہ سے پہلے ہی چل دیں تو نماز جمعہ باطل ہو جائے گی۔ اور دو مردوں کے ساتھ عورت یا بچہ سے نماز جمعہ صحیح نہیں ہوتی (یعنی تینوں بالغ مرد ہونے چاہئیں) غلام اور بیمار شخص کے لیے جائز ہے کہ نماز جمعہ کی امامت کرے۔

مصر ہر ایسا مقام ہے جس کے لئے کوئی مفتی[3] امیر اور ایسا قاضی (جج) ہو جو احکام نافذ کرے اور حدود

بقیہ حاشیہ ص ۱۳۲

جب بلوائیوں نے محصور کر لیا اور آپ کے لئے جمعہ کی نماز پڑھانے کے لئے پہنچنا یا کسی کو نامزد کرنا ناممکن ہو گیا تو حضرت علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ایسا ہی کیا تھا۔

[1] سلف صالحین کا طرز یہ ہی رہا کہ انھوں نے عجمی شہروں میں خطبہ عربی زبان ہی میں پڑھا۔ باوجودیکہ وہ خود اس زبان کو جانتے تھے۔ اگر امام وقت یعنی سلطان غیر عربی میں خطبہ کا حکم کر دے تو اس کی اتباع تو واجب ہو گی۔ لیکن جبکہ نظام اسلامی درہم برہم ہے جو شخص جو چاہتا ہے کرتا ہے اور کہتا ہے۔ اور جس طرح چاہتا ہے لوگوں کو بہکاتا ہے تو اردو میں خطبہ بجائے نفع کے اور نقصان پہنچائے گا۔ علاوہ ازیں عربی میں خطبہ کا فائدہ یہ بھی ہے کہ کلام اللہ شریف کی زبان سے مسلمانوں کا تعلق بڑھے۔

[2] کیونکہ اسلامی شعار ہے اس کو اعلان اور شہرت کے ساتھ قائم کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اگر خود سلطان وقت اپنے محل کے دروازے بند کرا کر جمعہ کی نماز پڑھنا چاہے تو درست نہیں۔ ہاں اگر اذن عام ہو تو جائز ہو جائے گی۔ (فلاح)

اسی بنا پر جیل خانہ میں بھی جمعہ جائز نہیں۔

[3] اگر کسی مقام پر حاکم اور قاضی اسلام موجود ہے مگر محض سستی سے قانون اسلام کے بموجب حدود و قصاص نافذ نہیں کرتا تو علما نے تصریح کی ہے کہ اس جگہ جمعہ کی نماز جائز ہے۔ لہٰذا بآسانی کہا جا سکتا ہے کہ خاص طور پر قاضی یا حاکم مراد نہیں۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ اس درجہ کا حاکم رہتا ہو جو خون اور فوجداری کے مقدمات کا فیصلہ کر سکے۔ باایں ہمہ یہ ایک علامت ہے۔ مصر کی ماہیت اور حقیقت نہیں بیان کی گئی۔ درحقیقت شہر یا شہریت ایک عرفی چیز ہے جس کو پہچانا تو جا سکتا ہے۔ مگر کوئی جامع مانع تعریف نہیں کی جا سکتی۔ اسی وجہ سے علامتوں کے بیان کرنے میں علماء کے اقوال مختلف ہیں۔ محمد میاں عفی عنہ

ابنيتهٗ منىٰ فى ظاهر الرّواية واذا كانَ القاضى او الامير مفتيًا اغنىٰ عن التعداد وجازت الجمعة بمنىٰ فى الموسم للخليفة او امير الحجاز وصحّ الاقتصار فى الخطبة علىٰ نحو تسبيحة او تحميدة مع الكراهة وسُنن الخطبة ثمانية عشر شيًا الطّهارة وستر العورة والجلوس على المنبر قبل الشروع فى الخطبة والاذان بين يديه كالاقامة ثمّ قيامهٗ والسّيف بيساره متكئًا عليه فى كل بلدة فتحت عنوة و بدونه فى بلدة فتحت صلحا واستقبال القوم بوجهه وبداءته بحمد الله و الثناء عليه بما هو اهلهٗ والشهادتان والصّلوٰة على النبىّ صلى الله عليه وسلم و العظة والتذكير وقراءة اٰية مّن القراٰن وخطبتان والجلوس بين الخطبتين

(سزائیں) قائم کرے۔ اور اس کی عمارتیں مقام منیٰ کی عمارتوں کی مقدار کو پہنچ گئی ہوں (ظاہر روایت) اور جبکہ قاضی یا حاکم ہی مفتی ہو تو تعداد سے بے نیاز کردے گا (یعنی تین شخصوں کا الگ الگ ہونا ضروری نہیں۔ جیسا کہ اوپر کی سطر سے اس کا وہم ہوتا تھا) اور منیٰ مقام پر موسم (ایام حج) میں جمعہ پڑھنا خلیفہ یا امیر[1] حجاز (گورنر حجاز) کے لئے جائز ہے اور صحیح ہو جاتا ہے اکتفاء[2] کر لینا خطبہ میں ایک دفعہ الحمد للہ یا سبحان اللہ کہہ لینے پر کراہت کے ساتھ۔

اور خطبہ کی سنتیں اٹھارہ ہیں۔

پاکی۔ ستر عورت۔ ممبر پر بیٹھنا خطبہ شروع کرنے سے پہلے۔ تکبیر کی طرح امام کے سامنے اذان۔ پھر امام کا کھڑا ہونا۔ اس صورت سے کہ تلوار بائیں ہاتھ میں ہو اور وہ اس پر سہارا دیئے ہوتے ہو۔ ہر اس شہر میں جو بطور غلبہ کے فتح کیا گیا ہو، اور جو شہر بطور صلح کے فتح کیا گیا ہو اس میں تلوار کے بغیر (خطبہ کے لیے) کھڑا ہونا۔ نمازیوں کی جانب اپنا منہ کرنا۔ خطبہ کا اللہ کی حمد سے اور اللہ کی ایسی ثناء سے جس کا وہ اہل ہے شروع کرنا۔ اور شہادت کے دونوں کلموں کو (خطبہ کے ضمن میں) ادا کرنا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا۔ نصیحت اور آخرت کے عذاب وثواب کی یاد دہانی۔ اور قرآن پاک کی کسی آیت کا پڑھنا اور دو خطبے۔ دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنا۔ خطبہ ثانیہ کے شروع میں

---

[1] اگر کسی شخص کو سپرنٹنڈنٹ کی حیثیت سے خاص انتظامات حج کے لئے مقرر کیا گیا تو وہ جمعہ قائم نہیں کرا سکتا کیونکہ یہ اس کے اختیارات میں نہیں ہوتا۔ البتہ خلیفہ یا گورنر حجاز کے اختیارات میں چونکہ جمعہ قائم کرانا بھی ہوتا ہے لہٰذا وہ قائم کرا سکتے ہیں۔ یا اگر اس سپرنٹنڈنٹ کو یہ اختیار بھی دیدیا گیا تو وہ بھی قائم کرا سکتا ہے۔

[2] یعنی خطبہ جمعہ کی کم سے کم مقدار امام صاحبؒ کے نزدیک یہ ہے کیونکہ قرآن حکیم میں اس کو ذکر اللہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ فاسعوا الیٰ ذکر اللہ۔ نیز حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جب خلیفہ ہوئے اور آپ ممبر پر خطبہ کے لئے تشریف لے گئے تو آپ صرف الحمد للہ ہی کہہ پائے تھے کہ پھر آپ سے نہیں بولا گیا۔ آپ نیچے تشریف لے آئے۔

ف۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ خطبہ اُردو میں نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ یہ درحقیقت ایک ذکر ہے۔ واللہ اعلم

[3] خلفاء راشدین اور حضرت عباس اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم کا ذکر بھی مسنون ہے۔

واعادة الحمد والثناء والصلوٰة على النبى صلى الله عليه وسلم فى ابتداء الخطبة الثانية والدعاء فيها للمؤمنين والمؤمنات بالاستغفار لهم وان يسمع القوم الخطبة وتخفيف الخطبتين بقدر سورة من طوال المفصل ويكره التطويل وترك شئ من السنن ويجب السعى للجمعة وترك البيع بالاذان الاول فى الاصح واذا خرج الامام فلا صلوٰة ولا كلام ولا يرد سلاما ولا يشمت عاطسا حتى يفرغ من صلوته وكره لحاضر الخطبة الاكل والشرب والعبث والالتفات ولا يسلم الخطيب على القوم اذا استوى على المنبر وكره الخروج من المصر بعد النداء ما لم يصل ومن لا جمعة عليه ان اداها جاز عن فرض الوقت ومن لا عذر له لو صلى الظهر قبلها حرم فان سعى اليها والامام فيها بطل ظهره وان لم يدركها وكره للمعذور والمسجون اداء الظهر بجماعة فى المصر يومها ومن ادركها فى التشهد

حمد وثنا کا اور درود شریف کا دوبارہ پڑھنا۔ اور خطبۂ ثانیہ میں مسلمان مردوں اور عورتوں کے لئے دعا کرنا، مغفرت کی دعا کے ساتھ (یعنی ترقی مسلم اور مغفرت دونوں کی دعا کرنا) اور یہ کہ نمازی اس کے خطبہ کو سن سکیں[1] (یعنی اتنی بلند آواز سے خطبہ پڑھے) اور دونوں خطبوں کا مختصر کرنا۔ طوال مفصل کی ایک سورت کی مقدار اور خطبہ کا طویل کرنا اور خطبہ کی سنتوں میں سے کسی کو چھوڑ دینا مکروہ ہے۔ اور (صحیح مسلک کے بموجب) اذان اول پر جمعہ کے لئے روانہ ہو جانا اور خرید و فروخت کا چھوڑ دینا واجب ہو جاتا ہے۔ اور جب امام آجائے تو نہ نماز جائز ہے اور نہ کلام اور نہ سلام کا جواب دے اور نہ چھینکنے والے کی چھینک کا جواب دے۔ تاآنکہ نماز سے فارغ ہو جائے۔

اور جو شخص خطبہ میں حاضر ہے اس کے لئے کھانا۔ پینا۔ کھیلنا۔ ادھر ادھر دیکھنا مکروہ[2] ہے۔ اور جب خطیب ممبر پر آئے تو لوگوں کو سلام نہ کرے۔

اور شہر سے نکلنا اذان کے بعد مکروہ ہے جب تک نماز نہ پڑھ لے۔ اور وہ شخص جس پر جمعہ واجب نہیں تھا۔ اگر نماز جمعہ ادا کرے تو فرض وقت (نماز ظہر) سے کافی ہو جاتا ہے اور جس شخص کے لئے کوئی عذر نہیں۔ اگر ظہر کی نماز جمعہ سے پہلے پڑھ لے تو حرام[3] ہے۔

پھر اگر (نماز ظہر پڑھنے کے بعد) نماز جمعہ کے لئے ایسے وقت روانہ ہو کہ امام جمعہ کی نماز پڑھ رہا ہوگا تو (اس گھر میں نماز پڑھنے والے کی نماز) ظہر باطل ہو جائے گی۔ خواہ اس کو جمعہ نہ بھی ملے۔

اور معذور اور قیدی کے لئے شہر کے اندر جمعہ کے دن ظہر کی نماز جماعت سے ادا کرنا مکروہ ہے۔ اور جو

---

[1] لیکن اگر نہ سن سکیں تب بھی خطبہ ہو جائے گا۔ (فلاح)

[2] اسی طرح ہر ایسی چیز جو نماز کے لئے خلل انداز ہو۔

[3] یعنی ایک حرام فعل کیا کہ فریضہ جمعہ کو ترک کر دیا لیکن نماز باطل نہیں ہوئی۔ سر دست یہ نماز موقوف ہوئی تفصیل آگے آ رہی ہے۔

او سجود السهو اتمّ جمعةً والله اعلم

بابُ العيدين

صَلوٰة العيد وَاجبة فى الاصح علىٰ من تجبُ عليه الجُمُعَة بشرائِطهَا سِوَى الخُطبة فتصحّ بدُونهَا مع الاسَاءة كمَا لو قدّمت الخطبة علىٰ صَلوٰة العيد ونُدب فى الفِطر ثلاثة عشرَ شيئًا أن يأكل وَان يَكونَ المأكولُ تمرا وَوترا ويغتسِل ويستاك وَيتطيّب وَيلبسُ احسَنَ ثيابه ويؤدى صَدقة الفطر ان وَجبت عليه ويظهر الفرح والبشاشة وكثرة الصّدقة حسبَ طاقته والتّبكيرُ وَهوَ سُرعة الانتباه والابتكارُ وَهوَ المسَارعة الى المصَلّى وَصَلوٰة الصُبح فى مسجد حيّه ثمّ يتوجّه الى المصَلّى مَاشيًا مكبّرا سرّا وَيقطعُه اذا انتهىٰ الى المصَلّى فى رواية وَفى روَايةٍ اذا افتتح الصّلوٰة ويَرجعُ من طريق اٰخر ويَكرَهُ التنفل قبلَ صَلوٰة

شخص نماز جمعہ[1] کو التحیات یا سجدۂ سہو میں پالے وہ جمعہ کی نماز ہی پوری کرلے۔ واللہ اعلم۔

باب۔ عیدین کی نماز

(صحیح مذہب کے بموجب) نماز عید واجب ہے اُس شخص پر جس پر جمعہ واجب ہوتا ہے۔ جمعہ کی شرطوں کے ساتھ بجز خطبہ کے۔ پس نماز عید خطبہ کے بغیر بھی صحیح ہوجاتی ہے کراہت کے ساتھ۔ جیسے کہ اگر خطبہ کو نماز عید پر مقدم کردیا جائے۔

عید الفطر میں تیرہ چیزیں مستحب ہیں۔

(۱) (صبح کو) کھانا (۲) جو چیز کھائی جائے وہ چھوارہ[2] ہو (۳) اور طاق ہو (۴) غسل کرنا (۵) مسواک کرنا (۶) خوشبو لگانا (۷) اپنے کپڑوں میں سے سب سے اچھے کپڑے پہننا (۸) صدقۂ[3] فطر ادا کردینا اگر واجب ہو (۹) خوشی اور بشاشت ظاہر کرنا (۱۰) اپنی طاقت کے بموجب خیرات زیادہ کرنا (۱۱) تبکیر یعنی سویرے اٹھنا۔ (۱۲) ابتکار یعنی عیدگاہ کو سویرے روانہ ہونا (۱۳) صبح کی نماز اپنے محلہ کی مسجد میں پڑھنا۔ اس کے بعد عیدگاہ کو پاپیادہ روانہ ہونا آہستہ آہستہ تکبیر کہتا ہوا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تکبیر بند کردے جب عیدگاہ پہنچ جائے۔ اور دوسری روایت میں ہے کہ جب نماز شروع کرے۔ اور یہ کہ دوسرے راستہ سے واپس ہو۔

---

[1] یعنی جماعت میں اس وقت شامل ہوا کہ امام التحیات پڑھ رہا تھا یا سجدۂ سہو کر رہا تھا تو اس کو جمعہ مل گیا۔ اب وہ جمعہ کی دو رکعت ہی پڑھے۔

[2] ورنہ میٹھی چیز ہو۔

[3] ادائیگی صدقہ فطر کی چار صورتیں ہیں۔ (۱) روز عید سے پہلے رمضان شریف میں یہ جائز ہے۔ (۲) عید

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

العِيدِ فی المصلّٰی والبیت وبَعدَهَا فی المصَلّٰی فقط علی اختیار الجمہور ووقت صحّۃِ صَلٰوۃِ العِیدِ من ارتفاع الشمس قدر رمحٍ او رمحین الی زوالها وکیفیّۃ صلٰوتهما ان ینوی صَلٰوۃ العیدِ ثمّ یکبّر للتحریمۃِ ثمّ یقرأ الثناء ثمّ یکبّر تکبیرات الزوائد ثلاثا یرفع یدیہِ فی کلّ منهَا ثمّ یتعوّذ ثمّ یسمّی سِرًّا ثمّ یقرأُ الفاتحۃ ثمّ سورۃ وَندبَ ان تکونَ سبّح اسم ربّک الاعلٰی ثمّ یرکعُ فاذا قامَ للثانیۃ ابتدأ بالبسملۃ ثمّ بالفاتحۃِ ثمّ بالسّورۃِ وندبَ ان تکونَ سُورۃَ الغاشیۃ ثمّ یکبّر تکبیرات الزوائد ثلاثا ویرفع یدیہ فیها کمَا فی الاولٰی وھذا اولٰی من تقدیم تکبیراتِ الزوائد فی الرکعۃِ الثانیۃِ علی القراءۃ فان قدم التکبیرات علی القراءۃ فیها جاز

اور نماز عید سے پہلے عیدگاہ اور مکان میں نفل پڑھنا مکروہ ہے۔ اور نماز عید کے بعد فقط عیدگاہ میں نفل پڑھنا مکروہ ہے (جمہور کے اختیار کردہ فتوے کے بموجب) نماز عید کے صحیح ہونے کا وقت آفتاب کے ایک دو نیزہ کی مقدار بلند ہو جانے سے (شروع ہوکر) آفتاب کے زوال تک ہے۔

دونوں عیدوں کی نماز کی ترکیب یہ ہے کہ نماز عید[1] کی نیت کرے۔ پھر تحریمہ کی تکبیر کہے۔ پھر سبحانک اللّٰھم پڑھے۔

پھر تین مرتبہ تکبیرات زوائد کہے۔ ہر تکبیر پر دونوں ہاتھ اٹھائے۔ پھر آہستہ سے اعوذ باللہ پڑھے۔ پھر بسم اللہ پڑھے۔ پھر فاتحہ۔ پھر سورت پڑھے۔ اور مستحب یہ کہ سبح اسم ربک الاعلٰی پڑھے۔ پھر رکوع کرے۔

پھر جب دوسری رکعت کے لئے کھڑا ہو تو بسم اللہ سے ابتداء کرے۔ پھر فاتحہ۔ پھر سورت پڑھے۔ اور مستحب یہ ہے کہ سورۃ غاشیہ ہو۔ اس کے بعد تکبیرات زوائد کہے۔ تین مرتبہ۔ اور اپنے دونوں ہاتھ تکبیروں (کے ادا کرنے) میں اٹھائے جیسا کہ پہلی رکعت میں۔ اور تکبیرات زوائد کو دوسری رکعت میں قرأت پر مقدم کرنے کی بہ نسبت[2] شکل یعنی تکبیرات زوائد (تین تکبیروں) کو (قرأت کے بعد کہنا) اولیٰ ہے۔ پس اگر دوسری رکعت میں تکبیرات کو قرأت سے پہلے ادا کرلے تو جائز (یہ بھی) ہے[3]

[illegible]

کے دن نماز عید کو جانے سے پہلے یہ مستحب ہے۔ (۳) عید کے روز نماز عید کے بعد یہ جائز ہے بلاکراہت۔ (۴) عید کے دن سے مؤخر کرنا گناہ ہے۔ لیکن جب ادا کرے گا تو گناہ نہیں رہے گا۔ (ط)

[1] پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ نیت ارادہ کا نام ہے۔ زبان سے ادا کرنا ضروری نہیں۔ اور اگر کہہ لے تو بہتر ہے پھر اتنا ارادہ کرلینا اور اپنے الفاظ میں اتنا زبان سے کہہ دینا کافی ہے کہ میں عید الفطر یا عید الاضحی کی نماز امام کے پیچھے پڑھتا ہوں۔

[2] یا دوسری یا پہلی رکعت میں تین سے زیادہ تکبیریں کہہ جائے۔ (فلاح)

[3] اگر کوئی شخص التحیات میں آکر ملا۔ تو اپنی نماز ادا کرنے کے وقت مذکورہ طریقہ پر تکبیرات کہے گا۔ اور اگر ایک رکعت رہ گئی تھی تو اس کو بھی تکبیرات کے ساتھ ادا کرے گا اور مستحب یہ ہے کہ پہلے اس رکعت میں قرأت پڑھ لے۔ اس کے بعد تکبیریں کہے تاکہ دونوں رکعت کی تکبیروں میں قرأت کا فاصلہ ہو جائے۔ اور اگر امام رکوع میں تھا تو اس شخص کو

(باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ثُمَّ يَخْطُبُ الامامُ بَعْدَ الصَّلٰوةِ خُطْبَتَيْنِ يُعَلِّمُ فِيْهِمَا احكامَ صَدَقَةِ الْفِطْرِ وَمَنْ فَاتَتْهُ الصَّلٰوةُ مَعَ الامامِ لا يَقْضِيْهَا وَتُؤَخَّرُ بِعُذْرٍ اِلَى الْغَدِ فَقَطْ وَاحكامُ الاضْحٰى كَالْفِطْرِ لٰكِنَّهُ فِى الاضْحٰى يُؤَخِّرُ الاكلَ عَنِ الصَّلٰوةِ وَيُكَبِّرُ فِى الطَّرِيْقِ جَهْرًا وَ يُعَلِّمُ الاُضْحِيَّةَ وَتَكْبِيْرَ التَّشْرِيْقِ فِى الْخُطْبَةِ وَتُؤَخَّرُ بِعُذْرٍ اِلٰى ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ وَالتَّعْرِيْفُ لَيْسَ بِشَىْءٍ وَيَجِبُ تَكْبِيْرُ التَّشْرِيْقِ مِنْ بَعْدِ فَجْرِ عَرَفَةَ اِلٰى عَصْرِ الْعِيْدِ مَرَّةً فَوْرَ كُلِّ فَرْضٍ اُدِّىَ بِجَمَاعَةٍ مُسْتَحَبَّةٍ عَلٰى اِمَامٍ مُقِيْمٍ بِمِصْرٍ وَعَلٰى مَنِ اقْتَدٰى بِهٖ وَلَوْ كَانَ مُسَافِرًا اَوْ رَقِيْقًا اَوْ اُنْثٰى عِنْدَ اَبِىْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَقَالَا يَجِبُ فَوْرَ كُلِّ فَرْضٍ عَلٰى مَنْ صَلَّاهُ وَلَوْ مُنْفَرِدًا اَوْ مُسَافِرًا اَوْ قَرَوِيًّا اِلٰى عَصْرِ الْخَامِسِ مِنْ يَوْمِ عَرَفَةَ وَ

نماز کے بعد امام دو خطبے پڑھے جن میں صدقۂ فطر کے احکام بتائے۔ اور جس شخص کی نماز عید امام کے ساتھ فوت ہوگئی ہو تو اس کی قضا نہیں۔ اور عید الفطر کی نماز کسی عذر کے باعث صرف اگلے روز تک موخر کی جاسکتی ہے۔ عید الاضحیٰ کے احکام بھی عید الفطر جیسے ہیں۔ لیکن عید الاضحیٰ میں کھانے کو (نماز سے) مؤخر کردے۔

اور راستہ میں جہر کے ساتھ (آواز سے) تکبیر کہتا رہے۔

اور امام خطبہ میں قربانی اور تکبیر تشریق کی تعلیم دے۔ (احکام بتائے)

(یہ نماز) عذر کے باعث تین دن تک موخر کی جاسکتی ہے۔

اور تعریف (عرفات منانے) کی کچھ اصلیت نہیں۔

اور تکبیر تشریق یوم عرفہ کی فجر کے بعد سے عید کی عصر تک ایک مرتبہ واجب ہوتی ہے ہر ایسی فرض نماز کے بعد بعد جو مستحب[1] جماعت سے ادا کی گئی ہو ایسے امام پر جو شہر میں مقیم ہو اور اس شخص[2] پر جو اس کا مقتدی بنے۔ اگرچہ یہ مقتدی مسافر ہو یا غلام یا مؤنث۔ یہ مسلک امام اعظم رحمۃ اللہ کا ہے۔

اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ (تکبیر تشریق) ہر فرض نماز کے فورًا بعد واجب ہوتی ہے ہر اُس شخص پر جو فرض نماز ادا کرے خواہ وہ منفرد (تنہا نماز پڑھنے والا) ہو یا مسافر یا دیہاتی۔ عرفہ کے دن (۹ ذی الحجہ) سے پانچویں روز (۱۳ ذی الحجہ) کی عصر تک۔ اور اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔ اسی پر فتویٰ ہے۔

بقیہ حاشیہ ص۱۳۷

چاہیئے کہ اول تکبیر تحریمہ کہہ کر تکبیرات زائد کہہ لے۔ پھر رکوع کرکے امام کے ساتھ مل جائے۔ اور اگر یہ خطرہ ہو کہ جتنی دیر میں تکبیرات کہے گا امام رکوع کر چکے گا۔ تو رکوع کے لئے جھکتے ہوئے تین مرتبہ اللہ اکبر کہہ لے۔ اس صورت میں ہاتھ نہیں اٹھائے۔ اور اگر رکوع میں امام کے ساتھ شامل تو ہوگیا۔ مگر ابھی صرف ایک تکبیر کہی تھی کہ امام نے سر اٹھالیا تو اب اس شخص کو رکعت تو مل ہی گئی اور باقی تکبیریں ساقط ہوگئیں اب ان کی قضا کچھ نہیں۔ (فلاح)

اگر چاہے تو چار رکعت نفل چاشت کے طور پر پڑھ لے۔ پہلی رکعت میں سبح اسم ربک الاعلیٰ دوسری میں والشمس وضحٰها تیسری رکعت میں واللیل اذا یغشیٰ چوتھی رکعت میں والضحیٰ پڑھے حضرت عبداللہ بن مسعود سے یہی روایت ہے۔ (فلاح)

[1] اگر تنہا عورتوں نے جماعت کرلی، تو اس کے بعد یہ تکبیر تشریق نہیں۔ (فلاح)

[2] مسبوق اپنی نماز سے فارغ ہوکر ادا کرے۔

بِهٖ یُعمَلُ وَعَلَیهِ الفَتوٰی وَلَا بَاسَ بِالتَّکبِیرِ عَقِبَ صَلٰوۃِ العِیدَینِ وَالتَّکبِیرُ اَن یَقُولَ اللّٰہُ اَکبَرُ اللّٰہُ اَکبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکبَرُ اللّٰہُ اَکبَرُ وَلِلّٰہِ الحَمدُ

بَابُ صَلٰوۃِ الکُسُوفِ وَالخُسُوفِ وَالاَفزَاعِ

سُنَّ رَکعَتَانِ کَهَیئَۃِ النَّفلِ لِلکُسُوفِ بِاِمَامِ الجُمُعَۃِ اَو مَامُورِ السُّلطَانِ بِلَا اَذَانٍ وَلَا اِقَامَۃٍ وَلَا جَهرٍ وَلَا خُطبَۃٍ بَل یُنَادِی الصَّلٰوۃُ جَامِعَۃٌ وَسُنَّ تَطوِیلُهُمَا وَتَطوِیلُ رُکُوعِهِمَا وَسُجُودِهِمَا ثُمَّ یَدعُو الاِمَامُ جَالِسًا مُستَقبِلَ القِبلَۃِ اِن شَاءَ اَو قَائِمًا مُستَقبِلَ النَّاسِ وَهُوَ اَحسَنُ وَیُؤَمِّنُونَ عَلٰی دُعَائِهٖ حَتّٰی یَکمُلَ اِنجِلَاءُ الشَّمسِ وَاِن لَّم یَحضُرِ الاِمَامُ صَلَّوا فُرَادٰی کَالخُسُوفِ وَالظُّلمَۃِ الهَائِلَۃِ نَهَارًا وَالرِّیحِ الشَّدِیدَۃِ وَالفَزَعِ

بَابُ الاِستِسقَاءِ

لَهٗ صَلٰوۃٌ مِن غَیرِ جَمَاعَۃٍ وَلَهٗ اِستِغفَارٌ وَیُستَحَبُّ الخُرُوجُ لَهٗ ثَلَاثَۃَ اَیَّامٍ مُشَاۃً

اور عیدین کی نماز کے بعد تکبیر تشریق میں کوئی مضائقہ نہیں۔
اور تکبیر تشریق یہ ہے۔
اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

باب۔ سورج گہن، چاندگہن اور خطروں کے وقت کی نماز

سورج گہن کے وقت دو رکعتیں عام نفلوں کی طرح مسنون ہیں۔ امام جمعہ یا سلطان کے مامور (کے پیچھے) بغیر اذان اور تکبیر کے اور بغیر جہر اور بغیر خطبہ کے۔ بلکہ یہ آواز لگا دی جائے۔ الصلوٰۃ جامعۃ اور مسنون ہے ان رکعتوں کو اور رکوع اور سجدوں کو طویل کرنا۔ پھر امام دعا مانگے بیٹھ کر قبلہ کی طرف منہ کر کے اگر چاہے یا کھڑے ہو کر لوگوں کی طرف رخ کر کے اور یہ (لوگوں کی طرف رُخ کر کے کھڑا ہونا) بہتر ہے۔ اور امام کی دعاء پر نمازی آمین کہتے رہیں (اسی طرح دعا اور استغفار وغیرہ کرتے رہیں) تاآنکہ آفتاب کامل طور پر کھل جائے۔ اور اگر امام نہ موجود ہو تو تنہا تنہا نماز پڑھ لیں، جیسے کہ چاند گہن میں اور جیسے دن کے وقت خوفناک تاریکی میں۔ اور سخت آندھی یا پریشانی کے وقت (تنہا تنہا نفلیں پڑھتے ہیں)۔

باب۔ استسقاء

استسقاء کے لئے نماز بھی ہوتی ہے بلا جماعت کے اور اس کے لیے (محض) استغفار بھی ہوتا ہے۔ اور استسقاء کے لئے تین دن (شہر سے) باہر جانا، پیادہ پاؤں مستحب ہے۔ پرانے کپڑوں میں جو دھلے

فی ثیاب خلقۃ غسیلۃ او مرقعۃ متذللین متواضعین خاشعین للہ تعالیٰ ناکسین رؤوسہم مقدمین الصدقۃ کل یوم قبل خروجہم ویستحب اخراج الدواب والشیوخ الکبار والاطفال وفی مکۃ وبیت المقدس ففی المسجد الحرام والمسجد الاقصیٰ یجتمعون وینبغی ذلک ایضًا لاھل مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ویقوم الامام مستقبل القبلۃ رافعا یدیہ والناس قعود مستقبلین القبلۃ یؤمنون علی دعائہ یقول اللھم اسقنا غیثا مغیثا ھنیئا مریئا مریعا غدقا مجللا سحا طبقا دائما وما اشبہہ سرًا او جہرًا ولیس فیہ قلب رداءٍ ولا یحضرہ ذمیٌّ

ہوتے ہوں یا پیوند لگے ہوتے ہوں۔ اس صورت سے کہ عاجزی، تواضع اور خدا کے سامنے خشوع ظاہر کررہے ہوں۔ سر جھکاتے ہوتے ہوں۔ ہر روز اپنے نکلنے (چلنے) سے پہلے کچھ خیرات کردیتے ہوں۔ اور مویشی اور بڑے بوڑھوں اور بچوں کا لے جانا بھی مستحب ہے۔ مکہ معظمہ، بیت المقدس، مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ میں اکھٹے ہوں۔

اور مدینۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باشندوں کے لئے بھی یہی مناسب ہے کہ (مسجد نبوی میں جمع ہوں) اور امام قبلہ کی طرف رخ کرکے اپنے ہاتھ اوپر اٹھاکر کھڑا ہو اور سب آدمی قبلہ کی طرف منہ کئے بیٹھے رہیں۔ اس کی دعاء پر آمین کہتے رہیں۔ اور امام یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم اسقنا غیثًا مغیثًا ھنیئًا مریئًا مریعًا غدقًا مجلّلًا
سحًّا طبقًا دائمًا

ترجمہ: اے اللہ ہمیں سیراب کردے ایسی بارش سے جو سختی سے چھڑا دینے والی ہو، مبارک خوشگوار ہو۔ شاداب کردینے والی موسلا دھار ہو، چھا جانے والی تیز، زمین کو گھیرنے والی متواتر ہو۔ یا اس کے مانند دعاء مانگے۔ آہستہ آہستہ یا آواز سے۔ چادر کا پلٹنا استسقاء میں مسنون نہیں۔ اور نہ استسقاء کے موقعہ پر کافر آئے۔

لہ قولہ مغیثاً۔ بضم المیم۔ نجات دہندہ از شدت وقولہ ہنیئاً۔ بالمد والہمزہ یعنی محمود العاقبۃ۔ وفرق درمیان ہنیئ ومرئ آنست کہ اول نافع ظاہری راگویند و دوم باطنی را۔ وقولہ مریعاً۔ بضم المیم یعنی آئندہ بزیادت۔ وفتح میم ہم جائز است۔ وقولہ غدقاً۔ بفتحین۔ آب بسیار۔ وقولہ مجللاً۔ بکسر لام۔ ستر کنندہ افق یا زمین بعموم خود یا ستر کنندہ۔ وقولہ سحاً۔ بفتح سین مہملہ وتشدید الحاء بمعنی شدید الوقوع علی الارض۔ وقولہ طبقاً۔ بفتح اول۔ احاطہ کنندہ زمین۔ (حاشیہ حضرت الاستاذ مولانا محمد اعزاز علی رحمۃ اللہ علیہ)

بابُ صلوٰۃ الخوف

هِيَ جَائِزَةٌ بِحُضُورِ عَدُوٍّ وَبِخَوْفِ غَرَقٍ اَوْ حَرَقٍ وَاِذَا تَنَازَعَ الْقَوْمُ فِي الصَّلٰوةِ خَلْفَ اِمَامٍ وَاحِدٍ فَيَجْعَلُهُمْ طَائِفَتَيْنِ وَاحِدَةً بِاِزَاءِ الْعَدُوِّ وَيُصَلِّي بِالْاُخْرٰى رَكْعَةً مِنَ الثُّنَائِيَّةِ وَرَكْعَتَيْنِ مِنَ الرُّبَاعِيَّةِ اَوِ الْمَغْرِبِ وَتَمْضِي هٰذِهٖ اِلَى الْعَدُوِّ مُشَاةً وَجَاءَتْ تِلْكَ فَصَلّٰى بِهِمْ مَا بَقِيَ وَسَلَّمَ وَحْدَهٗ فَذَهَبُوْا اِلَى الْعَدُوِّ ثُمَّ جَاءَتِ الْاُوْلٰى وَاَتَمُّوْا بِلَا قِرَاءَةٍ وَسَلَّمُوْا وَمَضَوْا ثُمَّ جَاءَتِ الْاُخْرٰى اِنْ شَاءُوْا وَصَلَّوْا مَا بَقِيَ بِقِرَاءَةٍ وَاِنِ اشْتَدَّ الْخَوْفُ صَلَّوْا رُكْبَانًا فُرَادٰى بِالْاِيْمَاءِ اِلٰى اَيِّ جِهَةٍ قَدَرُوْا وَلَمْ تَجُزْ بِلَا حُضُوْرِ عَدُوٍّ وَيُسْتَحَبُّ حَمْلُ السِّلَاحِ فِي الصَّلٰوةِ عِنْدَ الْخَوْفِ وَاِنْ لَمْ يَتَنَازَعُوْا فِي الصَّلٰوةِ خَلْفَ اِمَامٍ وَاحِدٍ فَالْاَفْضَلُ صَلٰوةُ كُلِّ طَائِفَةٍ بِاِمَامٍ مِثْلَ حَالَةِ الْاَمْنِ ۞

باب۔ صلوٰۃ خوف

صلوٰۃ خوف جائز ہے دشمن کے سامنے اور ڈوبنے یا جلنے کے خوف سے۔ اور جبکہ نمازی یک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے میں آپس میں نزاع کریں (ہر شخص کی خواہش یہ ہی ہو کہ اس امام کے پیچھے نماز پڑھے)، تو امام ان کے دو حصہ کر دے۔ ایک کو دشمن کے مقابلہ پر رکھے اور دوسرے کو امام دو رکعت والی نماز میں ایک رکعت اور چار رکعت والی یا مغرب کی نماز میں دو رکعت پڑھا دے۔ پھر یہ جماعت دشمن کے مقابلہ پر چلی جائے پیدل اور (وہ جماعت جو دشمن کے مقابلہ پر تھی امام کے پیچھے) آجائے تو ان کو باقی نماز پڑھا دے اور تنہا امام سلام پھیر دے۔ پھر یہ لوگ دشمن کے مقابلہ پر چلے جائیں۔ اور پہلی جماعت آجائے[1] اور یہ لوگ اپنی باقی ماندہ نماز بلاقرآت[2] (یعنی سورت یا الحمد پڑھے بدون) پوری کرلیں اور سلام پھیر دیں۔ اور (دشمن کے مقابلہ پر) چلے جائیں۔ پھر وہ دوسری جماعت آئے اگر اس جماعت والے یہاں آنا چاہیں (ورنہ اپنی اپنی جگہ پر) باقی ماندہ حصہ کو پورا کرلیں قرآت[3] کے ساتھ۔ اور اگر خوف شدید ہو جائے تو سوار ہی نماز پڑھیں (اتریں نہیں)، تنہا تنہا (اس صورت میں جماعت نہ ہوگی)، رکوع اور سجدہ کے اشارہ کے ساتھ جون سی جہت (جس رُخ پر) بھی وہ پڑھنے پر قادر ہوں۔ اور دشمن سامنے نہ ہو تو نماز خوف جائز نہیں ہے۔ اور خوف کے وقت نماز میں ہتھیاروں کا لگائے رکھنا مستحب ہے۔ اور ایک ہی امام کے پیچھے نماز پڑھنے پر نزاع نہ کریں تو امن کی حالت کی طرح ہر جماعت کا علیحدہ امام کے ساتھ نماز پڑھنا افضل ہے۔

---

[1] یہ لازم نہیں ہے کہ وہ امام کے پیچھے ہی آکر اپنی نماز پوری کریں۔ یہ اگر چاہیں تو وہیں اپنی اپنی جگہ بھی باقی نماز پوری کر سکتے ہیں۔ البتہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد باقی نماز پوری کریں گے۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

بابُ احکام الجنائز

یسنّ توجیہ المحتضر للقبلۃ علیٰ یمینہ وجاز الاستلقاء ویرفع راسُہٗ قلیلاً و یلقن بذکر الشہادتین عندہٗ من غیر الحاحٍ ولا یؤمرُ بہا وتلقینہٗ فی القبر مشروع

باب۔ احکامِ جنازہ[۱]

مسنون ہے قریب[۲] مرگ کا قبلہ رو کر دینا دہنی[۳] کروٹ پر (لٹا کر) اور چت[۴] لٹانا بھی جائز ہے۔ اور اس کا سر[۵] کسی قدر اٹھا دیا[۶] جائے۔ اور اس کے پاس شہادت کے دونوں کلموں کی اصرار[۷] کے بدون تلقین کی جائے۔ اور ادائے کلمہ شہادت کا اس کو حکم نہ کیا جائے[۸] اور قبر میں میت[۹] کی تلقین کرنا بھی شریعت

بقیہ حاشیہ صـ۱۴۱

[۲] کیونکہ یہ لاحق کے حکم میں ہیں کہ نماز کی پہلی رکعتوں میں امام کے پیچھے تھے۔ بعد کی رکعتیں امام کے سلام پھیرنے کے بعد پڑھ رہے ہیں جیسے کہ اس صورت میں کہ امام مسافر ہو باقی رکعتیں بلا قرآت پڑھی جاتی ہیں یہ بھی بلا قرآت پڑھی جائے گی۔

[۳] کیونکہ یہ مسبوق ہیں۔ انھوں نے پہلی رکعتیں امام کے ساتھ نہیں پڑھی تھیں۔ (محمد میاں)

---

[۱] جنازہ جیم پر زبر بھی ہے اور زیر بھی۔ میت کو بھی کہا جاتا ہے اور اس چارپائی وغیرہ کو بھی جس پر کفن پہنانے کے بعد میت کو رکھ کر لے جاتے ہیں۔ (فلاح)

من جنز الشئ یجنزہ من باب ضرب اذا سترہ وجمعہ۔ کما فی القاموس۔ (ط)

[۲] لفظ مُحْتَضَر کا ترجمہ ہے۔ والمحتضر اسم مفعول ای من حضرتہ ملائکۃ الموت او من حضرہ الموت وحل بہ (ط)

[۳] اس صورت میں چارپائی کا سرہانا شمال کی جانب ہوگا۔ پائتی جنوب کی جانب۔

[۴] اس صورت میں پیر قبلہ کی جانب ہوں گے۔ یہ بھی جائز ہے۔

[۵] یعنی چت لٹانے کی صورت میں۔

[۶] تاکہ اس کا چہرہ آسمان کی طرف نہ رہے بلکہ قبلہ کی طرف ہو جائے۔ (مراقی)

[۷] محض پڑھتے رہیں اس پر زور نہ دیں۔

[۸] یعنی اس سے یہ نہ کہا جائے کہ کہو لا الٰہ الا اللہ کیونکہ اس حالت میں اس کے حواس صحیح نہیں ہوتے پس ممکن ہے کہ وہ انکار کر دے جو کم سے کم بدشگونی تو ہے۔ بلکہ مناسب طور پر تلقین کی جائے جس کی رائج شکل یہ ہے کہ اس کے پاس بیٹھنے والے خود کلمۂ شہادت پڑھنے لگتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہو وہ جنت میں داخل ہو جائے گا مطلب یہ ہے کہ کلمہ ادا کرنے کے بعد کوئی بات نہ کی ہو۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ آخری سانس پر کلمہ پڑھا ہو۔

[۹] اس کی صورت یہ ہے کہ دفن کے بعد جب عام آدمی چلے جائیں تو کچھ خاص خاص آدمی تین مرتبہ یہ کہیں کہ فلاں ابن فلاں کہو **لا الٰہ الا اللہ** پھر تین مرتبہ کہیں کہ اے فلاں کہدو کہ **میرا رب اللہ ہے**۔ میرا دین اسلام ہے اور ہمارے نبی حضرت **محمد** صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ مصنف نے اس تلقین کے متعلق علماء کرام کے دو قول بیان کئے ہیں۔ ایک قول یہ کہ اس سے منع کیا جائے۔ دوسرا قول یہ کہ جو لوگ اس کو کرتے ہیں ان کو منع نہ کیا جائے۔ اور جو نہ کرتے ہیں ان کو اس کی ہدایت نہ کی جائے۔ (مراقی وطحطاوی)

وَقِيلَ لَا يلقن وقيلَ لَا يُؤمَرُ بِهٖ وَلَا يُنهىٰ عَنهُ ويستحبُّ لِاقرباء المُحتضرِ وجيرانه الدخولُ عليهِ وَيتلونَ عِندهٗ سُورة يٰسٓ واستحسن سُورة الرّعدِ واختلفوا فى اخراج الحائضِ والنفسَاء من عِندهٖ فاذا مَات شدّ لحيَاهُ وغمّضَ عينَاه وَيقولُ مغمّضهٗ بِسمِ الله وَعلىٰ ملة رسُول الله صَلى الله عليهِ وسلم اللّٰهُمّ يسّر عَليهِ امرَهٗ وَ سَهّل عَليهِ مَا بعدَهٗ واسعدهٗ بلقاءِك واجعَل مَا خرجَ اليه خيرًا ممّا خرجَ عنهُ وَ يُوضعُ علىٰ بطنهٖ حديدةٌ لِئلا ينتفخ وتوضعُ يَدَاهُ بجنبيه وَلَا يجُوز وضعُهُما علىٰ صَدرِهٖ وَتكرهُ قراءةُ القرآن عندهٗ حتّى يغسَل وَلَا بأسَ باعلامِ النّاس

میں آیا ہے۔ اور یہ بھی قول ہے کہ قبر میں تلقین نہ کی جائے۔ اور یہ بھی قول ہے کہ قبر کی تلقین کی نہ ہدایت کی جائے۔ اور نہ اس سے روکا جائے۔ اور قریب مرگ کے رشتہ داروں اور پڑوسیوں کو اس کے پاس جانا مستحب ہے۔

اور اس کے پاس وہ سورۂ یسین پڑھیں اور سورۂ رعد بھی مستحسن ہے۔ اور اس کے پاس سے حیض و نفاس والی عورتوں کو ہٹا دینے کے متعلق علماء کا اختلاف ہے [1] (بعض کے نزدیک ضروری ہے۔ بعض کے نزدیک ضروری نہیں)

(بہر حال) جب وہ مرجائے تو اس کے جبڑے باندھ دیئے جائیں۔ آنکھیں بند کر دی جائیں۔ اور آنکھیں بند کرنے والا شخص کہے۔ بسم اللہ وعلیٰ ملۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللّٰهم یسر علیہ امرہ وسہل علیہ ما بعدہ واسعدہ بلقاءك واجعل ما خرج الیہ خیرا مما خرج عنہ

ترجمہ: اللہ کے نام پر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر۔ اے اللہ اس کے معاملہ کو آسان کر دے اور اس کے مابعد کو اس پر سہل کر دے۔ اور اس کو اپنے دیدار کی سعادت عطا فرما۔ اور جس جانب وہ روانہ ہوا ہے اس کو اس سے بہتر کر دے جہاں سے وہ نکلا ہے۔

اور اس کے پیٹ پر لوہا [2] رکھدیا جائے تاکہ پھولے نہیں اور اس کے دونوں ہاتھ پہلوؤں کی جانب رکھدیئے جائیں۔ اور ان کو سینہ پر رکھنا جائز نہیں۔ اور غسل دینے تک اس کے پاس قرآن شریف پڑھنا مکروہ ہے۔ اور لوگوں کو اس کی موت کی خبر دینے میں مضائقہ نہیں۔ اور اس کی تجہیز میں عجلت کی جائے

---

[1] بہرحال ایسی عورتوں کو چاہیئے کہ وہ خود ہٹ جائیں۔

[2] لوہے کی یہ تاثیر ہے کہ نفخ نہیں پیدا ہوتا بیہقی کی ایک روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک غلام مرگیا تھا تو آپ نے اس کے پیٹ پر لوہا رکھوا دیا تھا۔ اگر لوہا موجود نہ ہو تو کوئی اور ثقیل چیز رکھدی جائے چونکہ مقصود تو یہ ہے کہ دباؤ کے باعث پیٹ پھولنے نہ پائے اور یہ مقصد لوہے کے علاوہ دوسری ثقیل چیز سے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ طحطاوی میں ہے لفظ "حدیدہ" نکرہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ لوہے کا چھوٹا سا ٹکڑا یا کوئی چیز مثلاً قینچی بھی کافی ہو سکتی ہے۔

بموته ويعجل بتجهيزه فيوضع كما مات على سرير مجمر وترا ويوضع كيف اتفق على الاصح ويستر عورته ثم جرد عن ثيابه ووضئ الا ان يكون صغيرا لا يعقل الصلوة بلا مضمضة واستنشاق الا ان يكون جنبا وصب عليه ماء مغلى بسدر وحرض والا فالقراح وهو الماء الخالص ويغسل راسه ولحيته بالخطمي ثم يضجع على يساره فيغسل حتى يصل الماء الى ما يلي التخت منه ثم على يمينه كذلك ثم اجلس مسندا اليه ومسح بطنه رفيقا وما خرج منه غسله ولم يعد غسله ثم ينشف بثوب ويجعل الحنوط على لحيته وراسه والكافور على مساجده

پس جیسے ہی مر جائے اُس کو ایسے تخت[1] پر رکھ دیا جائے جس کو طاق مرتبہ دھونی دی گئی ہو۔ اور صحیح مسلک کے مطابق جیسے بھی موقع ہو تختہ پر لٹا دیا جائے۔ (کسی رخ کا لحاظ نہیں) اور شرمگاہ ڈھانپ دی جائے۔ پھر اس کو اس کے کپڑوں سے برہنہ کر دیا جائے (یعنی اس کے کپڑے اتار لیے جائیں) اور وضو کرایا جائے۔ مگر یہ کہ ایسا چھوٹا ہو کہ نماز کو نہ سمجھتا ہو[2] (اس کو وضو) بلا کلی اور بلا ناک میں پانی دینے کے کرایا جائے مگر یہ کہ جنبی[3] ہو۔ اور اس پر ایسا پانی بہایا جائے جس میں بیری کے پتے اور اشنان ڈال کر جوش دیا گیا ہو[4] ورنہ پھر خالص پانی۔ اور سر اور داڑھی خطمی سے دھوئے جائیں۔ پھر اس کو بائیں کروٹ پر لٹا دیا جائے اور اس کروٹ کو دھویا جائے (یعنی پانی بہایا جائے تا آنکہ) بدن کے اُس حصہ تک پہنچ جائے جو تخت سے متصل ہے پھر اسی طرح اس کو داہنی کروٹ پر (لٹا کر بائیں حصہ پر پانی بہا لیا جائے[5]) پھر اس کو سہارا دے کر بٹھائے۔ اُس کے پیٹ کو ہلکے ہلکے ملے اور جو کچھ پیٹ سے نکلے اُس کو دھو دے اور غسل دوبارہ نہ دے پھر کپڑے سے بدن خشک کر دیا جائے۔ اور حنوط[6] اس کی داڑھی اور سر پر لگائے اور کافور اُس کے اُن اعضا پر لگایا جائے جو سجدہ[7] کے وقت استعمال ہوتے ہیں۔ اور روایات ظاہرہ کے بموجب

---

[1] تخت نہ ہو تو تختہ سے بھی کام لیا جا سکتا ہے جیسا کہ رواج ہے۔

[2] یعنی جو شخص ذی شعور ہو، نماز کو جانتا اور سمجھتا ہو اس کو وضو کرایا جائے گا۔ مگر وضو میں کلی نہیں ہوگی نہ ناک میں پانی دیا جائے گا بلکہ چہرہ کو دھویا جائے سر کا مسح کر دیا جائے اور کلی کے بجائے ایک بھیگا ہوا کپڑا انگلی پر لپیٹ کر دانت تالو ہونٹ اور ناک کو سونت اور ناف کو صاف کر دیا جائے۔

[3] - اگر جنبی شخص یا حیض و نفاس والی عورت تھی تو اس کے منہ اور ناک کو خاص طور پر دھویا جائے گا۔

[4] اگر یہ نہ ہو سکے تو صابون سے نہلایا جائے۔ اور یہ بھی میسر نہ ہو تو گرم پانی اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو پھر جیسا پانی میسر ہو۔ (فلاح)

[5] اگر کسی وجہ سے بدن کی یہ حالت ہو گئی ہے کہ غسل نہیں دیا جا سکتا تو پانی بہا دیا جائے۔

[6] حنوط ایک قسم کا عطر ہوتا تھا اس کے سوا دوسری قسم کی خوشبو بھی استعمال کی جا سکتی ہے البتہ مردوں کے لئے زعفران اور کسم کی ممانعت ہے۔ (م)

[7] یعنی پیشانی۔ ناک۔ دونوں ہتھیلیاں۔ دونوں گھٹنے اور پیروں کے نیچے۔

وَلیسَ فی الغسُل استعمال القطن فی الرّوایات الظاھِرۃ ولا یقصّ ظفرہٗ وَشعرُہٗ
وَلا یُسرَحُ شعرُہٗ ولحیتہٗ والمرأۃ تغسل زوجَھا بخلافہٖ کامّ الولد لا تغسلُ سیدھا
وَلو مَاتت اِمرأۃ مع الرجَال یممُوھَا کعکسہٖ بخرقۃٍ وانْ وُجدَ ذو رحمٍ محرَمٍ یمّم
بلا خرقۃٍ وکذا الخنثی المشکل یمّم فی ظاھِر الرّوَایۃ وَیجوزُ للرّجُل وَالمرأۃ تغسیل
صَبیٍ وصبیّۃٍ لم یشتھیَا ولا باسَ بتقبیل المیّت وَعلی الرجُل تجھیز امرأتہٖ وَلوُ
معسرًا فی الاصحّ وَمن لا مالَ لہٗ فکفنہٗ علی من تلزمُہٗ نفقتہٗ وانْ لم یوجدْ
مَنْ تجبُ علیہ نفقتہٗ ففی بَیتِ المال فانْ لم یعط عجزًا او ظلمًا فعلی النّاس
وَیسألُ لہ التجھیز من لا یقدرُ علیہ غیرہٗ وکفنُ الرجُل سُنّۃ قمیصٌ وازارٌ وَ

روئی[1] کا استعمال کرنا غسل میں داخل نہیں اور نہ اُس کے ناخن کاٹے جائیں نہ اُس کے بال۔ نہ بالوں اور داڑھی میں کنگھی کی جائے۔ عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے برخلاف مرد کے کہ وہ اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا جیسا کہ ام ولد اپنے آقا کو غسل نہیں دے سکتی۔

اور اگر کوئی عورت جو مردوں کے ساتھ ہو مر جائے تو اس کو ایک کپڑے کے ذریعہ سے تیمم کرا دیں جیسا کہ اُس کے عکس کی شکل میں (جبکہ عورتوں کے ساتھ کوئی مرد ہو) اور کوئی ذو رحم محرم موجود ہو تو وہ کپڑے کے بغیر ہی تیمم کرا دے۔ اور ایسے ہی خنثیٰ مشکل کو تیمم کرایا جائے (ظاہر روایت)

اور جائز ہے مرد اور عورت کے لئے ایسے لڑکے اور لڑکی کو غسل دینا کہ جن کو شہوت نہ ہوتی ہو (نابالغ ہوں) اور میت کو بوسہ دینے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اور مرد پر اپنی عورت کو کفن دینا (صحیح مسلک کے بموجب) واجب ہے۔ اگرچہ مرد تنگدست ہو اور جس شخص کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو تو اس کا کفن اس پر لازم ہے جس پر اس کا نفقہ لازم تھا۔ اور اگر ایسا کوئی شخص نہ ہو جس پر اس کا نفقہ واجب ہوتا ہو تو بیت المال کے ذمہ پر ہے۔ اور اگر بیت المال سے بھی عاجزی یا ظلم کے باعث نہ دیا جائے تو مسلمانوں کے ذمہ ہے۔ اور جو شخص اپنی میت کی تجہیز و تکفین نہیں کر سکتا۔ وہ اس کے کفن، دفن کے متعلق کسی دوسرے سے سوال کر سکتا ہے۔

مرد کا کفن بلحاظ سنت قمیص[2]، ازار[3] اور لفافہ[4] ہے۔ اسی قسم کے کپڑوں میں سے جن کو وہ

---

[1] یعنی پیشاب یا پاخانہ کی جگہ میں یا کانوں منہ اور ناک میں روئی ٹھونس دینا غسل کے احکام میں داخل نہیں۔ البتہ اگر منہ، ناک اور کان میں پھایا رکھ دیا جاتے تو مضائقہ بھی نہیں لیکن پیشاب اور پاخانہ کے مقامات پر روئی ٹھونسنا معیوب مانا گیا ہے۔ واللہ اعلم (فلاح)

[2] قمیص جس کو ہماری اصطلاح میں پیرہن کہتے ہیں یعنی کرتا۔ یہ گردن سے لے کر پاؤں تک ہوگا اور آستین اور کلیاں اس میں نہیں ہوں گی۔ (فلاح)

[3] ازار یعنی تہبند۔ یہ مونڈھوں سے یا کانوں کی برابر سے لے کر پاؤں تک ہونی چاہیئے۔ (فلاح۔ط)

[4] لفافہ جس کو پوٹ کی چادر کہتے ہیں یہ اتنی لانبی ہو کہ سر سے پاؤں تک ڈھک جائے اور پھر بھی دونوں طرف کچھ حصہ بچ رہے تاکہ اس کو باندھا جا سکے

لفافة مما يلبسه في حيوته وكفاية ازار ولفافة وفضل البياض من القطن وكل من الازار واللفافة من القرن الى القدم ولا يجعل لقميصه كُمٌّ ولا دخريصٌ ولا جيبٌ ولا تُكَفُّ اطرافه وتكره العمامة في الاصح ولف من يساره ثم يمينه وعقد ان خيف انتشاره وتزاد المرأة في السنة خمار الوجهها وخرقة لربط ثدييها وفي الكفاية خمارا ويجعل شعرها ضفيرتين على صدرها فوق القميص ثم الخمار فوقه تحت اللفافة ثم الخرقة فوقها وتجمر الاكفان وترا قبل ان يدرج فيها وكفن الضرورة ما يوجد

اپنی زندگی میں پہنتا تھا[1] اور بطور کفایہ ازار اور لفافہ ہے۔ اور سپید[2] سوتی کپڑے کو افضل قرار دیا گیا ہے۔

ازار اور لفافہ میں سے ہر ایک کنپٹی[3] سے لے کر پیروں تک ہوگا۔

اور قمیص (پیرہن) کی نہ آستین بنائی جائے اور نہ کلی۔ اور نہ جیب اور نہ اس کے کنارے چنے جائیں۔ اور (صحیح مسلک کے بموجب) عمامہ مکروہ ہے۔ اور مردہ[4] کے بائیں جانب سے لپیٹا جائے پھر داہنی جانب سے لپیٹا جائے۔ اور اگر کفن کے پھیلنے کا خوف ہو تو گرہ لگادی جائے۔ (باندھ دیا جائے) اور عورت کے مسنون کفن میں ایک[5] اوڑھنی کی اس کے چہرے کے لئے زیادتی کردی جائے۔ اور ایک اور کپڑے[6] کی پستانوں کے باندھنے کے لئے۔

اور کفن کفایہ میں (صرف) ایک اوڑھنی (سربند) دامنی کی زیادتی کردی[7] جائے اور اس کے بالوں کی دو لٹیں کر کے سینہ پر ڈالدی جائیں پیرہن کے اوپر۔ اس کے اوپر اوڑھنی[8] رہے گی۔ لفافہ (پوٹ کی چادر) کے نیچے۔ پھر وہ کپڑا (سینہ بند) لفافہ (پوٹ کی چادر کے) اوپر۔ اور کفن کے کپڑوں کو تین دفعہ دھونی دی جائے اس سے پہلے کہ مردہ کو اُن میں داخل کیا جائے۔ اور کفن ضرورت وہ ہے جو موجود ہوسکے۔

---

[1] یعنی عید یا جمعہ کے موقع پر (مراقی)

[2] نیا ہو یا دھلا ہوا دونوں برابر ہیں۔

[3] یعنی سر کے بالوں سے۔

[4] سب سے پہلے پوٹ کی چادر بچھادی جائے۔ اس کے اوپر ازار اس کے اوپر پیرہن تاکہ اول بدن پر پیرہن ڈالا جائے اور اس کے اوپر ازار۔ اور سب سے اوپر پوٹ کی چادر۔ واللہ اعلم (فلاح)

[5] ہماری اصطلاح میں اس کو دامنی کہتے ہیں۔

[6] جس کو ہمارے عرف میں سینہ بند کہتے ہیں یہ چھاتی سے لے کر ناف تک اور دوسرے قول کے بموجب گھٹنوں تک ہونا چاہیئے۔

[7] مرد کے لئے کفن کفایہ ازار اور لفافہ تھا۔ عورت کے لئے اس میں دامنی کی اور زیادتی کردی جائے تو کفن کفایہ عورت کے لئے تین کپڑے ہوں گے پوٹ کی چادر، ازار اور دامنی۔ (فلاح)

[8] جس میں سر اور چہرہ چھپا دیا جائے گا۔ (فلاح)

فائدہ: غسل دینے والا شخص یہ دعا پڑھتا رہے۔ غفرانك یا رحمٰن اے رحمٰن اپنی مخصوص بخشش سے اس کی مغفرت فرما۔

(فَصْلٌ) الصَّلٰوةُ عَلَيْهِ فَرْضُ كِفَايَةٍ وَارْكَانُهَا التَّكْبِيرَاتُ وَالْقِيَامُ وَشَرَائِطُهَا سِتٌّ اِسْلَامُ الْمَيِّتِ وَطَهَارَتُهُ وَتَقَدُّمُهُ وَحُضُوْرُهُ اَوْحُضُوْرُ اَكْثَرِ بَدَنِهٖ اَوْنِصْفِهٖ مَعَ رَاسِهٖ وَكَوْنُ الْمُصَلِّىْ عَلَيْهَا غَيْرَ رَاكِبٍ بِلَا عُذْرٍ وَكَوْنُ الْمَيِّتِ عَلَى الْاَرْضِ فَاِنْ كَانَ عَلٰى دَابَّةٍ اَوْعَلٰى اَيْدِى النَّاسِ لَمْ تَجُزِ الصَّلٰوةُ عَلَى الْمُخْتَارِ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ وَسُنَنُهَا اَرْبَعٌ قِيَامُ الْاِمَامِ بِحِذَاءِ صَدْرِ الْمَيِّتِ ذَكَرًا كَانَ اَوْ اُنْثٰى وَالثَّنَاءُ بَعْدَ التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى وَالصَّلٰوةُ عَلَى النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَعْدَ الثَّانِيَةِ وَالدُّعَاءُ لِلْمَيِّتِ بَعْدَ الثَّالِثَةِ وَلَا يَتَعَيَّنُ لَهٗ شَىْءٌ وَاِنْ دَعَا بِالْمَاثُوْرِ فَهُوَ اَحْسَنُ وَاَبْلَغُ وَمِنْهُ مَا حَفِظَ عَوْفٌ مِنْ دُعَاءِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَاعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ[عه] وَوَسِّعْ مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهٖ مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهُ دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَيُسَلِّمُ

فصل

میت پر نماز پڑھنا فرض کفایہ ہے۔ اور اس کے ارکان تکبیریں ہیں۔ اور قیام یعنی کھڑا ہونا۔ اور نماز جنازہ کی شرطیں چھ ہیں۔ میت کا مسلمان ہونا۔ میت کا پاک ہونا۔ میت کا آگے ہونا۔ میت کا یا اس کے بدن کے زائد حصہ کا یا بدن میت کے نصف حصہ کا جو سر[1] کے ساتھ ہو حاضر ہونا (سامنے ہونا۔)

میت پر نماز پڑھنے والے کا بلا کسی عذر کے سوار نہ ہونا۔ اگر کسی عذر کے باعث سوار ہو تو مضائقہ نہیں۔ میت کا زمین پر ہونا۔ چنانچہ اگر میت سواری پر یا لوگوں کے ہاتھوں پر ہو تو (مختار قول کے بموجب) نماز جائز نہیں ہوگی۔ ہاں مگر کسی[2] عذر کے باعث۔

نماز جنازہ کی سنتیں چار ہیں۔ امام کا میت کے سینہ کے سامنے کھڑا ہونا۔ میت مرد ہو یا عورت پہلی تکبیر کے بعد سبحانک اللہم پڑھنا۔ دوسری تکبیر کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھنا۔ تیسری تکبیر کے بعد میت کے لئے دعا کرنا اور اس کے لئے کوئی خاص دعا معین نہیں۔ اور اگر منقول دعا پڑھے تو احسن[3] اور ابلغ ہے۔ اور منقول دعا ایک وہ ہے جس کو حضرت عوف رضی اللہ عنہ نے حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے یاد کیا ہے۔ اللّٰهم اغفر له ۔الخ۔ وعذاب النار (ترجمہ اگلے صفحہ پر)

---

[1] اگر صرف نیچے کا حصہ ہے تو اس پر نماز نہ پڑھی جائے گی۔ (م)

[2] مثلاً زمین میں دل دل ہو کر جنازہ نہ رکھا جا سکے۔

[3] احسن بہت اچھا اور ابلغ یعنی مقصود تک زیادہ پہنچنے والا کیونکہ اس کی مقبولیت کی امید زیادہ ہے۔

[عه] نزل۔ اصل میں ان چیزوں کو کہا جاتا ہے جو مہمان کے لئے مہیا کی جائیں۔

بَعدالرابعَۃِ مِنْ غیرِ دعَاءٍ فی ظاہِرِ الرّوایۃ وَلایرفع یَدَیْہ غیرالتکبیرۃ الاوْلٰی وَلوکبّرالامامُ خمسًا لایتبع ولٰکن ینتظر سَلامَہٗ فی المختار وَلا یُستغفر لمجنون وَصبیّ وَیقول اللھُمّ اجعَلہ لنافرطًا واجعَلہ لنا اجرًا وذخرًا واجعَلہُ لنا شافعًا ومُشفّعًا

(فصل) السّلطانُ احق بصَلوٰتہٖ ثمّ نائبہ ثمّ القاضِی ثمّ امَامُ الحیّ ثمّ الوَلیّ ولمن لہٗ حَق التقدّم ان یاذنَ لغیرہٖ فان صَلی غیرہٗ اعَادھَا انْ شاءَ ولایعیدُ مَعَہ

ترجمہ: اے اللہ اس کی مغفرت فرما اور اس پر رحم فرما۔ اس کو عافیت بخش۔ اس کی آمد کا انتظام عظیم الشان کر۔ اس کے مدخل (قبر) کو وسیع کردے۔ اس کو پانی سے اور برف سے اور اولے سے دھو ڈال (گناہوں سے پاک وصاف کردے) اور اس کو تمام خطاؤں سے اس طرح پاک وصاف کردے جیسے سفید کپڑا میل سے صاف کیا جاتا ہے اور اس کو ایسا مکان بدلہ میں عطا فرما جو اس کے دنیا کے مکان سے بہتر ہو اور ایسے اہل وعیال عطا فرما جو (دنیاوی) اہل وعیال سے بہتر ہوں۔ اس کو ایسا جوڑا عطا فرما جو اس کے (دنیاوی) جوڑے سے بہتر ہو اس کو جنت میں داخل کر اور عذاب قبر اور عذاب دوزخ سے اُس کو پناہ دے۔

اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے بلا اس کے کہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا پڑھے (ظاہر روایت) اور پہلی تکبیر کے علاوہ ہاتھ نہ اٹھائے۔ اور اگر امام پانچ مرتبہ تکبیر کہے تو پانچویں تکبیر میں امام کی اتباع نہ کرے۔ لیکن (مختار مذہب کے بموجب) امام کے سلام کا انتظار کرے۔ مجنوں اور بچہ کے لئے استغفار نہ کرے (یعنی وہ دعا نہ پڑھے جو پہلے گذری) بلکہ اُس کے بجائے چوتھی تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اللّٰھم اجعلہ لنا فرطا واجعلہ لنا اجرا وذخرًا واجعلہ لنا شافعا ومشفعا

اے اللہ اس کو ہمارے لئے پیشگی اجر بنادے۔ اور اُس کو ہمارے لئے ثواب اور خزانہ بنادے۔ اور اس کو ہمارے لئے ایسا سفارش کرنے والا بنادے جس کی سفارش قبول ہو۔

فصل

میت کی نماز پڑھانے کا سب سے زیادہ حق سلطان کو ہے۔ اس کے بعد سلطان کے نائب کو اس کے بعد قاضی شہر کو۔ پھر محلہ کے امام کو اس کے بعد میت کے ولی[1] کو اور جس شخص کو تقدم کا حق ہے اس کو جائز ہے کہ اپنے سوا کسی دوسرے کو اجازت دیدے۔ پھر اگر ایسے شخص کے سوا (یعنی جس کا حق مقدم تھا اس کے سوا) کسی دوسرے نے میت کی نماز پڑھا دی تو یہ مقدم حق والا اگر چاہے تو نماز کا اعادہ کرے اور جو شخص دوسرے کے ساتھ نماز پڑھ چکا ہے وہ اس کے ساتھ دوبارہ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ (کیونکہ نماز جنازہ میں نفل نہیں ہوتی۔ (فلاح)

---

[1] اس میں بھی ترتیب کا لحاظ ہوگا جس کا رشتہ زیادہ قریب کا ہے وہ مقدم مانا جائے گا۔ اس کی تفصیل ولایت نکاح کے مسائل میں تلاش کی جائے۔ مگر نماز جنازہ میں باپ کا حق بیٹے پر مقدم ہے۔ (فلاح)

مَنْ صَلّٰی مَعَ غَیْرِہٖ وَمَنْ لَہٗ وِلَایَۃُ التَّقَدُّمِ فِیْہَا اَحَقُّ مِمَّنْ اَوْصٰی لَہُ الْمَیِّتُ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ عَلَی الْمُفْتٰی بِہٖ وَاِنْ دُفِنَ بِلَا صَلٰوۃٍ صُلِّیَ عَلٰی قَبْرِہٖ وَاِنْ لَمْ یُغَسَّلْ مَا لَمْ یَتَفَسَّخْ وَاِذَا اجْتَمَعَتِ الْجَنَائِزُ فَالْاِفْرَادُ بِالصَّلٰوۃِ لِکُلٍّ مِّنْہَا اَوْلٰی وَیُقَدَّمُ الْاَفْضَلُ فَالْاَفْضَلُ وَاِنِ اجْتَمَعْنَ وَیُصَلِّیْ عَلَیْہَا مَرَّۃً جَعَلَہَا صَفًّا طَوِیْلًا مِمَّا یَلِی الْقِبْلَۃَ بِحَیْثُ یَکُوْنُ صَدْرُ کُلٍّ قُدَّامَ الْاِمَامِ وَرَاعَی التَّرْتِیْبَ فَیَجْعَلُ الرِّجَالَ مِمَّا یَلِی الْاِمَامَ ثُمَّ الصِّبْیَانَ بَعْدَہُمْ ثُمَّ الْخَنَاثٰی ثُمَّ النِّسَاءَ وَلَوْ دُفِنُوْا فِیْ قَبْرٍ وَاحِدٍ وُضِعُوْا عَلٰی عَکْسِ ہٰذَا وَلَا یَقْتَدِیْ بِالْاِمَامِ مَنْ وَجَدَہٗ بَیْنَ تَکْبِیْرَتَیْنِ بَلْ یَنْتَظِرُ تَکْبِیْرَ الْاِمَامِ فَیَدْخُلُ مَعَہٗ وَیُوَافِقُہٗ فِیْ

جس شخص کو (حکم شریعت کے بموجب) تقدم کا حق حاصل ہے، مفتی بہ قول کے بموجب اسی کا حق اس شخص کے مقابلہ میں زیادہ مانا جائے گا جس کو نماز پڑھانے کے لئے میت نے وصیت کردی ہو۔

اگر کوئی میت نماز پڑھے بغیر دفن کردی گئی ہو تو اگرچہ اس کو غسل[1] نہ دیا گیا ہو، تب بھی اس کی قبر پر نماز پڑھی جائے۔ جب تک (گمان غالب[2] یہ ہو) کہ وہ پھٹا نہیں۔ جب چند جنازے اکھٹے ہو جائیں تو ان میں ہر ایک کی علیحدہ نماز پڑھنا اولی اور افضل ہے۔ اور جو ان سب میں افضل ہو اس کو مقدم رکھا جائے اس کے بعد جو باقی ماندہ میں افضل ہو (ترتیب وار) اور اگر چند جنازے اکھٹے ہو گئے اور (امام) ان سب پر ایک ہی مرتبہ نماز پڑھتا ہے تو ان سب جنازوں کو قبلہ کی جانب ایک لانبی صف میں اس طرح رکھدے کہ ہر ایک کا سینہ امام کے سامنے رہے اور (اس صف لگانے میں بھی) ترتیب کا لحاظ رکھے۔ چنانچہ مردوں[3] کو امام سے متصل رکھا جائے پھر ان کے بعد بچوں[4] کو پھر مخنثوں کو پھر عورتوں کو۔ اور اگر یہ چاروں قسم کے مردے ایک قبر میں رکھے جائیں تو ترتیب مذکورہ بالا کے عکس پر[5] ہے

جو شخص امام کو دو تکبیروں کے درمیان پائے (یعنی ایسے وقت وہ صف کے پاس پہنچا کہ امام تکبیر کہہ کر کوئی دعا پڑھ رہا تھا) تو اس وقت اس کے پیچھے نیت نہ باندھے بلکہ امام کی آئندہ تکبیر کا انتظار کرے تب اس کے ساتھ نماز میں شامل ہو۔ اور دعا میں امام کی موافقت کرے (یعنی اس وقت جو دعا پڑھ رہا ہو

---

[1] دفن سے پیشتر غسل دیئے بغیر نماز درست نہیں اور اگر نماز پڑھ لی گئی ہے تو غسل دے کر دوبارہ نماز پڑھی جائے گی اور اگر نماز پڑھے بغیر قبر میں رکھدیا گیا تھا اور ابھی قبر نہیں بند کی تھی تو نکال کر نماز پڑھی جائے۔ (فلاح)

[2] اس کی کوئی مدت معین نہیں کیونکہ موسم نیز ملکی آب و ہوا کے اعتبار سے یہ مدت مختلف ہوگی۔ اصل یہ ہے کہ موسم اور جگہ کا اعتبار کرتے ہوئے رائے قایم کی جائے اور اگر شک ہو تو نماز نہ پڑھی جائے۔ (ط)

[3] اگر چند مردوں کے جنازے ہیں تو افضل کو اور زیادہ معمر کو مقدم رکھے۔ (فلاح)

[4] بچوں کی دعا بڑوں کی دعا کے بعد پڑھے۔

[5] یعنی نماز میں تو افضل کو امام سے متصل اور قبلہ سے بعید رکھا جائے گا۔ اور قبر میں افضل کو قبلہ کی جانب سب سے پہلے قبر میں رکھا جائے گا۔ پھر اس سے دوسرے اور تیسرے درجہ کے آدمی کے جنازہ کو۔ (ط)

دُعائه ثمّ يقضى مافاته قبل رفع الجنازة ولا ينتظر تكبير الامام من حضر تحريمته ومن حضر بعد التكبيرة الرابعة قبل السّلام فاتته الصّلوة فى الصحيح وتكره الصّلوة عليه فى مسجد الجماعة وهو فيه او خارجه وبعض الناس فى المسجد على المختار ومن استهل سمّى وغسل وصلى عليه وان لم يستهل غسل فى المختار و ادرج فى خرقة ودفن ولم يصلّ عليه كصبىّ سبى مع احد ابويه الا ان يسلم احدهما

وہ ہی دعا پڑھے۔ پھر جنازہ اٹھائے جانے سے پہلے فوت شدہ کو قضا کرے۔ اور جو شخص امام کی تکبیر تحریمہ کے وقت (وہاں) موجود تھا (مگر امام کے ساتھ تکبیر نہیں کہہ سکا) وہ امام کی آئندہ تکبیر کا انتظار نہ کرے گا۔ (بلکہ تکبیر کہہ کر امام کے ساتھ نماز میں شامل ہو جائے گا)

اور جو شخص چوتھی تکبیر کے بعد سلام سے پہلے حاضر ہوا، اس سے نماز جنازہ فوت ہو گئی (صحیح مسلک یہی ہے[1]) مذہب مختار یہ ہے کہ جنازہ کی نماز ایسی مسجد میں جس میں جماعت ہوتی ہو[2] مکروہ ہے۔ جنازہ مسجد میں ہو یا مسجد سے باہر ہو اور کچھ آدمی مسجد میں ہوں۔

اور جو بچہ ولادت کے وقت رویا[3] اس کا نام رکھا جائے اور غسل دیا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے اور اگر رویا نہیں تو مذہب مختار یہ ہے کہ اس کو غسل دیا جائے۔ اور ایک کپڑے میں لپیٹ لیا جائے اور دفن کر دیا جائے اور اس پر نماز نہ پڑھی جائے جیسے اس[4] بچہ پر نماز نہیں پڑھی جائے گی جو ماں باپ کے ساتھ (دارالحرب سے) گرفتار کر کے لایا گیا ہو۔ مگر اس صورت میں اس پر نماز پڑھی جائے گی کہ ماں یا باپ مسلمان ہو گیا

---

[1] طحطاوی اور صاحب مراقی الفلاح فرماتے ہیں کہ فتویٰ یہ ہے کہ ایسا شخص امام کے سلام سے پہلے تکبیر کہہ ڈالے اور پھر باقی تکبیریں کہہ کر نماز پوری کرے۔ واللہ اعلم

[2] لیکن اگر کوئی مسجد نماز جنازہ کے لئے ہی بنائی گئی ہے اس میں نماز جنازہ مکروہ نہیں۔ اور عیدگاہ یا مدرسہ میں بھی نماز جنازہ مکروہ نہیں کیونکہ وہاں پنج وقتہ نمازیں جماعت سے نہیں ہوتیں۔

فائدہ: سڑک پر یا کسی کی زمین میں نماز جنازہ مکروہ ہے

[3] مطلب یہ ہے کہ زندگی کی علامت پائی گئی۔ مثلاً حرکت ہوئی یا چھینکا یا جمائی لی۔ (ط) مگر ایسی حرکت کا اعتبار نہ ہوگا جو جان کنی کے بعد ہوتی ہے جیسے ہاتھ پاؤں مرنے کے بعد اینٹھ رہے ہیں تو یہ حرکت زندگی کی علامت نہیں۔ یہ تو ایسی ہے جیسے ذبح کے بعد مذبوح تڑپے۔ البتہ یہ ضروری نہیں کہ سارا بچہ شکم سے خارج ہو چکا ہو تب یہ حرکت ہو۔ بلکہ اگر بچہ کا زائد حصہ یعنی اگر سر کی طرف سے نکل رہا ہے تو سینہ تک خارج ہو چکا ہو۔ اور اگر پیروں کی طرف سے نکل رہا ہے تو ناف تک نکل چکا ہو۔ اور اس حالت میں وہ رویا ہے یا زندگی کی دوسری علامت پائی گئی تب بھی وہ زندہ مانا جائے گا اور اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ (مراقی الفلاح)

[4] ان مسائل کے متعلق چند اصول قابل لحاظ ہیں۔ (الف) اگر بچہ کے ماں باپ موجود ہوں تو ماں باپ میں جس کا مذہب بہتر ہو، بچہ کا بھی وہی مذہب مانا جائے گا مشرک سے بہتر کتابی مانا جاتا ہے اور کتابی سے بہتر مسلم ہے۔ (ب) اگر بچہ ذی شعور ہے۔ اسلام اور کفر کو سمجھتا ہے اور وہ مسلمان ہو گیا تو بچہ کو مسلمان مانا جائے گا۔

([illegible])

او هو او لم یسب احدهما معه وان کان لکافر قریب مسلم غسله کغسل خرقة نجسة وکفنه فی خرقة والقاه فی حفرة او دفعه الی اهل ملته ولا یصلی علی باغ وقاطع طریق قتل فی حالة المحاربة وقاتل بالخنق غیلة ومکابر فی المصر لیلا بالسلاح ومقتول عصبیة وان غسلوا وقاتل نفسه یغسل ویصلی علیه لا علی قاتل احد ابویه عمدا

فصل فی حملها ودفنها

یسن لحملها اربعة رجال وینبغی حملها اربعین

ہو یا وہ خود مسلمان ہو گیا ہو۔ یا اس کے ساتھ ماں یا باپ کو گرفتار نہ کیا گیا ہو۔ (تنہا وہی گرفتار کر لیا گیا ہو) اگر کسی کافر کا کوئی رشتہ دار مسلمان ہو تو (یہ مسلمان) اُس کافر کو غسل دے گا جیسے کہ کسی ناپاک[1] کپڑے کو دھویا جائے۔ اور اس کو کسی کپڑے[2] میں کفنا دے گا۔ اور ایک[3] گڑھا کھود کر اس میں اس کو ڈال دے گا۔ یا اس کو اس کے مذہب والوں کے حوالہ کر دے گا۔ باغی پر اور ڈاکو پر جو مقابلہ کی حالت میں قتل کر دیا گیا ہو نماز نہیں پڑھی جائے گی۔

نیز اس شخص پر نماز نہ پڑھی جائے گی جو خفیہ طور پر گلا گھونٹ کر لوگوں کو قتل کر دیتا ہو یا رات کو ہتھیار لے کر شہر میں ڈاکہ ڈالتا ہو یا عصبیت میں جنگ کرتا ہوا مارا گیا ہو۔ اگرچہ غسل ان سب کو دیدیا جائے گا۔

اور خودکشی کرنے والے کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی۔ اور اس شخص پر نماز نہیں پڑھی جائے گی جس نے اپنے ماں باپ کو (معاذ اللہ) قصداً قتل کر دیا ہو۔

فصل جنازہ کو اٹھانے اور دفن کرنے کے بیان میں

جنازہ[4] اٹھانے کے لئے چار آدمی مسنون ہیں۔ (ایک شخص کو) چالیس قدم تک اٹھانا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۰

(ج) اگر بچہ تنہا ہے اس کے نہ ماں ہے نہ باپ تو اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا۔

اب مسائل مذکورہ میں اگر بچہ ماں باپ کے ساتھ دار الحرب سے گرفتار کر کے لایا گیا تو اگر ان میں سے کوئی مسلمان ہو گیا تو بچہ کو مسلمان مانا جائے گا ورنہ ماں باپ کے تابع مان کر غیر مسلم قرار دیا جائے گا۔ ہاں اگر بچہ ذی شعور تھا اور وہ مسلمان ہو گیا تو اس کا اسلام معتبر ہوگا۔ اور اگر بچہ تنہا گرفتار کیا گیا تو دار الاسلام کے اندر اس کو مسلمان قرار دیا جائے گا۔ (طحطاوی)

حاشیہ صفحہ ھذا

[1] یعنی نہ وضو کرایا جائے گا اور نہ دیگر مستحبات غسل کا لحاظ ہوگا۔ (ط)

[2] یعنی جس طرح تین کپڑے مسلمان کے ہوتے ہیں اس کا لحاظ نہ ہوگا۔

[3] یعنی جیسی قبر مسلمان کی بنائی جاتی ہے ایسی نہیں بنائی جائے گی بلکہ ایک گڑھا کھود کر اس میں داب دیں گے۔ خواہ وہ کسی رخ پر ہو۔

[4] بچہ کو ایک شخص دونوں ہاتھوں پر اٹھائے پھر اس سے دوسرے لوگ لیتے رہیں۔ (فلاح)

خطوۃ یبدأ بمقدّمھا الایمن علیٰ یمینہ ویمینھا ما کان جھۃ یسار الحامل ثم مؤخرھا الایمن علیہ ثمّ مقدّمھا الایسر علیٰ یسارہ ثمّ یختم الایسر علیہ و یستحبّ الاسراع بھا بلا خبب وھو ما یؤدی الیٰ اضطراب المیّت والمشی خلفھا افضل من المشی امامھا کفضل صلوٰۃ الفرض علی النّفل ویکرہ رفع الصوت بالذکر والجلوس قبل وضعھا ویحفر القبر نصف قامۃٍ اوالی الصدر وان زید کان حسنا ویلحد ولا یشق الا فی ارض رخوۃ ویدخل المیّت من جھۃ القبلۃ و

چاہیئے۔ شروع میں جنازہ کے اگلے داہنے حصہ کو اپنے داہنے (مونڈھے) پر (اٹھائے) اور جنازہ کا داہنا وہ ہے جو اٹھانے والے کے بائیں[1] ہاتھ کی جانب ہو۔ اس کے بعد جنازہ کے پچھلے داہنے حصہ کو اپنے داہنے مونڈھے پر پھر جنازہ کے اگلے بائیں حصہ کو اپنے بائیں مونڈھے پر، پھر آخر میں جنازہ کے پچھلے بائیں حصہ کو اپنے بائیں مونڈھے پر[2]

جنازہ کو تیز لے[3] جانا مستحب ہے خبب[4] کے بغیر۔ اور خبب وہ رفتار ہے جس سے میت کو جھٹکے لگیں۔

جنازہ سے آگے چلنے کی بہ نسبت جنازہ کے پیچھے چلنے میں اتنی فضیلت ہے جتنی نفل نماز پر فرض نماز کو فضیلت ہے۔ بلند آواز سے ذکر کرنا[5] اور جنازہ کو (زمین پر) رکھے جانے سے پہلے بیٹھنا مکروہ ہے۔

آدھے قد کی برابر یا سینہ تک گہری قبر کھودی جائے۔ اور اگر اس سے زیادہ گہری ہو تو بہتر ہے اور بغلی قبر بنائی جائے، لحدی (یعنی ایسی قبر جس میں مردہ کو لٹانے کی جگہ بیچ میں ہو) نہ بنائی جائے مگر نرم پھلپھلی زمین میں[6] (لحد بنا دی جائے۔) مردہ کو قبلہ کی جانب[7] سے قبر میں اتارا جائے۔ اور مردہ کو قبر میں

---

[1] یعنی جبکہ اٹھانے والا شخص بھی مردے کی طرح لیٹ جائے۔

[2] صورت مذکورہ میں ہر ایک مرتبہ میں دس دس قدم لے کر چلے تو چاروں جانب سے اٹھانے میں چالیس قدم ہو جائیں گے۔ (م)

[3] حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اسرعوا بالجنازۃ یعنی جنازہ کو جلد لے جاؤ (یا ترجمہ یہ ہے کہ جنازہ کو تیز لے جاؤ) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی علت یہ فرمائی کہ اگر جنازہ اچھے آدمی کا ہے تو اس کے لئے اچھی اچھی چیزیں ہیں جن کے پاس اس کو لے جا رہے ہو تو اس کو جلد پہنچا دینا چاہیئے اور نعمتوں سے زیادہ محروم نہ رکھنا چاہیئے۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو یہ جنازہ خود ایک شر ہے جس کو گردن سے جلد اتار دینا چاہیئے۔

[4] خبب کی تفسیر یہ کی جاتی ہے کہ ضرب من العدو یعنی ایک قسم کی دوڑ۔ اس کی علامت یہ ہے کہ مردہ کو جھٹکے لگیں۔

[5] اسی طرح بلند آواز سے قرآن شریف پڑھنا بھی مکروہ ہے بلکہ خاموش رہنا چاہیئے۔ اور جو کچھ پڑھا جائے وہ آہستہ آواز سے۔

[6] یعنی جہاں بغلی قبر نہ بن سکے۔

[7] یعنی چارپائی جنازہ کی قبر کے اس کنارے پر

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

يقول وَاضعُه بسم الله وَعلى ملةِ رسُول الله صلى الله عليه وسلم ويوَجّهُ الى القبلة على جَنبِه الايمَن وَيحل العقد ويسوّى اللبن عليه والقصب وكرِهَ الآجر وَ الخشبُ وان يسجّى قبرها لا قبرهُ ويهال التراب ويسَنم القبر وَلا يربعُ وَيحرم البناء عليه للزينة ويكرهُ للاحكام بعد الدّفن ولا باسَ بالكتابةِ عليه

رکھنے والا پڑھے بسمِ[۱] الله وعلى ملة رسول الله صلى الله عليه وسلم میت کو داہنی[۲] کروٹ پر لٹا کر اس کا چہرہ قبلہ کی طرف کر دیا جائے۔ اور (کفن کی) گرہیں کھول دی جائیں اور کچی اینٹیں اور نرکل اس پر برابر کر دی جائیں۔

اور پکی اینٹیں یا لکڑی کا رکھنا مکروہ[۳] ہے۔

نیز مستحب ہے یہ کہ عورت کی قبر چھپالی جائے (پردہ کرلیا جائے) مرد کی قبر کا پردہ نہیں ہوگا اور یہ کہ مٹی ڈالی جائے[۴] اور قبر کو کوہان[۵] دار بنایا جائے۔ چوکور نہ بنائی جائے۔ اور زینت کے لئے قبر پر تعمیر کرنا حرام ہے۔ اور دفن کر دینے کے بعد مضبوطی[۶] کے لئے قبر پر تعمیر کرنا مکروہ ہے۔ اور اس غرض سے کہ قبر کا نشان نہ

(بقیہ حاشیہ صـ۱۵۲)

رکھی جائے جو قبلہ کی جانب ہو اور وہاں سے قبر میں اتارا جائے۔

فائدہ بہتر یہ ہے کہ قبر میں اتارنے والے نیک آدمی ہوں، مضبوط، قوی اور تعداد میں تین یا پانچ ہوں یعنی طاق ہوں۔ (فلاح)

---

[۱] یعنی خدا کے نام پر ہم قبر میں رکھ رہے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت کی پیروی کر رہے ہیں۔

[۲] طحطاوی نے ایک روایت بھی نقل کی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب وہ ایک میت دفن کر رہے تھے یہ ہدایت فرمائی کہ اس کو قبلہ رو کرو۔ اور بسم اللہ وعلی ملۃ رسول اللہ کہتے رہو اور کروٹ پر لٹاؤ نہ اوندھے منہ لٹاؤ نہ کمر کے بل لٹاؤ۔ پھر علامہ طحطاوی نے نقل کیا ہے کہ "حلبی" میں یہ تحریر ہے کہ مٹی جیسی چیز کا سہارا میت کی کمر کی طرف لگا دیا جائے تاکہ وہ کروٹ سے پلٹ نہ جائے۔ بہرحال ہمارے یہاں یہ صورت متروک ہے۔ ہمارے یہاں کمر کے بل چت لٹا دیا جاتا ہے۔ صرف اتنا کیا جاتا ہے کہ لحد میں لٹا کر چہرہ داہنی کروٹ پر قبلہ کی طرف کر دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

[۳] کیونکہ یہ چیزیں استحکام اور زینت کے لئے ہیں اور شان قبر کے غیر مناسب ہیں۔ (فلاح)

علاوہ ازیں ان سے آگ کا تعلق بھی ہوتا ہے جو ایک بدفالی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب

البتہ اگر کچی اینٹیں یا پتھر میسر نہ ہوں یا درندوں کے اکھاڑ دینے کا خطرہ ہو تو پکی اینٹ یا لکڑی وغیرہ میں بھی مضائقہ نہیں۔ (فلاح)

[۴] مستحب یہ ہے کہ تین مرتبہ دو لپ بھر کر سرہانے کی طرف سے مٹی ڈالی جائے۔ (فلاح)

اور صرف وہی مٹی ڈالی جائے جو قبر میں سے نکلی ہے اس سے زیادہ مٹی قبر پر نہ ڈالی جائے۔ زیادہ مٹی ڈالنا مکروہ ہے۔ اور قبر ایک بالشت یا اس سے کچھ زیادہ بلند رہنی چاہئے اس سے زیادہ نہیں۔ اور مناسب سمجھا جائے تو پانی چھڑکنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

[۵] یعنی پوری قبر ایسی ہو کہ بیچ میں سے بلند اور سب طرف سے ڈھلوان یہ مطلب نہیں ہے کہ قبر بنا کر اس کے اوپر چھوٹا سا کوہان بنا دیا جائے یہ غلط ہے۔ کیونکہ قبر فنا ہونے والی چیز ہے۔ (فلاح)

البتہ مٹی سے لیپ دینے میں کراہت نہیں۔

لئلا یذهب الاثر ولا یمتهن ویکرہ الدّفن فی البیوت لاختصاصہ بالانبیآء علیهم الصّلوٰة والسّلام ویکرہ الدّفن فی الفساقی ولا باس بدفن اکثر من واحد فی قبر للضّرورة ویحجز بین کلّ اثنین بالتراب ومن مات فی سفینة وکان البرّ بعیدا او خیف الضّرر غسل وکفن وصلی علیه والقی فی البحر ویستحبّ الدفن فی محلّ مات به او قتل فان نقل قبل الدّفن قدر میل او میلین لا بأس به وکرہ نقله لاکثر منه ولا یجوز نقله بعد دفنه بالاجماع الا ان تکون الارض مغصوبة او اخذت بالشفعة وان دفن فی قبر حفر لغیرہ ضمن قیمة الحفر

مٹ جائے اور وہ ذلیل (پامال) نہ کی جائے قبر پر لکھدینے میں مضائقہ نہیں[1] مکان میں دفن کردینا مکروہ ہے۔ کیونکہ یہ انبیاء علیہم الصلوٰة والسلام کے لئے مخصوص ہے۔ اور فساقی[2] میں دفن کرنا بھی مکروہ ہے۔ اور ضرورت کی بنا پر ایک قبر میں ایک سے زیادہ کو دفن کرنے میں مضائقہ نہیں ہے۔ اور ہر دو (جنازوں) کے بیچ میں مٹی کی آڑ کردی جائے۔

جو شخص کشتی (جہاز) میں مرجائے اور خشکی (کنارہ سمندر) دور ہو اور میت کو نقصان پہنچنے (بو پیدا ہوجانے) کا خطرہ ہو تو اس کو غسل دیا جائے۔ اور کفنایا جائے اور اس پر نماز پڑھی جائے اور سمندر میں ڈال دیا جائے۔

اسی جگہ کے (قبرستان میں) دفن کردینا مستحب ہے جہاں اس کی موت ہوئی ہے۔ یا جہاں قتل کیا گیا۔ اب اگر دفن سے پہلے ایک دو میل (کے فاصلہ پر) منتقل کردیا گیا تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس سے زیادہ مسافت پر اس کا منتقل کرنا مکروہ ہے۔ اور دفن کردینے[3] کے بعد اجماع ہے کہ منتقل کرنا جائز نہیں۔ ہاں اس صورت میں کہ زمین غصب[4] کردہ ہو یا شفعہ[5] سے لے لی گئی ہو۔ اور اگر ایسی قبر میں دفن کردیا گیا جو

---

[1] کسی پتھر وغیرہ پر نام وغیرہ لکھوا کر لگایا جاسکتا ہے۔ واللہ اعلم (فلاح)

[2] فساقی، بند کوٹھری کی طرح گنبددار ہوتا ہے اس میں دفن کرنا چار وجہ سے مکروہ ہے۔ (۱) لحد کا نہ ہونا (۲) بلا ضرورت ایک قبر میں چند مُردوں کا دفن ہونا (۳) مردوں اور عورتوں کے درمیان کسی آڑ کا نہ ہونا۔ (۴) پختہ چونے کا ہوتا تھا اور اس پر گنبد ہوتا تھا کراہت کا یہ چوتھا سبب تھا۔
(حاشیہ شرح نقایہ حضرت الاستاد مولانا اعزاز علی صاحبؒ)

[3] یعنی جب گڑھا لگا کر مٹی ڈالدی جائے۔ (فلاح)

[4] یعنی زمین کسی اور شخص کی تھی۔ بلا اس کی اجازت کے دفن کردیا گیا۔ اب اگر زمین کا مالک چاہے تو مردے کو اکھڑوا سکتا ہے نیز اس کو حق ہے کہ قبر کو زمین کی برابر کرکے زمین کو اپنے کام میں لائے۔

[5] مسئلہ کی صورت یہ ہے کہ مثلاً زید نے ایک زمین خریدی تھی اس میں اس نے کسی مردے کو دفن کردیا اس کے بعد اس زمین کے متعلق مثلاً شفعہ کا دعویٰ عمر نے کردیا اور یہ زمین قانون شفعہ کے بموجب عمر کو دے دی گئی تو عمر کے لئے جائز ہے کہ مردے کو قبر میں سے نکلوا دے یا قبر کو ہموار کرکے زمین کو اپنی ضرورت میں استعمال کرلے۔

وَلَا یُخْرَجُ مِنْهُ وَیُنْبَشُ لِمَتَاعٍ سَقَطَ فِیْهِ وَلِکَفَنٍ مَغْصُوْبٍ وَمَالٍ مَعَ الْمَیِّتِ وَلَا یُنْبَشُ بِوَضْعِهٖ لِغَیْرِ الْقِبْلَةِ اَوْ عَلٰی یَسَارِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ

فصل فی زیارۃ القبور

نُدِبَ زِیَارَتُهَا لِلرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ عَلَی الْاَصَحِّ

دوسرے کے لئے کھودی گئی تھی تو کھدائی کی اجرت کا ضامن[1] ہوگا۔ اور ایسی قبر سے نکالا نہ جائے کسی سامان کے باعث جو قبر میں گر گیا ہو یا مغصوب[2] کفن کے باعث یا کسی مال کے باعث جو میت کے ساتھ (دفن ہوگیا) قبر کھولی جاسکتی ہے۔ اور قبلہ رخ نہ رکھے جانے کے باعث یا بائیں کروٹ پر لٹا دینے کے باعث قبر کو نہیں کھولا جاسکتا۔

فصل۔ زیارت قبور

صحیح مسلک یہی ہے کہ زیارت[3] قبور مردوں کے لیے بھی مستحب ہے اور عورتوں کے لئے بھی۔

---

[1] یعنی میت کے اولیاء کھودوائی کی اجرت دیدیں۔

فائدہ: زندگی میں اپنے لئے قبر بنوالینا جائز ہے۔ یہی کفن کا بھی حکم ہے۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز اور ربیع بن خثیم جیسے اکابر نے قبر تیار کرالی تھی۔ (فلاح)

[2] یعنی کسی شخص کا کپڑا چھین کر کسی مردے کے کفن میں لگا دیا گیا۔ اب کپڑے کا مالک اس کا مطالبہ کر رہا ہے تو اگر وہ قیمت لینے پر راضی نہ ہو تو قبر کھول کر اس کا کپڑا دیا جائے گا۔

[3] زیارت قبور کا اصل منشاء یہ ہے کہ موت کی یادگاری ہو۔ اور دنیا کی بے ثباتی کا تصور دل میں قائم ہو۔ مُردوں کے لئے دعاء کی جائے اور ان کی موجودہ اور گذشتہ حالت سے عبرت پکڑی جائے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کنت نهیتکم عن زیارۃ القبور فزوروها فانها تذکرۃ الآخرۃ۔

ترجمہ: میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کر دیا تھا۔ اب حکم یہ ہے کہ تم زیارت کر سکتے ہو کیونکہ وہ آخرت کو یاد دلاتی ہے۔

اب اگر قبروں پر جانے کا یہ مقصد ہو اور اس پر عمل ہو تو نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے اور بظاہر یہی حکمت ہے کہ عیدین اور جمعہ کے دن جو شرعی اعتبار سے مسرت کے دن ہیں ان میں زیارت قبور مسنون ہے تاکہ مسرت کے ساتھ موت اور آخرت کی یاد بھی ہو جائے لیکن زمانہ حاضر میں زیارت قبور کا مقصد اس کے برعکس ہے یعنی قبروں سے حاجات طلب کرنا۔ اہل قبور کو راضی کرنا۔ قبروں کو بوسہ دینا۔ سجدہ کرنا۔ قوالی سننا۔ یا مردوں کو یاد کر کے رونا۔ اس طرح کی باتوں کو زیارت قبور کا مقصد مان لیا گیا ہے اور یہ وہ چیزیں ہیں جن کی بناء پر ابتدائے اسلام میں زیارت قبور سے ممانعت ہوئی تھی چنانچہ حدیث مذکور سے ہمیں دونوں سبق حاصل ہوتے ہیں۔ یعنی اگر وجوہات ممانعت موجود ہوں تو زیارت قبور ممنوع اور وجوہات جواز موجود ہوں تو جائز اور مستحب۔ ترمذی شریف میں ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زائرات القبور والمتخذین علیها المساجد والسرج۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت فرمائی ہے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر اور ان پر جو قبروں پر مساجد بناتے ہیں اور چراغ رکھتے ہیں۔ (ترمذی شریف۔ مجتبائی ص۴۳)

چونکہ اس قسم کی چیزیں عورتوں میں بہت زیادہ پائی جاتی ہیں لہٰذا دوسری حدیث میں یہ بھی ہے۔ لعن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوارات

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

ويستحب قراءة يٰسٓ لما ورد انه من دخل المقابر وقرأ يٰسٓ خفف الله عنهم يومئذ وكان له بعدد ما فيها حسنات ولا يكره الجلوس للقراءة على القبر في المختار وكره القعود على القبور لغير قراءة ووطؤها والنوم وقضاء الحاجة عليها و وقلع الحشيش والشجر من المقبرة ولا بأس بقلع اليابس منهما

باب احكام الشهيد

المقتول ميت باجله عندنا اهل السنة والشهيد من قتله اهل الحرب او اهل البغي او قطاع الطريق او اللصوص في منزله ليلا ولو بمثقل او وجد في

اور سورۂ یٰسین شریف کا پڑھنا مستحب ہے۔ کیونکہ وارد ہوا ہے کہ جو شخص قبرستان میں جائے اور سورۂ یٰسین شریف کی قرأت کرے تو اللہ تعالیٰ ان سب سے (جو وہاں مدفون ہیں) اس دن عذاب میں تخفیف کر دیتا ہے اور پڑھنے والے کو اتنی نیکیاں ملتی ہیں جتنے مردے اس قبرستان میں مدفون ہیں[1] مذہب مختار یہ ہے کہ قبر کے اوپر تلاوت کے لئے بیٹھ جانا مکروہ نہیں۔ اور تلاوت کرنی نہ ہو تو قبر پر بیٹھنا مکروہ ہے۔ قبر کو پامال کرنا اور قبر پر سونا، قبر پر قضائے حاجت کرنا اور قبرستان کی گھاس کو اور درختوں کو اکھاڑنا مکروہ ہے۔ سوکھی گھاس اور سوکھے درختوں کو اکھاڑنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

باب۔ احکام شہید

مقتول ہمارے یعنی اہل سنت کے نزدیک اپنی موت سے مرتا ہے[2] شرعاً شہید[3] وہ شخص ہے جس کو اہل حرب نے یا باغیوں[4] نے یا ڈاکوؤں نے قتل کر دیا ہو۔ یا چوروں[5] نے رات کو اس کے مکان کے اندر مار ڈالا ہو اگرچہ مثقل یعنی ایسی چیز سے مار ڈالا ہو جو بھاری

بقیہ حاشیہ ص۱۵۵

القبور۔ یعنی جناب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والیوں پر لعنت فرمائی ہے۔

واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب

(ترمذی شریف مجتبائی ص۱۲۵ کتاب الجنائز)

[1] ھکذا افسرہ صاحب مراقی الفلاح وکذا اشارہ الطحطاوی۔ واللہ اعلم

[2] اس مسئلہ کا تعلق عقائد اور علم کلام سے ہے معتزلہ کا عقیدہ یہ ہے کہ مقتول کی عمر ابھی باقی تھی قاتل نے اس کی عمر کو بیچ میں منقطع کر دیا۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ یہ ہے کہ اس کی عمر اتنی ہی مقدر تھی۔ باقی قصاص اس لئے ہے کہ اجتماعی نظام اور امن عامہ باقی رہے۔ اور قومی اور ملی حیات خطرات سے محفوظ رہے۔ قال اللہ تعالیٰ ولکم فی القصاص حیوۃ یا اولی الالباب۔

[3] شہید کی دو صورتیں ہیں۔ ایک اخروی ثواب کے لحاظ سے شہید۔ دوسرے دنیاوی احکام کے لحاظ سے شہید۔ یہاں دنیوی احکام کے لحاظ سے جو شہید مانے جاتے ہیں ان کا تذکرہ ہوگا۔ باقی عند اللہ شہید کون کون ہوگا، اس کا صحیح علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہی ہے۔ اور اس کے اسباب اور وجوہات بھی بہت سے ہیں۔ جو یہاں ذکر کئے گئے ہیں، ان کے ہی اندر منحصر نہیں ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب محمد میاں عفی عنہ

[5] جنگ اہل حرب سے ہو یا باغیوں سے یا ڈاکوؤں سے سب کا حکم ایک ہے۔

لِلمُعركةِ وَبه اثرٌ او قتلهٗ مُسلمٌ ظلمًا عمدًا بمحدّدٍ وكانَ مسْلما بالغًا خاليًا
عن حيْض ونفاس وَجنابةٍ ولمْ يُرتث بعد انقضاء الحرب فيكفن بدمه وَ
ثيابه وَيصلي عَليه بلا غسْل ويُنزع عنهُ ما ليسَ صالحًا للكفن كالفرو وَ
الحشو والسّلاح وَالدرع وَيزادُ وينقصُ في ثيابه وكرِهَ نزع جميْعهَا ويغسّل ان

وزن[1]دار ہو (اگرچہ اس میں دھار نہ ہو) یا میدان جنگ میں (مرا ہوا) پایا گیا ہو اور اس پر (زخم وغیرہ کا) نشان ہو یا کسی مسلمان نے ظلماً قصداً دھاردار[2] آلہ سے قتل کر ڈالا ہو۔

اور وہ (مقتول) مسلمان، بالغ ہو جو حیض و نفاس یا جنابت سے پاک ہو اور جنگ ختم ہونے کے بعد وہ پرانا[3] نہ پڑ گیا ہو۔ ایسے مقتول کو اس کے خون[4] کے ساتھ اور اسی کے کپڑوں میں کفنایا جائے گا۔ اور غسل کرائے بغیر اس پر نماز پڑھی جائے گی۔ اور اس کے ایسے کپڑے اتار لئے جائیں گے جو کفن کے مناسب نہ ہوں۔ مثلاً پوستین۔ روئی کے کپڑے۔ ہتھیار زرہ اور اس کے کپڑوں میں (مناسب) کمی اور زیادتی کر دی جائے گی۔ اور تمام کپڑوں[5] کا اتارنا مکروہ ہے اور اگر بچہ یا مجنون تھا جو قتل کیا گیا یا حیض یا نفاس

---

[1] مثلاً کوئی عضو ٹوٹا ہوا ہے یا ناک یا آنکھ سے خون بہہ رہا ہے یا جسم کے حصہ پر جلن کا اثر ہے وغیرہ۔ (فلاح)
س سے یہ معلوم ہو کہ یہ اپنی موت نہیں مرا بلکہ اس کو مارا گیا ہے۔

[2] قاعدہ کلیہ اور ضابطہ یہ ہے کہ اس قتل میں محض قتل کی وجہ سے مال واجب نہ ہو۔ چنانچہ اگر کسی مسلمان ے کسی مسلمان کو خطاءً قتل کر دیا تو وہ مقتول شہید نہ ہ گا۔ کیونکہ اس صورت میں دیت واجب ہوتی ہے۔
اگر دھار دار نہ ہو مثلاً کسی مسلمان نے کسی مسلمان کو لاٹھی سے یا بھاری پتھر سے مار ڈالا تو اس مقتول شہید کے یہ دنیاوی احکام جاری نہ ہوں گے۔ واللہ اعلم

[3] یہاں اصل لفظ لم یرتث ہے۔ یہ ارتثاث سے ماخوذ ہے۔ ارتثاث کا مادہ رثّ ہے۔ رث اصل میں پرانی چیز کو کہتے ہیں۔ اور ارتثاث کے معنی ہیں پرانا پڑ جانا۔ اور سلسلۂ شہادت میں ارتثاث کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ زخمی ہو جانے کے بعد وہ اتنا زندہ رہا ہو کہ کوئی دنیاوی حکم اس پر نافذ ہو سکا ہو۔ مثلاً ایک نماز کا وقت اس کی زندگی کی حالت میں گذر گیا یا کوئی دنیاوی نفع اس نے حاصل کر لیا ہو۔ مثلاً دوا پی یا وصیت کی یا کافی دیر تک گفتگو کی وغیرہ وغیرہ۔ ایسے شخص کو اصطلاح فقہ میں مرتث کہتے ہیں۔ ایسا شخص اگرچہ خدا کے نزدیک شہید ہے اور بہت ممکن ہے کہ اس میدان میں سب سے افضل اور اعلیٰ شہید وہی ہو۔ مگر دنیاوی اعتبار سے شہید کے احکام اس پر نافذ نہ ہوں گے۔ یعنی اس کو غسل دلایا جائے گا۔ اور باقاعدہ کفن بھی دیا جائے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔ (ماخوذ طحطاوی وغیرہ)

[4] حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ شہدا کو ان کے خون سمیت دفن کر دو کیونکہ راہِ خدا میں جو زخم لگتا ہے قیامت کے دن اس سے خون بہہ رہا ہوگا۔ اس خون کا رنگ خون جیسا ہوگا مگر خوشبو مشک کی ہوگی۔ (فلاح)

[5] یعنی وہ کپڑے اتار کر دوسرے کپڑوں میں کفن دینا مکروہ ہے۔

قُتِلَ صَبِيًّا او مجنونًا او حَائضًا او نفسَاء او جُنبًا او ارتث بَعد انقضاء الحرب بانْ
اكلَ او شربَ او نام او تداوٰى او مَضٰى وَقت الصَّلٰوة وهوَ يعقل او نقلَ مِنَ
المعركةِ لا لخوف وَطئِ الخيل او اوصٰى او بَاع او اشترٰى او تكلمَ بكلام كثير
وانْ وُجدَ مَا ذكر قبلَ انقضاء الحرب لا يَكونُ مرتثا ويغسل مَن قتل في المصر
وَلَمْ يُعلم انّهٗ قتل ظلمًا او قتل بحدٍّ او قود وَيصلى عليه

وہ عورت تھی یا جنبی مرد تھا جو قتل کر دیا گیا یا جنگ ختم ہونے کے بعد پرانا[1] پڑ گیا۔ اس طرح کہ کچھ کھایا یا پیا یا سویا یا دوا کی یا ایک نماز کا وقت اس حالت میں گذرا کہ اس کے ہوش وحواس درست[2] تھے یا اس کے بغیر کہ گھوڑوں کے روندھنے کا خطرہ ہو اس کو میدان جنگ سے منتقل کر دیا گیا ہو یا وصیت کی یا کوئی چیز بیچی یا خریدی یا بہت سی باتیں کیں (ان تمام صورتوں میں) مرجانے کے بعد (اس کو) غسل دیا جلئے گا۔ اور اگر مذکورہ بالا چیزیں جنگ ختم ہونے سے پہلے پائی گئیں تو اس صورت میں وہ "مرتث" نہیں ہوگا (یعنی یہ چیزیں تاخیر میں شمار نہ ہوں گی۔ بلکہ اس کو شہید کا حکم دیا جلتے گا۔ اور غسل نہیں کرایا جلتے گا۔ (اس کے آگے ایک اور مسئلہ بیان کیا گیا ہے مگر مراقی الفلاح میں یہ مسئلہ نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے) غسل دیا جائے گا اس شخص کو جو شہر میں مقتول پایا گیا اور معلوم نہ ہو سکا کہ وہ ظلماً قتل کیا گیا یا کسی سزا میں یا قصاص میں قتل کیا گیا ہے اور ایسے شخص پر نماز پڑھی جائیگی۔

---

[1] قوله في المتن ارتث بالبناء للمجهول ای حمل من المعركة رثيثاً ای جريحاً وبه رمق كذا في الصحاح وسمي مرتثا لانه صار خلقاً في حكم الشهادة بما كلف به من احكام الدنيا او وصل اليه من منافعها۔
(مراقی الفلاح)

[2] اور وہ نماز ادا کرنے پر قادر بھی تھا اگر قادر نہیں تھا تو اس پر شہید کے دنیاوی احکام نافذ ہوں گے یعنی اس کو غسل وکفن نہیں دیا جائے گا۔ (فلاح)

كتاب الصوم

هو الامساك نهارًا عن ادخال شيءٍ عمدًا او خطاءً بطنًا او ما له حكم الباطن و عن شهوة الفرج بنية من اهله وسببُ وجوب رمضان شهود جزءٍ منه و كلّ يومٍ منه سبب لوجوب ادائه وهو فرض اداءً وقضاءً على من اجتمع فيه اربعة اشياء الاسلام والعقل والبلوغ والعلم بالوجوب لمن اسلم بدار الحرب او الكون بدار الاسلام ويشترط لوجوب ادائه الصحة من مرض وحيض

روزہ کی کتاب

کسی[1] چیز کو قصداً یا خطاءً پیٹ میں یا اس حصہ میں جو پیٹ[2] کا حکم رکھتا ہے داخل کرنے[3] سے اور خواہش[4] فرج سے دن کو رُکنا روزہ کہلاتا ہے (بشرطیکہ یہ رکنا) نیت کے ساتھ ایسے شخص سے ہو جو روزے کا اہل ہو۔ اور جزو رمضان کا آجانا روزہ رمضان کی فرضیت کا سبب ہے۔ رمضان شریف[5] کا ہر ایک دن اُس دن کے روزے کی فرضیت کا سبب ہے۔ روزۂ رمضان کی ادا، (اور ادا نہ ہوسکنے کی صورت میں) قضا فرض ہوتی ہے اُس شخص پر جس میں چار چیزیں جمع ہوں۔ (۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) جو شخص دار الحرب[6] میں مسلمان ہوا ہو، اس کے لئے فرضیت روزہ کا علم۔ ورنہ دار الاسلام میں ہونا۔

---

[1] ماکول ہو یا غیر ماکول۔

[2] مثلاً دماغ

[3] غبار خود داخل ہو جاتا ہے لہذا اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ ہاں اگر اتنا ہی گرد پھانک لے تو روزہ ٹوٹ جائے گا۔

[4] جماع ہو یا چھیڑ چھاڑ جس سے انزال ہو جائے

[5] کوئی شخص مثلاً ۱۵ رمضان المبارک کو مسلمان ہوا یا بالغ ہوا تو اس پر پندرہ کا اور پندرہ سے بعد کے روزے فرض ہوں گے اس سے پہلے کے روزے اس پر فرض نہیں ہوں گے۔ (فلاح)

[6] ہندوستان اگرچہ دار الحرب ہے مگر چونکہ یہاں مسائل سے واقفیت کے ذرائع اتنے وسیع ہیں کہ بہت سی اسلامی حکومتوں میں بھی یہ وسعت اور ایسی سہولت میسر نہیں۔ لہذاً ملک ہندوستان میں کسی کی کسی مسئلہ سے عدم واقفیت کوئی عذر نہیں مانی جائے گی۔ البتہ ایسے دار الحرب میں کہ جہاں مسائل اسلام سے واقفیت ناممکن ہو، عدم واقفیت کا عذر مسموع ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اگر کوئی نومسلم ایسے دار الحرب میں فرضیت رمضان سے بے خبر ہے تو اس پر رمضان شریف کے روزے فرض نہیں ہوں گے۔ اور نہ رمضان کے روزوں کی فرضیت کے علم کے بعد فوت شدہ روزوں کی اس شخص پر قضاء لازم آئے گی۔ اور طلاق وغیرہ کے احکام میں بھی یہی حکم ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہ اکمل واتم۔

ونفاس وَالاقامة ويشترط لصحّة ادائه ثلاثة النية والخلوّ عمّا ينافيه من حيض وَنفاس وَعمّا يفسدہ ولا يشترط الخلوّ عن الجنابة وركنهُ الكفّ عَن قضاء شهوَتى البَطن وَالفرج ومَا الحق بهمَا وحُكمهُ سُقوط الواجب عن الذمّة والثواب فى الاخرة والله اعلمُ

فصل ينقسِمُ الصّوم الى ستة اقسَامٍ فرضٌ وَواجبٌ ومَسنون ومَندُوبٌ ونفل وَمكرُوهٌ اما الفرضُ فهوَ صَومُ رَمضانَ اداءً وقضاءً وصَومُ الكفارات وَ للمنذُورِ فى الاظهَرِ وامّا الواجبُ فهوَ قضاء مَا افسَدہ من صَوم نفلٍ وامّا المسْنون فهوَ صَوم يوم عَاشُوراء مَعَ التاسِع واما المندُوب فهوَ صَوم ثلاثةٍ من كلّ شهرٍ وَ

اور ادا، روزہ کے واجب ہو جانے کے لئے شرط ہے صحیح سالم ہونا مرض سے، اور حیض و نفاس سے نیز مقیم ہونا شرط ہے۔

ادائے روزہ (یعنی روزہ رکھنے) کے صحیح ہونے کے لئے تین شرط ہیں۔ (١) نیت[1] (٢) حیض اور نفاس اور ایسی چیزوں سے خالی ہونا جو روزے سے منافی ہیں (٣) نیز ان چیزوں سے خالی ہونا، جو روزے کو فاسد کر دیتی ہیں۔ اور جنابت[2] سے خالی ہونا شرط نہیں۔

بطن اور فرج کی ہر دو شہوتوں نیز جو بطن یا فرج کے ساتھ لاحق مانی جاتی ہیں ان کی شہوتوں کے پورا کرنے سے رُکنا روزہ کا رکن ہے۔

فرض کا ذمہ سے اتر جانا اور آخرت کا ثواب روزہ کا حکم ہے۔

فصل

روزہ چھ قسموں پر منقسم ہوتا ہے۔ (١) فرض (٢) واجب (٣) سنت (٤) مستحب (٥) نفل (٦) مکروہ۔

فرض روزے: رمضان کے روزے ادا ہوں یا قضا ہوں؛ کفاروں کے روزے اور ظاہر تر روایت کے بموجب منت مانے ہوئے روزے۔

واجب: کوئی نفل روزہ جس کو توڑ دیا ہو، اس کی قضا کا روزہ واجب ہے۔

سنت: محرم الحرام کی دسویں تاریخ کا روزہ نویں کے ساتھ مسنون ہے۔

---

[1] ہر روزے کے لئے علیحدہ نیت کا ہونا ضروری ہے کیونکہ یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ ہر روزے کی وجوب ان کا سبب ہر دن رمضان کا ہے۔ لہٰذا ہر سبب کے بدلنے کے بعد مسبب کے لئے ہر روز نئی نیت کی ضرورت ہے۔ واللہ اعلم

[2] چنانچہ دن میں سوتے ہوتے انزال ہو جائے یا جنبی شخص نے صبح صادق سے پہلے غسل نہیں کیا تھا اور روزہ شروع کر دیا تو یہ روزہ خراب نہیں ہوگا۔ واللہ اعلم۔

يندَبُ كونها الايّام البيض وَهي الثالث عشرَ والرابع عشرَ والخامسُ عشرَ وَ صَومُ يوم الاثنينِ والخميس وصَوم سِتٍّ منْ شوّال ثمّ قيل الافضل وَصلهَا وَقيل تفريقها وكلّ صَومٍ ثبتَ طلبهُ والوعدُ عَليه بالسّنّةِ كصوم داوٗد عليهِ السَّلام كانَ يصُوم يومًا ويفطر يومًا وهوَ افضلُ الصّيام وَاحبّهٗ الى الله تعالىٰ وَامّا النفل فهوَ مَاسوىٰ ذٰلك ممّا لمْ يثبُت كراهتهٗ وامّا المكرُوه فهوَ قسمَان مكرُوهٌ تنزيهًا ومكرُوهٌ تحريمًا الاوّل كصَوم عَاشوُراء منفردًا عن التاسِع والثانى صَوم العيُدين وايام التشريق وكرهَ افرادُ يوم الجمعَةِ وافرادُ يوم السَّبت ويَومِ

مستحب: ہر مہینہ میں تین روزے۔ اور مستحب ہے کہ یہ تین دن ایام بیض[1] ہوں۔ یعنی چاند کی ۱۳۔۱۴۔۱۵ ہوں۔ اور دوشنبہ اور جمعرات[2] کے روزے اور شوال[3] کے چھ روزے (ان روزوں کے متعلق ایک قول یہ ہے کہ ملا کر رکھنا افضل ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ علیحدہ علیحدہ رکھنا افضل ہے) اور وہ روزہ جس کی طلب اور جس پر ثواب کا وعدہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی حدیث سے ثابت ہو جیسے صوم داؤد (یعنی حضرت داؤد علیہ السلام کی طرح روزے رکھنا) آپ ایک دن روزہ رکھتے تھے اور ایک دن افطار کیا کرتے تھے اور یہ تمام نفلی روزوں میں خدا کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور افضل ہے۔

نفل: مذکورہ بالا روزوں کے سوا تمام روزے جن کی کراہت نہ ثابت ہو نفل ہیں۔

مکروہ: مکروہ روزے کی دو قسمیں ہیں۔ مکروہ تنزیہی اور مکروہ تحریمی۔ اول (یعنی مکروہ تنزیہی) جیسے محرم کی فقط دسویں تاریخ کا روزہ، نویں تاریخ کے روزہ کے بغیر[4] دوم (یعنی مکروہ تحریمی) جیسے عید، بقرعید کے اور ایام تشریق (یعنی ماہ ذی الحجہ کے ۱۱۔۱۲۔۱۳ کے روزے) اور علیحدہ کر کے

---

[1] بیض جمع ابیض یعنی سفید اور روشن دن۔ چونکہ ۱۳۔۱۴۔۱۵ میں چاند پورا ہوتا ہے اس لئے ان تاریخوں کو ایام بیض کہا جاتا ہے۔ (م)
ثواب کے متعلق امت اسلامیہ کو یہ اصول بتایا گیا ہے کہ کل حسنۃ بعشر امثالہا یعنی ہر نیکی کا ثواب دس گنا ہے تو تینوں روزوں کا ثواب تیس کے برابر ہوگا۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاص طور پر ان کی ہدایت فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ یہ صوم دہر یعنی ہمیشہ روزہ رکھنے کی برابر ہے۔ واللہ اعلم (م)

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے دوشنبہ اور پنجشنبہ کو امت کے عمل پیش کئے جاتے ہیں۔ مجھے اچھا معلوم ہوتا ہے کہ جب میرے عمل پیش ہوں تو میں روزہ دار ہوں۔ واللہ اعلم

[3] آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص رمضان کے روزے رکھ لے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو گویا پورے زمانہ روزے رکھتا رہا۔
تنبیہ: یہاں بھی وہی اصول کارفرما ہے کہ ایک نیکی کا ثواب دس گنا ہے۔

[4] اگر دس اور گیارہ کا روزہ رکھ لیا تب بھی کراہت نہ رہے گی۔ (م)

النیروز والمہرجان الا ان یوافق عادتہٗ ویکرہ یوم الوصال ولو یومین وھوَ ان لا یفطر بعد الغروب اصلاً حتّٰی یتصل صوم الغد بالامس وکرہ صوم الدّھر

(فصلٌ فیما یشترط تبییت النّیۃ وتعیینہا فیہ وما لا یشترط) امّا القسم الذی لا یشترط فیہ تعیین النّیۃ ولا تبییتہا فھو اداء رمضان والنذر المُعین زمانہٗ والنفل فیصحّ بنیۃٍ من اللیل الٰی ماقبل نصف النّہار علی الاصحّ ونصف

تنہا جمعہ[1] یا تنہا سنیچر کا روزہ رکھنا مکروہ ہے۔ اور نوروز یا مہرجان[2] کا روزہ رکھنا بھی مکروہ ہے مگر اس صورت میں کہ اس کی عادت کے موافق ہو[3] اور صوم وصال بھی مکروہ ہے اگرچہ دو ہی دن کا ہو۔ صوم وصال یہ ہے کہ غروب کے بعد قطعاً روزہ افطار نہ کرے کہ اگلے دن کا روزہ پچھلے دن کے روزہ سے مل جائے اور صوم دہر (یعنی ہر روز روزہ رکھنا) مکروہ ہے۔

فصل

ان روزوں کا بیان جن میں رات سے نیت کرنا اور ان کو معین کرنا شرط ہے اور ان روزوں کا بیان جن میں یہ شرط نہیں[4] ہے۔

روزوں کی وہ قسم جس میں نیت کا معین کرنا اور رات سے ارادہ کرنا شرط نہیں ہے وہ رمضان شریف کا ادا روزہ اور نذر معین یعنی ایسی نذر کا روزہ جس کا زمانہ معین[5] ہو اور نفلی روزہ ہے۔ یہ تینوں قسم کے روزے صحیح تر قول کے بموجب رات سے لے کر قبل نصف[6] النہار تک ارادہ کرلینے

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جمعہ کی رات کو قیام اور نوافل کے لئے اور جمعہ کے دن کو روزے کے لئے مخصوص نہ کرو کہ فقط جمعہ کی رات کو قیام ہو باقی راتوں میں نہ ہو۔ یا فقط جمعہ کے دن روزہ ہو پھر ہفتہ بھر نہ ہو۔ (مراقی الفلاح)

[2] نوروز اور مہرجان ایرانیوں کے تہوار تھے۔ جیسے ہندوؤں کی ہولی، دیوالی، کناگت وغیرہ۔

[3] مثلاً پیر کے دن روزہ رکھا کرتا تھا۔ اتفاق سے آج نوروز ہوگیا یا ایام بیض کے روزے رکھتا تھا اتفاق سے آج یوم بیض ہے اور جمعہ بھی ہے۔

[4] یہ پہلے بھی عرض کیا گیا ہے کہ نیت کے معنی ارادہ کرنے کے ہیں۔ دل سے ارادہ کرلینا کافی مانا جاتا ہے۔ زبان سے کہہ لیا جائے فبہا ورنہ ضروری نہیں۔ البتہ نذر یا قسم یا طلاق میں ارادہ کافی نہیں ہوتا۔ اس لئے زبان سے کہنا ضروری ہے ورنہ نہ وہ نذر ہوگی نہ طلاق نہ قسم۔ واللہ اعلم

[5] مثلاً یہ کہا کہ اگر میرا فلاں کام ہوگیا تو فلاں دن یا فلاں تاریخ کو روزہ رکھوں گا۔

[6] صبح صادق کے طلوع سے غروب آفتاب تک نہار شرعی یعنی شرعی دن مانا جاتا ہے اس کا نصف نصف النہار شرعی اور طلوع آفتاب سے غروب آفتاب تک نہار عرفی ہے اس کا نصف ضحوۃ کبریٰ ہے جس کے فوراً بعد زوال آفتاب یعنی آفتاب ڈھلنا شروع ہوجاتا ہے۔ ضحوۃ کبری عموماً نصف النہار کے بعد ہوتا ہے۔ مثلاً صبح صادق ساڑھے پانچ بجے ہوئی ہے اور ساڑھے پانچ بجے ہی آفتاب غروب ہوتا ہے تو نہار شرعی

(بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

النَّهارِ مِنْ طلوعِ الفجرِ الی وَقتِ الضحوةِ الکبریٰ ویصحّ ایضًا بمطلقِ النّیةِ وَبنیةِ النفلِ وَلوکانَ مسَافرًا اومَریضًا فی الاصحّ ویصحّ اداءُ رَمضانَ بنیةِ واجبٍ اٰخرَ لمنْ کانَ صحیحًا مقیمًا بخلافِ المسَافرِ فانّهٗ یقعُ عمّا نواہُ منَ الواجبِ واختلفَ الترجیحُ فی المریضِ اذا نویٰ واجبًا اٰخرَ فی رَمَضانَ وَلایصحّ المنذورُ المعیّنُ زمَانُهٗ بنیةِ واجبٍ غیرِہٖ بَل یقعُ عمّا نواہُ مِنَ الواجبِ فیہِ وَامّا القسمُ الثانی وَھوَمَا یشترطُ فیہِ تعیینُ النیةِ وتبییتها فھوَ قضاءُ رمضانَ وَقضاءُ مَا افسَدہٗ منْ نفلٍ وَصومُ

سے صحیح ہو جاتے ہیں۔ نصف النہار فجر (صبح صادق) کے طلوع سے ضحوۂ کبری[1] تک ہوتا ہے۔

(مذکورہ بالا تینوں قسم کے روزے) فقط روزہ کا ارادہ کر لینے سے صحیح ہو جاتے ہیں۔ نیز نفلی روزے کا ارادہ کر لینے سے بھی صحیح ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ وہ مسافر ہو یا مریض ہو۔ صحیح قول یہی ہے۔ ادار رمضان (یعنی رمضان شریف میں رمضان کا روزہ) ایسے شخص کا جو تندرست اور مقیم ہو کسی[2] دوسرے واجب کی نیت سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔ بخلاف مسافر کے کیونکہ مسافر کا اسی واجب کا روزہ ہوگا جس کی وہ نیت کر لے۔ اور مریض جبکہ رمضان شریف میں کسی دوسرے واجب روزہ کا ارادہ کرے تو ترجیح میں اختلاف[3] ہوا ہے۔ وہ نذری روزہ جس کا وقت معین ہو (کسی دوسرے واجب کی نیت سے) صحیح نہیں ہوتا بلکہ جس واجب کی نیت کی ہے اسی کا روزہ[4] مانا جائے گا۔

دوسری قسم یعنی وہ روزے جن میں اُس روزے کے ارادے کا معین کرنا اور رات سے روزہ کا ارادہ کرنا ضروری ہوتا ہے وہ قضار رمضان کے روزے ہیں اور جو نفلی روزہ رکھ کر فاسد کر دیا تھا۔

بقیہ حاشیہ ص۱۶۳

بارہ گھنٹے کا ہوا جس کا نصف چھ گھنٹے ہوا۔ صبح صادق یعنی ساڑھے پانچ بجے سے چھ گھنٹے بعد یعنی ٹھیک ساڑھے گیارہ بجے نصف النہار ہوگا۔ طلوع آفتاب فرض کیجئے کہ اس روز سوا سات بجے ہوا، تو نہار عرفی سوا دس گھنٹہ کا ہوا جس کا نصف پانچ گھنٹے ساڑھے سات منٹ ہوا۔ طلوع آفتاب یعنی سوا سات بجے سے پانچ گھنٹے ساڑھے سات منٹ بعد بارہ بج کر ساڑھے بائیس منٹ پر ضحوۂ کبریٰ ہوگا۔ اور پھر اسی وقت سے آفتاب ڈھلنا شروع ہو جائے گا۔ اس صورت پر نصف النہار ضحوۂ کبریٰ سے ساڑھے باون منٹ قبل ہوا۔ اور ضروری ہے کہ زیادہ حصہ میں روزہ کی نیت اور ارادہ موجود ہو اسی صورت میں ہو سکتا ہے کہ نصف النہار تک ارادہ کرے۔

محمد میاں عفی عنہ

[1] ضحوۂ کبریٰ سے کچھ دیر پہلے تک مراد ہے کیونکہ نہار یعنی صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کا نصف بسا اوقات ضحوۂ کبری سے پہلے ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے حاشیہ میں گزر چکا ہے۔

[2] مثلاً روزہ رمضان کے بجائے نذر یا قضار کے کسی روزہ کی نیت کر لی تو رمضان کا روزہ ہوگا۔ اس قضا یا نذر کا روزہ نہ ہوگا۔ واللہ اعلم

[3] کچھ علمار کے نزدیک راجح یہ ہے کہ رمضان کا روزہ ہی ہوگا۔ جیسا کہ مقیم اور تندرست کا۔ اور دوسرے حضرات کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جس روزہ کی نیت کرے گا وہ ہوگا۔ البتہ نفل کی نیت ہر ایک کے نزدیک لغو ہے اور نفل روزے کی نیت سے رمضان کا روزہ ہی ہوگا۔

[4] اور یہ نذری روزہ جس کے لئے یہ دن معین کیا گیا تھا اس کے ذمہ پر اب بھی باقی رہ جائے گا۔ واللہ اعلم (مراقی)

الکفارات بانواعها والمنذور المطلق کقوله ان شفی الله مریضی فعلیّ صوم یوم فحصل الشفاء

(فصل فیما یثبت به الهلال وفی صوم یوم الشک وغیره)

یثبت رمضان برؤیة هلاله او بعدّ شعبان ثلاثین ان غمّ الهلال ویوم الشک هو ما یلی التاسع والعشرین من شعبان وقد استوی فیه طرف العلم والجهل بان غمّ الهلال وکره فیه کلّ صوم الا صوم نفل جزم به بلا تردید

اس کی قضا کا روزہ اور جملہ اقسام کے کفاروں[1] کے روزے اور نذر مطلق یعنی نذر کے وہ روزے جن کے لئے کوئی دن معین نہیں کیا تھا مثلاً یہ کہدیا تھا کہ اگر خدا میرے مریض کو شفا بخشدے تو میں خدا کے نام کا ایک روزہ رکھوں گا پھر شفا ہوگئی۔

فصل ان چیزوں کے بیان میں جن سے چاند کا ثبوت ہوتا ہے اور یوم شک وغیرہ کے روزے کے بیان میں

رمضان شریف کا چاند[2] دیکھنے سے یا اگر چاند مشتبہ ہو تو ماہ شعبان کے تیس دن گن لینے (تیس دن پورے ہو جانے) کے بعد رمضان شریف ثابت ہو جاتا ہے۔ یوم شک شعبان کا وہ دن جو ۲۹ر شعبان سے متصل ہو۔ (یعنی شعبان کا تیسواں دن) اور علم وجہل (واقفیت اور عدم واقفیت) کے دونوں پہلو برابر ہوں۔ اس طرح کہ چاند مشتبہ رہا ہو۔ روز شک[3] میں ہر روزہ مکروہ ہے صرف وہ نفلی روزہ کراہت سے مستثنے ہوگا

---

[1] جیسے کفارہ ظہار، کفارہ یمین یا کفارہ قضاء رمضان وغیرہ۔

[2] مسلمانوں پر واجب ہے کہ کچھ آدمی شعبان کی ۲۹ر تاریخ کو چاند دیکھنے کی کوشش کریں۔ (م)

[3] یوم شک یعنی ۳۰ر شعبان کو روزہ رکھنے کے متعلق نیت کی چند صورتیں ہو سکتی ہیں۔ (۱) قطعی طور پر نفل کی نیت کی یہ جائز ہے اور اسی صورت کو یہاں بیان کیا گیا ہے اس صورت میں اگر رمضان شریف ہوگیا تو یہ رمضان کا روزہ ہو جائے گا۔ ورنہ نفل ہوگا۔ (۲) قطعی طور پر رمضان کے روزہ کی نیت کی یہ شکل مکروہ تحریمی ہے۔ اب اگر رمضان کا ثبوت ہوگیا تو رمضان کا روزہ ہوگا ورنہ نفل ہوگا مگر کراہت تحریمی کے ساتھ۔ اور رمضان نہ ہونے کی صورت میں اگر توڑ دے گا تو قضاء واجب نہ ہوگی۔ (۳) قطعی طور پر کسی واجب کی نیت کی یہ شکل بھی مکروہ تحریمی ہے اس صورت میں اگر رمضان کا ثبوت ہوگیا تو روزہ رمضان کا ہوگا اور اگر رمضان نہ ہوا تو ایک قول تو یہ ہے کہ جس واجب کی نیت کی تھی وہ ادا ہو جائے گا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ نفل ہوگا مگر مکروہ تحریمی۔ (۴) مشکوک طور پر نیت کی کہ اگر رمضان ہوا تو روزہ سے رہوں گا ورنہ نہیں۔ کیونکہ قطعی طور پر نیت ہی نہیں پائی گئی اس صورت میں روزہ نہ ہوگا۔ خواہ رمضان ہو یا نہ ہو۔ (۵) نیت کی کہ اگر رمضان ہوا تو روزہ رمضان کا ورنہ فلاں واجب یا فلاں قضاء کا یہ شکل بھی مکروہ تحریمی ہے۔ لیکن اگر رمضان کا ثبوت ہوگیا تو بہرحال رمضان کا روزہ ہو جائے گا۔ اور اگر رمضان نہ ہو تو نفل

بَینهٗ وبَین صومٍ اٰخر وان ظهَر انهٗ من رمَضان اجزأ عنهُ مَا صَامهٗ وان رَدّد فیْه بَین صیَامٍ وفطرٍ لایکون صَائمًا وکره صَوم یوم اویومَین منْ اٰخر شعبَان و لایکره مَا فوقهمَا ویَامرُ المفتِی العَامّة بالتلوم یوم الشك ثمّ بالافطار اذا ذهَبَ وقت النیةِ ولمْ یتعیّن الحالُ ویصُوم فیهِ المفتی وَالقاضِیْ ومنْ کانَ مِنَ الخواصّ وَهوَ من یتمکنُ من ضبط نفسِهٖ عن الترديْد فی النّیةِ ومُلاحظةِ کونهٖ عن الفرض ومَنْ رأیٰ هلال رَمضان اوالفطر وَحدَهٗ وردّ قولهٗ لزمَهٗ

جس کا ارادہ پختگی سے کیا ہو۔ نفل روزہ کے درمیان تردید نہ کی ہو (مثلاً یہ کہ نفل روزہ یا نذر کا روزہ) اور اگر ظاہر ہو جائے کہ وہ رمضان کا دن ہے تو جو روزہ رکھا ہے وہی روزہ رمضان کے لئے کافی ہوگا (خواہ نفلی روزہ کی نیت کی ہو یا قضا یا کسی واجب روزہ کی نیت ہو)

اگر اُس دن کے روزہ میں روزہ اور افطار کے درمیان تردید کر دی ہے (مثلاً یہ کہ اگر کل رمضان شریف ہوا تو رمضان کا روزہ ورنہ نہیں) تو وہ روزہ نہیں ہوگا۔ اور شعبان کے اخیر میں ایک[1] یا دو دن کے روزے مکروہ ہیں اس سے زیادہ مکروہ نہیں۔ یوم شک میں مفتی عام مسلمانوں کو انتظار کا حکم دے گا۔ اس کے بعد جب نیت کا وقت جاتا رہے اور کوئی حالت متعین نہ ہو تو مفتی عام مسلمانوں کو افطار کا حکم کر دے گا۔ مفتی، قاضی اور جو لوگ خواص میں سے ہوں (خاموشی سے) اس دن روزہ رکھ لیں۔ خواص سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیت[2] اور ارادہ کے سلسلہ میں تردید (گومگو) سے اپنے نفس کو قابو میں رکھ سکیں اور اس کا بھی لحاظ رکھ سکیں کہ یہ روزہ کس صورت میں فرض ہو جائے گا۔ جو شخص رمضان یا عیدالفطر کا چاند تنہا دیکھ لے اور اس کا قول رد کر دیا گیا ہو

بقیہ حاشیہ صفحہ ١٦٤

ہوگا۔ (٦) نیت کی کہ اگر رمضان ہوا تو رمضان کا ورنہ نفل کا۔ یہ شکل بھی مکروہ ہے۔ کیونکہ نیت غیر مشکوک طور پر قطعی اور یک طرفہ ہونی چاہیئے۔ لیکن اگر رمضان شریف کا ثبوت ہو گیا تو یہ روزہ رمضان کا روزہ مانا جائے گا۔ ورنہ نفل۔ واللہ اعلم بالصواب (شرح نقایہ، ہدایہ وغیرہ)

[1] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ماہ رمضان کو ایک دو دن آگے مت بڑھاؤ۔ ہاں وہ شخص جو ان تاریخوں میں روزہ رکھنے کا عادی ہو۔ مثلاً وہ دوشنبہ کا روزہ رکھنے کا عادی تھا اور آج دوشنبہ ہے۔ یا مثلاً ہر مہینہ میں وہ ٢٧، ٢٨، ٢٩ تاریخ کو روزہ رکھنے کا عادی تھا تو یہ شخص روزہ رکھ سکتا ہے۔ اس حدیث شریف کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ باحترام رمضان شریف، رمضان سے پہلے روزے رکھنے ممنوع ہیں اور علماء کا فتویٰ ہے کہ اس نیت سے ایک دو دن یا اس سے زیادہ ہو بہرحالت میں روزہ مکروہ ہوگا۔ عیسائیوں نے اسی احترام میں بڑھاتے بڑھاتے بجائے تیس کے چالیس روزے کر لئے تھے۔ یہ دین میں تحریف ہے۔ واللہ اعلم (م)

[2] پہلے گذر چکا کہ مشکوک طور پر نیت کرنا مکروہ ہے۔ نیز یہ بھی مکروہ ہے کہ روزہ رمضان کی نیت کر لیں۔ اب جو شخص نیت کے سلسلہ میں مکروہ اور ناجائز صورتوں سے اجتناب کر سکے اس کے لئے روزہ رکھنا جائز ہوگا ورنہ مکروہ۔ اور چونکہ یہ بھی لحاظ ہے کہ بڑوں کو دیکھ کر چھوٹے غلط سلط روزے نہ رکھنے لگیں۔ لہٰذا ان خواص کے لیئے لازم ہے کہ وہ روزہ رکھیں تو پوشیدہ تاکہ غلط طریقہ بھی نہ قائم ہو۔ اور اگر روزہ کی ممانعت کو عام لوگ نفس پروری سمجھیں تو ان کو جواب دینے کی عملی گنجائش موجود ہو۔

الصِّيَامُ وَلَا يَجُوزُ لَهُ الفطر بتيقنه هلالَ شوال وان افطر في الوقتين قضى وَ لا كفارة عَلَيْهِ ولو كانَ فطره قبل مَاردّه القاضي في الصَّحِيحِ واذا كانَ بالسَّمَاءِ علة منْ غيم او غبار او نحوه قبل خبر واحدٍ عَدل او مسْتورٍ في الصَّحِيحِ وَلو شهد على شهَادة واحدٍ مِثلِهِ ولو كان انثى او رقيقا او محدُودًا في قذفٍ تاب لرمضان

(قاضی نے قبول نہ کیا ہو) اس کو روزہ رکھنا لازم[1] ہے۔ اور ہلال شوال کے یقین کی بنا پر اس کو افطار جائز نہیں اور اگر دونوں وقت (رمضان اور شوال کا چاند دیکھ کر) روزہ توڑ دیا تو وہ قضا کرے گا اور کفارہ اس کے ذمہ نہ ہوگا۔ اگرچہ اس نے قاضی کے رد کر دینے سے پہلے ہی افطار کر لیا ہو (صحیح مسلک)

اور اگر آسمان میں بادل یا غبار یا اس جیسی کوئی علت ہو تو صحیح مسلک یہی ہے کہ رمضان کے لئے ایک عادل[2] یا مستور[3] کی خبر بھی قاضی قبول کر سکتا ہے۔ اگرچہ اپنے جیسے کسی ایک شخص کی شہادت کی بناء پر ہی اس نے شہادت دی ہو[4] اور اگرچہ عورت یا غلام یا ایسا شخص ہو جس کو تہمت[5] کے سلسلہ میں سزا ملی ہو اور اب

---

[1] رمضان کا چاند دیکھنے کی شکل میں اس لئے کہ اس نے چاند دیکھا ہے۔ اور عید کا چاند دیکھنے کی شکل میں اس لئے کہ قاضی نے اس کا قول تسلیم نہیں کیا۔ قاضی کے فیصلہ کے سامنے گردن جھکانا اس پر لازم ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کو اجتماعی احکام کا کس قدر پابند کیا گیا ہے۔ اگرچہ آج مسلمان سے زیادہ پراگندہ کوئی نہیں۔

[2] عادل وہ شخص ہے جس کے حسنات سیات سے زیادہ ہوں۔ اور عدل ایک روحانی قوت ہے جو انسان کو تقویٰ اور مروت پر آمادہ کرتی رہتی ہے جس میں یہ قوت ہو وہ عادل ہے۔ (مراقی)

[3] مستور کے لغوی معنی ہیں پوشیدہ۔ اور اصطلاحاً ایسا شخص جس کی حالت پوشیدہ ہو نہ اس کا تقویٰ نمایاں ہو نہ فسق و فجور۔

تنبیہ: عادل پر لازم ہے کہ اگر اس کو چاند نظر آجائے تو فوراً قاضی کے پاس جا کر شہادت دے نیز جس طرح مرد پر یہ فرض عائد ہوتا ہے عورت پر بھی یہی فرض عائد ہوتا ہے اگر وہ چاند دیکھ لے۔ تو فوراً قاضی یا امام کو مطلع کردے اس کی پردہ نشینی اس اطلاع میں مانع نہیں ہوسکتی اور اس سلسلہ میں اگر قاضی اور امام کے یہاں جانا پڑے تو اس کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں۔ کیونکہ یہ فرض ہے اور ادائیگی فرض کے لئے شوہر کی اجازت ضروری نہیں۔ واللہ اعلم بالصواب (م)

[4] شہادت علی الشہادت یعنی شاہد خود قاضی کی عدالت میں حاضر نہ ہوسکے۔ اور کسی کے سامنے شہادت دے تاکہ وہ یہ شہادت قاضی کی عدالت میں دے سکے تو اس صورت میں دو شاہد ضروری ہیں یعنی شاہد کی طرف سے دو گواہ ہونے چاہیئں۔ ہلال رمضان کی شہادت میں دو کی ضرورت نہیں ہے ایک ہی کافی ہے۔

[5] کسی پر زنا کی تہمت لگانا یا کسی کو زانی وغیرہ کہدینا شرعاً جرم ہے ایسے شخص پر ہتک عزت کا دعویٰ کیا جاسکتا ہے جس کے نتیجہ میں تہمت لگانے والے کو اسی کوڑے مارے جائیں گے اور آئندہ کے لئے عدالت میں اس کی شہادت نہ مانی جائے گی۔ البتہ ایسا شخص اگر توبہ کرلے تو دینی امور میں اس کی روایت یا خبر قبول کی جاسکے گی۔ چونکہ ہلال رمضان کی شہادت بھی دینی امر ہے لہذا اگر اس نے توبہ کرلی ہے تو اس کی شہادت قبول ہوسکے گی۔ اگرچہ توبہ خاص اسی تاریخ پر ہوئی ہو۔ واللہ اعلم

وَلا يشترط لفظ الشهادة ولا الدعوىٰ وشرط لهلال الفطر اذا كان بالسّماء
عِلة لفظ الشهَادة من حرّين او حرّ وحرتين بلا دعوىٰ وان لمْ يكن بالسّماء
عِلة فلا بدّ من جمع عظيم لرَمضان وَالفطر وَمقدار الجمْع العظيم مفوّضٌ لرائ
الامام فى الاصحّ واذا تمّ العَدد بشهَادة فرد ولمْ يرَ هلالُ الفطر والسّماء مُصحيّةٌ لا
يحلّ له الفطر واختلف الترجيح فيما اذا كانَ بشهَادة عَدلين وَلا خلافَ فى حِلّ
الفِطر اذا كانَ بالسّماء عِلة وَلو ثبتَ رَمضانُ بشهادة الفرد وهلال الاَضحیٰ

توبہ کر چکا ہے۔ اور لفظ شہادت کی یا پہلے سے دعویٰ دائر کرنے کی شرط نہیں۔ اور جبکہ آسمان پر (غبار وغیرہ کی) علت ہو تو عید الفطر کے چاند کے لئے لفظ شہادت کی شرط ہے جو دو آزاد مرد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی جانب[1] سے ہو۔ البتہ دعوے[2] کی شرط نہیں۔ اور اگر آسمان میں کوئی علت نہ ہو تو رمضان شریف اور عید الفطر (دونوں کے چاند) کے لئے ایک بڑی جماعت کی ضرورت ہے۔ اور صحیح مسلک کے بموجب جماعت عظیم (کی مقدار معین کرنا) امام (قاضی) کی رائے پر موقوف ہے۔

اور جب ایک شخص شہادت کے بموجب (یعنی جب ایک شخص کی شہادت پر رمضان کا فیصلہ کیا گیا ہو رمضان شریف کی تعداد تیس روز) پورے ہو جائیں اور آسمان صاف ہونے کے باوجود رمضان کا چاند نظر نہ آئے تو صحیح مسلک یہی ہے کہ افطار جائز نہ ہوگا[3]) عید نہیں مانی جائے گی۔ اور اس صورت میں کہ دو عادل شخصوں کی شہادت کی بنا پر روزہ رمضان کا حکم دیا گیا ہو۔ قول راجح کے قرار دینے میں علماء کا اختلاف[4] ہے۔ اور (رمضان کے تیس دن پورے ہونے کے بعد) جبکہ آسمان پر کوئی علت ہو تو افطار کے حلال ہونے میں (عید الفطر کے تسلیم کر لینے میں) کوئی اختلاف نہیں۔ اگرچہ رمضان شریف کا ثبوت ایک شخص کی شہادت پر ہوا ہو۔ بقر عید کے چاند کا حکم عید الفطر جیسا ہے باقی تمام چاندوں کے لئے دو عادل

---

[1] جہاں قاضی یا حاکم اسلام نہیں وہاں اگر معتبر پابند شرع انسان رمضان کے چاند کی خبر دیدے تو مسلمانوں کو روزہ رکھ لینا چاہیئے۔ اور عید کے موقع پر مطلع صاف نہ ہونے کی صورت میں اگر اسی قسم کے دو آدمی خبر دے دیں تو افطار کرنا جائز ہوگا۔ (مراقی)

[2] قاضی کے یہاں یعنی جج کی عدالت میں کوئی شہادت اسی وقت پیش ہوتی ہے جب کوئی دعویٰ ہوا ہو۔ اس ضابطہ کو پورا کرنے کے لئے ایک شکل نکالی جا سکتی ہے کہ مثلاً کوئی شخص کسی پر دعویٰ دائر کرے کہ اس نے میرا قرض نہیں دیا جبکہ اس نے وعدہ کیا تھا کہ چاند دیکھنے کے بعد ادا کروں گا۔ اس صورت میں چاند دیکھنے کے شاہد ہونے چاہئیں جو باضابطہ عدالت میں ہو سکتے ہیں۔ یہاں یہی بتایا جا رہا ہے کہ عید یا بقر عید کے چاند کے ثبوت کے لئے اس طرح کے دعوے کی ضرورت نہیں بلکہ بلا کسی دعوے کے شاہد شہادت دیں گے۔

واللہ اعلم

[3] اور قاضی کو حق ہوگا کہ اُس پر مقدمہ چلائے اور سزا دے۔

[4] ایک قول یہ ہے کہ عید مان لی جائے گی اور دوسرے قول کے بموجب عید نہیں مانی جائے گی۔ باقی یہ کہ راجح قول کون سا ہے اس میں علماء کا اختلاف ہے۔

كالفطر وَيشترط لبقيةِ الاهلةِ شهادة رجلين عدلين اوحرٍّ وحرّتين غيرُ محدُودين فی قذفٍ واذا ثبت فی مطلع قطر لزم سائرَ الناس فی ظاهِر المذهب وعليهِ الفتویٰ واكثر المشائخ ولا عبرة برؤيةِ الهلال نهارا سواء كان قبل الزوال اوبعدَهٗ وهو لِلّيلة المستقبلةِ فی المختار

بابٌ ما لايفسد الصّوم

وهو اربعة وعشرونَ شيئًا لو اكل اوشرب اوجَامعَ ناسيًا وان كانَ للنّاسِی قدرَة علی الصَوم يُذكّرُهٗ به من رَاٰهُ ياكل وكره عدم تذكيرِه وان لم يكنُ لهٗ قوّة فالاولیٰ عدم تذكيرِه اوانزلَ بنظرٍ اوفكرٍ وَان ادام النظر والفكر اوادّهن اواكتحلَ وَلو وَجد طعمَه فی حَلقِه اواحتجمَ اواغتابَ اونوىَ الفطر ولم يفطر اودَخلَ حلقه دخان بلاصنعِه اوغبارٌ ولو غبار الطاحون اوذباب اواثر طعم الادويَة فيهِ وَهو ذاكر لصومِه اواصبحَ جُنبًا ولو استمرّ يومًا بالجنَابةِ اوصبّ فی احليله ماءً ا

مرد یا ایک آزاد مرد اور دو آزاد عورتوں کی شہادت کی شرط ہے جو تہمت کے سلسلہ میں سزا یافتہ نہ ہوں۔ اور جبکہ کسی علاقہ کے مطلع میں عید الفطر کا ثبوت ہوگیا (تو ظاہر مذہب کے بموجب یہ حکم ہے کہ) تمام آدمیوں پر افطار لازم ہو جائے گا۔ اسی پر فتویٰ ہے یہی اکثر مشائخ کا مسلک ہے۔ دن میں چاند دیکھنے کا کوئی اعتبار نہیں۔ زوال سے پہلے چاند دیکھا جائے یا زوال کے بعد اور یہ چاند آنے والی شب کا مانا جاتا ہے۔ مسلک مختار یہی ہے۔

باب، وہ چیزیں جو روزہ کو نہیں توڑتیں

ایسی چیزیں تقریباً چوبیس ہیں۔

(۱) اگر بھولے سے کھالے یا (۲) پی لے یا (۳) جماع کرلے۔

اگر اس بھولنے والے میں روزہ کی طاقت ہو تو جو شخص اس کو کھاتے ہوئے دیکھے وہ اس کو یاد دلادے اور اس کو یاد نہ دلانا مکروہ ہے۔ اور اگر اس میں روزہ کی طاقت نہ ہو تو اس کو یاد نہ دلانا بہتر ہے۔

(۴) یا دیکھنے سے انزال ہو جائے (۵) یا خیال کر لینے سے انزال ہو جائے۔ اگرچہ برابر دیکھتا یا غور کرتا رہا ہو (۶) یا تیل لگایا (۷) یا سرمہ لگایا۔ اگرچہ اس کا مزہ حلق میں محسوس کیا ہو (۸) یا پچھنے لگوائے (۹) یا غیبت کی (۱۰) یا افطار کا ارادہ کرلیا اور افطار نہیں کیا (۱۱) یا اس کے حلق میں اس کے فعل کے بدون دھواں داخل ہوگیا (۱۲) یا غبار داخل ہوگیا۔ اگرچہ چکی کا غبار ہو (۱۳) یا مکھی گھس گئی (۱۴) یا دواؤں کے مزہ کا اثر حلق میں داخل ہوگیا۔ باوجودیکہ اس کو روزہ یاد ہو (۱۵) یا حالتِ جنابت میں صبح کو اٹھا ہو۔ اگرچہ تمام دن

اودُهنًا او خَاضَ نهرًا فدخل الماء اذنهٗ اوحكّ اذنهٗ بعُودٍ فخرج عليه دَرنٌ ثمّ ادخلهٗ مرارًا الى اذنه او دخل انفهٗ مخاط فاستنشقهٗ عمدًا اوابتلعهٗ ويَنبغي القاء النخامة حتى لا يفسد صومَه على قول الامامِ الشافِعي رحمهُ الله او ذرعهٗ القيءُ وعَاد بغَير صُنعه وَلو مَلأ فاه في الصحِيح اواستقاءَ اقل من مَلأ فيهِ على الصحِيح وَلواعَادَه في الصحِيح اواكل مَابَين اسْنانه وكان دُونَ الحمّصَةِ او مَضغَ مِثل سِمسِمَةٍ من خارج فمه حتّى تلاشت وَلم يجد لهَا طعمًا في حَلقه

باب مَا يفسدُ به الصَوم وتجبُ به الكفّارة مع القضاءِ

وَهوَ اثنان وَعشرون شيئًا اذا فعلَ الصّائمُ شيئًا منهَا طائعًا متعمّدًا غير مضطرّ

جنابت[1] میں گذار دیا ہو (١٦) یا (کسی مرد[2] نے) اپنی پیشاب گاہ کے سوراخ میں دوا ٹپکالی (١٧) یا تیل ٹپکالیا۔ (١٨) یا کسی نہر میں گھس گیا جس سے اُس کے کان میں پانی داخل ہو گیا (١٩) یا اپنے کان کو کسی لکڑی سے کھجایا۔ اُس پر میل نکلا پھر اس کو (یعنی میل لگی ہوئی لکڑی کو) بار بار کان میں داخل کیا (٢٠) یا اس کی ناک میں سینک آیا۔ اس نے اس کو قصداً اوپر چڑھالیا یا نگل لیا۔ اور کھنکار کو باہر پھینک دینا بہتر ہے تاکہ امام شافعی صاحبؒ کے قول کے بموجب اس کا روزہ نہ ٹوٹے (٢١) اس کو خود سے قے ہو گئی اور اس کے فعل کے بغیر واپس ہو گئی اگرچہ منہ بھر ہو (صحیح مذہب) (٢٢) یا منہ بھر سے کم قے اپنے ارادہ[3] اور اپنے عمل سے کی ہو۔ اگرچہ اس کو واپس کرلیا ہو (صحیح مذہب) (٢٣) یا اس چیز کو کھالیا جو دانتوں کے بیچ میں تھی بشرطیکہ چنے سے کم ہو (٢٤) یا تل جیسی (تھوڑی سی) چیز کو منہ کے باہر سے اٹھا کر کھالیا۔ حتی کہ وہ رل ملا گئی اور اس کا مزہ حلق میں محسوس نہ ہوا۔

باب ایسے عمل جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور روزہ کی قضا کے ساتھ کفارہ واجب ہوتا ہے

بائیس ہیں۔

جب[4] روزہ دار ان میں سے کسی ایک کو اضطرار کے بغیر اپنی مرضی اور اپنے ارادہ سے کرے گا تو اُس پر

---

[1] اگرچہ اس حالت کے اندر تمام دن رہنا حرام ہے۔ معاذاللہ

[2] اگر کوئی عورت ایسا کرے گی تو اس کا روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (ط)

[3] امام محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ روزہ ٹوٹ جائے گا۔ (مراقی الفلاح)

[4] وجوب کفارہ کے لئے حسب ذیل شرطیں ہیں۔ (الف) رمضان شریف ہو (ب) یہ شخص مکلف ہو (ج) رمضان شریف کا روزہ ہو۔ چنانچہ اگر مسافر نے رمضان شریف میں روزۂ رمضان کے بجائے قضاء کا روزہ رکھا اور اس کو توڑ دیا تو کفارہ واجب نہ ہوگا (د) مرضی اور اختیار سے توڑے چنانچہ اگر مرض وغیرہ یا کسی کے جبر و اکراہ کے باعث مضطر ہو کر روزہ توڑا

[illegible]

لزمهٗ القضاء وَالكفارة وهی الجماع فی احد السبیلین علی الفاعل والمفعول بهٖ وَالاکل وَالشرب سَواء فیه مَا یتغذیٰ بهٖ او یتداویٰ بهٖ وابتلاع مطرٍ دخلَ الیٰ فمهٖ واکلُ اللحم النیئ الا اذا دوّد واکل الشحم فی اختیار الفقیهِ ابی اللیث وَقدیدُ اللحم بالاتفاق واکل الحنطة وقضمها الا ان یمضغ قمحةً فتلاشت وابتلاع حبّةِ حنطةٍ وابتلاعُ حبّةِ سِمسِمَةٍ او نحوها من خارج فمهٖ فی المختار واکل الطین الارمنی

قضاء بھی لازم ہوگی اور کفارہ بھی۔

(۱) دونوں سبیل میں سے کسی ایک میں جماع۔ فاعل اور مفعول دونوں پر کفارہ اور قضاء کو واجب کرا دیتا ہے۔ (۲) کھانا (۳) پینا۔ عام ہے کہ کوئی ایسی[1] چیز ہو جو غذا کے کام آتی ہو یا ایسی چیز ہو جو دوا کے کام آتی ہو[2] (۴) بارش (کی بوند) کا نگل لینا جو اُس کے منہ میں داخل[3] ہوگئی ہو (۵) کچے گوشت[4] کا کھا لینا۔ مگر جبکہ کیڑے پڑ جائیں (۶) فقیہ ابو اللیث کے اختیار کردہ قول کے بموجب چربی کا کھا لینا (موجب کفارہ و قضا ہے) اور سوکھے گوشت کا کھا لینا بالاتفاق (موجب کفارہ و قضا ہے) (۷) گیہوں کا کھا لینا (۸) اور گیہوں کا چبا لینا۔ مگر یہ کہ ایک گیہوں چبالے اور وہ رل[5] ملا جائے (۹) گیہوں کا ایک دانہ نگل لینا (۱۰) تل یا تل جیسے کا ایک دانہ منہ کے باہر سے نگل لینا (مختار مذہب) (۱۱) گل ارمنی کا مطلقاً کھا لینا اور ارمنی کے سوا کوئی اور مٹی

تو کفارہ نہیں مگر جبر سے مراد یہ ہے کہ جان کے ضائع ہونے یا مثلاً ناک کان وغیرہ کسی عضو کے کٹنے کا خطرہ ہو۔ ایسا اکراہ اگر عورت کی جانب سے پایا گیا تب بھی کفارہ نہیں۔ (مراقی)

اگر ابتداء جماع جبر و اکراہ کی صورت سے ہوا۔ پھر اس کے بعد رضامندی بھی ہوگئی تب بھی کفارہ نہیں کیونکہ روزہ ابتدائے فعل سے ٹوٹ چکا تھا۔ (م)

(ہ) قصداً ہو۔ خطا یا نسیان نہ ہو (و) رات سے روزہ کی نیت کی ہو۔ (م) (ز) افطار کے بعد دن کے باقی حصہ میں بیمار نہ ہوگیا ہو۔ (م)

---

[1] غذا کی ایک تشریح تو یہ ہے کہ مایمیل الطبع الی اکلہ وتنقضی شهوة البطن به یعنی ایسی چیز جس کے کھانے کی طبیعت کو رغبت ہو۔ اور پیٹ کی خواہش اس سے پوری ہو۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ ما یعود نفعه الی اصلاح البدن یعنی ایسی چیز جس سے اصلاح بدن حاصل ہو۔ اس اختلاف کا نتیجہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ جب چبائے ہوئے لقمہ کو اگل کر دوبارہ کھا جائے تو تشریح اول کی بموجب اس صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا کیونکہ اس کی طرف طبیعت کی رغبت نہیں ہوتی اور تشریح اول کو ہی صحیح قرار دیا گیا ہے لہٰذا اس صورت میں کفارہ واجب نہ ہوگا مگر ایسے شخص پر جو اتنا گندہ ہو کر اس لقمہ کو کھانے میں کراہت محسوس نہ کرے اس پر کفارہ بھی لازم ہوگا۔ اسی طرح پان تمباکو وغیرہ ایسی چیزیں جن میں بدن کی اصلاح نہیں البتہ طبیعت کی رغبت ہوتی ہے اُن سے تفسیر اول کے بموجب کفارہ واجب ہو جائے گا۔ فتویٰ یہی ہے۔ اسی طرح تمباکو نوشی موجب کفارہ ہے۔ واللہ اعلم۔ (مراقی و طحطاوی)

[2] دوا سے ایسی چیز مراد ہے جس سے بدن کی اصلاح ہو۔ علامہ طحطاوی فرماتے ہیں کہ چونکہ دوا کی تفسیر یہ کی گئی ہے لہٰذا غذا کی تشریح دوم صحیح نہیں۔

[3] برف اور اولہ بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔

[4] خواہ حلال ہو یا حرام مثلاً جھٹکے کا گوشت یا حرام جانور کا گوشت جو کہ یورپ کی مخصوص فضیلت ہے۔

[5] حلق تک نہ پہنچ سکے دانتوں اور زبان ہی میں رہ جائے اور اس کا مزہ بھی حلق میں محسوس نہ ہو۔ اس صورت میں نہ روزہ ٹوٹے گا نہ کفارہ لازم آئے گا۔

مُطلقا والطین غیر الارمنی کالطفل ان اعتاد اکلہٗ والملح القلیل فی المختار وابتلاع بزاق زوجتہٖ او صدیقہ لا غیرھما واکلہٗ عمدًا بعد غیبۃ او بعد حجامۃ او بعد مسّ او قبلۃ بشھوۃ او بعد مُضاجعۃ من غیر انزال او بعد دھن شاربہٖ ظانًّا انہٗ افطر بذلک الا اذا افتاہ فقیہ او سمع الحدیث ولم یعرف تاویلہ علی المذھب وان عرف تاویلہ وجبت علیہ الکفارۃ وتجب الکفارۃ علی من طاوعت مُکرِھًا

کھالینا۔ مثلاً وہ مٹی جس کا نام "طفل" ہے بشرطیکہ وہ اس کے کھانے کا عادی[1] ہو (۱۲) اور مذہب مختار کے بموجب تھوڑا سا نمک[2] (موجب کفارہ ہے)، (۱۵) اپنی بیوی کے لعاب کو نگل لینا (۱۴) اپنے دوست کے لعاب کو نگل لینا ان دونوں کے سوا کسی اور کا تھوک نگل لینا قضا اور کفارہ لازم نہیں کرتا (۱۷) غیبت کے بعد (۱۸) یا پچھنے (سینگیاں) لگوانے کے بعد (۱۹) شہوت کے ساتھ چھو لینے (۲۰) یا شہوت سے بوسہ لینے کے بعد (۲۱) یا انزال کے بغیر ہم بستری (۲۲) یا مونچھ کو تیل لگانے کے بعد، یہ خیال کر کے کہ ان چیزوں سے (جن کا ذکر ۱۷ تا ۲۲ ہے) روزہ ٹوٹ گیا ہے قصداً کھا لینا موجب کفارہ ہے۔ مگر جبکہ اُس کو کسی فقیہ[3] (عالم) نے فتویٰ دیا ہو یا حدیث[4] کو سنا ہو۔ اور اپنے مذہب کے موافق جو اس کی مراد بیان کی گئی ہے اُس سے واقف نہ ہو۔ اگر اُس کا مطلب جانتا تھا۔ تو اس پر کفارہ واجب ہو جائے گا۔ کفارہ اس عورت پر بھی واجب ہے جس نے ایسے شخص کی موافقت[5] کی ہو جس کو جماع پر مجبور کیا گیا تھا۔

---

[1] یعنی خواہ گل ارمنی کے کھانے کا عادی ہو یا نہ ہو کیونکہ اس کو دوا کے طور پر کھایا جاتا ہے البتہ گل ارمنی کے سوا کوئی دوسری مٹی موجب کفارہ اس وقت ہوگی کہ اس کے کھانے کی اس کو عادت ہو۔

[2] زیادہ نمک کی نہ رغبت ہوتی ہے اور نہ دوا کے طور پر کھایا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

[3] مثلاً کوئی حنبلی عالم تھا جس کے نزدیک سینگیاں لگوانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اس نے یہی فتویٰ دیا۔ واللہ اعلم

[4] حدیث شریف میں ہے۔ افطر الحاجم و المحجوم یعنی سینگی لگانے والا اور سینگی لگوانے والا دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔ اسی طرح حدیث شریف میں ہے کہ غیبت روزہ توڑ دیتی ہے۔ علماء کرام نے ان حدیثوں کے معنی عموماً یہ ہی بیان فرمائے ہیں کہ روزہ کا مقصد فوت ہو جاتا ہے نہ یہ کہ فرض بھی ذمہ سے ساقط نہیں ہوتا۔ اب اگر کسی شخص نے حدیث دیکھ لی اور اس کا مطلب نہ معلوم کر سکا۔ یا کسی غیر حنفی عالم نے جس کا مسلک یہی تھا فتویٰ دے دیا کہ جس کی بنا پر کسی شخص نے یہ خیال کر کے کہ اب روزہ ٹوٹ گیا قصداً کھا پی لیا تو اس صورت میں اس پر کفارہ نہیں واجب ہوگا۔

فائدہ: غیبت کی تعریف یہ ہے ذکرك اخاك بما یکرہ فی غیبتہ یعنی پیٹھ پیچھے اپنے بھائی کا اس طرح تذکرہ کرنا جو اس کو ناگوار ہو۔ یہ یاد رہے کہ نقل اتارنا بھی یہی مرتبہ رکھتا ہے۔ (درمختار)

اور ذمی کی غیبت بھی اسی طرح حرام ہے۔ حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے قرآن شریف میں مردہ بھائی کا گوشت کھانے کی تمثیل دی گئی ہے خدا اس مہلک علت سے بچائے۔ آمین

[5] مثلاً زید پر جبر کیا گیا کہ وہ جماع کرے۔ ہندہ بخوشی آمادہ ہو گئی یعنی اس پر کوئی جبر نہ کیا گیا تو ہندہ پر کفارہ

(فصلٌ فی الکفارۃ ومایسقطہا عن الذمّۃ) تسقط الکفارۃ بطروّ حیض اونفاس اومرض مبیحٍ للفطر فی یومہٖ ولاتسقط عمّن سوفر بہٖ کرھًا بعد لزومہا علیہ فی ظاھر الرّوایۃ والکفارۃ تحریرُ رقبۃ ولوکانت غیرمؤمنۃٍ فان عجز عنہ صام شہرین متتابعین لیس فیہما یوم عیدٍ ولاایام التشریق فان لم یستطع الصّوم اطعم ستین مسکینا یغدّیہم ویعشیہم غداءً وعشاءً مشبعین اوغداءین اوعشاءین اوعشاءً وسحورًا اویعطی کلّ فقیر نصف صاعٍ من برّ اودقیقہٖ اوسویقہٖ اوصاع تمرًا اوشعیرًا اوقیمتہٗ وکفت کفارۃ واحدۃ عن

فصل کفارہ اوران چیزوں کا بیان جوکفارہ کوذمہ داری سے ساقط کردیتی ہیں

(جس دن کہ روزہ کوکسی ایسے فعل سے توڑلیا تھا جس سے کفارہ لازم ہوجاتا ہے) اُسی دن میں حیض یا نفاس یاکسی ایسے مرض[1] کے طاری ہوجانے سے جوافطار کومباح کردینے والا ہو کفارہ ساقط ہوجاتا ہے اوراُس شخص سے کفارہ ساقط نہ ہوگا جس کولزوم کفارہ کے بعد زبردستی سفر میں لے جایا گیا ہو[2] (ظاہر روایت)

کفارہ: (الف) ایک غلام کوآزاد کردینا اگرچہ وہ مسلمان نہ ہو۔ (ب) اگراس سے عاجز ہوتوایسے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے کہ ان میں عید اورایام تشریق نہ ہوں (جن کے روزے رکھنے مکروہ تحریمی ہیں)۔ (ج) اگر روزہ کی طاقت بھی نہ ہوتوساٹھ مسکینوں کوکھانا کھلاوے۔ ان کودن میں دن کا کھانا اور رات میں رات کا کھانا کھلاوے۔ یادودن صبح کے وقت یعنی دن کا کھانا کھلادے یادودن رات کا کھانا کھلادے یارات کا کھانا کھلادے۔ اورسحری[3] کھلاوے۔ یا (ساٹھ مسکینوں میں سے) ہرایک کوگیہوں یاگیہوں کے آٹے یاگیہوں کے ستوکا آدھا آدھا صاع یاکھجور یاجَوکا ایک ایک صاع[4] دیدے یااس کی قیمت دیدے۔

---

[1] یعنی یہ مرض خوداس نے پیدانہ کیا ہو۔ چنانچہ اگرخودکوزخمی کرلیا یااپنے کوچھت پرسے نیچے گرادیا یاکوئی اور دوااستعمال کرلی جس سے وہ بیمار ہوگیا تواس سے کفارہ ساقط نہ ہوگا۔ (م)

[2] اگرخوداپنے اختیار سے سفر میں جائے تب بھی یہی حکم ہے۔ البتہ اگراس نے سفر کے بعد روزہ توڑا تودونوں صورتوں میں کفارہ واجب نہ ہوگا۔ (خواہ سفر میں اپنے اختیار سے جائے یامجبوراً جائے) طحطاوی۔

[3] مگران تمام صورتوں میں شرط یہ ہے کہ دوسرے وقت وہی فقیر ہوں جوپہلے وقت میں تھے۔ اگرایسا نہ ہوا تو کفارہ ادانہ ہوگا۔ ہاں یہ جائز ہے کہ ایک ہی شخص کوساٹھ روز تک دووقتہ کھانا کھلاتا رہے۔ لیکن ایک شخص کوایک ہی دن میں ساٹھ آدمیوں کی دووقتہ خوراک یااس کی قیمت دے دی جائے تویہ جائز نہیں۔ گیہوں کی روٹیوں کے لئے سالن شرط نہیں، البتہ جَوکی روٹیوں کے ساتھ سالن شرط ہے۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ جن کوکھانا کھلایا جاوے وہ بھوکے ہوں۔ اگرپیٹ بھرے کوکھلادیا تواگروہ اتنا کھابھی لے کہ جتنا ایک بھوکا شخص کھاسکتا ہے تب بھی ادائیگی کفارہ کے لئے کافی نہ ہوگا۔ (م)

[4] گیہوں کے سوا تمام غلوں میں ایک ایک

صاع ۲۷۰ [illegible] (م)

جماعٍ واكلٍ متعمَّدٍ فی ایّامٍ لم یتخلَّلہُ تکفیرٌ ولو من رمضانین علی الصحیح فان تخلَّلَ التکفیر لا تکفی کفارۃٌ واحدۃٌ فی ظاہر الرّوایۃِ

بابُ مَا یفسِدُ الصَّومَ مِن غیرِ کفارۃٍ ویوجب القضا

وَھوَ سَبعَۃٌ وخَمسُونَ شیئًا اذا اکل الصَّائم ارزًّا نیًّا او عجینًا او دقیقًا او ملحًا کثیرًا دفعَۃً اوطِینًا غیر ارمنیّ لم یَعتد اکلہٗ او نواۃً او قطنًا او کاغذًا او سَفرجَلًا ولم یُطبخ اوجَوزۃً رَطبۃً اوابتلعَ حصَاۃً اوحَدیدًا او ترابًا اوحجرًا او احتقن او استُعَط او اوجَرَ

چند[1] دنوں میں چند بار قصدًا جماع کرنے یا چند بار کھانا کھانے سے (بشرطیکہ) بیچ میں کفارہ ادا نہ کیا ہو۔ اگرچہ دو رمضانوں میں یہ فعل کئے ہوں (صحیح مسلک کے بموجب) ایک کفارہ کافی ہو جائے گا۔ اور اگر بیچ میں کفارہ ادا کر دیا تو ظاہر روایت کے بموجب ایک کفارہ کافی نہ ہوگا۔

باب، وہ چیزیں جو روزہ کو فاسد کر دیتی ہیں اور کفّارہ واجب نہیں ہوتا

ایسی چیزیں ستاون ہیں۔

جب کہ روزہ دار کچا چاول یا گوندھا ہوا آٹا یا (سوکھا) آٹا[2] یا ایک ہی دفعہ بہت سا نمک یا ارمنی مٹی کے سوا کوئی ایسی مٹی جس کے کھانے کی اُس کو عادت نہ ہو۔ یا گٹھلی یا روئی یا کاغذ یا سفرجل[3] (بہی) اور وہ پکائی گئی نہ ہو۔ یا ہرا اخروٹ کھالے۔ یا کنکر یا لوہا یا مٹی[4] یا پتھر نگل جائے۔ یا حقنہ[5] لے۔ یا ناک میں دوا ڈالے یا

فائدہ: ایک صاع کا وزن دو سو ستر تولے ہوتا ہے۔ تفصیل کتاب الزکوٰۃ میں آئے گی۔ انشاء اللہ

محمد میاں عفی عنہ

[1] تشریح مسئلہ یہ ہے کہ ایک رمضان میں یا چند رمضانوں میں بار بار جماع کر کے یا کھانا کھا کر روزہ توڑ دیا جس کی بنا پر چند کفارے لازم ہوئے اُس کے بعد ایک کفارہ ادا کر لیا تو سب کی طرف سے کفارہ ادا ہو جائے گا۔ لیکن اگر ایک مرتبہ جماع کر کے کفارہ ادا کر دیا اس کے بعد دوبارہ کسی روزے میں جماع کر لیا تو دوسرا کفارہ ادا کرنا ہوگا پہلا کفارہ کافی نہ ہوگا۔

[2] شرط یہ ہے کہ آٹے میں گھی نہ ملایا گیا ہو۔ یا شکر وغیرہ ملا کر پنجیری کے قسم کی کوئی چیز نہ بنالی ہو۔ یا چاولوں کے چھولے نہ بنالئے ہوں یعنی ان غلوں سے کوئی ایسی چیز نہ بنائی ہو جو کھائی جاتی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب (م)

[3] سفرجل کے معنی بہی دانہ ہیں مگر مراد ایسا پھل ہے جو کچا نہ کھایا جاتا ہو۔ (م)

[4] یا پیتل یا سونا یا چاندی وغیرہ جو کھائے نہیں جاتے۔

[5] پیخانہ کے راستہ سے دوا پہنچانا حقنہ کہلاتا ہے۔

محمد میاں عفی عنہ

بصبّ شیءٍ فی حلقه علی الاصحّ او اقطرَ فی اذنه دُهنا او ماءً فی الاصحّ اوْ داویٰ جائفةً او آمّةً بدَواءٍ ووصلَ الیٰ جوفه او دماغه او دخل حلقهٗ مطرٌ اوْ ثلجٌ فی الاصحّ ولم یبتلعه بصُنعه او افطر خطأً بسبق ماء المضمضة الیٰ جوفه او افطر مُکرهًا ولو بالجماع او اُکرهت علی الجماع او افطرت خوفا علی نفسها من ان تمرض من الخدمة امةً کانت او منکوحةً او صبّ احدٌ فی جوفه ماءً وهو نائم او اکل عمدًا بعد اکله ناسیًا ولو علم الخبر علی الاصحّ او جامع ناسیًا ثم جامع عامدًا اوْ اکلَ بعد ما نویٰ نهارا ولم یُبیّت نیته او اصبح مسافرًا فنوی الاقامة ثم اکل او سافر بعد ما اصبح مقیما فاکل او امسك بلا نیةِ صوم ولا نیة فطر او تسحّر او جامع شاکًّا فی طلوع الفجر وهو طالع او افطر بظنّ الغروب والشمس باقیة او انزل بوطیٔ

(نلکی وغیرہ کے ذریعہ) کوئی چیز حلق میں ڈال کر اندر پہنچائی (صحیح مسلک کے بموجب) یا کان میں تیل یا پانی ٹپکایا (صحیح مسلک کے بموجب) یا پیٹ کے زخم یا دماغ کے زخم کو کوئی دوا لگائی اور وہ اس کے پیٹ یا دماغ کے اندر پہنچ گئی۔ یا حلق میں بارش (کی بوند) داخل ہوگئی۔ یا حلق میں برف داخل ہوگیا (صحیح مذہب) اور اس کو اپنے فعل سے نہیں نگلا۔ یا خطا اور چوک سے روزہ ٹوٹ گیا اس طرح کہ کلی کا پانی اندر تک چلا گیا یا اس حالت میں روزہ توڑا کہ اس پر جبر کیا جا رہا تھا۔ اگرچہ جماع کے لئے ہی ہو۔ یا عورت کو جماع پر مجبور کیا گیا۔ یا عورت نے خدمت کے باعث بیمار پڑ جانے سے اپنی جان کے خطرہ سے روزہ توڑ دیا خواہ وہ باندی ہو یا منکوحہ ہو۔ یا اس حالت میں کہ روزہ دار سو رہا تھا۔ کسی نے اس کے پیٹ میں پانی پہنچا دیا۔ یا بھول کر کھا لینے کے بعد قصداً کھانا کھا لیا اگرچہ وہ حدیث ۱؎ کو جانتا ہو (صحیح مذہب) یا بھول کر جماع کیا تھا۔ پھر قصداً جماع کیا یا اس صورت میں کہ دن کو نیت کی تھی اور رات سے نیت نہیں کی تھی یا صبح کے وقت مسافر تھا پھر ٹھیرنے کی نیت کی پھر کھا لیا۔ یا صبح کے وقت مقیم تھا اس کے بعد سفر کیا پھر کھا لیا ۲؎ یا رکا رہا ۳؎ (کچھ کھایا پیا نہیں) بلا روزے کی نیت کے یا افطار کی نیت کی یا سحری کھائی یا جماع کیا درانحالیکہ اس کو صبح صادق کے طلوع ہونے میں شک تھا حالانکہ صبح صادق طلوع ہو چکی تھی یا آفتاب چھپ جانے کے گمان پر افطار کر لیا حالانکہ ابھی آفتاب باقی تھا۔ یا مردہ سے یا جانور سے وطی

۱؎ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو روزہ دار بھول کر کھا پی لے وہ روزہ کو پورا کرے (کیوں کہ اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا) امام شافعیؒ کے نزدیک فرض روزہ کے لئے رات سے نیت کرنا ضروری ہے۔ ان کے نزدیک اس شخص کا روزہ نہیں ہوا جس نے رات سے نیت نہیں کی دن کو کی ہے امام شافعیؒ کے اس فتوے کی بنا پر ایک شبہ اور افطار کے جرم میں کمزوری آگئی اس کمزوری کی بنا پر کفارہ کا حکم نہیں دیا جائے گا۔ کیونکہ کفارہ ایک سزا ہے اور سزا شبہ کی صورت میں لازم نہیں ہوتی۔

۲؎ شرط یہ ہے کہ آبادی سے خارج ہو چکا ہو اور اگر آبادی کے اندر ہی کھایا تو کفارہ واجب ہوگا۔

۳؎ یعنی رمضان شریف میں کسی دن روزہ نہ رکھنے کا ارادہ کیا اور یوں ہی تمام دن بغیر کھائے پئے گزار دیا تو اس صورت میں بھی اس دن کے روزہ کی قضا واجب ہوگی (م)

مَيتة او بهيمة او بتفخيذ او بتبطين او قبلة او لمس او افسدَ صوم غير اداء رمضان او وُطئت وهيَ نائمة او اقطرت في فرجها على الاصح، او ادخلَ اصبعَه مبلولة بماء او دهن في دبره او ادخلته في فرجها الداخل في المختار او ادخل قطنة في دبره او في فرجها الداخل و غيبها او ادخل حلقهٗ دُخانا بصُنعه او استقاء ولو دون ملء الفم في ظاهر الرّواية وشرط ابو يوسف ملء الفم وهو الصحيح او اعاد ما ذرعهٗ من القيء وكانَ ملء الفم وهو ذاكرٌ لصومه او اكل مَا بين اسنانه وكانَ قدر الحمصة او نوى الصّوم نهارًا بعدَ مَا اكل ناسيًا قبل ايجاد نيته مِنَ النهار او اغمي عليه، ولو جميع الشهر الا انه لا يقضي اليوم الذي حدث فيه الاغماء او حدث في ليلته او

کرنے سے یاران یا پیٹ سے مس کرنے سے یا بوسہ سے یا چھونے سے انزال ہوگیا۔ یا ادائے رمضان کے علاوہ کوئی روزہ فاسد کر دیا یا عورت سو رہی تھی اس حالت میں اُس سے ہم بستری کر لی گئی یا عورت نے اپنی شرمگاہ میں کوئی چیز ٹپکالی (صحیح مذہب) یا مرد نے اپنی انگلی جو پانی یا تیل میں تر تھی پاخانہ کی جگہ میں داخل کر لی یا عورت نے تر انگلی اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں داخل کر کے اس کو غائب کر دیا (یا مرد نے روئی پاخانہ کی جگہ میں داخل کر لی یا عورت نے روئی اپنی شرمگاہ کے اندرونی حصہ میں داخل کر کے اس کو غائب کر دیا (چھپا دیا) یا کسی نے اپنے فعل سے حلق میں دھواں[1] داخل کیا یا (اپنے فعل سے مثلاً انگلی ڈال کر) قے کر لی اگرچہ مل الفم یعنی منہ بھر سے کم ہو (ظاہر روایت) امام ابو یوسفؒ نے منہ بھر کی شرط لگائی ہے یہی صحیح ہے۔ یا جو قے اس کو خود ہو رہی تھی اس کو واپس کر لیا اور یہ منہ بھر تھی اور اس کو روزہ یاد تھا۔ یا اُس چیز کو کھا لیا جو اُس کے دانتوں کے بیچ میں تھی اور تھی چنے کے برابر یا دن کو روزہ کی نیت کی۔ اُس کے بعد کہ کچھ بھول کر کھا پی لیا تھا اس سے پہلے کہ دن کے وقت اپنی نیت کو وجود میں لائے (یعنی رات سے روزہ کا ارادہ نہیں تھا اور رمضان کا روزہ تھا یا مثلاً یہ دن نذر کے لئے معین کر رکھا تھا اس کا خیال بھی نہیں رہا اور کھانا کھا لیا، اس کے بعد رمضان یا نذر کا خیال آیا تو روزے کا ارادہ کر لیا اس صورت میں اگرچہ بھول کر کھانا کھایا تھا مگر اس پر قضا لازم ہوگی۔ ہاں اگر روزہ کا ارادہ کر لینے کے بعد بھول کر کھانا کھا لیا تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹے گا۔) ط

یا اُس پر غشی طاری رہی اگرچہ تمام مہینہ بے ہوش رہا ہو، مگر اُس دن کی قضا نہیں کرے گا جس دن میں یا جس دن کی شب میں یہ غشی شروع ہوئی تھی[2] یا مجنون ہو گیا اور یہ جنون تمام مہینہ ممتد نہیں ہوا۔

---

[1] عود اور عنبر کا دھواں یا تمباکو کا دھواں اگر داخل کرے گا تو کفارہ واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ اس پر تداوی کی تعریف صادق آتی ہے۔ اور اس کی طرف طبیعت کی رغبت بھی ہوتی ہے۔ واللہ اعلم (م)

[2] شرط یہ ہے کہ اس دن بے ہوشی کی حالت میں اس کو کوئی چیز نہ کھلائی گئی ہو، تو چونکہ رمضان شریف میں ہر مسلمان کا ارادہ روزہ رکھنے کا ہوتا ہے۔ لہذا نیت بھی پائی گئی۔ اور روزے کے دونوں جز پورے ہو گئے۔ البتہ اگر اس کو یاد ہے کہ اُس روز روزے کا ارادہ نہیں کیا تھا تو لامحالہ اس دن کی قضا لازم ہوگی۔ (م)

جنّ غیر ممتدّ بجمیع الشہر ولا یلزمہ قضاءہ بافاقتہ لیلا او نہارا بعد فوات وقت النیۃ فی الصحیح۔

(فصل) یجب الامساک بقیۃ الیوم علی من فسد صومہ وعلی حائض و نفساء طہرتا بعد طلوع الفجر وعلی صبیّ بلغ وکافر اسلم وعلیہم القضاء الا الاخیرین۔

(فصل فیما یکرہ للصائم وفیما لا یکرہ وما یستحب)

کرہ للصائم سبعۃ اشیاء ذوق شئ ومضغہ بلا عذر ومضغ العلک والقبلۃ و

(اور اگر سارے مہینہ جنون رہا اور رمضان کے آخری دن آرام ہوا تو) وقت نیت نکل جانے کے بعد رات میں یا دن میں ہوش میں آجانے سے اُس کی قضا لازم نہ ہوگی۔ صحیح مذہب[1]۔

فصل رمضان شریف میں دن کے باقی حصہ میں کھانے پینے سے رکنا واجب ہو جاتا ہے اس شخص پر جس کا روزہ ٹوٹ گیا ہو۔ اور اس حیض اور نفاس والی عورت پر جو صبح صادق کے طلوع کے بعد پاک ہوئی۔ اور اس بچہ پر جو بالغ ہوا ہو اور اس کافر پر جو مسلمان ہوا ہو۔ اور اخیر[2] کے دو کے سوا قضا سب پر واجب ہوگی۔

فصل وہ امور جو روزہ دار کے لئے مکروہ ہیں، اور جو مکروہ نہیں اور جو مستحب ہیں

روزہ دار کے لئے سات چیزیں مکروہ ہیں۔ (۱) بلا عذر کسی چیز کا چکھنا (۲) بلا عذر کسی چیز کا چبانا (۳) مصطگی[3] کا چبانا (۴) بوسہ (۵) بیوی سے معانقہ (اگر ان دونوں میں (بوسہ اور معانقہ میں) انزال یا جماع

---

[1] مجنون ہو جانے کے بعد چند صورتیں ہیں۔ (۱) سارا رمضان گزر گیا اور اس کو آرام نہیں ہوا تو اس پر قضا نہیں وہ غیر مکلف ہو گیا۔ رمضان کے آخری دن میں زوال کے بعد یعنی نیت کا آخری وقت گزر جانے کے بعد آرام ہوا تب بھی اس پر قضا لازم نہیں۔ (۲) رمضان کے آخری دن میں زوال سے پہلے یا اس سے بھی پہلے اس کو آرام ہو گیا تو اس صورت میں اس پر ان تمام روزوں کی قضا لازم ہوگی جن میں وہ پاگل رہا۔ واللہ اعلم بالصواب

البتہ اگر بیمار ہو گیا اور وہ بیماری تمام دن باقی رہی تو اس پر یہ لازم نہیں۔

[2] یعنی بچہ پر جو بالغ ہوا، اور کافر پر جو مسلمان ہوا۔

[3] علک کا ترجمہ مصطگی ہے یا کندر۔ بہرحال چونکہ ان کے ریزے حلق میں نہیں جاتے لہذا روزہ تو نہیں ٹوٹتا مگر دیکھنے والے کو روزہ نہ ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے اور اس پر روزہ نہ ہونے کی تہمت لگائی جا سکتی ہے۔ اس قسم کے اتہامات سے بچنا ضروری ہے۔ سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا ارشاد ہے۔ ایاک وما یسبق الی العقول انکارہ واذا کان عندک اعتذارہ یعنی ایسی چیز سے بچو جس سے دوسروں کی عقلوں میں انکار پیدا ہو۔ اگرچہ تمہارے پاس عذر موجود ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ اتقوا مواضع التہم او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم یعنی تہمت کے موقعوں سے بچو۔ واللہ اعلم

اگر روزہ نہ ہو تو علک کا چبانا عورتوں کے لئے مستحب ہے مردوں کے لئے مکروہ ہے۔ ایک اور قول یہ بھی ہے

مردوں کے لئے بھی مکروہ ہے (ع)

للمباشرة ان لم يامن فيهما على نفسه الانزال او الجماع فى ظاهر الرواية وجمع الريق فى الفم ثم ابتلاعه وما ظن انه يضعفه كالفصد والحجامة وتسعة اشياء لا تكره للصائم القبلة والمباشرة مع الامن ودهن الشارب والكحل والحجامة والفصد والسواك اخر النهار بل هو سنة كاوله ولو كان رطبا او مبلولا بالماء والمضمضة والاستنشاق لغير وضوء والاغتسال والتلفف بثوب مبتل للتبرد على المفتى به ويستحب له ثلاثة اشياء السحور وتاخيره وتعجيل الفطر فى غير يوم غيم ◆

(فصل فى العوارض)

لمن خاف زيادة المرض او بطء البرء ولحامل ومرضع خافت نقصان العقل والهلاك او المرض على نفسها سواء كان نسبا او رضاعا و

کے خطرہ سے، اپنے نفس پر اس کو اطمینان نہ ہو (ظاہر روایت) (۶) تھوک منہ میں اکھٹا کر لینا اور پھر نگل لینا۔ (۷) ہر وہ چیز جس کے متعلق خیال ہو کہ وہ اس کو کمزور کر دے گی، جیسے فصد یا حجامت یعنی سینگی لگوانا۔

نو چیزیں روزہ دار کے لئے مکروہ نہیں۔ (۱) بوسہ (۲) (بیوی سے) معانقہ اور ہم آغوشی اس اطمینان کے ساتھ (کہ جماع یا انزال تک نوبت نہیں پہنچے گی)، (۳) مونچھوں کو تیل لگانا (۴) سرمہ لگانا (۵) پچھنے لگوانا[1] (۶) فصد (۷) دن کے آخر حصہ میں مسواک کرنا۔ بلکہ جیسے دن کے اول حصہ میں مسواک کرنا مسنون ہے اسی طرح آخری حصہ میں (یعنی شام کے وقت) بھی مسنون ہے۔ اگرچہ مسواک ہری ہو یا پانی میں بھیگی ہوئی ہو۔ (۸) کلی کرنا یا ناک میں پانی دینا وضوء کے بغیر (۹) ٹھنڈک کے لئے غسل کرنا، بھیگے ہوئے کپڑے میں لپٹنا (مفتی بہ)

روزہ دار کے لئے تین چیزیں مستحب ہیں۔ (۱) سحری کھانا[2] (۲) سحری[3] کو آخری وقت میں کھانا۔ اور (۳) بادل نہ ہو تو افطار میں عجلت کرنا

فصل عوارض

روزہ نہ رکھنا جائز ہے اس شخص کے لئے جس کو مرض کی زیادتی کا خوف ہو یا صحت کے مؤخر ہونے کا اور حاملہ اور دودھ پلانے والی کے لئے جن کو اپنے نقصان عقل یا ہلاکت یا بیماری کا خطرہ ہو، یہ بچہ نسبی ہو یا رضاعی

---

[1] یعنی جبکہ غیر معمولی کمزوری نہ پیدا کرے یہی فصد کے لئے بھی شرط ہے۔

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سحری چند چھوارے ہوتی تھی۔ ہماری سحری جس کو کھا کر دوپہر تک سستی رہے اور قوت شہوانی میں کمی کے بجائے اور اضافہ ہو۔ یقیناً خلاف سنت ہے۔ محمد میاں

[3] شرعی امور کو اپنی حدود پر رکھنا فرض ہے اور ان کو بڑھانا گھٹانا تحریف ہے۔ لہٰذا سحری میں تاخیر اور افطار میں تعجیل مستحب ہے تاکہ روزہ عملی طور پر اپنی صحیح حدود پر باقی رہے۔ افطار کے وقت تاخیر مکروہ یہ ہے کہ تارے نظر آنے لگیں۔ (مراقی الفلاح)

الخوفُ المعتبرُ ماكانَ مستنداً لغلبةِ الظنّ بتجربةٍ او اخبارِ طبيبٍ مُسلمٍ حاذقٍ عَدلٍ وَلمن حصَلَ لهُ عطشٌ شديدٌ اوجوعٌ يخاف منه الهلاكَ وَللمسافرِ الفطرُ وَصومُه احبُّ ان لم يَضرّه ولم تكن عَامّةُ رفقتهٖ مفطرين ولا مشتركينَ في النفقةِ فان كانوا مشتركينَ او مفطرينَ فالافضلُ فِطرُهٗ موافقةً للجماعةِ ولا يجبُ الايصاءُ علىٰ منْ مَاتَ قبلَ زوَالِ عُذرِهٖ بمرضٍ وسفرٍ ونحوِهٖ كما تقدّم وقضوا ما قدَرُوا علىٰ قضائهٖ بقدرِ الاقامةِ والصحّةِ ولا يشترط التتابع في القضاء فان جَاءَ رمضان اٰخر قدّم علىَ القضَاءِ وَلا فديةَ بالتاخِير اليْه ويجوز الفِطر لشيخٍ فانٍ وعجوزٍ فانيةٍ تلزمهمَا الفِديةُ لكل يومٍ نصْفُ صَاعٍ

اور وہ خوف معتبر ہے جس کی سند غلبۂ ظن یا تجربہ یا مسلمان، حاذق، عادل، طبیب کے بیان سے حاصل ہو۔ اور افطار جائز ہے اس شخص کے لئے بھی جس کو ایسی شدید پیاس یا بھوک لگی ہو جس[1] سے مرجانے کا خطرہ ہو۔

افطار جائز ہے مسافر کے لئے اور اس کے لئے روزہ رکھنا مستحب اور پسندیدہ ہے اگر روزہ اس کو نقصان نہ دے اور نہ ہو اس کے ساتھیوں کی اکثریت افطار کرنے اور مصارف میں شریک ہونے والی۔ اور اگر ساتھی عموماً افطار کر رہے ہوں یا مصارف سفر میں شریک ہوں تو افطار کرنا (روزہ نہ رکھنا) ہی اس کے لئے افضل ہے تاکہ جماعت کی موافقت حاصل ہو جائے۔ جو شخص مرض یا سفر جیسے عذر کے زائل ہونے سے پہلے مرجائے اس پر (فدیہ ادا کرنے کی) وصیت کرنا واجب نہیں جیسا کہ پہلے گزرا۔ اور اقامت اور صحت کی بمقدار جتنے روزوں کی قضا پر وہ (یہ بیمار یا مسافر) قادر ہوں اتنے روزوں کی وہ قضا کر دیں۔[2]

لگاتار[3] روزے رکھنا قضا میں شرط نہیں۔ پھر اگر دوسرا رمضان آجائے تو اس کو قضا پر مقدم کر دے (یعنی اس ماہ میں اس رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد گزشتہ رمضان کی قضا کرے گا) دوسرے رمضان تک قضا کو مؤخر کر دینے سے فدیہ واجب نہیں ہوتا۔ شیخ فانی (یعنی ایسا بوڑھا جس کی قوت ختم ہو چکی ہو، اب مرنے کا انتظار ہے) یا عجوزۂ فانیہ (یعنی ایسی بڑھیا جو اپنی طاقت ختم کر چکی۔ اب وقت آنے کی دیر ہے) کے لئے افطار جائز ہے اور ان دونوں پر فدیہ لازم ہوگا۔ ہر دن کے عوض میں نصف صاع گندم اس شخص کی

---

[1] یا زوال عقل یا کسی اور قوت حاسہ کے زوال کا خطرہ ہو لیکن شرط یہ ہے کہ پیاس یا بھوک کی یہ شدت خود اپنی جانب سے کسی ایسے کام میں مصروفیت کے باعث نہ ہو جو بھوک اور پیاس بڑھا دیں۔ اگر خود اپنی جانب سے ایسا فعل کیا۔ مثلاً شکار کے لئے گیا وہاں بھاگا دوڑا جس سے اس درجہ کی بھوک پیاس لگ گئی تو اس صورت میں روزہ توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا۔ البتہ ملازم جو اس قسم کے فعل پر مجبور تھا اس پر کفارہ لازم نہ ہوگا۔ (طحطاوی)

[2] اگر قضا نہ کریں تو وصیت کرنا واجب ہوگا۔

[3] مثلاً اگر چار روزے قضا ہوئے ہیں تو ان کو ایک ہفتہ میں یا ایک ماہ میں کچھ دن بیچ میں چھوڑ کر قضا کر سکتا ہے۔ البتہ مستحب یہی ہے کہ جیسے ہی قضا کا موقعہ ملے بلاوقفہ لگاتار رکھ لے

منْ برٍّ كمَن نذر صَومَ الابدِ فضعُف عنهُ لاشتغالِه بالمعيشةِ يفطر ويفدى فان لمْ يقدر على الفديَةِ لعسْرتهٖ يستغفِر اللهَ تعالىٰ ويستقيله ولو وَجَبت عليهِ كفارةُ يمينٍ اوقتلٍ فلمْ يجدْ مَا يكفّرُ بهٖ من عتقٍ وهو شيخٌ فانٍ اولمْ يصُمْ حتى صَار فانيا لايجوزله الفديَة لانّ الصّومَ هُنا بدَلٌ عنْ غيْرِه ويجوز للمتطوع الفطر بلاعذرٍ فى روَايةٍ والضيَافة عذرٌ علَى الاظهرِ للضيْفِ والمضيْف وَلهُ

طرح سے جس نے ہمیشہ روزے رکھنے کی منت مان لی تھی پھر معاش کی مشغولیت کے باعث منت پوری کرنے سے عاجز ہوگیا یہ شخص بھی افطار کرتا رہے اور (ہر روز) فدیہ دیتا رہے۔ پھر اگر اپنی تنگدستی کے باعث فدیہ پر قادر نہ ہو تو وہ خدا سے استغفار کرے اور درگزر (معافی) کی استدعا کرے۔

اگر اس پر[1] قسم یا قتل (خطا) کا کفارہ واجب تھا۔ اب اتنی استطاعت تو اپنے اندر نہیں پاتا کہ غلام آزاد کر کے کفارہ ادا کر سکے اور حالت یہ ہے کہ وہ پا بگور بوڑھا ہے یا وجوب کفارہ کے وقت اگرچہ روزہ رکھنے کی طاقت تھی مگر روزے نہیں رکھے حتیٰ کہ لب گور بوڑھا ہوگیا تو اس کے لئے فدیہ جائز نہیں کیونکہ روزہ اس موقعہ پر اپنے غیر کا (آزادی غلام یا صدقہ کا) بدلہ[2] ہے۔

نفل روزہ رکھنے والے کے لئے ایک روایت میں عذر کے بغیر بھی افطار جائز ہے (لیکن دوسری روایت کے بموجب اگرچہ جواز افطار کے لئے عذر ضروری ہے مگر) ضیافت عذر ہے[3] (ظاہر روایت) اور ضیافت مہمان اور میزبان دونوں کے لئے عذر ہے اور اس فائدہ جلیلہ کے باعث اس کو بشارت[4] ہے۔ اور نفلی

---

[1] تشریح مسئلہ کے لئے یہ بتانا ضروری ہے کہ ادائیگی کفارہ میں شریعت نے یہ ترتیب قائم کی ہے کہ اولاً غلام آزاد کرنا اگر اس کی طاقت نہ ہو تو روزے۔ اور اگر یہ بھی ممکن نہ ہو سکے تو کھانا کھلانا۔ اب ایک شخص پر کفارہ لازم ہوا اور وہ غلام آزاد کرنے پر قادر تھا۔ مگر اس نے غلام آزاد نہیں کیا یا غلام آزاد کرنے پر تو قادر نہ تھا مگر روزے رکھ سکتا تھا اور اس نے روزے نہیں رکھے۔ حتیٰ کہ وہ اب روزے رکھنے سے بھی معذور ہوگیا تو ایسے شخص کے لئے یہ جائز نہیں کہ روزوں کے قائم مقام فدیہ قرار دے کر فدیہ ادا کر دے یا ادائیگی فدیہ کی وصیت کر دے بلکہ اس کو غلام آزاد کرنے کی وصیت کرنی ہوگی۔ اب اگر اس کا ترکہ اتنا ہے کہ اس کے ایک تہائی سے غلام خریدا جا سکتا ہے تو وارثوں پر اس کی تعمیل فرض ہے اور اگر ترکہ اتنا نہیں تھا اور وصیت کر دی تھی یا سرے سے اُس نے وصیت ہی نہیں کی تو وارثوں کا اس پر احسان ہوگا۔ اگر وہ کفارہ ادا کر دیں۔ (مراقی وغیرہ)

[2] ابتداءً واجب نہ تھا۔ یعنی روزے کے بجائے فدیہ اسی صورت میں جائز ہو سکتا ہے کہ روزہ مستقل طور پر فرض ہو کسی کے قائم مقام کی حیثیت سے فرض نہ ہو۔

[3] زوال سے پہلے اور زوال کے بعد جب تک کوئی اور وجہ بھی نہ ہو۔ مثلاً والدین میں سے کسی کا حکم ہو۔ یا مہمان ایسا ہو کہ تنہا کھانے پر راضی نہ ہو تو اس حالت میں عذر مانا جائے گا۔ (مراقی)

[4] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جب کسی کو دعوت کے لئے بلایا جائے تو اس کو منظور کر لینا چاہیئے۔ پھر اگر روزہ نہ ہو تو جا کر کھانا کھا لے اور اگر روزہ دار تھا تو معذرت کر دے لیکن اگر معذرت قبول نہ ہو تو کھانا کھا لے۔ یہی عذر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے احترام میں روزہ توڑ دے تو اس کو ہر روزہ کے بدلہ میں ایک ہزار روزوں کا ثواب ملے گا اور جب قضا کرے گا تو ہر روزہ کے بدلے میں دو ہزار روزوں کا ثواب ہوگا۔ (م)

البشارة بهذه الفائدة الجليلة واذا افطر على اىّ حال عليه القضاء الا اذا شرع متطوعًا فى خمسة ايام يومى العيدين وايام التشريق فلا يلزمه قضاؤها بافسادها فى ظاهر الرّواية والله اعلم۔

(باب ما يلزم الوفاء به من منذور الصّوم والصلوٰة ونحوهما)

اذ نذر شيئا لزمه الوفاء به اذا اجتمع فيه ثلاثة شروط ان يكون من جنسه واجب وان يكون مقصودًا وان يكون ليس واجبا فلا يلزم الوضوء بنذره ولا سجدة التلاوة ولا عيادة المريض ولا الواجبات بنذرها ويصحّ بالعتق والاعتكاف والصّلوٰة غير المفروضة والصوم فان نذر نذرًا مطلقا او معلقا بشرط ووجد لزمه

روزہ دار جس حالت پر بھی روزہ توڑے اس پر قضا لازم ہوگی مگر جبکہ عید کے دو دن اور ایام تشریق (کے تین دن) پانچ دنوں میں نفلی روزہ کی ابتداء کرے تو ان دونوں کا روزہ توڑ ڈالنے سے اس پر قضا لازم نہیں۔ ظاہر روایت۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب، نذر کے روزے، نذر کی نماز اور ان جیسے امور جن کا پورا کرنا لازم ہے

جب کسی چیز کی منت مان لے تو اس پر اس کا پورا کرنا لازم ہوتا ہے جبکہ اس میں تین شرطیں موجود ہوں۔ (۱) اس کی جنس کی کوئی واجب عبادت[1] ہو۔ (۲) وہ (ہم جنس عبادت بذات خود) مقصود ہو (۳) منت کے بغیر یہ خود واجب نہ ہو۔ چنانچہ وضو[2] کی منت ماننے سے وضو، لازم نہ ہوگا۔ (اسی طرح) سجدۂ[3] تلاوت اور مریض[4] کی مزاج پرسی (بھی منت مان لینے سے واجب نہ ہوگی) نہ وہ عبادتیں جو خود واجب ہیں (ان کی منت کر لے سے مزید واجب ہوں گی) غلام آزاد کرنے۔ اعتکاف[5] اور ایسی نمازیں جو فرض نہیں اور روزہ کی نذر صحیح ہوگی۔ پھر اگر بلا کسی قید اور شرط کے

---

[1] یاد رکھنا چاہیئے کہ نذر طلاق یا قسم یعنی ایسے کام جو بولنے پر موقوف ہیں ان کے لئے زبان سے نذر، طلاق وغیرہ کے الفاظ ادا کرنا ضروری ہیں محض دل سے ارادہ یا صرف خیال کر لینا کافی نہیں ہے۔

[2] کیونکہ وضو بذات خود مقصود نہیں، بلکہ ادائیگی نماز کے لئے فرض ہو جاتا ہے۔

[3] کیونکہ وہ خدا کی طرف سے خود واجب ہو جاتا ہے۔ اور اگر آیت نہیں پڑھی گئی تو وہ سجدۂ تلاوت ہی نہیں۔

[4] مریض کی مزاج پرسی، جنازہ کی شرکت اگرچہ نیک کام ہیں جس پر بہت زیادہ ثواب ملتا ہے مگر فرض نہیں دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ نذر ایسی عبادتوں کی ہونی چاہیئے جو حقوق اللہ میں سے ہوں اور مزاج پرسی وغیرہ حقوق عبد کی بنا پر واجب ہے۔ (م)

[5] جنس اعتکاف میں سے قعدہ اخیرہ ہے جو کہ فرض ہے۔ (م)

الوفاء بہ وصح نذر صوم العیدین وایام التشریق فی المختار ویجب فطرھا وقضاءھا وان صامھا اجزأہ مع الحرمۃ والغینا تعیین الزمان والمکان والدرھم والفقیر فیجزئہ صوم رجب عن نذرہ صوم شعبان ویجزئہ صلوٰۃ رکعتین بمصر نذر اداءھما بمکۃ والتصدق بدرھم عن درھم عیّنہ لہ والصرف لزید الفقیر بنذرہ لعمرو وان علق النذر بشرط لایجزئہ عنہ مافعلہ قبل وجود شرطہ ۔

باب الاعتکاف

ھو الاقامۃ بنیتہ فی مسجد تقام فیہ الجماعۃ بالفعل للصلوات الخمس فلا یصح فی مسجد لاتقام فیہ الجماعۃ للصلوٰۃ علی المختار وللمرأۃ الاعتکاف فی

نذر[1] مطلق کی منت مان لی یا ایسی نذر کی جو کسی شرط کے[2] ساتھ معلق تھی اور وہ شرط پائی گئی تو اس نذر کا پورا کرنا لازم ہوگا۔ (صحیح مسلک کے بموجب) عید کے دو دن اور ایام تشریق کے روزوں کی نذر کر لینا تو صحیح ہے (مگر) ان (دنوں میں ان روزوں) کا توڑنا اور پھر قضا کرنا واجب ہوگا۔ اور اگر (ان دنوں میں نذر کردہ) روزے رکھ ہی لے تو کافی ہوسکتے ہیں (مگر) حرمت (کراہت تحریمی) کے ساتھ۔

وقت۔ جگہ۔ درہم اور فقیر کے معین کرنے کو ہم لغو قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ ماہ شعبان کے روزے کی نذر (کی تھی)، تو اس کے بجائے رجب کے روزے رکھ لینا یا مکہ میں دو رکعت کی منت مانی تھی تو اس کے بجائے مصر میں ان کو ادا کر دینا۔ اور کسی درہم کو منت کے لئے معین کیا تھا تو اس کے بجائے دوسرے درہم کا صدقہ کر دینا اور عمر نامی فقیر پر خرچ کرنے کی نذر کی تھی اس کی بجائے زید نامی فقیر پر خرچ کر دینا کافی اور صحیح ہوگا۔

اگر منّت کو کسی شرط کے ساتھ مشروط کیا تھا تو اس شرط کے پائے جانے سے پہلے جو کچھ وہ اس نذر کے سلسلہ میں کرلے گا وہ کافی نہ ہوگا (بلکہ شرط کے پائے جانے کے بعد کرنا ہوگا)

باب اعتکاف

اعتکاف[3] کی نیت سے کسی ایسی مسجد میں ٹھیرنا جس میں فی زمانہ (آجکل)، پانچوں نمازوں کی جماعت قائم کی جاتی ہو اعتکاف ہے۔ لہٰذا (مختار مسلک کے بموجب) ایسی مسجد میں اعتکاف صحیح نہیں جس میں (آجکل) نماز کی جماعت نہ ہوتی ہو۔ اور عورت کو اپنے گھر کی مسجد میں اعتکاف کرنا صحیح ہے۔

---

[1] مثلاً یہ کہدیا کہ خدا کے لئے میرے اوپر لازم ہے کہ میں فلاں دن روزہ رکھوں گا یا فلاں کو صدقہ دوں یا اتنی رقم خدا کے واسطے دوں وغیرہ۔ واللہ اعلم

[2] مثلاً یہ کہ اگر فلاں بیمار اچھا ہوگیا تو میں اتنے دن کے روزے رکھوں گا۔ اس صورت میں اگر وہ اچھا ہوگیا تو روزے فرض ہوں گے ورنہ نہیں۔

[3] اعتکاف کے لفظی معنی ہیں۔ ٹھیرنا، رکنا، کسی چیز پر مداومت۔ واللہ اعلم

مسجدُ بیتہا وھو محلٌّ عیّنتہ للصلوٰۃ فیہ والاعتکاف علی ثلاثۃ اقسامٍ واجبٌ فی المنذورِ وسنّۃ کفایۃ مؤکدۃ فی العشر الاخیرُ من رمضان ومستحبٌّ فیما سِواہُ والصَّوم شرطٌ لصحّۃِ المنذورِ فقط واقلّہٗ نفلاً مدۃٌ یسیرۃٌ ولو کانَ ماشیًا علی المفتیٰ بہٖ ولا یخرجُ منہ الا لحاجۃ شرعیّۃ کالجمعۃ او طبعیّۃ کالبول او ضروریّۃ کانہدام المسجد واخراج ظالمٍ کرھًا وتفرّقِ اھلہٖ وخوفٍ علی نفسہٖ او متاعِہٖ من المکابرین فیدخلُ مسجدًا غیرہٗ مِن ساعتہٖ فان خرجَ ساعۃً بلا عذرٍ فسدَ الواجب وانتہی بہٖ غیرہ واکل المعتکف وشربہٗ ونومُہٗ وعقدہ البیع لما یحتاجُہٗ لنفسِہٖ او عیالہٖ فی المسجد وکرہ احضار المبیع فیہِ وکرہ عقدُ ما کانَ

گھر کی مسجد وہ جگہ ہے جس کو نماز پڑھنے کے لئے معین کر لیا ہو۔

اعتکاف تین قسم پر ہے۔ (۱) واجب، منت مانی ہوئی صورت میں۔ (۲) سنت مؤکدہ کفایہ۔ [۱] رمضان کے عشرہ اخیرہ میں (۳) اور مستحب اس کے ماسوا ہیں۔ صرف منت مانے ہوئے اعتکاف کی صحت کے لئے روزہ شرط ہے (روزہ بغیر صحیح نہیں) نفلی اعتکاف کم سے کم تھوڑی سی مدت ہے۔ اگرچہ چلتے ہوئے ہی ہو[۲] (مفتی بہ)

اپنی اعتکاف گاہ سے صرف کسی شرعی ضرورت کے لئے ہی نکل سکتا ہے۔ مثلاً نماز جمعہ یا طبعی ضرورت کے لئے جیسے پیشاب یا اضطراری ضرورت کے لئے جیسے مسجد کا منہدم ہو جانا یا کسی ظالم کا زبردستی نکال دینا یا اس مسجد کے لوگوں کا منتشر ہو جانا اور ظالموں کی جانب سے اپنی جان کا خطرہ یا مال کا خطرہ ہونا (ان صورتوں میں) وہ اس مسجد سے نکل کر اسی[۳] وقت کسی دوسری مسجد میں چلا جائے۔ اور اگر تھوڑی دیر کے لئے بھی بلا کسی عذر کے مسجد سے نکلا تو اعتکاف واجب تو فاسد[۴] ہو جائے گا۔ اور جو واجب نہ ہو وہ اس نکلنے سے ختم ہو جائے گا (واجب کچھ نہ ہوگا)

معتکف کا کھانا، پینا، سونا اور ان چیزوں کی خرید و فروخت جن کی اس کو اپنی ذات کے لئے یا اپنے بال بچوں کے لئے حاجت ہو مسجد میں ہوگی۔ مبیع (یعنی سودے کی چیز) مسجد میں لانا مکروہ ہے اور جو

---

[۱] یعنی پورے محلہ میں سے اگر ایک شخص نے اعتکاف کر لیا تو سارے محلہ والوں سے سنت ادا ہو جائے گی۔ ورنہ ترک سنت کا الزام سب پر رہے گا۔ واللہ اعلم

[۲] مسجد سے گزرتے ہوئے اعتکاف کی نیت سے کچھ توقف کیا بیٹھا نہیں تو یہ بھی اعتکاف ہو گیا۔

[۳] شرط یہ ہے کہ دوسری مسجد میں جانے کی نیت سے نکلے اور کہیں توقف نہ کرے تو یہ نکلنا اور چلنا بھی اعتکاف مانا جائے گا۔ (مراقی)

[۴] پس اگر ایک ماہ کے اعتکاف کی منت مانی تھی اور بیس دن گذر چکے تھے کہ بلا کسی عذر نکل گیا تو منت پوری نہیں ہوئی دوبارہ از سر نو اعتکاف کرے۔ اور اگر مہینہ معین تھا مثلاً ماہ رجب کے اعتکاف کی منت مانی تھی اور بیس دن کے بعد نکل گیا تو اس صورت میں صرف باقی دس دن اعتکاف کرے گا۔ (ط)

لِلتجارة وكره الصّمت ان اعتقده قربة والتكلم الا بخير وحرم الوطء ودواعيه وَبطل بوطئه وبالانزال بدواعيه ولزمته الليالى ايضا بنذر اعتكاف ايام و لزمته الايام بنذر الليالى متتابعة وان لم يشترط التتابع فى ظاهر الرّواية ولزمته ليلتان بنذر يومين وصحّ نية النهر خاصّة دون الليالى وان نذر اعتكاف شهر ونوى النهر خاصّة او الليالى خاصّة لاتعمل نيته الا ان يصرّح بالاستثناء والاعتكاف مشروع بالكتاب والسنة وهو من اشرف الاعمال اذا كان عن الاخلاص ومن محاسنه انّ فيه تفريغ القلب من امور الدّنيا وتسليم النفس الى المولى وملازمة عبادته فى بيته والتحصّن بحصنه

چیزیں اس کی سوداگری[1] کی ہیں ان کا معاملہ کرنا مکروہ ہے۔

خاموش[2] بیٹھے رہنے کو اگر عبادت سمجھتا ہے تو مکروہ ہے اور اچھی باتوں کے سوا اور باتیں کرنا بھی مکروہ ہے۔ مجامعت اور جو چیزیں مجامعت کے لئے داعی اور محرک ہوں (اعتکاف میں) حرام ہیں۔

وطی کرنے سے اور اس انزال سے جو محرکات جماع کی وجہ سے ہوا اعتکاف باطل ہو جائے گا۔ دنوں کے اعتکاف کی نذر کرنے سے ان دنوں کی راتوں کا اعتکاف بھی لازم ہو جاتا ہے۔ اور راتوں کے اعتکاف کی نذر کرنے سے ان دنوں کا اعتکاف بھی واجب ہو جائے گا (ظاہر روایت کے بموجب) یہ دن اور راتیں مسلسل (لگاتار) ہونی چاہئیں اگرچہ لگاتار کی شرط نہ کی ہو۔

اگر دو روز کے اعتکاف کی نیت کی ہو، تو دو راتوں کا اعتکاف بھی اس پر لازم ہوگا۔ اور راتوں کے بغیر صرف دنوں کے اعتکاف کی نیت بھی صحیح ہو جاتی ہے۔ اگر ایک مہینہ کے اعتکاف کی نذر کی۔ اور خصوصیت سے صرف دنوں یا صرف راتوں کے اعتکاف کی نیت کی تو اس کی نیت کارآمد نہ ہوگی۔ ہاں اس صورت میں کہ اس استثناء کی صراحت کر دے۔

اعتکاف مشروع (شرعی چیز) ہے۔ اس کی شرعیت کا ثبوت کتاب اللہ سے بھی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بھی۔ اور وہ اشرف الاعمال ہے۔ بشرطیکہ نیت میں اخلاص ہو۔ منجملہ اعتکاف کی خوبیوں کے یہ ہے کہ اعتکاف میں امور دنیا سے دل کو خالی کرنا اور اپنے نفس کو اپنے مولیٰ کے سپرد کر دینا ہوتا ہے اور اس کی عبادت کی پابندی اور مواظبت خود اسی کے گھر میں۔ اور خود آقا اور مولیٰ کے قلعہ میں قلعہ بند اور محفوظ ہو جانا ہوتا ہے۔

---

[1] یعنی مسجد میں بیٹھ کر تجارت نہ کرے۔ البتہ اپنی ضرورت کی چیزیں خرید سکتا ہے۔ بشرطیکہ سودا مسجد سے باہر رہے۔ واللہ اعلم

[2] خاموش رہنا کسی سابق مذہب میں عبادت ہوگا۔ اسلام میں یہ عبادت نہیں۔

وقال عطاءٌ رحمه الله مثل المعتكف مثل رجل يختلف على باب عظيم لحاجة فالمعتكف يقول لا ابرح حتى يغفر لى وهذا ما تيسّر للعاجز الحقير بعناية مولاه القوى القدير الحمد لله الذى هدانا لهذا وما كنّا لنهتدى لولا ان هدانا الله وصلى الله على سيّدنا ومولانا محمّد خاتم الانبياء وعلى آله وصحبه وذرّيته ومن والاه ونسأل الله سبحانه متوسلين ان يجعله خالصًا لوجهه الكريم وان ينفع به النّفع العميم ويجزل به الثواب الجسيم

حضرت[1] عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ معتکف کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص کسی ضرورت سے کسی بڑے آدمی کے دروازے پر جا پڑ رہتا ہے، معتکف یہ عہد کر لیتا ہے کہ جب تک میری مغفرت نہ ہو جائے میں اس دروازہ سے نہیں ہٹوں گا۔

(مصنف نور الایضاح فرماتے ہیں) جو کچھ پیش کیا ہے یہ ایک ہدیہ ہے جو مولائے قوی قدیر کی عنایت سے اس عاجز کو میسر آیا۔

بہر حال حمد صرف اسی حضرت حق جل مجدہٗ کے لئے ہے۔ جس نے ہمیں اس خدمت کی جانب رہنمائی فرمائی۔ اگر خداوند عالم رہنمائی نہ فرماتے تو نا ممکن تھا کہ ہم راہ یاب ہو سکتے۔ اور خداوند عالم کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے سید و مولا محمد خاتم الانبیاء پر اور آپ کے اہل بیت صحابہ اور آپ کی ذریت پر اور ان تمام پر جنھوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امداد فرمائی۔ اور اللہ تعالیٰ شانہ سے درخواست ہے کہ اس رسالہ کو مخصوص طور پر اپنے لئے قرار دے اور اس کے ذریعہ عام نفع پہنچائے اور بہت بڑا ثواب عطا فرمائے۔ آمین[2]

---

[1] سیدنا حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، ابن عمر، ابو ہریرہ، ابو سعید خدری، حضرت جابر اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے شاگرد اور سیدنا و امامنا الاعظم حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے استاد ہیں۔ امام صاحب اکثر انھیں سے روایتیں نقل کرتے ہیں۔ (مراقی)

اسی سال کی عمر میں ۱۱۴ھ میں وفات پائی۔ واللہ اعلم

[2] مولانا حسن الشرنبلالی جو نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح دونوں کے مصنف ہیں تحریر فرماتے ہیں۔

نماز اور روزہ کے مسائل لکھنے کے بعد خیال ہوا کہ زکوٰۃ و حج کے مسائل کا بھی اضافہ کر دیا جائے۔ لہٰذا باقی حصہ میں یہ مسائل پیش کئے جاتے ہیں۔

كتاب الزكوٰة

هِيَ تَمْلِيْكُ مَالٍ مَخْصُوْصٍ لِشَخْصٍ مَخْصُوْصٍ فُرِضَتْ عَلٰى حُرٍّ مُسْلِمٍ مُكَلَّفٍ مَالِكٍ لِنِصَابٍ مِنْ نَقْدٍ وَلَوْ تِبْرًا اَوْ حُلِيًّا اَوْ اٰنِيَةً اَوْ مَا يُسَاوِيْ قِيْمَتَهٗ مِنْ عُرُوْضِ تِجَارَةٍ فَارِغٍ عَنِ الدَّيْنِ وَعَنْ حَاجَتِهِ الْاَصْلِيَّةِ نَامٍ وَلَوْ تَقْدِيْرًا وَشَرْطُ وُجُوْبِ اَدَائِهَا حَوَلَانُ الْحَوْلِ

کتاب الزکوٰۃ

شخص مخصوص کو مال مخصوص کا مالک بنانا زکوٰۃ کہلاتا ہے۔ زکوٰۃ[1] ہر آزاد مسلمان مکلف پر فرض ہے جو نقد کے نصاب[2] کا مالک ہو۔ (یہ نقد) خواہ (غیر مشکوک) سونا[3] چاندی ہو یا زیور یا برتن یا سامان تجارت کی کوئی ایسی چیز ہو جو نصاب کی قیمت کے برابر ہو۔ (یہ نصاب) قرض اور اس کی ضرورت اصلیہ سے فارغ (فاضل) ہو، نامی ہو[4] اگرچہ تقدیراً (نامی) ہو۔ نصاب اصلی پر سال بھر کا گزر جانا ادائیگی زکوٰۃ کے وجوب کے لئے

---

[1] زکوٰۃ کے لفظی معنی ہیں۔ پاکی، برکت، مدح، تعریف اور زکوٰۃ کو صدقہ بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ صدق ایمانی کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم

[2] نصاب یعنی ایک خاص مقدار۔ اس کی تشریح آگے آئے گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ

[3] خداوند عالم نے سونے چاندی کو زینت کے لئے نہیں بنایا ہے۔ بلکہ اس لئے بنایا ہے کہ ان کے ذریعہ تبادلہ ہو سکے۔ چنانچہ شریعت مطہرہ نے سونے چاندی کو ثمن (یعنی قیمت) قرار دیا ہے۔ لہذا ضروری ہے کہ اس کو کاروبار میں لگایا جائے۔ تاکہ مالک کا بھی فائدہ ہو اور دوسرے کام کرنے والوں کا بھی۔ ایک ہزار روپیہ زمین میں داب دینے سے اس کو بے کار کر دینا ہے۔ خداوند عالم کی اتنی بڑی نعمت کو معطل کرنا مخلوق الٰہی پر ظلم ہے۔ ایک ہزار کاروبار میں لگایا جائے۔ اگر ایک شخص بھی اس سلسلہ میں نوکر رہے تو ایک ہی کا کام چلے۔ حالاں کہ جو کاروبار بھی ہو اس کا فائدہ ایک حد تک محدود نہیں رہتا۔ اگر آپ کتابوں کی تجارت کرتے ہیں تو اس سے کاتبوں، کاغذ بنانے والوں، کاغذ فروخت کرنے والوں، جلد بندوں وغیرہ وغیرہ۔ غرض مختلف سلسلوں کے سینکڑوں انسانوں کو تھوڑا بہت نفع پہنچتا ہے اس سے بڑھ کر ظلم یہ ہے کہ خدا کی اس عظیم الشان نعمت کو محض چہرہ اور بدن کی دل کشی کے لئے استعمال کیا جائے۔ یا عشرت کدوں کی زیبائش کر دیا جائے لہذا شریعت مطہرہ نے ان تمام غیر وضعی چیزوں کو نظر انداز کر کے ہر صورت میں سونے چاندی پر زکوٰۃ مقرر کی ہے خواہ وہ مشکوک ہو یا غیر مشکوک زیور کی شکل میں ہوں۔ یا برتن کی صورت میں۔ اب اگر اپنی بچت مقصود ہے تو مالک اپنا روپیہ لامحالہ کاروبار میں لگا دے گا۔ ورنہ پھر شریعت کے قانون کے بموجب یہ دولت رفتہ رفتہ فقراء اور مساکین کے پاس پہنچا دی جائے گی۔ جو اس کے حاجتمند ہیں۔ جب رقم کا چالیسواں حصہ ہر سال زکوٰۃ میں صرف کیا جائے گا تو ظاہر ہے کہ چالیس پچاس سال میں وہ تمام رقم فقرا کے پاس پہنچ جائے گی۔ یہ ہے، اسلامی سوشلزم۔ واللہ اعلم

[4] نامی کے اصل معنی ہیں بڑھنے والا۔ تجارت کا مال یا مویشی تو حقیقتاً بڑھیں گے۔ اور سونا چاندی کو بہرحال بڑھنے والی دولت قرار دیا گیا ہے۔ خواہ اس کو

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

على النصاب الاصلي واما المستفاد في اثناء الحول فيضم الى مجانسه ويزكي بتمام الحول الاصلي سواء استفيد بتجارة او ميراث او غيره ولو عجل ذو نصاب لسنين صح و شرط صحة ادائها نية مقارنة لادائها للفقير او وكيله او لعزل ما وجب ولو مقارنة حكمية كما لو دفع بلا نية ثم نوى والمال قائم بيد الفقير ولا يشترط علم الفقير

شرط[۱] ہے۔ اور جو مال کہ درمیان سال میں فائدہ[۲] میں حاصل ہو گیا ہو اس کو اس کے ہم جنس (نصاب) کے ساتھ شامل کر دیا جائے گا۔ اور اصلی سال کے ختم پر تمام مال کی زکوٰۃ دی جائے گی خواہ مال مستفاد تجارت کے نفع میں حاصل ہوا ہو یا میراث کے ذریعہ سے یا اس کے علاوہ (کسی اور صورت سے حاصل ہوا ہو)۔

اور اگر صاحب نصاب چند سال کی زکوٰۃ پیشگی دے دے تو یہ بھی صحیح ہے اور ادائیگی زکوٰۃ کے صحیح ہونے کی شرط نیت ہے۔ یہ نیت فقیر کو زکوٰۃ ادا کرنے یا اپنے وکیل[۳] کو (رقم) زکوٰۃ دینے یا واجب[۴] مقدار کو علیحدہ کرنے کے ساتھ متصل ہونی چاہیئے۔ اگرچہ اتصال حکمی ہو۔

(اتصال حکمی کی مثال) یہ ہے کسی فقیر کو بغیر نیت کے (رقم) دیدی۔ پھر اس وقت کہ یہ رقم ابھی تک فقیر کے ہاتھ میں موجود تھی۔ زکوٰۃ کی نیت کر لی۔ صحیح تر مذہب کے بموجب فقیر کو یہ جاننا کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے شرط نہیں ہے۔

بقیہ حاشیہ ص ۱۸۲

کاروبار میں لگا کر بڑھایا گیا ہو یا زمین میں دفن کر کے محدود کر دیا گیا ہو۔ تقدیرًا نامی کا مطلب یہی ہے کہ اس کو بڑھنے والا قرار دیدیا گیا ہے۔ خواہ در حقیقت اضافہ ہو یا نہ ہو۔ واللہ اعلم

[۱] یعنی زکوٰۃ کی فرضیت تو اسی وقت سے ہو جاتی ہے جب سے نصاب کا مالک ہوتا ہے۔ البتہ اس کا ادا کرنا اس وقت فرض ہوگا جب سال پورا ہو جائے۔ اس اثنا میں اگر مال نہ رہے یا صاحب مال نہ رہے تو گنہگار نہیں ہوگا کیونکہ ابھی تک ادا کرنا اس کے اوپر فرض ہی نہیں ہوا تھا۔

[۲] فائدہ میں حاصل شدہ مال یعنی "مال مستفاد" یا اصل مال کے ہم جنس ہوگا یا نہیں۔ دونوں صورتوں میں وہ مال اول کا نتیجہ اور ثمرہ ہوگا۔ یا علیحدہ سے حاصل شدہ۔ اگر اصل مال کے ہم جنس ہو اور اس کا ثمرہ ہو مثلاً مویشی تھے جن کے بچے پیدا ہو گئے یا اصل مال کے ہم جنس تو ہے مگر ثمرہ نہیں مثلاً پہلے ہی اس کے پاس بکریاں تھیں اب اور بکریاں اس کو ترکہ میں مل گئیں یا کسی نے ہبہ کر دیں۔ ان دونوں صورتوں میں اس بعد کے حاصل شدہ مال کو پہلے مال کے ساتھ ملا کر ان کی زکوٰۃ ایک ساتھ ادا کی جائے گی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ حاصل شدہ مال ہم جنس نہیں مگر اس کو نتیجہ کہا جا سکتا ہے جیسے کسی کے پاس بکریاں تھیں وہ سب مر گئیں ان کی کھال نکلوا کر تجارت شروع کر دی۔ چوتھی صورت یہ کہ مال مستفاد نہ اصل مال کے ہم جنس ہو نہ اس کا نتیجہ ہو۔ مثلاً کسی کے پاس روپیہ تھا اب اس کو کسی نے بکریوں کا ایک نصاب مثلاً چالیس بکریاں دے دیں۔ ان دونوں صورتوں میں مال مستفاد کی زکوٰۃ علیحدہ دی جائے گی۔ پہلے مال کے ساتھ اس کو شامل نہیں کیا جائے گا۔ واللہ اعلم

[۳] مثلاً اپنے کارندہ یا مختار کو رقم نکال کر دیدی کہ مناسب طور پر فقراء مستحقین کو دے دے تو رقم نکالنے کے وقت نیت زکوٰۃ ضروری ہے دینے کے وقت اس کی یا کارندے کی نیت ہو یا نہ ہو۔

[۴] مثلاً زکوٰۃ کی رقم نکال کر علیحدہ بکس میں رکھدی تو یہاں بھی رقم علیحدہ کرنے کے وقت اگر نیت کر لی تھی تو ادا ہو گئی۔ واللہ اعلم

انّها زكوٰة على الاصحّ حتّٰى لو اعطاه شيئًا وسمّاه هبةً او قرضًا ونوى به الزكوٰة صحّت ولو تصدّق بجميع ماله ولم ينو الزكوٰة سقط عنه فرضها ۞ وزكوٰة الدين على اقسامٍ فانّه قويّ ووسطٌ وضعيفٌ فالقويّ وهو بدلُ القرض ومالُ التجارة اذا قبضه وكان على مقرٍّ ولو مفلسًا او على جاحدٍ عليه بيّنة زكاه لما مضٰى ويتراخٰى وجوبُ الاداء الٰى ان يقبض اربعين درهمًا ففيها درهمٌ لانّ ما دون الخمس من النصاب عفوٌ لا زكوٰة فيه وكذا فيما زاد بحسابه ۞ والوسط وهو بدلُ ما ليس للتجارة

چنانچہ اگر فقیر کو ہبہ یا قرض کے نام سے کچھ دیدیا اور زکوٰۃ کی نیت کر لی۔ یہ تو زکوٰۃ صحیح ہو جائے گی۔ اور اگر اپنا تمام[1] مال صدقہ کر دیا اور زکوٰۃ کی نیت نہیں[2] کی تو زکوٰۃ کا فرض ساقط ہو جائے گا۔ جو مال قرض پر دیدیا ہے اس کی زکوٰۃ کی چند قسمیں ہیں اور یہ تقسیم اس بنا پر ہے کہ قرض کی چند قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک قرض قوی۔ دوسرا قرض متوسط۔ تیسرا قرض ضعیف۔

قرض قوی وہ قرض ہے جو قرض کا بدلہ ہو (یعنی اس نے روپیہ دیا تھا۔ اس کو وصول کرنا ہے) یا مال تجارت کا بدلہ ہو اس کا حکم یہ ہے کہ جب اس قسم کے قرض کو وصول کرلے گا تو گزشتہ دنوں کی بھی زکوٰۃ دے گا[3] بشرطیکہ یہ قرض ایسے شخص پر ہو جس کو اس کا اقرار تھا اگرچہ وہ دیوالیہ ہو یا یہ قرض ایسے شخص پر ہو جو قرض سے منکر تھا مگر قرض خواہ کے پاس گواہ موجود تھے۔ اس قسم کے قرض کی زکوٰۃ کی ادائیگی کا وجوب چالیس درہم کی وصولیابی تک ملتوی رہے گا۔ جب چالیس درہم وصول کرلے گا تو ان میں ایک درہم ادا کرنا واجب ہو جائے گا۔ کیونکہ نصاب کے پانچویں حصہ سے کم عفو ہے۔ اس میں کوئی زکوٰۃ نہیں۔ چالیس[4] درہم سے زیادہ کا حکم بھی اس کے حساب کے بموجب یہی ہے۔

---

[1] اور اگر تمام مال نہیں صدقہ کیا بلکہ آدھا یا تہائی مال دے دیا تو اگر زکوۃ کی نیت نہیں کی تو زکوٰۃ اس کے ذمہ پر واجب رہے گی۔

[2] اور نذر یا ادا کفارہ وغیرہ یعنی اور واجب کی نیت بھی نہیں کی۔ لیکن اگر کسی اور واجب کی نیت کرلی۔ مثلاً منت اور نذر کے سلسلہ میں تمام رقم صرف کردی تو زکوٰۃ ادا نہ ہوئی بلکہ اس کے ذمہ پر باقی رہ گئی۔ واللہ اعلم

محمد میاں

[3] یعنی قرض قوی کے لئے دو شرطیں ہیں۔ (۱) مدیون کو اقرار ہو۔ (۲) مدیون منکر ہے مگر قرض خواہ کے پاس گواہ موجود ہیں۔ اقرار کی شکل میں اگر مقروض دیوالیہ بھی مان لیا جائے تب بھی اس قرض کو قرض قوی ہی کہا جائے گا۔

[4] اس عبارت کا ظاہری مفہوم تو یہ ہے کہ اگر مثلاً ۶۰ درہم وصول ہوئے تو ڈیڑھ درہم اور اگر ستر وصول ہوں تو پونے دو درہم واجب ہو جائیں گے چنانچہ صاحبین ؒ کا مسلک یہی ہے مگر امام صاحبؒ کے نزدیک چالیس درہم سے کم معاف ہے یعنی اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں لہٰذا اس عبارت کا مطلب ہوا کہ چالیس درہم سے زیادہ پر بھی یہی حکم رہے گا کہ جب مزید چالیس درہم وصول ہو جائیں گے تو ایک درہم زکوٰۃ کا واجب ہوگا۔ واللہ اعلم۔ (ط)

كثمن ثياب البذلة وعبد الخدمة ودار السكنى لا تجب الزكوة فيه ما لم يقبض نصابا ويعتبر لما مضى من الحول من وقت لزومه لذمة المشتري في صحيح الرواية والضعيف وهو بدل ما ليس بمال كالمهر والوصية وبدل الخلع والصلح عن دم العمد والدية وبدل الكتابة والسعاية لا تجب فيه الزكوة ما لم يقبض نصابا و

قرض متوسط۔ یعنی وہ قرض جو ایسی چیزوں کے بدلہ میں لازم ہو، جو تجارت کی چیزیں نہیں ہیں۔ جیسے استعمالی[1] کپڑوں کی قیمت یا خدمت کے غلام یا رہنے کے مکان کی قیمت۔ اس قرض میں جب تک ایک نصاب وصول نہ کرے زکوۃ واجب نہیں ہوتی۔ اور صحیح روایت کے بموجب سال کے گزرے ہوئے حصہ کا بھی اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی جب سے کہ مشتری کے ذمہ پر یہ قرض لازم ہوا تھا۔

قرض ضعیف یعنی ایسی چیز کا بدلہ جو مال نہیں جیسے مہر۔ وصیت[2] یا بدل خلع[3] کی رقم یا قتل عمد[4] کی صورت میں جس خوں بہا پر صلح ہو اس کی رقم یا دیت[5] کی رقم یا بدل[6] کتابت یا بدل[7] سعایت کی رقم۔ ان تمام

---

[1] مثلاً کسی شخص نے اپنے استعمالی کپڑے بیچ ڈالے جن کی قیمت ایک نصاب کے برابر تھی۔ اب ایک سال ہو گیا اور یہ رقم وصول نہیں ہوئی یا مثلاً خدمت کے لئے غلام تھا یعنی تجارتی غلام نہ تھا۔ یا رہنے کا مکان تھا اس کو ایک ہزار روپیہ میں بیچ دیا۔ یا اس کے بعد ایک سال گزر گیا رقم وصول نہیں ہوئی۔ ان صورتوں میں جب کم از کم ایک نصاب کی برابر رقم وصول ہو گی تب زکوۃ ادا کرنی ہو گی۔ اور سال کا آغاز بیچنے کے وقت سے لگایا جائے گا۔ چنانچہ اگر ایک سال بعد سو روپیہ وصول ہو جائیں تو فوراً ہی سال گزشتہ کے ڈھائی روپیہ دینے واجب ہوں گے۔ یہ نہیں کہ وصولی کے بعد سال ختم ہونے کا انتظار کیا جائے۔ (ط)

[2] یعنی کسی نے وصیت کی تھی کہ اس کے ترکہ میں سے سو روپیہ مثلاً زید کو دیئے جائیں۔ یہ رقم ایک عرصہ تک وارث کے پاس رہی اس نے اس کو نہیں دی۔

[3] مثلاً عورت نے شوہر سے اس شرط پر طلاق حاصل کی کہ اس کو ایک ہزار روپیہ دے گی۔ یہ رقم بدل خلع کہلائے گی۔

[4] اگر کسی کو قصداً دھار دار آلہ سے مار دیا تو اس کے بدلہ میں قاتل کو سزائے موت دی جائے گی جس کو شریعت میں قصاص کہتے ہیں۔ لیکن اگر مقتول کے وارث قاتل سے صلح کر کے موت کے بجائے کچھ رقم لے لیں تو یہ بھی جائز ہے خوں بہا سے یہی مراد ہے۔

[5] اگر قتل غلطی سے ہو گیا مثلاً شکار پر گولی چلائی تھی وہ کسی آدمی کو لگ گئی یا کسی شخص کے لاٹھی ماری یا پتھر مارا اتفاقاً وہ مر گیا اس کو قتل خطا کہتے ہیں۔ اس صورت میں سزائے موت نہیں بلکہ کچھ رقم ادا کرنی ہوتی ہے جس کو دیت کہتے ہیں۔

[6] زر خرید غلام کو لکھ دیا کہ اتنی رقم ادا کرنے پر آزاد ہو جاؤ گے یہ بدلِ کتابت کہلاتا ہے۔

[7] دو آدمیوں نے مل کر ایک غلام خریدا تھا پھر ایک شخص نے اپنے حصہ کے بموجب غلام کو آزاد کر دیا تو غلام مزدوری کر کے دوسرے شخص کے حصہ کی رقم ادا کرے گا۔ اس رقم کا نام بدل سعایت ہے۔

يَحُولُ عليهِ الحولُ بعدَ القبضِ وهٰذا عندَ الامامِ واوجبَا عن المقبوضِ مِنَ الدّيونِ الثلاثةِ بحسَابهٖ مُطلقاً، واذا قبضَ مَالَ الضّمارِ لاتجبُ زكوٰةُ السّنينَ الماضيةِ وَهوكَابقٍ وَمفقودٍ وَمغصُوبٍ ليسَ عليهِ بَيّنةٌ وَمَالٍ سَاقطٍ فى البحرِ وَمدفونٍ فى مَفازةٍ اودَارٍ عظيمَةٍ وقدْ نسِىَ مكانَهٗ وَمَاخوذٍ مُصادرةً وَمُودَعٍ عندَ منْ لا يعرفهٗ ودينٍ لابَيِّنةَ عليهِ وَلايجزىٔ عَنِ الزكوٰةِ دينٌ ابرىٔ عَنهُ فقيرٌ بنيّتِهَا وَصحّ دفعُ عوضٍ وَمكيلٍ وَموزونٍ عنْ زكوٰةِ النقديْنِ بالقيمَةِ وانْ ادّىٰ مِنْ

مطالبوں میں جب تک ایک نصاب وصول نہ کرے زکوٰۃ واجب نہ ہوگی۔ اور وصول[1] ہونے کے بعد سال گزرنے کا اعتبار ہوگا۔

یہ امام صاحبؒ کا مسلک ہے۔ اور صاحبینؒ نے تینوں قرضوں کے وصول شدہ حصّہ کی مطلقاً (یعنی قلیل کثیر کی قید کے بغیر) اُس[2] کے حساب کے بموجب زکوٰۃ واجب گردانی ہے۔ اور جب مال[3] ضمار وصول ہو تو گزشتہ برسوں کی زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی۔ (مال ضمار کی مثالیں آگے آتی ہیں) بھاگا ہوا غلام یا گمشدہ یا غصب کیا ہوا مال جس کے گواہ موجود نہ ہوں اور وہ مال جو دریا میں گر گیا ہے یا جو مال کسی بیابان میں دفن کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ فراموش ہوگئی یا جو مال کسی بڑی حویلی میں دبا دیا گیا تھا اور اس کی جگہ یاد نہیں رہی یا وہ مال جو تاوان[4] میں اس سے لے لیا گیا تھا۔ یا وہ مال جو کسی ایسے شخص کے پاس امانت رکھ دیا جس کو یہ نہیں پہچانتا۔ اور ایسا قرض جس کا کوئی گواہ نہیں (اس جیسے مال کو مال ضمار کہا جاتا ہے) وہ قرض[5] جس سے کوئی فقیر ادائے زکوٰۃ کی نیت سے بری کر دیا گیا ہو۔ زکوٰۃ کے سلسلہ میں کافی نہیں۔ ہر دو نقد (یعنی سونا چاندی) کی زکوٰۃ کے عوض میں اس کی (مقدار زکوٰۃ کی) قیمت کی برابر کسی سامان (مثلاً کپڑے یا برتن وغیرہ) یا مکیل[6] یا موزون[7] کا دیدینا درست ہے

---

[1] یعنی جب رقم وصول ہو اس وقت سے سال کا آغاز مانا جائے گا۔ وصولی رقم کے بعد اگر ایک سال گزر جائے اور رقم محفوظ ہے تو زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اور اگر درمیان سال ختم ہوگئی تو زکوٰۃ واجب نہیں۔

[2] یعنی جس قدر رقم وصول ہوتی رہے اس کی زکوٰۃ ادا کرتا رہے خواہ وصول شدہ رقم نصاب کے برابر ہو یا نہ ہو۔ اور خواہ نصاب کا پانچواں حصہ وصول ہو یا نہ ہو۔ البتہ بحر الرائق کی روایت کے بموجب صاحبین کے نزدیک بھی کتابت سعایت اور دیت کی رقم مستثنیٰ ہے یعنی ان تینوں قسم کی رقم وصول شدہ میں زکوٰۃ اس وقت واجب ہوگی جبکہ وصول شدہ نصاب کی برابر ہو اور وصولی کے بعد ایک سال تک فاضل رہے۔

[3] مال ضمار سے ہر ایسا مال مراد ہے جس کی وصول یابی دشوار ہو۔ (ط) اس کی مثالیں بعد کی سطروں میں ملاحظہ ہوں۔

[4] کسی حاکم نے جرمانہ کر دیا پھر اپیل کے بعد وہ رقم واپس ہوگئی یا بدمعاشوں نے کسی عزیز کو اغوا کر کے اس سے رقم وصول کر لی پھر کسی طرح یہ رقم واپس ہوگئی تو اس عرصہ کی جس میں یہ رقم اس کے پاس نہیں رہی زکوٰۃ واجب نہیں جب واپس ملے گی اس وقت سے زکوٰۃ واجب ہوگی۔

[5] یعنی قرض دینے کے وقت زکوٰۃ کی نیت نہیں تھی قرض دینے کے بعد زکوٰۃ کی نیت کر لی اس صورت میں زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔

[6] مکیل یعنی وہ چیزیں جن کا لین دین پیمانہ سے اندازہ کر کے ہوتا ہو۔ [7] موزون یعنی وہ چیزیں جن کا لین دین تول سے ہوتا ہو۔

عَيْنِ النَّقْدَيْنِ فَالْمُعْتَبَرُ وَزْنُهُمَا اَدَاءً كَمَا اعْتُبِرَ وُجُوْبًا وَتُضَمُّ قِيْمَةُ الْعُرُوْضِ اِلَى الثَّمَنَيْنِ وَالذَّهَبُ اِلَى الْفِضَّةِ قِيْمَةً وَنُقْصَانُ النِّصَابِ فِى الْحَوْلِ لَا يَضُرُّ اِنْ كَمَلَ فِىْ طَرَفَيْهِ فَاِنْ تَمَلَّكَ عَرْضًا بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ وَهُوَ لَا يُسَاوِىْ نِصَابًا وَلَيْسَ لَهٗ غَيْرُهٗ ثُمَّ بَلَغَتْ قِيْمَتُهٗ نِصَابًا فِىْ اٰخِرِ الْحَوْلِ لَا تَجِبُ زَكٰوتُهٗ لِذٰلِكَ الْحَوْلِ وَنِصَابُ الذَّهَبِ عِشْرُوْنَ مِثْقَالًا وَنِصَابُ الْفِضَّةِ مِائَتَا دِرْهَمٍ مِنَ الدَّرَاهِمِ الَّتِىْ كُلُّ عَشَرَةٍ

اور اگر خاص[1] نقدین سے (یعنی سونے کی زکوٰۃ میں سونا یا چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی) ادا کرنا ہے تو جس طرح وجوب زکوٰۃ میں ان کے وزن کا اعتبار ہے اسی طرح ادائے زکوٰۃ میں بھی وزن کا اعتبار کیا جائے گا۔ اور[2] سامانوں کی قیمت ہر دو ثمن (یعنی سونے یا چاندی) میں اور سونے کی قیمت چاندی کے ساتھ شامل کرلی جائے گی۔

سال کے اندر نصاب کا کم ہو جانا مضر نہیں۔ بشرطیکہ سال کے دونوں جانب میں نصاب کامل ہو۔ چنانچہ اگر کوئی شخص تجارت کی نیت سے کسی سامان کا مالک ہوا۔ اور وہ سامان نصاب کی برابر نہیں۔ اور[2] اس کے پاس اس کے سوا کوئی اور مال بھی نہیں۔ پھر ختم سال پر اس سامان کی قیمت نصاب کی حد کو پہنچ گئی تو اس مال میں اس سال کی زکوٰۃ واجب نہیں۔ سونے کا نصاب بیس مثقال[3] ہے اور چاندی کا نصاب دوسو درہم[4] ہے۔ یعنی وہ درہم[5] جن میں کے ہر دس درہم سات مثقال وزن کے ہوں اور جو رقم[6] ایک نصاب پر زائد ہو اور نصاب

---

[1] چند سطروں کے بعد بیان کیا ہے کہ چاندی کا نصاب دوسو درہم کے وزن کی برابر ہے جو ہندوستانی اوزان کے اعتبار سے ۵۲ تولہ ہوتا ہے۔ اور سونے کا نصاب بیس مثقال یعنی ساڑھے سات تولے۔ اب زکوٰۃ ادا کرنے میں اگر چاندی کی زکوٰۃ میں چاندی دی جارہی ہے تو وزن کے لحاظ سے چالیسواں حصہ دیا جائے گا۔ مثلاً کسی شخص کے پاس سو تولے چاندی ہے تو اس کی زکوٰۃ میں ڈھائی تولہ چاندی دینی ہوگی۔ ہندوستان کے موجودہ شرح سکہ کے بموجب ڈھائی تولہ چاندی کی قیمت مثلاً ایک روپیہ آٹھ آنہ ہوتی ہے۔ اب اگر چاندی کا ایک روپیہ اور چاندی کی ایک اٹھنی زکوٰۃ میں ادا کرے تو جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کا وزن صرف ڈیڑھ تولہ ہوگا۔ ہاں اگر ایک روپیہ آٹھ آنے کے پیسے یا غلہ یا کوئی اور چیز دے دے تو جائز ہو جائے گا خلاصہ یہ کہ سکہ کی قیمت کا شریعت میں اعتبار نہیں۔ لہٰذا اگر زکوٰۃ میں چاندی دی جارہی ہے تو ڈھائی تولہ چاندی دی جائے گی۔ اور چاندی کے سوا اور کوئی چیز زکوٰۃ میں دی جارہی ہے تو ڈھائی تولے چاندی کی قیمت کی برابر دی جائے گی۔ سونے کے متعلق بھی یہی حکم ہے۔

[2] یعنی سامان تجارت کی قیمت نصاب کی برابر نہیں ہے۔ مثلاً تیس تولہ چاندی کی قیمت کا کل سامان تجارت ہے اب اگر اس کے پاس بائیس تولہ چاندی ہے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔ کیونکہ سامان تجارت کی قیمت اور چاندی مل کر باون تولہ چاندی کی برابر ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر تیس تولہ چاندی ہے اور کچھ سونا ہے جس کی قیمت بائیس تولہ چاندی ہوتی ہے یہ دونوں مل کر باون تولہ چاندی ہو جاتی ہے لہٰذا زکوٰۃ واجب ہو جائے گی۔

[3] ایک مثقال ساڑھے چار ماشہ کا ہوتا ہے۔ بیس مثقال نوے ماشہ یعنی ساڑھے سات تولے۔

[4] صاع، دینار، مثقال اور درہم کے متعلق شیخ مخدوم ہاشم بن عبد الغفور سندھی کے اشعار قابل یادداشت ہیں جن کو حضرت علامہ مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری قدس اللہ سرہ العزیز کی تقریر ترمذی العرف الشذی علی جامع

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

مِنْهَا وَزْنُ سَبْعَةِ مَثَاقِيلَ وَمَا زَادَ عَلَى نِصَابٍ وَبَلَغَ خُمُسًا زَكَاهُ بِحِسَابِهِ وَمَا غَلَبَ عَلَى الْغِشِّ فَكَالْخَالِصِ مِنَ النَّقْدَيْنِ وَلَا زَكٰوةَ فِي الْجَوَاهِرِ وَاللَّآلِي اِلَّا اَنْ يَّتَمَلَّكَهَا بِنِيَّةِ التِّجَارَةِ كَسَائِرِ الْعُرُوضِ وَلَوْ تَمَّ الْحَوْلُ عَلٰى مَكِيلٍ اَوْ مَوْزُونٍ فَغَلَا سِعْرُهُ وَ

کے پانچویں حصہ کی برابر ہو جائے اس کی زکوۃ اس کے حساب کے بموجب دے گا۔ نقدین[۷] (یعنی سونے اور چاندی میں سے جو غش یعنی کھوٹ پر غالب ہو وہ خالص سونے اور خالص چاندی جیسا مانا جائے گا۔ جواہر اور موتیوں میں زکوۃ نہیں۔ مگر اس صورت میں کہ تجارت کی نیت سے ان کا مالک ہو جیسا کہ دوسرے سامانوں میں۔

اگر مکیل[۸] یا موزون پر (جو کسی کے ملک میں تھا) سال پورا ہو گیا۔ اب اس کا نرخ گراں ہو گیا۔ یا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۹۰

الترمذی میں نقل کیا گیا ہے۔ وہو ہذا۔

صاع کوفی ہست اے مرد فہیم
دو صد و ہفتاد تولہ مستقیم
درہم شرعی ازیں مسکیں شنو
کان سہ ماشہ ہست یک سرخہ دو جو
سرخہ سہ جو ہست لیکن پاؤ کم

اس کے بعد تحریر ہے۔

وقال القاضی ثناء اللہ پانی پتی ان نصاب الفضۃ اثنان وخمسون تولجۃ ونصاب الذہب سبع تولجات ونصفہا۔ والقاضی المرحوم من حذاق العلماء۔ (العرف الشذی ص۳۷)

[۵] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں تین قسم کے درہم رائج تھے۔ ایک وہ درہم جو ایک مثقال کی برابر ہوتا تھا۔ دس درہم دس مثقال کی برابر۔ دوسرے وہ درہم جو نصف مثقال کا ہوتا تھا یعنی دس درہم پانچ مثقال کی برابر، اور تیسری قسم کے دس درہم چھ مثقال کی برابر ہوتے تھے۔ عہد فاروقی میں یہ سوال پیش آیا کہ کس قسم کے درہم کو نصاب زکوۃ کے لئے معیار قرار دیا جائے تو ان تینوں قسموں کے درہموں کا تناسب نکالا گیا یعنی تینوں قسم کے دس دس درہم جن کا وزن ۲۱ مثقال ہوتا تھا ان کو تین پر تقسیم کر دیا گیا۔ اب ایک ایسی قسم نکلی جس کے دس درہم سات مثقال کے برابر ہوں اس کو اصطلاح فقہا میں وزن سبعہ کہا جاتا ہے اور اسی کو نصاب کا معیار قرار دیا گیا۔ اس حساب سے دو سو درہم ایک سو چالیس مثقال کے ہوں گے۔ یعنی چھ سو تیس ماشہ یعنی ساڑھے باون تولہ (شیخ مخدوم کے اشعار کے بموجب بھی تقریباً یہی وزن ہوتا ہے)۔ واللہ اعلم بالصواب

[۶] یعنی اگر دو سو درہم سے زیادہ رقم ہو تو زائد پر زکوۃ اس وقت واجب ہوگی جب اس کی تعداد نصاب کے پانچویں حصہ یعنی ۴۰ درہم کی برابر ہو جائے۔ جب چالیس درہم زائد ہو جائیں گے تو ایک درہم مزید واجب ہوگا۔ ہندوستانی اوزان کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔

[۷] یعنی اگر سونے یا چاندی کی کوئی چیز کسی دوسری دھات کی آمیزش کے ساتھ تیار کی گئی ہے تو اس صورت میں زائد کا اعتبار ہوگا۔ اگر سونا اور چاندی زائد ہے تو اس صورت میں اس چیز کو خالص سونے یا چاندی کی چیز کی حیثیت دی جائے گی آمیزش کا اعتبار نہ ہوگا۔ اور اگر آمیزش زیادہ ہے اور سونا یا چاندی تھوڑی ہے تو اس چیز کو سونے یا چاندی کی حیثیت نہ دی جائے گی بلکہ جو حکم اس دھات کا ہوگا جس کی آمیزش ہے وہی حکم اس پوری چیز کا ہوگا۔

واللہ اعلم

[۸] مکیل ہر ایسی چیز جس کا لین دین پیمانہ سے ہو۔ جیسے مٹی کا تیل یا عرق وغیرہ جس کا حساب کنستر یا بوتلوں سے ہوتا ہے۔ عرب میں گیہوں اور جو بھی پیمانے سے بکتے

بقیہ حاشیہ ۷ صفحہ ۱۹۲ پر

رخص فادّی من عینه ربع عشره اجزأه وان ادّی من قیمته تعتبر قیمته یوم الوجوب وهو تمام الحول عند الامام وقالا یوم الاداء لمصرفها ولا یضمن الزکوٰة مفرّطٌ غیر متلف فهلاك المال بعد الحول یسقط الواجب وهلاك البعض حصّته ویصرف الهالك الی العفو فان لم یجاوزه فالواجب علی حاله ولا تؤخذ الزکوٰة جبرًا ولا من ترکته الا ان یوصی بها فتکون من ثلثه ویجیز ابو

ارزاں ہوگیا۔ پس خاص اس چیز میں سے دسویں حصہ کا چوتھائی (یعنی چالیسواں حصہ) ادا کردیا تو جائز ہے۔ اور اگر اس کی قیمت میں سے ادا کرنا ہے تو امام صاحب کے نزدیک اس کی اس قیمت کا اعتبار کیا جائے گا جو وجوب زکوۃ کے دن تھی۔ یوم وجوب وہ دن ہے جس دن سال پورا ہو۔ اور صاحبینؒ فرماتے ہیں کہ مصرف زکوٰۃ (یعنی فقراء) کو جس روز ادا کر رہا ہے اس روز کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔ مفرط[1] (یعنی ادا فریضۂ زکوۃ میں سستی اور کوتاہی کرنے والا) جو متلف (یعنی جو مال کو برباد اور تلف کرنے والا) نہ ہو، زکوۃ کا ضامن نہ ہوگا۔ لہٰذا سال گزرنے کے بعد سارے مال کا ضائع ہوجانا واجب کو ساقط کردے گا۔ اور مال کے ایک حصہ کا ضائع ہوجانا اس کے بموجب زکوۃ کے حصہ کو ساقط کردے گا۔

ضائع ہونے[2] والے حصہ کو اول معافی کی طرف منصرف کیا جائے گا یعنی معافی میں سے محسوب کیا جائے گا۔ پس اگر معافی سے آگے نہیں بڑھا تو واجب بدستور باقی رہے گا۔ اور زکوۃ زبردستی وصول نہ کی جائے اور نہ ترکہ میں سے مگر اس صورت میں کہ مرنے والا وصیت کر جائے تب ترکہ کے ایک تہائی میں سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

---

[1] مفرّط تشدید را کے ساتھ سستی کرنے والا۔ اور تخفیف را کے ساتھ زیادتی کرنے والا۔ یعنی وہ شخص جو زکوٰۃ کی نیت کے بغیر سارا مال فقراء کو لٹا دیتا ہے۔ بہرحال اس موقعہ پر دونوں لفظوں کی گنجائش ہے کیونکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر سال ختم ہونے پر سستی کی وجہ سے زکوٰۃ ادا نہیں کی حتی کہ وہ تمام مال ہلاک ہوگیا تو زکوۃ ساقط ہوجائے گی۔ اگرچہ اس تاخیر کی بنا پر گنہگار ہوگا۔ نیز اگر سارا مال زکوۃ کی نیت کے بغیر فقراء کو دے دیا تو اس صورت میں بھی زکوۃ ساقط ہوجائے گی لیکن اگر اپنا مال قصداً ہلاک کردیا مثلاً دریا میں پھینک دیا تو اس صورت میں زکوۃ ساقط نہ ہوگی۔ واللہ اعلم (طحاوی۔ رد المحتار)

[2] سونے چاندی میں نصاب کامل کے بعد زائد رقم پر زکوۃ اس وقت واجب ہوگی جبکہ نصاب کے پانچویں حصہ کی برابر ہو مثلاً چاندی کا نصاب دوسو درہم ہے پھر اگر چالیس درہم (یعنی دوسو درہم کا پانچواں حصہ) زائد ہوجائیں گے تو ایک درہم واجب ہوگا۔ اس سے کم ۳۹ درہم تک عفو کہلاتا ہے۔ مسئلہ کا مطلب یہ ہے کہ اگر کچھ رقم ضائع ہوجائے تو اگر وہ عفو سے زائد ہے تب تو نصاب میں سے منہا کی جائے گی اور نہ عفو میں سے ہی منہا کی جائے گی۔ اور نصاب پر بدستور زکوۃ واجب رہے گی۔ مثلاً کسی کے پاس دوسو ۳۹ درہم تھے۔ اب اگر ۳۹ درہم ضائع ہوجائیں تو یہی مانا جائے گا کہ عفو ضائع ہوگیا۔ عفو کو نظر انداز کرکے دوسو درہم میں سے منہا نہیں کیا جائے گا البتہ اگر مثلاً چالیس درہم ضائع ہوجائیں تب ۳۹ درہم عفو کے اور ایک درہم نصاب میں سے منہا مانا جائے گا اور زکوۃ ساقط ہوجائے گی۔ یا مثلاً نوسو پچاس درہم میں سے چار سو چالیس درہم ضائع ہوگئے تو اول ایک سو پچاس درہم منہا کئے جائیں گے پھر وہ نصاب جو چھ سو سے آٹھ سو تک

يوسف الحيلة لدفع وجوب الزكوٰة وكرهها محمد رحمهما الله تعالىٰ۔

بابُ المصرف

هو فقير وهو مَن يملك ما لا يبلغ نصابا ولا قيمته من اي مال كان ولو صحيحا مكتسبا ۞ والمسكين وهو من لا شئ له والمكاتب والمديون الذي لا يملك نصابا ولا قيمته فاضلا عن دينه ۞ وفي سبيل الله وهو منقطع الغزاة او الحاج ۞ وابن السبيل وهو من له مال في وطنه وليس معه مال

وجوب زکوٰۃ کے ہٹانے کے لئے امام ابو یوسف حیلہ کو جائز قرار دیتے ہیں اور امام محمدؒ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے۔ رحمہما اللہ

باب مصرف زکوٰۃ

اُن کا بیان جن پر زکوٰۃ خرچ کرنی چاہیئے

مصرف زکوٰۃ (۱) فقیر ہے۔ فقیر وہ ہے جو اتنی چیز کا مالک ہو جو ایک نصاب نہیں اور نہ ایک نصاب کی قیمت کو پہنچتی ہے خواہ کوئی مال ہو۔ اور اگرچہ وہ تندرست کماؤ ہو۔ (۲) مسکین۔ اور مسکین وہ ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو۔ (۳) مکاتب[1] (۴) مقروض یعنی وہ شخص جو ایسے نصاب یا نصاب کی قیمت کا مالک نہ ہو جو اس کے قرض سے فاضل ہو (یعنی قرض سے فاضل نہ اس کے پاس کسی مال کا نصاب ہو اور نہ کوئی ایسی چیز ہو جس کی قیمت نصاب کے برابر ہو)۔ (۵) فی سبیل اللہ یعنی وہ شخص[2] جو غازیوں سے یا حاجیوں سے منقطع ہو گیا

بقیہ حاشیہ ص ۱۹۲

کا ہے منہا کیا جائے گا۔ پھر باقی نوے درہم چھ سو والے تین نصابوں میں سے منہا کئے جائیں گے۔ اب باقی رہے پانچ سو دس (۵۱۰) ان میں چار سو اسی پر دس درہم۔ باقی تیس عفو۔ واللہ اعلم

ا پورا سال گزرنے کے بعد اگر نصاب ضائع کیا تو زکوٰۃ اس کے ذمہ پر باقی رہے گی ساقط نہ ہوگی۔ لیکن اگر ختم سال سے پہلے ہلاک کر دیا تو چونکہ سال تمام کی شرط نہیں پائی گئی لہٰذا زکوٰۃ واجب ہی نہ ہوئی۔ اور سال تمام سے پیشتر حیلہ کے طور پر نصاب کو ہلاک کر دیا۔ مثلاً سونے کا نصاب تھا اس کو دے کر اونٹ لے لئے یا کسی دوسرے کو دے دیا۔ پھر اس کے بعد اس کو واپس لے لیا تو امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں کہ وہ مکروہ نہیں کیونکہ اس صورت میں کسی کا حق نہیں ضائع کیا گیا بلکہ وجوب حق سے بچاؤ کیا ہے اور محیط میں یہ ہے کہ یہی مسلک صحیح ہے لیکن امام محمدؒ اس کو مکروہ قرار دیتے ہیں۔ اور شیخ حمید الدین ضریریؒ نے کراہت کو مذہب مختار قرار دیا ہے کیونکہ اس صورت میں فقرا کو نقصان پہنچتا ہے اسی پر فتویٰ ہے۔ (رد المختار)

طحطاوی میں ہے کہ فرض کو ساقط کرنے کی غرض سے حیلہ کرنا یا بخل کی بنا پر ایسی صورت نکالنا کہ زکوٰۃ واجب ہی نہ ہو بالاجماع مکروہ تحریمی ہے۔

[1] ایسا غلام جس نے اپنے آقا سے طے کر لیا ہو کہ اتنی رقم ادا کر دینے پر وہ آزاد ہو جائے گا۔

[2] مثلاً کوئی لشکر یا حاجیوں کا کوئی قافلہ جا رہا تھا یہ شخص کسی ضرورت سے قافلے سے جدا ہوا اور پھر راستہ بھول گیا۔ یا کوئی اور صورت پیش آگئی کہ وہ قافلہ تک نہ پہنچ سکا۔

وَالعَامِلُ عليهَا يعطى قدرَمَا يَسَعُهُ واعوانهُ وَللمزكى الدّفع الى كلّ الاصنافِ وله الاقتصَار على واحد مع وُجود بَاقى الاصنَاف وَلا يصحّ دفعُها لكافر وَغنيّ يَملكُ نصَابًا اومَا يسَاوى قيمتهُ مِن ايّ مَال كانَ فاضِل عن حَوائجه الاصليّة وَطفل غنى وَبنى هَاشمٍ ومَواليهمْ واختار الطحاوىّ جواز دفعهَا لبنى هَاشمٍ واصل المزكى وَفرعه وَزوجته ومملوكه وَمكاتبه وَمعتق بعضه وكفن مَيّت وَقضاء دَينه وثمَن قنّ يعتق وَلودَفع بتحرّ لمن ظنه مصرفًا فظهَر بخلافِه اجزأهُ الا ان يَكونَ عبدهُ ومكاتبهُ وكره الاغناء وَهوَ ان يفضل للفقيرِ

(چھوٹ کر رہ گیا)۔ (۶) ابن سبیل یعنی وہ مسافر جس کے پاس اس کے وطن میں تو مال ہو لیکن اس کے ساتھ مال نہ ہو۔ (۷) عامل زکوٰۃ۔ یعنی وہ شخص جو حکومت کی جانب سے زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو۔

عامل کو اتنا دیا جائے گا جو اس کو اور اس کے مددگاروں (یعنی کارندوں اور سپاہیوں) کے لئے کافی ہو۔

زکوٰۃ[1] دینے والے کو ان اقسام میں سے ہر ایک قسم کو بھی زکوٰۃ دینی جائز ہے اور باقی اقسام کے موجود ہوتے ہوئے کسی ایک قسم کے مستحقین پر کفایت کر لینی بھی جائز ہے۔ کافر کو یا ایسے غنی کو جو نصاب کا یا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جو نصاب کی قیمت کی برابر ہو خواہ وہ کوئی مال ہو (بشرطیکہ یہ نصاب یا قیمت نصاب) اس کی اصلی ضروریات سے فاضل ہو۔ اور غنی کے بچہ کو اور بنی ہاشم[2] کو اور بنی ہاشم کے آزاد کردہ غلاموں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں۔ طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینے کے جواز کو اختیار کیا ہے (یعنی طحاویؒ کا فتویٰ ہے کہ بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔) نیز زکوٰۃ دینے والے کے اصول (ماں باپ، دادا دادی وغیرہ) اور زکوٰۃ دینے والے کے فروع (یعنی بیٹے، بیٹی، پوتے، پوتی وغیرہ) اور زکوٰۃ دینے والے کی بیوی اپنے مملوک غلام اپنے مکاتب اور ایسے غلام کو جس کا کچھ حصہ آزاد کر دیا گیا ہو (زکوٰۃ دینی جائز نہیں) میت کے کفن، میت کے قرضوں کی ادائیگی اور ایسے غلام کی قیمت میں جس کو (کفارہ وغیرہ میں آزاد کیا جائے گا) زکوٰۃ صرف نہیں کی جاسکتی۔ اگر اٹکل سے ایسے شخص کو زکوٰۃ دے دی جس کو مصرف (مستحق زکوٰۃ) گمان کر لیا تھا اس کے بعد اس کے برخلاف ظاہر ہوا تو اس کے لئے کافی[3] ہوگی۔ مگر یہ کہ خود اس کا غلام ہو یا اس کا مکاتب ہو۔

---

[1] ساتوں قسمیں جو بیان کی گئیں اگر ان میں سے صرف ایک قسم یعنی مثلاً مسکین یا مسافر تو موجود ہے۔ اور دوسری قسم کے آدمی موجود ہی نہیں، تب تو صرف موجود قسم کے لوگوں کو دینا بلاشبہ جائز ہے۔ لیکن اگر دوسری قسم کے لوگ موجود ہوں تب بھی صرف ایک قسم کے مستحقین کو مثلاً صرف مسافر کو یا مکاتب کو پوری زکوٰۃ دے دینی جائز ہے۔

[2] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد کا اسم گرامی عبداللہ پسر عبدالمطلب پسر عبدمناف پسر ہاشم ہے۔ ہاشم کی اولاد میں اور بھی خاندان ہیں مگر اس موقعہ پر بنو ہاشم سے صرف حضرت علی، حضرت جعفر، حضرت عقیل حضرت عباس، حضرت حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہم کی اولاد مراد ہوتی ہے۔

[3] یعنی اس کی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

نصاب بعد قضاء دینه وبعد اعطاء کلّ فرد من عیاله دون نصاب من المدفوع الیه والا فلا یکره ٭ وندب اغناؤه عن السؤال وکره نقلها بعد تمام الحول لبلد اٰخر لغیر قریب واحوج واورع وانفع للمسلمین بتعلیمه والافضل صرفها للاقرب فالاقرب من کل ذی رحم محرم منه ثم لجیرانه ثمّ لاهل محلته ثم لاهل حرفته ثم لاهل بلدته ٭ وقال الشیخ ابو حفص الکبیر رحمه الله لا تقبل صدقة الرجل وقرابته محاویج حتی یبدأ بهم فیسدّ حاجتهم

اور غنی بنا دینا مکروہ ہے (غنی بنا دینے سے یہ مراد ہے کہ) فقیر کو اتنی رقم دیدی جائے کہ اس فقیر کے ذمہ جو قرض ہے اس کو ادا کر دینے نیز اپنے اہل وعیال میں سے ہر فرد کو اس نصاب سے کم جو اس شخص کے پاس ہے جس کو یہ رقم دی گئی ہے، دے دینے کے بعد اس فقیر کے پاس ایک نصاب کامل بچ جائے (خلاصہ یہ کہ اتنی رقم ایک فقیر کو دے دینی مکروہ ہے کہ قرضوں کی ادائیگی اور اہل وعیال میں سے ہر شخص کو نصاب[1] کامل سے کم دینے کے بعد فقیر کے پاس نصاب کامل بچ جائے) اور اگر نصاب کامل نہ بچے تو مکروہ نہیں۔

اور فقیر کو سوال[2] سے مستغنی کرنا مستحب ہے

سال ختم ہونے کے بعد زکوٰۃ کا دوسرے شہر کی جانب منتقل کر دینا کسی ایسے شخص کے لئے جو رشتہ دار یا زیادہ محتاج یا زیادہ متقی یا تعلیم کے سلسلہ میں مسلمانوں کے لئے زیادہ نفع بخش نہ ہو مکروہ ہے۔ اور درجہ بدرجہ اپنے ذوی رحم محرم رشتہ داروں میں سب سے زیادہ رشتہ دار کو زکوٰۃ دینا افضل[3] ہے۔ پھر اپنے پڑوسیوں کو پھر اپنے محلہ والوں کو پھر اپنے ہم پیشہ کو پھر اپنے شہر والوں کو شیخ ابو حفص[4] کبیر رحمہ اللہ کا قول ہے کسی شخص کا صدقہ درانحالیکہ اس کے رشتہ دار ضرورت مند ہوں مقبول نہیں تا آنکہ ان رشتہ داروں سے شروع کرے اور ان کی ضرورت کو رفع کرے۔

---

[1] مختصر یہ کہ نصاب کامل اس کے پاس نہ بچنا چاہیئے نہ جن کو اس نے دیا ہے ان کے پاس نصاب پہنچنا چاہیئے۔

[2] یعنی مستحب یہ ہے کہ فقیر کو اتنا دے دیا جائے کہ اس روز اس کو سوال کی حاجت نہ رہے۔ مناسب یہ ہے کہ جس شخص کو زکوٰۃ دینا چاہتا ہے اس کے اہل وعیال اور قرض وغیرہ کی ضرورتوں کا لحاظ کرتے ہوئے زکوٰۃ دے۔ متفرق طور پر چند آدمیوں کو تھوڑا تھوڑا دینے کے مقابلہ میں ایک شخص کی ضرورتیں پوری کر دینا افضل ہے۔ (طحطاوی)

تنبیہ: جس شخص کے پاس ایک دن کی خوراک موجود ہے یا جو اپنی خوراک حاصل کر سکتا ہے مثلاً وہ تندرست ہے۔ اور دستکار یا مزدور جو کما کر روزی حاصل کر سکتا ہے اس کے لئے سوال کرنا ناجائز ہے اور جان بوجھ کر اس کو دینا بھی گناہ ہے۔ کیونکہ یہ معصیت پر اعانت ہے۔

[3] بشرطیکہ اس کو زکوٰۃ دینی جائز ہو۔ مثلاً یہ کہ ماں باپ یا اولاد میں سے نہ ہو۔ سید نہ ہو، کافر نہ ہو وغیرہ۔

[4] یعنی اول خویش بعدہ درویش۔ لہذا پہلے اپنوں کا حصہ ہے اس کے بعد دوسروں کا۔ مگر یہ کہ کوئی اہم ضرورت شرعی اعتبار سے اس کی مقتضی ہو کہ دوسروں کو مقدم کیا جائے۔ واللہ اعلم۔

باب صدقة الفطر

تجب على حرٍّ مسلمٍ مالكٍ لنصابٍ او قيمته وان لم يحل عليه الحول عند طلوع فجر يوم الفطر ولم يكن للتجارة فارغ عن الدّين وحاجته الاصلية وحوائج عياله والمعتبر فيها الكفاية لا التقدير وهى مسكنه واثاثه وثيابه

صدقہ فطر

صدقۂ فطر آزاد مسلمان پر جو نصاب[1] کا یا اس کی قیمت کا مالک ہو۔ اگرچہ اس نصاب پر سال نہ گزرا ہو۔ روزِ فطر کی صبح صادق کے طلوع کے وقت واجب ہوتا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ یہ مال تجارت کا ہو (البتہ یہ شرط ہے کہ) قرض اور اس کی اور اس کے اہل وعیال کی اصلی (لازمی) حاجت اور ضرورت سے فارغ ہو۔ ضرورت کے سلسلہ میں کافی[2] ہونے کا اعتبار ہے۔ فرض کر لینا معتبر نہیں۔

مکان، اثاث البیت (سامان مکان) کپڑے، گھوڑا، ہتھیار اور خدمت (کام کاج) کے

---

[1] نصاب کی تین قسمیں ہوتی ہیں۔ (۱) وہ نصاب جس میں نما (افزائش اور زیادتی) شرط ہے۔ زکوۃ اور مال نامی سے متعلق جس قدر احکام ہیں ان سب کا تعلق اسی قسم کے نصاب سے ہوتا ہے۔ (۲) وہ نصاب جس کی بنا پر چار حکم ثابت ہو جائیں۔

الف۔ زکوٰۃ لینا حرام ہو جائے

ب۔ قربانی اور

ج۔ صدقہ فطر واجب ہو جائے

د۔ قریبی رشتہ داروں کا نفقہ واجب ہو جائے۔

اس نصاب میں نہ یہ شرط ہے کہ تجارت کے ذریعہ سے نما یعنی افزائش ہو اور نہ سال کا گزرنا شرط ہے۔ (۳) وہ نصاب جس کی بنا پر مانگنا حرام ہو جائے۔

قسم اول اور قسم دوم کے نصاب کی مقدار دو سو درہم چاندی یعنی ساڑھے باون تولے چاندی یا ساڑھے سات تولے سونا یا اس کی قیمت کی چیزیں ہیں۔ اور تیسری قسم کے نصاب کی مقدار بعض علماء کے نزدیک تو یہ ہے کہ اس کے پاس ایک دن کی روزی موجود ہو۔ اور بعض علماء نے ۵۰ درہم بیان فرمائی ہے یعنی نصاب زکوۃ کی چوتھائی چاندی سونا یا اس کی قیمت کی چیزیں اگر اس کی ملک میں ہیں تو اس کے لئے سوال کرنا حرام ہے۔

[2] اصول فقہ کے اعتبار سے بعض عبادتوں میں تو صرف امکان شرط ہوتا ہے۔ مثلاً زکوۃ کے نصاب میں نما اور افزائش مال کا امکان شرط ہے یعنی یہ کہ سونا چاندی ہو یا دیگر سامان ہو تو اس میں تجارت کی نیت ہو۔ اس میں یہ ضروری نہیں کہ فی الواقع زیادتی ہوئی ہو۔ یا مثلاً سفر میں فرض کر لیا گیا ہے کہ تکلیف ہوتی ہے یہ ضروری نہیں کہ حقیقت میں تکلیف ہو۔ راحت وآرام سے سفر کرنے والا بھی اسی طرح قصر کرے گا۔ اور روزہ رمضان کے رکھنے نہ رکھنے کا اختیار رکھے گا جیسا کہ زحمت اور مشقت کے ساتھ سفر کرنے والا۔ اور بعض امور میں قدرت میسرہ شرط ہے۔ یعنی یہ کہ اس وقت اس کے پاس وہ سہولت موجود ہو جیسے مثلاً حج اس وقت فرض ہوتا ہے جبکہ اس کے پاس سفر خرچ اور بال بچوں کا نفقہ موجود ہو۔ یہاں امکان کافی نہیں۔ اسی اصول کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہاں پر بھی یہ شرط ہے کہ اس کے پاس اتنا مال ہو کہ وہ بال بچوں کی ضرورت اور اپنی لازمی ضرورت کے لئے فی الواقع کافی ہو رہا ہو۔ صرف کافی ہوسکنے کا امکان کافی نہیں۔ واللہ اعلم

وَفرسه وَسلاحهٗ وعَبيْدهٗ للخدمة فيخرجهَا عنْ نفسهٖ وَاولاده الصّغار الفقراء وَان كانوا اغنياء يخرجهَا من مَالهمْ ولاتجبُ على الجَدّ فى ظاهِر الرّواية واختيران الجَدّ كالاب عِندَ فقده اوفقره وَعنْ مماليكهٖ للخِدمة ومُدبّره وَامّ وَلده وَلوكفارًا لاعنْ مكاتبهٖ وَلاعنْ وَلده الكبيرْ وزوجتهٖ وقن مشترك وَابق الابعدَ عوده وكذا المغصُوبُ والمأسُورُ وهيَ نصْف صَاعٍ مِن بُرّ اوْ دقيقهٖ اوسَويقه اوصَاع تمر اوذبيب اوشِعير وَهوَ ثمانية ارطال بالعراقى

غلام لازمی ضرورتیں ہیں۔ پس صدقۂ فطر اپنی جانب سے، اپنے چھوٹے بچوں کی طرف سے جو فقیر ہوں ادا کرے گا۔ اور اگر بچے غنی[1] ہوں تو ان کے مال سے صدقہ فطر ادا کرے گا۔ ظاہر روایت کے بموجب پوتوں کا صدقہ فطر دادا پر واجب نہیں۔ اور مختار یہ ہے کہ باپ کے نہ ہونے یا باپ کے فقیر ہونے کی صورت میں دادا کا وہی حکم ہے جو باپ کا ہے۔ نیز اپنے مملوک غلاموں اور مدبر[2] غلام اور ام ولد[3] کی جانب سے بھی صدقہ فطر ادا کرنا ہوگا۔ اگرچہ یہ کافر ہی ہوں۔ مگر اپنے مکاتب کی جانب سے صدقہ نہیں ادا کرنا ہوگا۔ نہ بڑے (بالغ) لڑکے کی جانب سے نہ بیوی کی جانب سے اور نہ ایسے غلام کی جانب سے جو ساجھے کا ہو اور نہ بھاگے ہوئے غلام کی جانب سے مگر اس کے لوٹ آنے کے بعد۔ چھینے ہوئے غلام اور قیدی غلام کا بھی یہی حکم ہے (کہ جب تک واپس نہ آجائیں ان کی طرف سے صدقہ[4] فطر ادا کرنا نہیں ہوگا۔)

صدقہ فطر گیہوں، گیہوں کے آٹے، گیہوں کے ستو کا آدھا صاع (دینا ہوگا) اور چھوارے کشمش یا جو کا ایک صاع۔ آٹھ رطل[5] عراقی کا ایک صاع ہوتا ہے

---

[1] مثلاً اس کو ترکہ میں یا وصیت کے ذریعہ سے مال مل گیا جس سے وہ خود مالک نصاب ہوگیا تو اس صورت میں اس کے مال میں سے صدقہ فطر ادا کیا جائے گا

[2] مدبر وہ غلام ہے جس سے کہدیا گیا کہ میرے مرنے کے بعد یا فلاں کام ہوجائے تو اس کے بعد تو آزاد ہے

[3] ام ولد وہ باندی ہے جس سے اس کے آقا نے اولاد حاصل کی ہو۔

[4] البتہ واپس آنے پر بیچ کے دنوں کا صدقہ فطر ادا کرنا پڑے گا۔

[5] طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ ایک رطل ایک سو پانچ درہم کا ہوتا ہے۔ آٹھ رطل ایک ہزار چالیس درہم کے اور جبکہ ایک درہم تقریباً ساڑھے تین ماشہ کا ہوتا ہے تو ایک ہزار چالیس درہم تقریباً تین سو تین تولہ کے ہوں گے۔ لیکن پہلے گزر چکا ہے کہ شیخ مخدوم ہاشم بن عبد الغفور سندھی کی تحقیق یہ ہے کہ ایک صاع دو سو ستر تولہ کا ہوتا ہے۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری قدس سرہ العزیز نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ لیکن صدقہ فطر اگر زیادہ دے دیا جائے تو بہتر ہی ہے۔

فائدہ: جن چیزوں کے متعلق تصریح نہیں وارد ہوئی ان کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔

فائدہ: صدقہ فطر کے وہی مستحق ہیں جو زکوۃ کے۔ چنانچہ غیر مسلم کو صدقہ فطر دینا صحیح مسلک کے بموجب جائز نہیں۔ واللہ اعلم

وَيجُوز دفع القيمة وَهِيَ افضل عند وجدان مَا يحتاجه لانها اسرع لقضاء حاجة الفقير وان كان زمن شدّة فالحنطة والشعير ومَا يؤكل افضل من الدّراهم وَوقت الوجوب عِندَ طلوع فجر يوم الفطر فمَن مَات او افتقر قبله او اسلم او اغتنىٰ او ولد بعده لا تلزمه ويستحبّ اخراجها قبل الخروج الى المصلّى وصحّ لو قدّم او اخّر والتاخير مكروهٌ ويدفع كل شخص فطرته لفقير واحد واختلف في جواز تفريق فطرة واحدة علىٰ اكثر من فقير ويجوز دفع مَا علىٰ جماعة لواحد على الصحيح وَالله الموفق للصّواب

اور (مذکورہ بالا چیزوں کی) قیمت کا دینا بھی جائز ہے اور یہی افضل ہے۔

جبکہ فقیر کو وہ چیز (جنس) جس کی اس کو ضرورت ہے مل سکے. کیونکہ (ان چیزوں کی قیمت) فقیر کی حاجت کو جلدی پورا کر سکتی ہے۔ اور اگر زمانہ قحط کا ہو تو گیہوں اور جَو اور جو چیزیں کھائی جاتی ہیں وہ درہم سے افضل ہوں گی۔

عید الفطر کے صبح صادق کے طلوع ہونے کا وقت صدقہ فطر کے وجوب کا وقت ہے۔ چنانچہ جو شخص اس سے پہلے مر جائے یا فقیر ہو جائے یا اس کے بعد مسلمان ہو یا غنی (یعنی مالک نصاب) ہو یا جس کی ولادت صبح کے بعد ہو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں۔

عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر نکالنا مستحب ہے۔ اور اگر مقدم یا مؤخر کر دے تب بھی درست ہے (یعنی صدقہ فطر ادا ہو جائے گا مگر) دیر کرنا مکروہ ہے۔

ایک شخص اپنا فطرہ ایک ہی شخص کو دے (دو تین پر تقسیم نہ کرے) ایک فطرہ کو ایک فقیر سے زائد پر تقسیم کرنے کے جواز میں اختلاف ہے۔

ایک جماعت پر جو صدقہ فطر واجب ہوتا ہے وہ ایک شخص کو دے دینا صحیح مسلک کے بموجب جائز ہے۔ واللہ الموفق للصواب

كتاب الحج

هو زيارة بقاع مخصوصة بفعل مخصوص فى اشهره وهى شوّال وذو قعدة وعشر ذى الحجة فرض مرّة على الفور فى الاصحّ وشروط فرضيّته ثمانية على الاصحّ الاسلام والعقل والبلوغ والحرّيّة والوقت والقدرة على الزاد ولو بمكة بنفقة وسط والقدرة على راحلة مختصّة به او على شق محمل بالملك والاجارة لا الاباحة والاعارة لغير اهل مكة ومن حولهم اذا امكنهم المشى

کتاب الحج

چند مخصوص جگہوں کی خاص فعل کے ساتھ حج کے مہینوں میں زیارت کرنے کا نام "حج" ہے۔ اشہر حج، (حج کے مہینے) شوال اور ذوالقعدہ کے تمام مہینوں اور ذی الحجہ کے دس روز کو کہتے ہیں۔ حج تمام عمر میں ایک مرتبہ علی الفور[1] فرض ہوتا ہے۔ صحیح مذہب۔

حج فرض ہونے کی آٹھ شرطیں ہیں۔ صحیح مذہب۔ (۱) اسلام (۲) عقل (۳) بلوغ (۴) آزادی (۵) وقت[2] (۶) متوسط خرچ کے لحاظ سے توشہ پر قادر ہونا اگرچہ وہ مکہ ہی میں رہتا ہو (۷) اور جو لوگ مکہ مکرمہ میں نہیں رہتے ان کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ ملکیت یا کرایہ کے طور پر ایسے اونٹ کی سواری پر قادر ہوں جو خاص ان کے لئے ہی ہو یا محمل کے ایک حصہ پر قادر ہوں اور اباحت[3] اور عاریت (یعنی مانگنے) کے طور پر قادر ہوجانے کا اعتبار نہیں۔

---

[1] علی الفور واجب ہونے سے یہ مراد ہے کہ جس سال حج واجب ہو اسی سال ادا کرنا واجب ہے اگر اس سال ادا نہ کرے گا تو اگلے سال ادا کرنے کو قضا نہیں کہا جائے گا کیونکہ تمام عمر میں جب ادا کرے گا تب ہی ادا ہوگا قضا ہوگا ہی نہیں کیونکہ حج کا وقت تمام عمر ہے۔ البتہ اسی سال حج ادا نہ کرنے سے گنہگار ہوگا۔

[2] یعنی عرفات میں قیام کرنے اور طواف زیارت کا وقت جو ۹؍ ذی الحجہ کے دوپہر سے ۱۱ ذی الحجہ تک ہوتا ہے اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ اتنا وقت ملے کہ وہ حج کے موقعہ پر پہنچ سکے۔ یہ مختلف مقامات کے لحاظ سے مختلف ہوگا۔ پس اگر یکم ذی الحجہ کو مصارف وغیرہ کے جملہ شرائط مہیا ہوگئے مگر وہ مکہ معظمہ نہیں پہنچ سکا تو اس پر اس سال حج فرض نہیں ہے۔ اگر وہ بالفرض وفات پا جائے تو گنہگار نہیں ہوگا۔

[3] جائز کردینا۔ چنانچہ اگر بیٹا اپنے ماں باپ کے لئے مباح کردے تو باپ کے لئے فرض نہیں کہ وہ اس کو قبول کرے کیونکہ شرائط وجوب کا حاصل کرنا فرض ہے۔

بالقدم والقوة بلا مَشقّةٍ والا فلابدّ مِنَ الراحِلة مُطلقا وتلك القدرة فاضلة عنْ نفقته وَنفقةِ عيَاله الی حِينَ عوْده وعما لابدّ منهُ كالمنزِل وَاثاثه وَ آلات المحترفينْ وَقضاء الدّيْن وَيشترط العلم بفرضيّة الحج لمَن اسلم بِدار الحرب او الكونُ بدار الاسلام وشروط وجوب الاداء خمسَة على الاصحّ صحّة البدَن وَزوَالُ المانِع الحِسّيّ عن الذّهَاب لِلحجّ وامنُ الطريق وَعدم قيام العدة

اور جو لوگ مکہ کے نواح میں رہتے ہیں ان پر حج اس وقت فرض ہوگا جبکہ پاپیادہ اپنی طاقت سے چل کر حج کر لینا ان کے لئے ممکن ہو۔ اور اگر بلا مشقت پیدل چل کر نہ پہنچ سکیں تو مطلقاً سواری ضروری ہوگی۔ اور یہ قدرت (یعنی توشہ اور خرچ پر جو قدرت ہو وہ) اس کے بال بچوں کے اس کے لوٹ آنے کے وقت تک کے خرچ سے فاضل[1] ہونی چاہیئے۔ نیز ان چیزوں سے بھی فاضل ہونی چاہیئے جو ضروری ہیں جیسے مکان[2] اور گھر کا سامان (ضروری اسباب) اور پیشہ والوں (دست کاروں) کے اوزار (آلات) اور ادائیگی قرض (وغیرہ) اور جو شخص کہ دار الحرب میں اسلام لایا (جس کو تفصیلی طور پر فرائض کا معلوم کرنا ناممکن تھا اس کے لئے حج کی فرضیت کا معلوم ہونا بھی شرط ہے۔ ورنہ صرف دار الاسلام میں ہونا۔[3]

(گزشتہ شرطیں فرضیت حج کی تھیں یعنی ان کے پائے جانے کے بعد حج فرض ہو جائے گا۔ اب یہ سوال باقی رہا کہ ادا کرنا کب فرض ہوگا اور اس کے لئے کیا کیا شرطیں ہیں؟ اس کے متعلق ارشاد ہے) صحیح مذہب کی بنا پر وجوب ادا کی پانچ شرطیں ہیں۔ (۱) بدن کا صحیح و سالم (اور تندرست) ہونا۔ (۲) حج کے لئے جانے سے "مانع حسی" کا زائل ہونا[4] (۳) راستہ کا مامون ہونا[5] (۴) عورت کے لئے عدت کا نہ رہنا[6] (۵) اور

---

[1] یعنی بال بچوں کے کھانے، پینے، رہنے اور کپڑے کے خرچ سے بچا ہوا آمد و رفت کا سفر خرچ اگر اس کے پاس موجود ہو تب حج فرض ہوگا۔

[2] بوسیدہ مکان کی مرمت بھی ضروریات میں داخل ہے۔

[3] یعنی دار الاسلام میں رہتے ہوئے علم نہ ہونا اور نہ جاننا معتبر نہ ہوگا۔ کیونکہ جب علم حاصل کرنے کے سامان مہیا اور موجود تھے۔ تو اب نہ جاننا اس کی کوتاہی ہے اس صورت میں ہندوستان کو مسائل شرعیہ کی واقفیت کے لحاظ سے دار الاسلام کا حکم دیا جائے گا۔ یہاں دینی علم حاصل کرنے کے لئے وہ اسباب اور ذرائع موجود ہیں جو بہت سی اسلامی حکومتوں میں نہیں۔ مولوی ہونا فرض نہیں ہے لیکن دین کے ضروری مسئلوں کو جاننا اور اپنے زیر اثر لوگوں کو سکھانا تو ضروری ہے۔ اس صورت میں جو لوگ نہیں جانتے یہ ان کی غفلت ہے۔ خدا مسلمانوں کو اس مہلک غفلت سے محفوظ رکھے۔ آمین (مترجم)

[4] مانع حسی مثلاً قید خانہ میں محبوس ہے یا کسی ظالم حکومت کا کوئی آرڈی ننس نافذ ہے۔ (طحطاوی)

[5] اس کا معیار یہ ہے کہ اکثر آدمی صحیح و سالم لوٹ کر آتے ہوں اگرچہ اس میں ان کو رشوت دینی پڑے۔ (طحطاوی)

[6] یعنی اگر اس کا شوہر مر گیا ہو یا طلاق دیدی ہو تو جس وقت تک وہ عدت میں رہے گی اس وقت تک حج واجب نہ ہوگا۔ ایسے ہی جب تک کوئی محرم ساتھ چلنے والا نہ ملے گا حج واجب نہ ہوگا۔

وخروجُ محرمٍ وَلومنْ رَضاعٍ اومصَاهرَةٍ مسْلمٍ مَامُونٍ عَاقِلٍ بَالغٍ اوزوجٍ لامرأة فی سَفرٍ وَالعبرَةُ بغلبَة السَّلامةِ برًّا وبحرًا علی المفتی بهٖ ویصحُّ اداءُ فرض الحج باربعَة اشیَاءَ للحرِّ الاحرام والاسْلام وهُما شرطان ثم الاتیان برکنیهٖ وهما الوقوف محرمًا بعرفات لحظة منْ زوَال یوم التاسع الی فجر یوم النحر بشرط عدم الجماع قبلهٗ محرمًا والرکنُ الثانی هواکثر طواف الافاضةِ فی وقتهٖ وَهومَا بعَد طلوع فجر النحرِ۔

ایسے شخص کا ساتھ میں چلنا جس سے نکاح کرنا ہمیشہ کے لئے حرام ہو (خواہ یہ حرمت نکاح) رضاعت کے باعث ہو یا سسرالی تعلقات کی وجہ سے (جیسے داماد اور خوشدامن)

اور وہ شخص مسلمان مامون[۱] عاقل[۲] بالغ ہو۔ یا عورت کا خاوند ہو (عورت کے ساتھ ایسے محرم یا خاوند کا ہونا) ہر سفر میں شرط ہے اور مفتی بہ مذہب کے مطابق جنگل اور دریا کے سفر میں غلبہ سلامت (یعنی اکثر صحیح سالم واپس آجانے کا) اعتبار ہے۔

اور فریضہ حج کا ادا کرنا چار چیزوں کے (کر لینے سے) آزاد شخص کے لئے صحیح ہو جاتا ہے۔ (۱) احرام (۲) اسلام۔ اور یہ دونوں شرطیں ہیں۔ پھر حج کے دونوں رکنوں کا ادا کرنا۔ اور وہ دو رکن (۳) حالت احرام میں مقام عرفات میں (کم از کم) ایک لحظہ کے لئے نویں تاریخ (ذی الحجہ) کے زوال کے وقت سے یوم النحر (دسویں تاریخ) کی صبح صادق کے وقت تک ٹھیر جانا اس شرط کے ساتھ کہ اس سے پہلے حالت حرام میں یعنی احرام باندھنے کے بعد سے جماع[۳] نہ کیا ہو۔ اور دوسرا رکن[۴] (۴) وہ طواف[۵] افاضہ[۶] کا اکثر حصہ (طواف افاضہ کے بعد) وقت میں ادا کرنا۔ اور (اس کا وقت) یوم النحر (دسویں تاریخ) کی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے[۷]

---

[۱] مامون سے مراد یہ ہے کہ اس کی جانب سے اطمینان ہو۔ وہ بدمعاش نہ ہو جس کی بدخلقی کا ایسی حالت میں بھی خوف ہو۔

[۲] مراحق بھی بالغ کا حکم رکھتا ہے۔ (جوہرہ بحوالہ طحطاوی)

[۳] اور اگر کہیں خدانخواستہ جماع کر لیا تھا تو اس کا حج فاسد ہوگا اور اس پر فرض ہوگا کہ وہ اس سال حج کے تمام کام کرے لیکن اگلے سال اس کو پھر حج کرنا ہوگا۔

[۴] چار چیزوں کی چوتھی چیز

[۵] طواف کے معنی گھومنے کے ہیں۔ اصطلاحاً خانہ کعبہ کے گرد سات مرتبہ گھومنے کو طواف کہتے ہیں۔ اور ایک چکر کو یعنی ایک مرتبہ گھومنے کو شوط کہتے ہیں۔ جبکہ ایک طواف میں سات شوط ہوں گے تو ظاہر ہے کہ طواف کا اکثر حصہ کم از کم چار شوط کو کہا جائے گا۔ (منہ)

[۶] اس طواف کو طواف زیارت طواف فرض اور طواف یوم النحر بھی کہتے ہیں۔ (منہ)

[۷] طواف افاضہ کا آخری وقت ساری عمر ہے لیکن واجب یہ ہے کہ ایام نحر ۱۰، ۱۱، ۱۲ تاریخ میں کر لیا جائے۔ اگر تاخیر کی تو دم واجب ہوگا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ واللہ اعلم

وَواجبات الحجّ انشاء الاحرام مِنَ الميقاتِ ومَدّ الوقوف بعرفاتٍ الى الغروبِ والوقوفُ بالمزدلفةِ فيمَا بعدَ فجرِ يومِ النحرِ وَقبل طلوع الشمسِ وَرميُ الجمارِ وَذبح القارن والمتمتعِ والحلق وتخصيصُه بالحرم وايام النحرِ وتقديم الرميُ على الحلق ونحر القارن والمتمتعِ بَينهُمَا وايقاع طواف الزّيارة فى ايام النحر والسعيُ بينَ الصفا والمروة فى اشهُر الحجّ وحصُولهُ بعدَ طوافٍ مُعتدٍ بهِ والمشيُ فيه لمنْ لا عُذرَ لهُ وَبداءَة السعى مِنَ الصَفا وَطواف الوداع وَبداءَة كل طوافٍ بالبيتِ مِنَ الحجرُ الاسْودِ وَالتيامنُ فيهِ وَالمشيُ فيهِ لمَن لا عذرَ لهُ والطهارة مِنَ الحدَثيْن

اور حج کے واجب یہ ہیں۔ (۱) میقات[1] سے احرام کا شروع کرنا۔ (۲) وقوف بعرفات (عرفات میں ٹھیرنے) کو غروب تک دراز کرنا (یعنی آفتاب ڈوبنے تک مقام عرفات میں ٹھیرے رہنا)۔ (۳) یوم النحر (دسویں تاریخ) کی صبح صادق کے بعد اور آفتاب نکلنے کے درمیانی (وقت میں) مزدلفہ میں ٹھیرے رہنا۔ (۴) جمروں[2] پر رمی کرنا (یعنی کنکریں پھینکنا۔ تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ)۔ (۵) قارن اور متمتع[3] کا (قربانی کے جانور کو) ذبح کرنا (۶) سر منڈوانا (یا سر کے بال کٹوانا قینچی یا مشین سے) (۷) اور اس کو (سر منڈوانے یا بال چھٹوانے کو) خاص حرم میں اور ایام نحر میں کرنا[4] (۸) رمی جمار (کنکریوں کے پھینکنے کو) حلق (یعنی سر منڈوانے) سے پہلے کر لینا۔ (۹) اور قارن اور متمتع کا حلق اور رمی جمار کے درمیانی وقت میں قربانی کرنا[5] (۱۰) طواف زیارت (تفصیل آئندہ انشاء اللہ) کا ایام نحر میں واقع کرنا۔ (۱۱) اشہر حج (حج کے مہینوں میں) صفا اور مروہ[6] کے درمیان دوڑنا (تفصیل آئندہ انشاء اللہ)۔ (۱۲) اور اس سعی کا ایسے طواف کے بعد ہونا جس کا اعتبار کیا جا سکے۔ (۱۳) اور جس شخص کو (کوئی معقول) عذر نہ ہو اس کو پا پیادہ اس میں چلنا (یعنی اس سعی کو پیادہ ادا کرنا)۔ (۱۴) صفا سے سعی کا شروع کرنا۔ (۱۵) طواف وداع (رخصتی طواف) (۱۶) اور طواف بالبیت (یعنی بیت اللہ کے گرد ہر طواف) کو حجر اسود سے شروع کرنا۔ (۱۷) اور تیامن (یعنی داہنے ہاتھ سے شروع کرنا[7] (۱۸) اور طواف میں پیدل چلنا (جس کو عذر نہ ہو)۔ (۱۹) دونوں حدث

---

[1] میقات اس خاص جگہ کا نام ہے کہ جس مقام پر پہنچ کر احرام باندھنا ضروری ہوتا ہے اور وہاں سے احرام باندھے بغیر آگے چلنا ناجائز ہوتا ہے۔ تفصیل بڑی کتابوں میں ملاحظہ ہو۔

[2] تین کھمبے کھڑے ہیں جن پر کنکریں پھینکنی ہوتی ہیں ان میں سے ہر ایک کو جمرہ کہتے ہیں۔ جمار جمع ہے۔

[3] تفصیل آگے آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

[4] ایام نحر دس گیارہ بارہ ذی الحجہ کو کہتے ہیں۔

[5] ترتیب یہ ہے پہلے رمی جمار پھر ذبح پھر حلق یاد رکھنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ ترتیب لذح ہے۔

[6] صفا و مروہ دو پہاڑیاں تھیں اب ٹیلے رہ گئے ہیں۔ پہاڑیوں کی صورت نہیں رہی۔

[7] پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا جائے گا پھر طواف شروع ہوگا۔ داہنی طرف سے شروع کرنے کا مطلب یہ ہے کہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہوئے جس طرح آپ کھڑے ہیں آپ اپنی داہنی جانب کو چلئے اسی طرف جب آپ مڑیں گے تو خانہ کعبہ کا دروازہ آپ کے

وَستر العورۃ واقلّ الاشواطِ بعد فعل الاکثر من طواف الزیارۃ وترك المحظورات کلبس الرّجل المخیط وستر راسہٖ وَوجھہٖ وسَتر المرأۃ وجھھا والرّفثِ والفسُوق والجدال وقتل الصّیدِ وَالاشارۃ الیہِ وَالدّلالۃِ علیہِ ۔ وسُنن الحج منھا الاغتسَالُ ولو لحَائضٍ وَنفسَاءَ اوالوضوءُ اذا ارادَ الاحرامَ ولبُس ازارٍ ورداءٍ جدیدین ابیضَین وَالتطیّبُ وصَلوٰۃ رکعتین وَالاکثار من التلبیۃِ بعد الاحرامِ رافعًا بھا صَوتہٗ متٰی صَلّی او علا شرفًا او ھبَطَ وادیًا اولقی رکبًا و بالاسحَار وَتکریرُھا کلما اخذ فیھا والصّلوٰۃ علی النّبیّ صَلی اللہ علیہ وسلم وسُؤال الجنّۃِ وصحبۃ الابرار والاستعاذۃ من النّار والغسل لدخول مکۃ ودُخولھا من باب المعلاۃ نھارًا والتکبیرُ وَ

سے پاک ہونا۔ (۲۰) ستر ڈھانپنا۔ (۲۱) طواف[1] زیارت کے اکثر شوط (چکر) کو ایام نحر میں ادا کرنے کے بعد کم (یعنی تین شوط) ادا کرنا۔ (۲۲) ممنوع چیزوں کا چھوڑ دینا جیسے مرد کے لئے سلے ہوئے کپڑے کا پہننا اور (مرد کے لئے) سر کا اور چہرہ کا ڈھانپنا۔ اور عورت کے لئے (صرف) چہرہ کا ڈھانپنا (ممنوع ہے سر کا ڈھانپنا منع نہیں بلکہ ضروری ہے) اور رفث یعنی عورتوں کے سامنے فحش کلام کہنا فسوق یعنی گناہ[2] اور جدال یعنی لڑنا اور شکار[3] کا قتل کرنا اور شکار کی طرف اشارہ کرنا اور اس کی طرف (کسی دوسرے شکاری کی) رہنمائی کرنا یہ سب ممنوع ہیں۔

حج کی سنتیں

منجملہ سنن حج کے غسل کرنا ہے اگرچہ عورت کو حیض یا نفاس ہی ہو، ورنہ وضو جبکہ وہ احرام باندھنے کا ارادہ کرے۔ (۲) اور ازار (تہبند) اور چادر کا پہننا جو نئے ہوں اور سپید ہوں۔ (۳) خوشبو لگانا (۴) دو رکعت نفل پڑھنا۔ (۵) احرام باندھنے کے بعد تلبیہ کو کثرت سے کہنا۔ آواز بلند کر کر کے جبکہ وہ نماز پڑھے یا کسی بلندی پر چڑھے یا کسی پست زمین پر اترے یا قافلہ سے ملے۔ اور صبح کے وقت (یعنی ان اوقات میں تلبیہ کو کثرت اور زور سے کہے) جس وقت بھی تلبیہ کہنا شروع کرے تو اس کو بار بار کہنا (کم از کم تین تین مرتبہ کہنا ہے) (۷) اور ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود شریف پڑھنا۔ (۸) اور جنت کا اور نیک آدمیوں کی صحبت کا کثرت سے سوال کرنا اور کثرت کے ساتھ دوزخ سے پناہ مانگنا۔ (۹) مکہ مکرمہ (زادہا اللہ شرفاً وعظمۃً) میں داخل ہونے کے وقت غسل کرنا۔ اور مکہ مکرمہ میں باب معلاۃ (خاص دروازہ کا نام ہے) سے دن کے وقت داخل ہونا۔ (۱۱) اور خانہ کعبہ کی زیارت کے وقت بیت اللہ کی جانب اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ

---

[1] چونکہ اکثر کو کل کا حکم دیا جاتا ہے لہذا ایام نحر میں چار شوط ادا کرنے کے بعد طواف کی فرضیت تو ساقط ہو جائے گی البتہ تکمیل کے لئے باقی تین شوط کا کرنا واجب ہوگا۔

[2] گناہ ہمیشہ گناہ ہے اور برا ہے۔ مگر یہ ایسا ہے جیسے مسجد میں گناہ کرنا اور باہر گناہ کرنا۔

[3] یعنی جنگل کا شکاری جانور کیونکہ دریا کے جانوروں کا جیسے مچھلی وغیرہ کا شکار کرنا منع نہیں۔

التہلیلُ تِلقاءَ البیتِ الشریفِ وَالدّعاءُ بِمَا احبَّ عِندَ رؤیتِہٖ وھوَ مستجابٌ وَطوافُ القدومِ وَلوفی غیرِ اشھرِ الحجّ والاضطِباعُ فیہِ والرّملُ ان سَعٰی بَعدَہٗ فی اشھُرِ الحجّ والھَروَلۃ فیما بینَ المیلین الاخضرین للرّجَال وَالمشیُ علٰی ھینَۃٍ فی باقی السَعیِ والاکثارُ مَنَ الطوافِ وَھوَ افضلُ مِن صَلوٰۃِ النفل للاٰفاقی والخطبۃ بَعدَ صَلوٰۃِ الظھرِ یومَ سَابعِ الحجّۃِ بمَکۃَ وھی خطبۃ واحِدَۃ بلا جُلوسٍ یُعَلّمُ المناسکَ فیھَا والخروجُ بعدَ طلوعِ الشمسِ یومَ الترویَۃِ منْ مَکۃَ لمنی والمبیتُ بھَا ثمّ الخروجُ منھَا بعدَ طلوعِ الشمسِ یومَ عرفۃَ الی عرفاتٍ فیخطبُ الامامُ بعدَ الزوَال قبل صَلوٰۃِ الظھرِ وَالعصرِ مجموعۃ جمعَ تقدیمٍ معَ الظھرِ خطبتین یجلسُ بَینھُمَا والاجتھَادُ فی التضرّعِ والخشوعِ والبکاءِ بالدّموعِ والدّعاءِ لِلنّفسِ

کہنا۔ (۱۲) اور زیارت بیت اللہ کے وقت جو چیز محبوب ہو اُس کی دعا مانگنا (کیونکہ اس وقت) دعا قبول کی جاتی ہے۔ (۱۳) اور (مکہ میں نہ رہنے والوں کے لئے) طواف قدوم اگرچہ حج کے مہینوں (اشہر حج) کے علاوہ میں ہی ہو۔ (۱۴) اور طواف میں اضطباع[1] اور رمل[2] بھی مسنون ہوتا ہے اگر اس کے بعد اشہر حج میں سعی کرنا ہو۔ (۱۵) اور میلین اخضرین (دو سبز کھنبے ہیں جو صفا اور مروہ دونوں پہاڑیوں کے درمیان کھڑے ہیں) کے درمیان ہرولہ یعنی تیزی کے ساتھ چلنا (مگر یہ حکم) مردوں کے لئے ہے (عورتیں اپنی رفتار سے چلتی رہیں گی) اور باقی سعی میں ہینۃ اور نرمی اور سکون سے چلنا۔ (۱۶) اور طواف کو اکثر کرتے رہنا۔ اور آفاقی کے لئے طواف کرنا نفل نماز سے افضل ہے۔ (۱۷) اور ذی الحجہ کی ساتویں تاریخ کو مکہ مکرمہ میں ظہر کی نماز کے بعد امام (یعنی افسر کے لئے) خطبہ یعنی تقریر کرنا اور یہ خطبہ بغیر درمیان میں بیٹھنے کے ایک ہی خطبہ ہوگا۔ اس تقریر میں لوگوں کو حج کے طریقے اور فرائض سکھلائے۔ (۱۸) ترویہ کے دن (یعنی آٹھویں تاریخ کو) آفتاب نکلنے کے بعد مکہ معظمہ سے منیٰ کی طرف روانہ ہونا۔ (۱۹) اور منیٰ میں رات گزارنا۔ (۲۰) پھر منیٰ سے عرفہ کے دن (یعنی نویں تاریخ ذی الحجہ کو) آفتاب نکلنے کے بعد عرفات کی طرف چلے جانا۔ (۲۱) (پس عرفات میں پہنچ کر) امام دو خطبے (یعنی دو تقریریں) کرے گا جن کے درمیان بیٹھے گا۔ (۲۲) (یہ خطبے زوال کے بعد ہوں گے۔ ظہر نیز عصر کی نماز سے پہلے۔ (۲۳) اس حال[3] میں کہ (عصر کی نماز) ظہر کے ساتھ ساتھ جمع تقدیم یعنی اپنے وقت سے مقدم کر کے پڑھی جائے گی۔ (۲۴) اور نیز ان دونوں مجمعوں میں تضرع اور خشوع اور آنسوؤں کے ساتھ رونے میں اور خود اپنے لئے اور والدین

---

[1] اضطباع کی تفسیر یہ ہے کہ چادر کو داہنے ہاتھ کے نیچے سے یعنی داہنی بغل میں سے نکال کر بائیں مونڈھے پر ڈالنا۔

[2] اور رمل سے مراد یہ ہے کہ سینہ نکال کر اکڑ کر چلنا یہ تین چکروں میں ہوگا۔ باقی چار شوط میں نہیں ہوگا۔

[3] حاصل یہ ہے کہ اس روز ظہر اور عصر کی نمازیں ساتھ ساتھ پڑھی جائیں گی۔ اور ظہر کی نماز سے پہلے امام دو خطبے پڑھے گا۔ منہ

وَالوالدين وَالاخوان المؤمنينَ بماشاءَ مِنْ امرِ الدارين فی الجمعين وَالدّفع بالسكينةِ والوقار بعد الغروب مِنْ عرفاتٍ وَالنزولُ بمزدلفة مرتفعًا عن بَطنِ الوادی بقرب جبَل قزحَ والمبيت بها ليلة النحر وبمنیٰ ايّام منیٰ بجميع امتعته وكرهَ تقديمُ ثقله الیٰ مكة اذذاك ويجعلُ منیٰ عن يمينه ومكة عن يساره حالة الوقوفِ لرمی الجمار وكونهٗ راكبًا حالة رمی جمرة العقبةِ فی كل الايام ماشيًا فی الجمرة الاولی التی تلی المسجد وَالوسطیٰ والقيام فی بطن الوادی حالة الرمی وكونُ الرمی فی اليوم الاوّل فيما بينَ طلوع الشمسِ وزوالها وفيما بينَ الزوال وغروب الشمسِ فی باقی الايام وكرهَ الرمیُ فی اليوم الاوّل والرابع فيما بينَ طلوع الفجر والشمس وكره فی الليالی الثلاثِ وصحّ لانّ الليالی كلها تابعة لما بعدها من الايّام الا

اور تمام مسلمان بھائیوں کے لئے دین اور دنیا کے کاموں میں سے جس کی آرزو ہو اس کی دعا کرنے میں کوشش کرنا۔ خوب دل سے دعا کرنا۔ (۲۵) اور پھر غروب آفتاب کے بعد سکون اور وقار[1] کے ساتھ عرفات سے روانہ ہونا۔ (۲۶) اور مقام مزدلفہ میں بطن وادی سے اوپر ہٹ کر جبل قزح[2] کے نزدیک اترنا۔ (۲۷) اور لیلۃ النحر یعنی ذی الحجہ کی دسویں شب کو مزدلفہ ہی میں گزارنا۔ (۲۸) اور ایام منیٰ میں (یعنی رمی کے دنوں میں جب تک کہ جمروں پر کنکریں پھینکی جاتی مسنون ہیں یعنی دس گیارہ بارہ تاریخ (ماہ ذی الحجہ) میں اپنے تمام سامانوں کے ساتھ (منیٰ میں ہی رہنا) اور اپنے سامان کو مکہ میں ان دنوں میں پہلے سے بھیجدینا مکروہ ہے۔ (۲۹) اور یہ بھی مسنون ہے کہ رمی جمار کے لئے کھڑے ہونے کے وقت منیٰ کو اپنی دہنی جانب اور مکہ کو اپنی بائیں جانب کرلے۔ (۳۰) اور نیز (مسنون ہے) تمام دنوں میں جمرہ عقبیٰ پر رمی کرنے کے وقت سوار ہونا اور جمرۂ اولیٰ اور جمرۂ وسطیٰ پر رمی کرنے کے وقت پیادہ ہونا اور جمرۂ اولیٰ وہ (کھنبا) ہے جو مسجد خیف کے نزدیک ہے[3] (۳۱) اور رمی کے وقت بطن وادی میں کھڑا ہونا۔ اور اول دن طلوع شمس اور زوال کے درمیان رمی کا ہونا اور باقی دنوں میں زوال اور غروب کے درمیان اور اول اور چوتھے روز صبح صادق سے طلوع آفتاب تک رمی کرنا مکروہ مانا گیا ہے۔ اور تینوں راتوں میں رمی کرنا بھی مکروہ ہے لیکن اگر رمی کرلی جائے

---

[1] یعنی بھاگ دوڑ، دھکم دھکا اور شور وغوغا ہو۔ واللہ اعلم

[2] قُزَحْ بضم اول وبعدش فتح بروزن عُمَر۔ غیر منصرف است بوجہ علمیت وعدل از قازح بمعنی مرتفع۔

[3] یہ پہلے گزر چکا ہے کہ منیٰ کے میدان میں تین کھنبے ہیں جن میں سے ہر ایک کو جمرہ کہتے ہیں۔ اب یہ بھی خیال رکھنا چاہیئے کہ ان کے نام یہ ہیں۔ جمرۂ اولی۔ جمرۂ وسطیٰ۔ جمرۂ عقبیٰ۔ جمرۂ اولیٰ وہ جمرہ ہے جو مسجد خیف کے قریب ہے۔ اس کے بعد کے جمرہ کا نام جمرۂ وسطیٰ ہے (یعنی درمیان کا جمرہ) اور آخری جمرہ کا نام جمرہ عقبیٰ ہے۔ عقبیٰ کے معنی آخری کے ہیں۔

اللیلۃ التی تلی عرفۃ حتی صحّ فیہا الوقوف بعرفاتٍ وہی لیلۃ العید ولیالی الرمی الثلاث فانہا تابعۃ لما قبلہا والمباح من اوقاتِ الرمی ما بعد الزوال الی غروب الشمس من الیوم الاوّل وبہذا علمت اوقات الرمی کلہا جوازا وکراہۃ واستحبابا ومن السنۃ ہدی المفرد بالحج والاکل منہ ومن ہدی التطوع والمتعۃ والقران فقط ومن السنۃ الخطبۃ یوم النحر مثل الاولی یعلم فیہا بقیۃ المناسک وہی ثالثۃ خطب الحج وتعجیل

توصحیح ہے کیونکہ[1] تمام راتیں ان دنوں کے تابع ہوتی ہیں جو ان کے بعد آنے والے ہیں مگر صرف وہ رات جو یوم عرفہ کے متصل ہے (یعنی ۹ ذی الحجہ کے بعد کی رات ۹ ذی الحجہ کے تابع ہے) چنانچہ اس شب میں وقوف بعرفات (عرفات میں ٹھیرنا) صحیح ہوتا ہے۔ (حالانکہ عرفہ کا دن گزارنے کے بعد ہوتی ہے) اور یہی رات عید کی رات ہے (یعنی نویں دسویں کی درمیانی شب (پس یہ رات نو اور دس دونوں کی مشترک رات ہے) اور تینوں جمروں پر رمی کرنے کی راتیں (یعنی گیارہویں اور بارہویں اور تیرہویں شب) یہ راتیں اپنے ماقبل دنوں کے تابع ہیں اوقات رمی میں سب سے مباح وقت اول دن (یعنی دس ذی الحجہ کو) زوال کے بعد سے آفتاب غروب ہونے کے وقت تک ہے اور اس بیان سے رمی کے جائز مکروہ اور مستحب اوقات معلوم ہو گئے[2] (۳۲) نیز مسنون ہے مفرد بالحج (تفسیر آئندہ انشاء اللہ) کا ہدی (یعنی کوئی جانور ذبح[3] کرنا اور فقط[4] نفلی ہدی اور متعہ اور قران کی ہدی میں سے کھانا جائز ہے۔ (۳۳) اور سنت ہے خطبہ (تقریر کرنا) یوم النحر میں پہلے خطبہ کی طرح اس میں لوگوں کو حج کے باقی ارکان اور اس کے طریقے سکھائے۔ اور یہ خطبہ حج کے خطبوں میں تیسرا خطبہ ہے۔

---

[1] مصنف کی غرض یہ ہے کہ شریعت میں رات کو دن سے پہلے مانا گیا ہے۔ مثلاً جمعہ کی رات پہلے آئے گی دن بعد کو، اس قاعدہ کی بنا پر لازم آتا ہے کہ عرفہ اور رمی کی بھی راتیں پہلے ہوں اور دن بعد کو ہوں مگر مصنف فرماتے ہیں کہ ان ایام میں یہ بات نہیں۔ چنانچہ نویں تاریخ یوم عرفہ ہے۔ عام قاعدہ کے لحاظ سے نویں شب ہی شب عرفہ ہونی چاہیئے مگر دسویں رات جو عید کی رات کہلاتی ہے وہ شب عرفہ ہے اسی طرح رمی کے تینوں دن پہلے ہوں گے اور ان کے بعد ان کی رات آئے گی۔

[2] یعنی رمی کے چار دن ہوتے ہیں۔ اول یوم نحر، دسویں تاریخ پھر اس کے بعد کے تین دن۔ پس اول دن میں رات کو رمی کرنا تو ناجائز ہے۔ صبح صادق کے آفتاب نکلنے کے وقت تک مکروہ اور آفتاب طلوع ہو جانے کے بعد سے زوال تک مستحب اور زوال کے بعد سے غروب تک مباح یعنی جائز ہے نہ مسنون نہ مکروہ اور پھر غروب کے بعد صبح صادق تک مکروہ ہے۔ اور دوسرے اور تیسرے دن میں طلوع آفتاب سے زوال تک جائز نہیں اور زوال کے بعد سے غروب تک مسنون ہے اور غروب کے بعد سے صبح صادق تک مکروہ۔ اور چوتھے دن صبح صادق سے طلوع آفتاب تک مصنف کے قول کے مطابق مکروہ ہے اور اس کے بعد امام صاحب کے نزدیک تمام دن جائز ہے۔ باقی زوال سے پہلے مکروہ ہے اور صاحبین کے نزدیک زوال سے پہلے وقت ہی نہیں، زوال کے بعد ہی کرنی ہوگی۔ واللہ اعلم (کذا فی المطولات)

[3] یعنی جن جانوروں کی قربانی جائز ہے ان میں سے کسی کو ذبح کرنا۔

[4] ان کے ماسوا جو جنایۃ اور خطا وغیرہ کے سلسلہ میں ذبح واجب ہوگا اس کا کھانا اس کے لئے جائز نہیں۔

النفر اذا ارادہٗ من مِنیٰ قبل غروب الشمس من الیوم الثانی عشر وان اقام بھا حتّٰی غربت الشمس مِن الیوم الثانی عشر فلا شیٔ علیہ وقد اساء وان اقام بمِنیٰ الٰی طلوع فجر الیوم الرابع لزمہٗ رمیہٗ ومن السُّنۃ النزول بالمحصّب ساعۃً بعد ارتحالہٖ من مِنیٰ وشربُ ماء زمزم والتضلّعُ مِنہ واستقبال البیت والنظرُ الیہِ قائمًا وَ الصّبُّ مِنہُ علٰی راسہٖ وسائر جسدہٖ وھو لما شرب لہٗ من امور الدنیا والاٰخرۃ وَ مِن السُّنۃ التزام الملتزم وھو ان یّضع صدرہٗ ووجہہٗ علیہِ والتشبّث بالاستار ساعۃ داعیًا بما احبّ وتقبیل عتبۃِ البیت ودخولہٗ بالادب والتعظیم ثمّ لم یبق علیہ الا اعظمَ القربات وھی زیارۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم واصحابہٖ فینویھا

---

(۳۴) اور نیز مسنون ہے کہ جب منیٰ سے بارہویں تاریخ کو کوچ کرنے کا ارادہ کرے تو غروب آفتاب سے پہلے ہی کوچ[1] کرے اور اگر منیٰ میں ٹھیر جائے حتیٰ کہ بارہویں دن کا آفتاب غروب ہو جائے تو تب بھی اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا ہاں برا کرے گا (یعنی مکروہ ہے) اور اگر چوتھے دن (یعنی یوم النحر اور دسویں تاریخ سے چوتھے دن یعنی تیرہویں تاریخ کی صبح صادق تک منیٰ میں ٹھیرا رہا تو اس کو اس دن کی رمی کرنا ہوگی[2] (۳۵) اور نیز مسنون ہے منیٰ سے کوچ کرنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے محصب[3] میں اترنا۔ (۳۶) نیز مسنون ہے زمزم کا پانی پینا۔ (۳۷) خوب کوکھیں بھر کر (سیراب ہوکر) پینا۔ (۳۸) پینے کے وقت خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے کھڑا ہونا۔ (۳۹) اور اس کی طرف دیکھتے رہنا۔ اور یہ تمام افعال اس صورت میں ہوں کہ وہ کھڑا ہوا ہو۔ (۴۰) اور اس میں سے تھوڑا سا پانی سر پر اور تمام بدن پر ڈالنا۔ اور آب زمزم[4] (کی برکت سے) وہ مقصد (انشاء اللہ پورا ہو جائے گا) جس کے لئے کہ وہ پیا جائے خواہ دنیاوی مقصد ہو یا اخروی۔ (۴۱) اور یہ بھی مسنون ہے کہ ملتزم کا (یعنی بیت اللہ کے اس حصہ کا جو بیت اللہ کے دروازہ اور حجر اسود کے درمیان ہے) التزام[5] کرے اور التزام سے مراد یہ ہے کہ اپنے سینہ اور اپنے منہ کو اس پر (ملتزم پر) رکھے۔ (۴۲) اور نیز مسنون ہے (کم از کم) تھوڑی دیر کے لئے خانہ کعبہ کے پردوں کا تھامنا (چنگل مارنا) اس حالت میں کہ وہ اس چیز کی دعا مانگ رہا ہو جو اس کو محبوب ہو اور جو اس کی مراد ہو۔ (۴۳) اور بیت اللہ کی چوکھٹ کو بوسہ دینا۔ (۴۴) اور بیت اللہ میں ادب اور تعظیم سے داخل ہونا۔ اب اس کے بعد اس پر کوئی فریضہ (حج کے متعلق) باقی نہیں رہا۔ ہاں ایک قربت ایک ثواب کی چیز اور ایک عبادت باقی رہ گئی جو سب سے بڑی عبادت اور سب سے زیادہ ثواب کا کام اور سب سے زیادہ قربت خداوندی کو پیدا کرنے والی چیز ہے یعنی اعلیٰ حضرت

---

[1] اور جلدی کرنا کوچ کا جبکہ ارادہ کرے کوچ کا منیٰ سے پہلے غروب ہولے آفتاب کے بارہویں تاریخ کے۔ (ترجمہ لفظی)

[2] لیکن جیسا کہ پہلے گزرا اس روز زوال سے پہلے بھی رمی بلاکراہت جائز ہے۔

[3] محصب ایک مقام کا نام ہے۔

[4] وہ واسطے اس چیز کے ہے جس کے لئے وہ پیا جائے دنیا اور آخرت کے کاموں میں سے۔ (ترجمہ لفظی)

[5] التزام۔ چمٹنا۔ (منہ)

عِندَ خروجه من مكة مِنْ بَاب سَبيكة مِنَ الثنية السفلى وَسَنذكرُ للزيارة فصلًا على حدته ان شاء الله تعالى ؞

(**فصلٌ فى كيفيّة ترتيب افعال الحجّ**) اذا اراد الدّخول فى الحجّ احرم من الميقات كرابغ فيغتسل او يتوضأ والغسل وهو احبّ للتنظيف فتغتسل المرأة الحائض والنفساء اذا لم يضرّها ويستحبّ كمال النظافة بقصّ الظفر والشارب ونتف الابط وحلق العانة وجماع الاهل والدّهن ولو مطيبًا ويلبس الرّجل ازارا ورداءً جديدين او غسيلين والجديد الابيض افضل ولا يزرّه ولا يعقده ولا يخلله فان فعل كره ولا شئ عليه وتطيب وصلّ ركعتين وقل اللهمّ انى اريد الحجّ فيسّره لى وتقبله منى ولبّ دبر صلوتك تنوى

مرجع تقدس سرور کائنات خاتم الانبیاء صلوٰت اللہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً ابداً ابداً دائماً کے مرقد پاک کی اور آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات مقدسہ کی زیارت متبرکہ۔

پس چاہیئے کہ زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرے جس وقت کہ وہ باب سبیکہ سے ہو کر ثنیہ سفلیٰ میں کو گزرتا ہوا مکہ معظمہ سے نکلے اور زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ہم عنقریب ایک مستقل فصل ذکر کریں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

فصل افعال حج کو ترکیب دینے کی صورت اور حج کا طریقہ

جب کوئی شخص حج میں داخل ہونے کا (حج کرنے کا) ارادہ کرے تو میقات سے جیسے کہ رابغ (ایک میقات ہے) احرام باندھے (جس کی صورت یہ ہے کہ) غسل کرے یا وضو کرے اور غسل[1] صفائی ستھرائی کے لئے ہوگا۔ جو بمقابلہ وضو کے زیادہ پسندیدہ (افضل) ہے۔ چنانچہ حیض والی عورت بھی غسل کرے گی۔ (اور ایسے ہی) اگر نقصان نہ دے تو نفاس والی عورت کو بھی غسل کرنا چاہیئے۔ اور مستحب ہے پوری طرح صفائی۔ اس طرح کرے کہ ناخن اور مونچھیں تراشے، بغل کے بال صاف کرے اور حلق عانہ (موئے زیر ناف صاف کرے) اور اپنے اہل (زوجہ) سے جماع کرے۔ اور تیل لگائے (اگرچہ خوشبودار تیل ہو۔ غرض پوری صفائی کرنا مستحب ہے) اور مرد ایک تہبند اور چادر پہنے گا جو دونوں نئے ہوں یا دھلے ہوئے اور نئے سفید رنگ کے بہتر ہیں۔ اور چادر میں نہ گھنڈی لگائے نہ اس کو باندھے اور نہ اس کو پھاڑ کر گلے میں ڈالے۔ پس اگر کر لیا تو مکروہ ہوگا۔ باقی کچھ (فدیہ) واجب نہ ہوگا۔ (اور اے مشتاق حج یا طالب عمرہ) خوشبو لگا اور دو رکعت پڑھ اور اس کے بعد کہہ اللھم انی ارید الحج فیسرہ لی و تقبلہ منی (اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں۔ خداوند تو اس کو میرے لئے

سنت ہے

---

[1] یعنی یہ غسل صفائی اور پاکیزگی کے لئے ہے یہ نہیں کہ ناپاکی کو دور کرنے کے لئے ہو۔ اسی بنا پر حائض اور نفاس کے لئے بھی

بِهَا الحج وهي لبّيك اللهمّ لبّيك لا شريك لك لبّيك انّ الحمد والنعمة والملك لك لا شريك لك وَلا تنقص مِنْ هٰذِه الالفاظ شيئًا وزد فيها لبيك وَسعديك وَالخير كلّه لديك لبيك والرغبٰى اليك والزيادة سُنة فاذا لبّيت ناويًا فقد احرمت فاتق الرفث وَهو الجماع وقيل ذكره بحضرة النّسَاء وَالكلام الفاحش وَالفسُوقَ والمعاصى وَالجدال مع الرفقاء وَالخدام وقتل صيد البرّ وَالاشارة اليه والدلالة عليه وَلبس المخيط والعمامة والخفين وَتغطية الرأس وَالوجه وَمسّ الطّيب وحلق الرأس وَالشعر فيجوز الاغتسال وَالاستظلال بالخيمة والمحمل وغيرهما وَشدّ الهميان فى الوسط وَاكثر التلبية متى صليت او علوت شرفًا او هبطت واديًا او لقيت ركبًا وبالاسحار رافعًا صوتك بلا جهد مضرّ واذا وصلت الى مكة يستحبّ انْ تغتسل وتدخلها من بَاب المعلٰى لتكون مُستقبلًا فى دُخولك بَابَ

آسان کردے اور قبول فرما) اور نماز کے بعد تلبیہ کہو اس حالت میں کہ اس تلبیہ سے حج کی نیت کر رہے ہو۔ تلبیہ یہ ہے۔ لبّیك اللّٰھم لبّیك لا شریك لك لبّیك انّ الحمد والنّعمۃ والملك لك لا شریك لك (ترجمہ، حاضر ہوتا ہوں میں اے اللہ میں حاضر ہوتا ہوں۔ نہیں ہے کوئی تیرا شریک حاضر ہوتا ہوں بے شک حمد اور نعمت اور ملک تیرے لئے ہی ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں۔)

ان الفاظ میں سے کچھ بھی کم مت کر (کمی مکروہ ہے) اور ان میں بڑھالے (ان کلمات کو) لبّیك و سعدیك والخیر کلہ لدیك لبّیك والرغبٰی الیك (ترجمہ، حاضر ہوتا ہوں میں اور موافقت کرتا ہوں میں تیری اے خداوند عالم تمام بہترائی تیرے قبضہ میں ہے۔ اور تمام آرزو اور تمنا تیری طرف ہیں) اور بڑھانا مسنون ہے۔ اب جب آپ نے نیت کرتے ہوئے تلبیہ کہہ لیا۔ آپ محرم ہوگئے۔ پس لازم ہے کہ رفث یعنی جماع سے اور یہ بھی کہتے ہیں کہ رفث کے معنی ہیں عورتوں کے سامنے جماع کا ذکر کرنا اور فحش کلام کرنا اور فسوق اور گناہوں سے اور دوستوں اور ساتھیوں اور نوکر خدمت گاروں کے ساتھ لڑنے جھگڑنے اور جنگل کے شکار مارنے سے اور جنگل کے شکار کی طرف اشارہ کرنے سے اور اس کی اطلاع اور خبر دینے سے (اس کی جگہ بتانے سے) اور سلا ہوا کپڑا پہننے، عمامہ باندھنے، موزے پہننے اور سر اور چہرہ ڈھانپنے اور خوشبو لگانے سر اور بالوں کے منڈوانے سے آپ احتراز کریں۔ اور غسل کرنا خیمہ اور کجاوہ وغیرہ کے سایہ میں رہنا اور ہمیان کا کمر میں باندھنا جائز ہے۔ اور جس وقت بھی آپ نماز پڑھیں یا بلندی پر چڑھیں یا کسی پست زمین میں اتریں یا کسی قافلہ سے ملیں اور تمام صبح کے اوقات میں تلبیہ کو کثرت سے پڑھیں اس صورت سے کہ آپ آواز کو بلند کرتے ہوئے ہوں۔ مگر چیخنے میں کوئی مشقت نقصان دہ مت کرو۔ اور جب آپ مکہ مکرمہ پہنچیں تو مستحب ہے کہ (اول) غسل کریں اور پھر مکہ میں باب معلیٰ سے داخل ہوں تاکہ تعظیم کے لحاظ سے داخل ہوتے وقت بھی آپ

البَيتِ الشريف تعظيمًا ويستحبّ ان تكونَ مُلبيًا فی دُخولك حتّٰی تأتی بابَ السّلامِ فتدخلَ المَسجِدَ الحرامَ مِنهُ متواضعًا خاشعًا ملبيًا ملاحِظًا جلالة المكان مُكبّرًا مهَلِلًا مصَليًا عَلى النبيّ صَلى الله عَليهِ وَسَلم متلطّفا بالمزاحِمِ داعيًا بمَا احبَبت فانهُ مستجابٌ عِند رؤيَةِ البَيتِ المكرم ثمّ استقبل الحجر الاسود مكبّرًا مهَللًا رافعًا يَديك كمَا فی الصّلوٰة وضعهمَا على الحجر وَقبلهُ بلا صَوتٍ فمن عجز عن ذلك الا بايذاءٍ تركهُ ومسّ الحجر بشئ وَقبلهُ او اشار اليه مِن بَعيد مكبّرًا مهَللا حَامِدًا مصَليا على النبيّ صَلى الله عَليهِ وسلم ثمّ طف اخذا عن يمينك مما يلى الباب مضطبعًا وَهو ان تجعَل الرّداء تحت الابطِ الايمَن وَتلقى طرفيهِ على الايسَر سبعَة اشواط داعيًا فيهَا بمَا شِئتَ وطف وَراء الحَطِيمِ وانْ اردت ان تسعٰى بَين الصّفا والمروةِ

بیت اللہ شریف کے دروازہ کا استقبال کرتے رہیں (یعنی اس طرف کو آپ کا رخ رہے) اور یہ بھی مستحب ہے کہ آپ داخل ہوتے وقت برابر تلبیہ کہتے رہیں تا وقتیکہ آپ باب سلام پر آئیں۔ پس آپ باب سلام سے مسجد حرام میں داخل ہوں اسی حالت میں کہ آپ عاجزی کرتے ہوئے ہوں خشوع اور خضوع کرتے ہوئے ہوں، لبیک لبیک پکار رہے ہوں۔ اور اس مقدس مکان کی عظمت اور جلالۃ کا دل میں پورے طور سے لحاظ رکھتے ہوئے ہوں۔ کبھی اللہ اکبر کہتے ہوں اور کبھی لاالہ الا اللہ کہتے ہوں۔ کبھی مہبط وحی ہادی صادق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوتے ہوں۔ اور جو آپ کے سامنے آتے اور آپ سے مزاحم ہو اس کے ساتھ نرمی کرتے ہوئے اور جو چیز محبوب ہو اس کی دعا مانگتے ہوئے کیونکہ بیت مکرم کی زیارت کے وقت دعا قبول ہوتی ہے۔ پھر آپ حجر اسود کا استقبال کریں۔ (اس کے سامنے آئیں۔ اس کی طرف رخ کرکے کھڑے ہوں) اس حالت میں کہ آپ تکبیر کہتے ہوتے ہوں، لاالہ الا اللہ کہہ رہے ہوں، اپنے ہاتھوں کو اٹھا رہے ہوں جیساکہ نماز میں اٹھایا کرتے ہیں اور دونوں ہاتھوں کو حجر اسود پر رکھیئے اور حجر اسود کو بغیر آواز کے بوسہ دیجئے۔ پس جو شخص ایذا اور دوسروں کو تکلیف دیئے بغیر اس سے (یعنی حجر اسود کو بوسہ دینے سے) عاجز ہو وہ بوسہ کو چھوڑ دے اور بوسہ کے بجائے حجر اسود کو کسی چیز سے چھو دے اور اس کو بوسہ دیدے یا دور ہی سے اس کی طرف اشارہ کرے اس حالت میں کہ تکبیر کہتا ہوا ہو۔ لاالہ الا اللہ کہتا ہوا ہو۔ حمد پڑھتا ہوا ہو اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھتا ہوا ہو۔ اس کے بعد آپ طواف[1] کریں اس صورت سے کہ اپنی داہنی جانب سے یعنی خانہ کعبہ کے اس حصہ سے جو دروازہ سے ملا ہوا ہو اضطباع کی صورت میں طواف شروع کریں اور اضطباع یہ ہے کہ آپ چادر کو داہنی بغل کے نیچے کرلیں اور اس کے دونوں پلّوں کو بائیں مونڈھے پر ڈالیں۔ (اس طرح) سات چکر (خانہ کعبہ کے گرد لگائیں جو ایک طواف ہوگا) درانحالیکہ آپ جو چاہتے ہوں اس کی دعا کر رہے ہوں اور احاطہ حطیم کے باہر طواف کریں اور اگر آپ کا ارادہ یہ

---

[1] خانہ کعبہ کے گرد ایک دفعہ چکر کاٹنے کو شوط کہتے ہیں اور سات شوط کا ایک طواف ہوتا ہے۔

عَقبَ الطّوافِ فارمُل فی الثلاثۃِ الاشواط الاوَلی وَھوالمشیُ بسُرعۃٍ مع ھز الکتفین کَالمبَارز یتبختر بَین الصّفین فانْ زحمَہُ الناسُ وَقف فاذا وَجد فرجَۃ رمل لانہ لابدّلہ منہُ فیقفُ حتّی یقیمَہ علی الوَجہ المسْنون بخلافِ استلام الحجَر الاسْود لانّ لہٗ بَدَلا وھواستقبالہ ویستلمِ الحجَر کلمَامرّ بہٖ وَیختم الطوافَ بہٖ وَبرکعتینِ فی مقامِ ابراھیمَ عَلیہِ السَّلام اوحَیث تیسّر مِنَ المسجِد ثمّ عادفاستلمَ الحجر وَھٰذاطواف القدوم وَھوَسُنّۃ للآفاقی ثم تخرجُ الی الصّفافتصعَد وتقوم علیھَاحتّی ترَی البَیت فتستقبلہٗ مُکبّرا مھَللا ملبیًا مصَلیا داعیًا وترفع یَدَیْکَ مبسُوطَتین ثمّ تھبط نحوالمروۃ علیٰ ھینۃٍ فاذا وصَل بَطن الوادی سَعیٰ بَینَ المیلیْنِ الاخضرین سَعیًا حَثیثا فاذاتجاوَزبطنَ الوادیْ مشٰی علیٰ ھینتہٖ

بھی ہے کہ طواف کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی بھی کریں تو اس (طواف کے) پہلے تین شوطوں میں رمل بھی کرلیں اور رمل کے معنی یہ ہیں تیزی کے ساتھ مونڈھے ہلاتے ہوئے چلنا جیسے کہ (میدان جنگ میں) صفوں کے بیچ میں وہ شخص اکڑ کر چلتا ہے جو مقابلہ کے لئے نکلا ہو۔ پس اگر اس کے سامنے لوگوں کی بھیڑ ہو جائے تو ٹھیر جائے پھر جب رمل کرسکنے کی کشادگی (چھیڑ) پائے تو رمل کرلے کیونکہ رمل کرنا ضروری ہے۔ (بس) اتنی دیر ٹھیر جائے کہ وجہ مسنون پر رمل کرسکے (رمل ہی کرنا اس کے لئے ضروری ہے)۔ بخلاف حجر اسود کو چومنے کے کیونکہ اس کے لئے ایک عوض اور بدلہ شریعت میں مقرر ہے اور وہ (عوض) استقبال ہے یعنی اس کی طرف رخ کرکے کھڑا ہونا۔ اور جب بھی حجر اسود پر گزرے اس کو بوسہ دے اور بوسہ کے ساتھ ہی طواف کو ختم کرلے[1]۔ اور (نیز) دو رکعتوں کے ساتھ طواف کو ختم کرے (یعنی طواف کے بعد دو رکعت واجب ہیں، مقام ابراہیم میں یا جہاں بھی مسجد حرام میں آسان ہو پھر لوٹے اور (واپس آکر) حجر اسود کو بوسہ دے۔ اس طواف کا نام طواف قدوم ہے اور وہ (یعنی طواف قدوم) آفاقی کے لئے (یعنی جو مکہ مکرمہ میں نہیں رہتے) مسنون ہے۔

پھر صفا کی طرف چلے۔ پس اس پر چڑھے اور کھڑا ہو۔ یہاں تک کہ بیت اللہ کو دیکھے پس اس کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو اس حال میں کہ تکبیر کہتا ہوا ہو، لا الہ الا اللہ کہتا ہوا ہو، تلبیہ کہتا ہوا ہو، درود شریف پڑھتا ہوا ہو، دعا کہتا ہوا ہو اور اپنے ہاتھوں کو اٹھائے اس صورت سے کہ دونوں پھیلے ہوئے ہوں۔ پھر (وہاں سے) اتر کر مروہ کی طرف سکون اور اطمینان کے ساتھ چلے۔ پس جب بطن وادی[2] میں پہنچے تو میلین[3] اخضرین کے درمیان دوڑے تیزی کے ساتھ۔ پھر جب بطن وادی سے گزر جائے تو سکون سے چلے یہاں تک کہ مروہ پر گئے۔ پس مروہ

---

[1] لہذا ایک طواف میں آٹھ مرتبہ حجر اسود کو بوسہ دیا جائے گا۔

[2] پہاڑوں کے نیچے ہموار زمین جس میں پہاڑوں کا پانی آکر گرتا ہے۔ وادی کہلاتا ہے۔ بطن درمیانی حصہ لہذا بطن وادی کے معنی ہوتے وادی کا درمیانی حصہ۔

[3] میل، کھنبا۔ جتنے حصہ میں دوڑنا چاہیئے۔ اس کے کنارہ پر سبز رنگ کے کھنبے ہیں جن کو میلین اخضرین کہتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حَتّٰی یَاتِی المروۃ فیصعَدَ علیها ویفعل کمَا فعل علی الصّفا یستقبل البیت مُکبّرًا مهَللًا ملبیًا مصَلیًا داعیًا باسطًا یدَیهِ نحو السّمَاء وهٰذا شوطٌ ثمّ یعُود قاصدًا الصفا فاذا وصَلَ الی المیلین الاخضرین سَعٰی ثمّ مشٰی علٰی هینةٍ حتّٰی یاتی الصّفا فیصعَدَ علیهَا ویفعَل کمَا فعَل اوّلًا وهٰذا شوط ثان فیطوف سبْعة اشواطٍ یبدأ بالصّفا وَیختم بالمروۃ ویَسعٰی فی بَطن الوادی فی کلّ شوْط مِنهَا ثم یقیم بمکة محرمًا وَیطوفُ بالبیتِ کلمَا بدَا له وَهوَ افضل مِنَ الصّلوٰۃ نفلًا للاٰفاقی فاذا صلّی الفجر بمکة ثامِنَ ذی الحجّةِ تأهّب للخروج الی مِنٰی فیخرجُ منهَا بعد طُلوُعِ الشمس ویستحبُّ ان یصَلیَ الظهرَ بمنٰی ولا یترك التلبیَة فی احوالہٖ کلهَا الا فی الطوافِ ویَمکث بمنٰی الی ان یصَلی الفجر بهَا بغلس وَینزلُ بقرب مسجد الخیْف ثمّ بعدَ

پر چڑھے اور جیساکہ صفا پر کیا تھا یہاں بھی کرے۔ یعنی بیت اللہ کی طرف منہ کرکے کھڑا ہو تکبیر کہتا ہوا "لا الہ الا اللہ" اور تلبیہ کہتا ہوا اور درود شریف پڑھتا ہوا، دعا مانگتا ہوا اس صورت سے کہ اپنے ہاتھوں کو آسمان کی طرف پھیلائے ہوئے ہو۔ اور یہ ایک شوط ہے۔ پھر صفا پر جانے کے ارادہ سے لوٹے اور جب میلین اخضرین پر پہنچے تو دوڑے پھر اطمینان اور سکون سے چلے حتی کہ صفا پر آئے پھر اس پر چڑھ جائے اور جیساکہ پہلی مرتبہ کیا تھا اس مرتبہ بھی کرے۔ اور یہ شوط ثانی ہوا۔ پس (اس طرح) سات شوط کرے۔ (شوطوں کے اس سلسلہ کو) صفا سے شروع کرے گا اور مروہ پر ختم کرے گا۔

اور ان ساتوں شوطوں[1] میں سے ہر ایک شوط میں بطن وادی میں سعی کرے گا۔ اس کے بعد مکہ مکرمہ میں آکر احرام باندھے ہوئے ٹھیرا رہے۔ اور جب اس کی طبیعت چاہے بیت اللہ کا طواف کرے اور آفاقی کے لئے طواف کرنا نفل نماز سے افضل ہے۔

پھر جب مکہ میں آٹھویں تاریخ ذی الحجہ کی صبح کی نماز ادا کرلے تو منیٰ کی طرف چلنے کی تیاری کرے۔ چنانچہ آفتاب نکل آنے کے بعد مکہ معظمہ سے روانہ ہو۔ اور مستحب یہ ہے کہ ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے اور تلبیہ (تمام حالتوں میں کرتا رہے) ترک نہ کرے۔ ہاں طواف میں (تلبیہ نہ کرے) اور (ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھنے کے بعد) منیٰ میں ٹھیرا رہے یہاں تک کہ صبح کی نماز (یعنی نویں تاریخ ذی الحجہ کی صبح کی نماز) منیٰ میں اندھیرے سے پڑھ لے اور مسجد خیف کے قریب آکر اتر جائے۔

---

[1] یہ واضح رہے کہ صفا سے مروہ تک جانے کا نام ایک شوط ہوا۔ احناف کے ہاں اسی کا نام شوط ہے اور شوافع رحمہم اللہ کے خیال میں صفا سے مروہ اور پھر مروہ سے صفا واپس آنا ایک شوط ہوا۔ شوافع کے خیال کے مطابق جہاں سے شوط شروع ہوگا وہیں آکر ختم ہوگا۔ پس جب یہ شوط صفا سے شروع ہوتے ہیں تو صفا پر ہی ختم ہوں گے۔ لیکن مسلک احناف کے مطابق صفا سے شروع کرکے ساتویں مرتبہ وہ مروہ پر ہوگا جب یہ سعی کا سلسلہ

طلوعِ الشمسِ یَذھبُ الیٰ عَرفاتٍ فیقیمُ بِھَا فاذا زالتِ الشمسُ یاتی مسجدَ نمرَۃ فیصَلی مَعَ الامامِ الاعظمِ اونائبہٖ الظھرَ والعصرَ بعدَ مَا یخطبُ خطبتین یجلِسُ بَینھُما ویصَلی الفرضین باذانٍ وَاقامتَین وَلایجمعُ بَینھمَا الا بشرطینِ الاحرامِ والامامِ الاعظمِ وَلایفصِل بَینَ الصَلوٰتین بنافلۃٍ وانْ لم یُدرِك الامامَ الاعظم صَلی کل وَاحِدَۃٍ فی وَقتھا المعتاد فاذا صَلی مَعَ الامامِ یتوجّہ الی الموقفِ وَعرفات کلھَا مَوقف الا بطنَ عرفۃ ویغتسِل بَعد الزوَال فی عرفاتٍ لِلوقوفِ وَیقِف بقربِ جَبَل الرحمَۃِ مُستقبلاً مکبّراً مھَللاً ملبیًا داعیًا مَادّ ایدَیہِ کالمستطعمِ وَیجتھدُ فی الدّعَاءِ لنفسہٖ وَوالدَیہِ واخوانہٖ وَیجتَھدُ علیٰ ان یخرجَ من عَینیہِ قطراتٌ مِنَ الدّمعِ فانہٗ دلیل القبول وَیلحّ فی الدّعاءِ مع قوۃِ رجاءِ الاجَابۃِ ولا یقصّر فی

پھر طلوعِ آفتاب کے بعد عرفات جائے اور عرفات میں قیام کرے۔ پھر جب آفتاب ڈھل جائے تو مسجد نمرہ میں آئے امام اعظم[1] کے ساتھ یا اس کے نائب کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز پڑھے۔ بعد اس کے کہ امام دو خطبے پڑھے۔ (یعنی اول امام دو خطبے پڑھے، دو تقریریں کرے اس کے بعد ظہر اور اور عصر کی نماز ساتھ ساتھ پڑھائے) ان دونوں خطبوں کے درمیان امام کو بیٹھنا ہوگا۔ اور دونوں فرض ظہر اور عصر کو ایک اذان اور دو تکبیروں کے ساتھ پڑھائے اور ظہر اور عصر کے درمیان جمع کرنے کے لئے دو شرطوں کا پایا جانا ضروری ہے۔ (۱) احرام[2] (۲) امام اعظم۔ اور ان دونوں نمازوں کے درمیان نفل نماز پڑھ کر فاصلہ نہ کرے (یعنی نفل نہ پڑھے) اور اگر امام اعظم کو نہ پائے (یعنی بادشاہ یا اس کا نائب موجود نہ ہو یا وہ پہلے پڑھ چکا ہے) تو ہر ایک نماز کو اس کے معتاد اور مقررہ وقت میں پڑھ لے (جس طرح کہ ہمیشہ پڑھا کرتا تھا) پس جب امام کے ساتھ نماز پڑھ چکے تو پھر موقف (ٹھیرنے کی جگہ) میں آئے۔ اور تمام عرفات ٹھیرنے کی جگہ ہے، سب جگہ ٹھیر سکتے ہیں مگر (صرف) بطن عرفہ مستثنیٰ ہے اور زوال کے بعد عرفات میں ٹھیرنے کا غسل کرے (مستحب ہے)، اور جبل رحمۃ کے پاس ٹھیرے اس حالت میں کہ استقبال کئے ہوئے (یعنی خانہ کعبہ کی طرف منہ کئے ہوئے تکبیر کہہ رہا ہو، کبھی لا الٰہ الا اللہ کہتا ہوا ہو، کبھی تلبیہ پڑھتا ہوا ہو، کبھی دعا مانگتا ہوا ہو، اس صورت سے کہ کھانا مانگنے والے طرح دونوں ہاتھوں کو پھیلائے ہوئے ہو اور اپنے ماں باپ اور اپنے (تمام) بھائیوں کے لئے دعا مانگنے میں پوری کوشش اور (توجہ) کرے اور اس بات کی بھی کوشش کرے کہ آنکھوں سے آنسوؤں کے قطرے نکلیں کیونکہ یہ قبول ہونے کی دلیل (علامت) ہے۔ اور دعا کرنے میں لیچڑ بن جائے (پورا اصرار کرے)، اجابت یعنی قبولیت کی قوی امید

---

[1] یعنی خلیفہ حج کا بڑا افسر۔

[2] احرام سے مراد احرام حج ہے اگر احرام عمرہ ہوگا تو صحیح نہیں۔ نیز یہ بھی ضروری ہے کہ ظہر سے پہلے احرام باندھا ہوا ہو۔ اگر ظہر کے بعد احرام باندھے گا تو بھی جائز نہ ہوگا۔ واللہ اعلم (ہکذا فی المطولات)

[3] دعا کرنے میں قبولیت کا یقین رکھنا بھی لازمی ہے نا امیدی

هٰذا اليوم اذ لا يمكنه تداركه سيّما اذا كان من الآفاق والوقوف على الراحلة افضل والقائم على الارض افضل من القاعد فاذا غربت الشمس افاض الامام والناس معه على هينتهم واذا وجد فرجة يسرع من غير ان يؤذي احدًا ويتحرّز عما يفعله الجهلة من الاشتداد في السير والازدحام والايذاء فانه حرام حتّى ياتي مزدلفة فينزل بقرب جبل قزح ويرتفع عن بطن الوادي توسعة للمارّين ويصلي بها المغرب والعشاء باذان واحد واقامة واحدة ولو تطوع بينهما اوتشاغل اعاد الاقامة ولم تجز المغرب في طريق المزدلفة وعليه اعادتها مالم يطلع الفجر ويسنّ المبيت بالمزدلفة فاذا طلع الفجر صلى الامام بالناس الفجر بغلس ثمّ يقف والناس معه والمزدلفة كلها موقف الا بطن محسّر ويقف مجتهدًا في دعائه ويدعو الله ان يتمّ مراده وسؤاله في هٰذا الموقف كما اتمّه لسيّدنا محمّد صلى الله

کے ساتھ اور اس دن کوتاہی نہ کرے کیونکہ پھر اس کے لئے تدارک (اور اس کا عوض ملنا) ناممکن ہے۔ خصوصاً جبکہ مکہ کے علاوہ دیگر آفاق کا کوئی شخص رہنے والا ہو۔ اور راحلہ[1] پر ٹھیرنا افضل ہے اور زمین پر کھڑا ہونے والا شخص بیٹھنے والے سے افضل ہے پھر جب آفتاب غروب ہوجائے تو امام واپس لوٹے اور اُس کے ساتھ تمام آدمی سکون اور اطمینان ونرمی کے ساتھ پھر جب کسی کشادگی کو پائے تو تیز چلے بغیر اس کے کہ کسی کو تکلیف دے اور ان باتوں سے بچے جو جاہل لوگ کیا کرتے ہیں۔ یعنی چلنے میں تیزی کرنا (دوڑنا) اور دھکم دھکا کرنا اور تکلیف دینا کیونکہ یہ حرام ہے۔ (الحاصل امام عرفات سے تمام لوگوں کے ہمراہ واپس ہو) حتیٰ کہ مزدلفہ میں واپس آوے۔ پس جبل قزح کے پاس آکر اترے اور بطن وادی سے کچھ اوپر کی جانب[2] ٹھیرے گزرنے والوں کے لئے کشادگی کرنے کے خیال سے اور یہیں مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نماز ایک اذان اور ایک تکبیر سے ادا کریں۔ اور اگر دونوں نمازوں (یعنی مغرب اور عشاء کی نمازوں) کے درمیان نفل پڑھ لے یا (کسی اور مشغلہ میں) مشغول ہوجائے تو تکبیر کو دوبارہ پڑھے اور مزدلفہ کے راستہ میں مغرب کی نماز پڑھنا جائز نہیں (اور اگر کسی شخص نے پڑھ لی ہے) تو اس پر نماز کا لوٹانا واجب ہے جب تک کہ صبح صادق طلوع نہ ہو[3]

اور مزدلفہ ہی میں رات گزارنا مسنون ہے۔ پھر جب صبح صادق طلوع ہوجائے تو امام لوگوں کو صبح کی نماز اندھیرے سے پڑھادے پھر امام اور اس کے ساتھ سب لوگ ٹھیرے رہیں۔ اور تمام مزدلفہ ٹھیرنے کی جگہ ہے مگر بطن محسّر۔ اور اپنی دعا میں انتہائی کوشش اور توجہ کرتا ہوا ٹھیرا رہے اور اللہ سے دعا مانگے کہ اس کی مراد کو اس کی مانگ اور اس کے سوال کو اس جگہ میں اسی طرح پورا کردے جیسا کہ ہمارے آقا اور سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے (ان کی دعا) پوری کی تھی۔

---

[1] یعنی سواری کی۔

[2] یعنی راستہ چھوڑ کر ٹھیریں۔ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ

عليهِ وَسلم فاذا اسفرَ جدًّا افاضَ الامَامُ والناسُ قبل طُلوع الشمسِ فياتى الىٰ مِنًى وَينزلُ بهَا ثمَّ ياتى جمرَةَ العقبةِ فيرميهَا مِنْ بَطن الوادى بسَبْع حصَياتٍ مثلَ حصَى الخزَفِ ويستحِبُّ اخذ الجمَار من المزدلفةِ او منَ الطريقِ وَيكرهُ مِن الذى عِندَ الجمرةِ ويكرهُ الرمْىُ مِنْ اعلى العَقبةِ لايذائه الناسَ وَيلتقطها التقاطًا ولا يكسِرُ حجرًا اجمارًا وَيغسِلها ليتيقنَ طَهارتها فانها يقامُ بهَا قربة ولو رمىٰ بنجسَةٍ اجزاهُ وكرِهَ وَيقطعُ التلبيَةَ مع اوّل حَصَاةٍ يرميهَا وكيفية الرمى ان يّاخذ الحُصَاةَ بطرفِ ابهَامه وَسَبّابته فى الاصحّ لانهٗ ايسرُ واكثر اهَانة لِلشيطان وَالمَسنونُ الرمى باليَد اليمنىٰ وَيضعُ الحَصَاة على ظهر ابهَامه ويستعين بالمسبّحَةِ ويكونُ بَين الرامى

پھر جب خوب روشنی ہو جائے تو امام اور سب آدمی آفتاب نکلنے سے پہلے روانہ ہو جائیں۔ پس امام لوگوں کے ساتھ منیٰ میں آئے اور منیٰ میں آکر اتر جائے پھر جمرہ عقبہ پر آئے اور جمرہ عقبیٰ پر کنکریں پھینکے بطن وادی میں کھڑے ہو کر سات کنکریں پھینکے (وہ کنکریں) گھڑے کی ٹھینکرے کی کنکریوں جیسی ہوں اور کنکریوں کا مزدلفہ سے یا راستہ سے لینا مستحب ہے۔ اور جو جمرہ کے پاس پڑی ہوئی ہو ان میں سے اٹھانا مکروہ ہے اور جمرہ عقبیٰ کی اوپر کی جانب سے رمی کرنا (پھینکنا) مکروہ ہے۔ کیونکہ اس میں لوگوں کو تکلیف پہنچے گی۔ اور ان کو[1] کہیں سے اٹھالے۔ اور صرف ان کنکریوں کے لئے کوئی پتھر نہ توڑے۔ اور ان کو دھو لینا چاہیئے تاکہ ان کی پاکی کا یقین ہو جائے کیونکہ ان سے ثواب کی چیز اور ایک عبادت ادا کی جاتی ہے۔ اور اگر کوئی ناپاک کنکر پھینک دے تو وہ بھی کافی ہوگی (مگر) مکروہ ہے۔

اور تلبیہ کو اول ہی کنکر کے ساتھ ختم کر دے یعنی جس وقت کہ اس کو پھینکے۔

اور رمی (پھینکنے) کی صورت یہ ہے کہ کنکر انگوٹھے اور شہادت کی انگلی کی پھونگل سے پکڑے (اور پھینک دے) صحیح مذہب۔ کیونکہ یہ آسان ہے اور اس طرح پھینکنا شیطان کو ذلیل کرنے کے اعتبار سے بہت زیادہ[2] ہے اور مسنون داہنے ہاتھ سے پھینکنا ہے۔ اور کنکری کو اپنے انگوٹھے کی پشت پر (ناخن کی جانب) رکھے اور مسبحہ شہادت کی انگلی[3] سے مدد لے (یعنی اس کو بھی لگالے) اور پھینکنے والے اور گرنے کی جگہ کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۴

[3] یعنی صبح صادق طلوع ہونے کے بعد مغرب کی نماز نہیں لوٹا سکتا۔ کیونکہ اصل میں پڑھ تو چکا ہے۔ یہ علیحدہ حکم ہے کہ اس وقت نہیں پڑھنی چاہیئے تھی اور خلاف کرنے کی صورت میں لوٹانا واجب تھا کیونکہ اسی روز مغرب کا وقت بھی گویا عشاء کا وقت ہی ہوتا ہے۔ اب جب تک عشاء کا وقت ہے لوٹا لے گا اور اس کے بعد اصل ادائیگی کا اعتبار کیا جائے گا۔ واللہ اعلم (ہدایہ مختصراً)

[1] اور اٹھاوے ان کو اٹھانا اور نہ توڑے پتھر کو کنکریں کر کے۔ (ترجمہ لفظی)

[2] یعنی اس صورت میں شیطان کی زیادہ توہین ہے گویا یہ بھی گوارا نہیں کہ اس کام کے لئے پورا ہاتھ استعمال کیا جائے۔

[3] یہ دوسری صورت ہے۔

وَمَوضِعُ السّقوطِ خمسةُ اذرعٍ وَلو وَقعت على رجلٍ او محملٍ وَثبتت اعادها وان سَقطت على سننها ذلك اجزاهُ وكبّر بكلّ حصاة ثمّ يَذبح المفرد بالحجّ ان احبّه ثمّ يحلق اوْ يقصّرُ وَالحلق افضلُ ويكفي فيه ربع الرأس وَالتقصيرُ انْ يّاخذَ مِنْ رُؤوس شعرهٖ مقدار الانملة وقدْ حلّ له كلّ شيءٍ الّا النسَاءَ ثمّ ياتي مكّة مِنْ يومه ذٰلك اوْ مِنَ الغَد اوْ بعدهٗ فيطوفُ بالبيتِ طوافَ الزيارة سَبعَةَ اشواطٍ وحلت له النساء وافضلُ هٰذه الايّام اولها وانْ اخرهٗ عنها لزمهٗ شاة لتاخير الواجب ثمّ يعودُ الى مِنٰى فيقيمُ بِهَا فاذا زالتِ الشمسُ مِنَ اليوم الثاني مِن ايّام النحر رمى الجمار الثلاث يبدأ بالجمرة التي تلي مسجدَ الخيف فيرميها بسبع حصيَاتٍ ماشيًا يكبّر بكلّ حصاة ثمّ يقف عندهَا داعيًا بما احبّ حامدًا لله تعالٰى مُصليًا على النبيّ صلى الله عليه وسلم

درمیان پانچ ہاتھ کا فاصلہ ہونا چاہیئے۔ اور اگر وہ کنکری کسی آدمی پر یا کسی کجاوہ پر گر کر ٹھہر گئی تو اس کو لوٹا دینا (یعنی دوبارہ پھینکنا) ہوگا اور اگر اپنی اسی رفتار[1] پر چلتے ہوئے گر گئی تو کافی ہے۔

اور ہر ایک کنکری کے ساتھ تکبیر کہتا رہے۔ پھر مفرد بالحج (یعنی جس شخص نے صرف حج کا ارادہ کیا ہے عمرہ کا نہیں) وہ اگر (مناسب سمجھے) محبوب رکھے تو ذبح کردے[2] پھر حلق کرائے (سر منڈوائے) یا قصر کرائے۔ اور سر منڈوانا افضل اور بہتر ہے اور چوتھائی سر کا منڈوانا بھی کافی ہوجائے گا۔ اور تقصیر اور قصر کرانے کے یہ معنی کہ اپنے بال کے سروں (کھونگلوں اور کناروں) سے انگلیوں کے پوروں کی مقدار کتروا دے۔ (اور اب) عورتوں کے سوا تمام چیزیں (جو احرام کے باعث حرام ہوئی تھیں) اس کے لئے حلال ہوگئیں۔

پھر اسی روز یا اگلے روز یا اس کے بعد مکہ میں آکر بیت اللہ کا طواف کرے (یعنی طواف زیارت) سات شوط۔ (اور اب) اس کے لئے عورتیں بھی حلال ہوجائیں گی[3] اور ان دنوں میں افضل پہلا دن ہے۔ اور اگر اس کو (یعنی طواف زیارت کو) مؤخر کرے ان دنوں[4] سے تو ایک بکری اس پر لازم ہوگی۔ واجب کے مؤخر کر دینے کے باعث پھر (طواف سے فارغ ہوکر) منیٰ کی طرف لوٹ کر آئے وہاں اقامت کرے۔

پھر جب ایام نحر کے دوسرے دن (یعنی ۱۱ ذی الحجہ) کا آفتاب ڈھل جائے تو تینوں جمروں کی رمی کرے۔ وہ جمرہ جو مسجد خیف کے متصل ہے۔ (اس سے) شروع کرے۔ پس اس پر سات کنکریوں سے رمی کرے۔ اس حالت میں کہ وہ پیادہ ہو ہر ایک کنکری کے ساتھ تکبیر کہتا ہوا ہو۔ پھر اس کے پاس ٹھہر جائے اس صورت سے کہ جو چیز اس کو محبوب ہو اس کی دعا مانگتا ہوا ہو، اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا ہوا ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود

---

[1] بشرطیکہ جمرہ کے قریب گرے ورنہ کافی نہیں۔ اور تین ہاتھ کا فاصلہ جمرہ سے بعید ہے اس سے کم فاصلہ جمرہ کے قریب مانا جائے گا۔ (طحطاوی)

[2] یعنی اس پر واجب نہیں۔

[3] مجامعت کرسکتا ہے۔

[4] یعنی دس گیارہ بارہ تاریخ سے۔ (منہ)

وَيرفعُ يدَيهِ فی الدُّعاءِ ويستغفرُ لوالدَيهِ وَاخوانهِ المؤمنينَ ثمّ يرمی الثانيةَ التی تليهَا مثلَ ذٰلكَ وَيقفُ عندَهَا داعيًا ثم يرمی جمرةَ العقبةِ راكبًا ولا يقفُ عندَهَا فاذا كانَ اليومُ الثالث من ايّامِ النحرِ رمی الجمارَ الثلاث بعدَ الزّوال كذلكَ وَاذا اراد ان يتعجّلَ نفرَ الی مكةَ قبل غروب الشمسِ وان اقامَ الی الغروب كره وليس عليهِ شیءٌ وان طلعَ الفجرُ وَهو بمنًی فی الرابعِ لزمهُ الرمیُ وجاز قبلَ الزوال وَالافضل بعدَه وكره قبل طلوع الشمسِ وَكلّ رمیٍ بعدَهُ رمیٌ ترميهِ ماشيًا لتدعوَ بعدَه والّا راكبًا لتذهبَ عقبهُ بلا دعاءٍ وَكره المبيت بغيرِ منًی ليالی الرمیُ ثم اذا رحلَ الی مكّة نزلَ بالمحصّب ساعةً ثمّ يدخلُ مكة ويطوفُ بالبيت سبعةَ اشواط بلا رمَل وَسعیٍ انْ قدّمهمَا وهذا طوافُ الوداع وَيسمّی ايضًا طواف الصّدر وَهذا وَاجبٌ الّا علی اهلِ مكةَ ومَنْ اقامَ بهَا ويصلی بعدَه ركعتين ثمّ ياتی زمزمَ فيشربُ مِنْ مائهَا وَ يستخرج الماءَ منهَا بنفسِه انْ قدرَ ويستقبلُ البيتَ ويتضلّعُ منه وَيتنفسُ فيهِ

بھیجتا ہوا ہو۔ اور اپنے ہاتھوں کو دعا میں اٹھائے اور والدین اور اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے مغفرت کی دعاء مانگے۔ اس کے بعد اسی طرح دوسرے (جمرہ) کی رمی کرے جو اس سے (پہلے جمرہ سے) متصل ہے۔ اور اس کے نزدیک (بھی) دعا مانگتا ہوا ٹھیرا رہے۔ اس کے بعد جمرہ عقبیٰ کی رمی کرے اس حال میں کہ وہ سوار ہو اور اس کے نزدیک نہ ٹھیرے۔ پھر جب ایام نحر کا تیسرا روز ہو (یعنی ۱۲ر ذی الحجہ) تو تینوں جمروں کی زوال کے بعد اسی طرح رمی کرے۔ اور جبکہ ارادہ کرے کہ جلدی سے روانہ ہو جائے تو مکہ کی طرف غروب شمس سے پہلے ہی کوچ کر لے اور اگر آفتاب غروب ہونے تک (کوچ نہیں کیا) ٹھیرا رہا (تو اب کوچ کرنا) مکروہ ہو جائے گا اور اس پر کچھ واجب نہیں ہوگا۔ اور اگر اس حالت میں صبح صادق ہو جائے کہ وہ ابھی تک منی ہی میں ہو (یعنی چوتھے دن صبح صادق کے وقت تک اگر منی میں رہ جائے) تو اس پر رمی کرنا لازم ہوگا۔ (اور اس روز) زوال سے پہلے رمی کرنا بھی جائز ہے اور زوال کے بعد افضل ہے۔ اور آفتاب نکلنے سے پہلے مکروہ ہے۔ اور ہر وہ رمی جس کے بعد رمی ہو (یعنی پہلے اور دوسرے جمرہ کی رمی) اس کو پا پیادہ ادا کرے تاکہ اس کے بعد دعاء مانگ سکے اور نہیں تو (یعنی اگر اس کے بعد رمی نہ ہو تو یعنی تیسرے جمرہ کی رمی تو) سوار ہو کر اس کو کرے تاکہ اس کے بعد فوراً ہی چلا جائے بغیر دعاء مانگنے کے۔ اور رمی کی راتوں میں منی کے علاوہ کسی دوسری جگہ رہنا مکروہ ہے۔ پھر جب مکہ کی طرف کوچ کرے تو تھوڑی دیر کے لئے محصب میں اترے پھر مکہ میں داخل ہو اور بیت اللہ کا طواف سات شوط یعنی سات چکر کرلے بغیر رمل اور بغیر سعی کئے۔ اگر ان کو پہلے کر چکا ہے۔ اور اس طواف کا نام طواف وداع ہے اور اس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں۔ اور یہ طواف واجب ہے۔ مگر مکہ والوں پر اور ان لوگوں پر جو مکہ میں قیام کئے ہوتے ہیں۔ اس کے بعد دو رکعت نماز پڑھے پھر چاہ زمزم پر آئے۔ اور اس کا پانی پئے اور اس سے خود پانی نکالے (اگر ممکن ہو) اور بیت اللہ کی طرف

مِرَارًا وَيَرفع بَصَرَهٗ كُلَّ مَرَّةٍ يَنظُرُ اِلَى البَيتِ وَيصُبُّ على جَسَدِهٖ اِن تيسَّرَ وَ اِلَّا يمسح بِهٖ وجهَهٗ وَرَاسَهٗ وَينوِىْ بشُربِهٖ مَاشَاءَ وكَانَ عبدُاللّٰهِ بنُ عباسٍ رضى اللّٰه عنهما اِذا شَرِبَ يقولُ اللّٰهُمَّ اِنّى اَسْأَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزقًا وَاسِعًا وشِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ وَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَاءُ زَمزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهٗ وَيَستَحِبُّ بَعدَ شُربِهٖ اَن يَاتِىَ بَابَ الكَعْبَةِ وَيُقَبِّلُ العتبة ثُمَّ يَاتِى اِلَى المُلتزَمِ وَهُوَ مَا بَيْنَ الحَجَرِ الاَسوَدِ وَالبَاب فَيَضَعُ صَدرَهٗ وَوَجهَهٗ عَلَيهِ وَيَتَشَبَّثُ بِاَستَارِ الكَعبَةِ سَاعَةً يَتَضَرَّعُ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰى بِالدُّعَاءِ بِمَا اَحَبَّ مِنْ اُمُوْرِ الدَّارَيْنِ وَيَقُولُ اللّٰهُمَّ اِنَّ هٰذَا بَيتُكَ الَّذِىْ جَعَلتَهٗ مُبَارَكًا وَ هُدًى لِلعٰلَمِينَ اللّٰهُمَّ كَمَا هَدَيْتَنِىْ لَهٗ فَتَقَبَّلْ مِنِّىْ وَلَا تَجْعَلْ هٰذَا اٰخِرَ العَهْدِ مِنْ بَيْتِكَ وَارْزُقْنِى العَوْدَ اِلَيْهِ حَتّٰى تَرْضٰى عَنِّىْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ٭ وَالمُلْتَزَمُ

منہ کرے اور خوب سیر ہو کر کوکھیں بھر کر اس سے پانی پئے۔ اس کو پیتے ہوتے چند مرتبہ سانس لے یعنی نئی سانس کرکے پئے اور ہر مرتبہ اپنی نظر بیت اللہ کی طرف اٹھا کر دیکھتا رہے۔ اور اپنے بدن پر بھی (آبِ زمزم) ڈال لے اگر میسر ہو ورنہ اپنے چہرہ اور سر پہ مسح کرلے۔ یعنی آبِ زمزم سے بھیگے ہوتے ہاتھ چہرے اور سر پر پھیرے اور اس کے پینے کے وقت جس مراد اور مقصد کی چاہے تمنا کرلے۔

اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما جب (آبِ زمزم) پیا کرتے تو کہا کرتے تھے۔ اللّٰھم انی اسئالک علمًا نافعًا ورزقًا واسعًا وشفاءً من کل داءٍ (ترجمہ، اے اللہ میں تجھ سے نفع دینے والے علم اور وسیع اور فراخ رزق اور ہر بیماری سے شفاء کا سوال کرتا ہوں۔

اور حضور اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ماءِ زمزم لما شرب لہٗ یعنی زمزم کا پانی اس مقصد کے لئے ہے جس کے ارادہ سے پیا جائے[1] اور اس کے پینے کے بعد مستحب ہے کہ کعبہ مکرمہ کے دروازہ پر آئے اور آستانہ خانہ کعبہ کو بوسہ دے۔ پھر ملتزم پر آئے اور ملتزم وہ حصہ ہے جو حجر اسود اور خانہ کعبہ کے دروازہ کے درمیان ہے۔ (جب یہاں آئے تو) اپنے سینہ اور اپنے چہرہ کو اس پر رکھدے اور کعبہ مکرمہ کے پردوں کو تھوڑی دیر کے لئے پکڑلے اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتا ہوا، تضرع کرتا ہوا، دین و دنیا کے کاموں میں سے اس مقصود کی دعا مانگے جس سے وہ محبت رکھتا ہے۔ اور کہے۔

(ترجمہ) اے اللہ تیرا یہ مکان ہے جس کو تو نے مبارک اور تمام عالموں اور جہانوں کے لئے ہدایت بنایا ہے۔ اے اللہ جیسے تو نے مجھے اس خانہ مبارک کی راہ دکھائی ہے اور یہاں تک پہنچا دیا ہے (اے خدا) اب قبول بھی فرمالے اور اپنے بیت مبارک سے میری اس ملاقات کو آخری ملاقات مت بنا اور مجھ کو دوبارہ آنے کی رزق یعنی توفیق عطا فرما حتی کہ اپنی رحمت کے صدقہ تو میرے سے راضی ہو جا اے ارحم الراحمین۔

---

[1] یعنی جس مقصود کی نیت کروگے خدا اسی میں کامیاب کردے گا۔

مِن الأماكن التي يستجابُ فيها الدّعاءُ بمكة المشرفة وهي خمسة عشرَ موضعًا نقلها الكمالُ بنُ الهُمامِ عن رسالة الحسن البصري رحمه الله بقوله في الطّواف وعندَ الملتزم وتحتَ الميزاب وفي البيت وعندَ زمزم وخلفَ المقام وعلى الصّفا وعلى المروة وفي السعي وفي عرفات وفي منًى وعند الجمرات (انتهى) والجمرات ترمى في اربعة ايامٍ يوم النحر وثلاثةٍ بعده كما تقدم وذكرنا استجابته ايضًا عند رؤية البيت المكرّم ويستحبُّ دخولُ البيت الشريف المبارك ان لم يؤذ احدًا وينبغي ان يقصدَ مصلى النبيّ صلى الله عليه وسلم فيه وهوَ قبلَ وجهه وقد جعلَ البابَ قبل ظهره حتى يكونَ بينه وبين الجدار الذي قبل وجهه قرب ثلاثة اذرع ثم يصلي فاذا صلى الى الجدار يضع خدّه عليه ويستغفر الله ويحمده ثم يأتي الاركانَ فيحمد ويهلل ويسبّح ويكبر ويسألُ

اور ملتزم مکہ مکرمہ کے ان جگہوں میں سے ہے جن میں توبہ قبول ہوتی ہے اور وہ پندرہ جگہ میں جن کو حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے رسالے سے کمال ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ نے نقل کیا ہے۔ ان کا قول یہ ہے۔ (۱) طواف میں (۲) ملتزم کے پاس (۳) میزاب کے نیچے (۴) اور بیت خدا میں (۵) زم زم کے پاس (۶) مقام ابراہیم کے پیچھے (۷) صفا پر اور (۸) مروہ پر (۹) اور سعی میں (۱۰) اور عرفات میں (۱۱) اور منیٰ میں (۱۲) اور جمرۂ اولیٰ (۱۳) اور جمرہ ثانیہ (۱۴) اور جمرۂ ثالثہ کی تمام رمیوں میں (یعنی پہلے دن (دس تاریخ) اور دوسرے اور تیسرے اور (۱۵) چوتھے دن کی رمی۔ انتہی۔

اور جمرات کی رمی چار دن ہوتی ہے۔ یوم نحر میں اور تین دن اس کے بعد جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ اور بیت اللہ پر نظر پڑنے کے وقت دعا کی قبولیت کا بھی ہم نے ذکر کیا ہے اور بیت اللہ میں داخل ہونا مستحب ہے اگر کسی کو تکلیف نہ دے اور یہ مناسب ہے کہ بیت اللہ پر جا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ کا قصد کرے اور وہ جگہ چہرہ کی طرف (منہ کے سامنے) ہوگی جس وقت کہ دروازہ کو کمر کے پیچھے کرکے (اس جگہ پہنچ جائے) کہ اس کے درمیان اور اس دیوار کے درمیان جو اُس کے منہ کے سامنے ہے تقریباً تین گز کا فاصلہ رہ جائے۔ (یعنی دروازے کے سامنے کی دیوار سے تقریباً تین گز ورے وہ جگہ ہے جہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی تھی اور آپ کی پشت مبارک دروازے کی طرف اور چہرۂ مبارک سامنے کی دیوار کی طرف تھا)

پھر نماز پڑھے پس جبکہ دیوار کی طرف رخ کرکے نماز پڑھ چکے تو اپنے رخسار کو اس (دیوار) پر رکھدے اور اللہ سے استغفار کرے اور اللہ کی تعریف (حمد) کرے۔ پھر ارکان کے پاس آکر اللہ کی حمد و ثنا کرے اور لا الٰہ الا اللہ اور سبحان اللہ اور اللہ اکبر پڑھے اور اللہ تعالیٰ سے جس چیز کی خواہش ہو دعاء کرے۔

اللّٰہ تعالیٰ مَاشاءَ وَیلزم الادبَ مااسْتطاعَ بظاھِرہٖ وبَاطنہٖ وَلیست البَلاطۃ الخضراء الِتی بَین العمُودین مصَلے النبیّ صلی اللّٰہ علیہِ وسلم ومَاتقولہ العَامۃ من انہٗ العروۃ الوثقیٰ وَھومَوضع عَال فی جدارِالبیُت بدعۃ باطِلۃ لا اصُلَ لھَاوالمسمَار الذی فی وسُط البیَت یسمّونہٗ سُرۃَ الدّنیا یکشف احَدھم عوُرتہٗ وَسرّتہٗ ویضعُھَا عَلیہ فعل منُ لاعقلَ لہٗ فضلًا عن عِلم کمَا قالہٗ الکمالُ وَاذاارادالعودَالی اھلہ ینبغی ان ینصَرفَ بعَد طوافہٖ للوداعِ وھویمشی الی وَرائہٖ وَوجھہٗ الی البیَت باکیًا او متباکیًا متحسّرا علی فراق البیت حتی یخرج مَن المسجِد وَیخرجُ مِن مَکۃ مِن بَاب بَنی شیُبۃ مِنَ الثنیۃ السُّفلیٰ وَالمرأۃ فی جمیع افعَال الحجّ کالرّجل غیرانھَالاتکشف رأسھَاوتسدُلَ علیٰ وجھَااشیاءَ تحتہٗ عیدانٌ کالقبۃِ تمنع مَسّہٗ بالغِطاء وَلاترفعُ صَوتھا بالتلبیَۃ ولاترمل وَلا

اور اپنے ظاہر اور باطن سے جس قدر بھی ممکن ہو ادب اور تعظیم کا لحاظ رکھے۔ اور وہ سبز[1] فرش جو کہ دو عمودوں کے درمیان ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نماز پڑھنے کی جگہ نہیں ہے۔ اور جو لوگ کہتے ہیں کہ یہ "عروہ وثقیٰ" ہے اور عروہ وثقیٰ ایک بلند جگہ ہے بیت اللہ کی دیوار میں یہ ایک اختراع کردہ اور گھڑی ہوئی بات ہے جو بالکل باطل ہے اور جس کی کوئی اصل نہیں۔

اور مسمار (کیل) جو بیت اللہ کے بیچ میں ہے جس کو سرہ دنیا (یعنی دنیا کی ناف) کہتے ہیں اور جس پر لوگ شرمگاہ اور ناف کھول کر رکھتے ہیں یہ ان لوگوں کا فعل ہے جن کے اندر ذرہ برابر عقل نہیں ہے۔ علم تو کہاں سے ہوتا۔ ایسا ہی علامہ کمال نے کہا ہے۔

اور جب مکان واپس ہونے کا ارادہ کرے تو مناسب ہے کہ طواف وداع کے بعد اس طرح لوٹے کہ وہ پیچھے کی طرف چلتا ہوا ہو مگر اس کا چہرہ بیت اللہ کی طرف ہو وہ (واقعی) روتا ہوا ہو (ورنہ کم از کم) رونے کی صورت بنائے ہوتے ہو۔ بیت اللہ کے فراق پر حسرت کرتا ہوا ہو (اسی طرح) مسجد سے باہر نکلنے تک چلتا رہے اور مکہ مکرمہ سے واپسی کے وقت باب بنی شیبہ سے ہو کر ثنیہ سفلیٰ سے ہوتا ہوا نکلے۔

اور عورت تمام افعال حج میں مردوں کی طرح ہے (فرق صرف اتنا ہے) کہ عورت سر کو نہیں کھولے گی اور اپنے چہرہ پر کسی چیز کو (اس طرح) لٹکائے گی کہ اس کے نیچے لکڑیاں (تختی) ہو (اور وہ) قبہ کی طرح ہو جائے جو چہرہ کو نقاب سے چھونے نہ دے (بلکہ علیحدہ رکھے)

اور تلبیہ کے وقت اپنی آواز کو بلند نہ کرے نہ (طواف کے دوران) اکڑ کر چلے اور میلین اخضرین کے درمیان دوڑے بلکہ صفا اور

---

[1] بلاطہ۔ زمین ہموار و ہر زمین کہ بران سنگ یا خشت پختہ گسترده باشد۔ منتہی الارب یعنی پتھر یا اینٹوں کا کھرنجہ یا فرش۔

تهرول في السعي بين الميلين الاخضرين بل تمشي على هينتها في جميع السعي بين الصفا والمروة ولا تحلق وتقصر وتلبس المخيط ولا تزاحم الرجال في استلام الحجر وهذا تمام حج المفرد وهو دون المتمتع في الفضل والقران افضل من التمتع

(**فصل**) القران هو ان يجمع بين احرام الحج والعمرة فيقول بعد صلوة ركعتي الاحرام اللهم اني اريد الحج والعمرة فيسرهما لي وتقبلهما مني ثم يلبي فاذا دخل مكة بدأ بطواف العمرة سبعة اشواط يرمل في الثلاثة الأول فقط ثم يصلي ركعتي الطواف ثم يخرج الى الصفا ويقوم عليه داعيا مكبرا مهللا ملبيا مصليا على النبي صلى الله عليه وسلم ثم يهبط نحو المروة ويسعى بين الميلين فيتم سبعة اشواط وهذه افعال العمرة والعمرة سنة ثم يطوف طواف القدوم للحج ثم يتم افعال الحج كما تقدم فاذا رمى يوم النحر جمرة العقبة وجب عليه ذبح

مروہ کے درمیان کی سعی میں اطمینان اور وقار سے چلتی رہے۔ اور سر منڈائے گی نہیں (بلکہ) کچھ بال کترولے گی اور سلے ہوئے کپڑے پہنے اور حجر اسود کو چومنے کے وقت مردوں میں نہ گھسے۔

یہ حج مفرد کے بیان کا اختتام ہے۔ حج مفرد تمتع سے فضیلت میں کم ہوتا ہے اور (حج کی تیسری قسم یعنی) قران تمتع سے بھی بڑھا ہوا ہوتا ہے[1]۔ (اب قران اور پھر تمتع کے احکام بیان کریں گے)

فصل قران

قران یہ ہے کہ حج کرنے والا شخص حج اور عمرہ دونوں کا احرام اکٹھا باندھے۔ چنانچہ احرام کی دونوں رکعتوں کے بعد کہے گا۔ اللھم انی ارید الحج والعمرۃ فیسرھما لی وتقبلھما منی (ترجمہ، اے اللہ میں حج اور عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں (خداوندا) ان دونوں کو میرے اوپر آسان فرمادے اور قبول فرمالے) پھر لبیک کہے (تلبیہ پڑھے) پھر جب مکہ مکرمہ میں داخل ہو تو پہلے طواف عمرہ کے سات شوط کرلے۔ صرف پہلے تین شوطوں میں رمل کرے گا۔ پھر دو رکعت طواف کی پڑھے اس کے بعد صفا کی طرف روانہ ہو اور اس پر کھڑا ہو۔ بایں حالت کہ دعا پڑھ رہا ہو، تکبیر کہہ رہا ہو، لا الٰہ الا اللہ کہہ رہا ہو، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھ رہا ہو۔ پھر (وہاں سے) مروہ کی طرف اترے اور میلین اخضرین کے درمیان سعی کرے پس سات شوط (درمیان صفا و مروہ کے) تمام کرے اور یہ افعال عمرہ کے تھے۔ اور عمرہ سنت ہے۔ اس کے بعد حج کا طواف قدوم کرے۔ پھر جس طرح کہ پہلے بیان ہو چکا ہے حج کے افعال پورے کرے۔ پھر جب یوم النحر میں جمرہ عقبہ کی رمی کر چکے تو اس پر ایک بکری کا ذبح کرنا یا بدنہ (گائے اونٹ) کا ساتواں حصہ (قربانی کرنا) واجب ہے۔ پھر جب نہ پاسکے

---

[1] حاصل یہ ہے کہ قران ان سب سے زیادہ افضل ہے، تمتع اس سے کم اور افراد سب سے کم۔ (منہ)

شَاةٍ اَوْ سُبُعُ بَدَنَةٍ فَاِذَا لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ اَيَّامٍ قَبْلَ مَجِيْءِ يَوْمِ النَّحْرِ مِنْ اَشْهُرِ الْحَجِّ وَسَبْعَةِ اَيَّامٍ بَعْدَ الْفَرَاغِ مِنَ الْحَجِّ وَلَوْ بِمَكَّةَ بَعْدَ مُضِيِّ اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ وَلَوْ فَرَّقَهَا جَازَ ۞

(فَصْلٌ) اَلتَّمَتُّعُ هُوَ اَنْ يُّحْرِمَ بِالْعُمْرَةِ فَقَطْ مِنَ الْمِيْقَاتِ فَيَقُوْلُ بَعْدَ صَلٰوةِ رَكْعَتَيِ الْاِحْرَامِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اُرِيْدُ الْعُمْرَةَ فَيَسِّرْهَا لِيْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّيْ ثُمَّ يُلَبِّيْ حَتّٰى يَدْخُلَ مَكَّةَ فَيَطُوْفُ لَهَا وَيَقْطَعُ التَّلْبِيَةَ بِاَوَّلِ طَوَافِهٖ وَيَرْمُلُ فِيْهِ ثُمَّ يُصَلِّيْ رَكْعَتَيِ الطَّوَافِ ثُمَّ يَسْعٰى بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ بَعْدَ الْوُقُوْفِ عَلَى الصَّفَا كَمَا تَقَدَّمَ سَبْعَةَ اَشْوَاطٍ ثُمَّ يَحْلِقُ رَاْسَهٗ اَوْ يُقَصِّرُ اِذَا لَمْ يَسُقِ الْهَدْيَ وَحَلَّ لَهٗ كُلُّ شَيْءٍ مِنَ الْجِمَاعِ

(یعنی بکری یا بدنہ کا ساتواں حصہ قربانی نہ کرسکے) تو تین دن کے روزے رکھنے ہوں گے۔ اشہر حج (یعنی شوال ذو القعدہ اور دس روز ذی الحجہ کے) اندر اندر یوم النحر (یعنی دسویں ذی الحجہ سے پہلے اور سات دن حج سے فارغ ہونے (یعنی ایام تشریق گذر جانے کے بعد) اگرچہ مکہ میں رہے اور اگر ان کو (سات روزوں کو) متفرق کردے تو بھی جائز[1] ہے۔

فصل تمتع

تمتع یہ ہے کہ میقات سے صرف عمرہ کا احرام باندھے۔ چنانچہ احرام کی دو رکعتوں کے بعد کہے۔ اللّٰهم انی ارید العمرة فیسرها لی وتقبلها منی (ترجمہ۔ اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں (اے خدا) تو اس کو آسان فرمادے اور اس کو میری جانب سے قبول فرما۔) پھر مکہ میں داخل ہونے تک تلبیہ کہتا رہے پھر (مکہ میں پہنچ کر) عمرہ کا طواف کرے اور تلبیہ کو پہلے طواف ہی پر بند کردے اور اس طواف میں رمل کرے۔ پھر دو رکعت طواف کی نماز پڑھے۔ اس کے بعد صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرے (یعنی اول) صفا پر ٹھیرنے (اور دعا وغیرہ مانگنے کے بعد مروہ کی طرف چلے) جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا سات شوط کرے۔

(ا) پھر اگر ہدی[2] کو نہیں ہنکایا تھا (یعنی ہدی نہیں لے گیا تھا) تو سر منڈائے یا قصر کرائے (یعنی بال کتروائے) اور (اب) اس کے لئے جماع وغیرہ تمام چیزیں حلال ہوگئیں۔ اور اسی طرح اس حالت میں

---

[1] یعنی کل دس روز کے روزے رکھنے ہوں گے تین دن کے دسویں ذی الحجہ سے پہلے اور سات آٹھ نو تاریخ کو رکھنا مستحب ہے اور سات روز حج کرنے اور ایام تشریق گذر جانے کے بعد۔ واللہ اعلم

[2] تمتع کی تعریف تو پہلے معلوم ہو چکی۔ پھر تمتع کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تمتع مع سوق الہدی۔ دوسرے بغیر سوق الہدی یعنی اگر وہ ذبح کرنے کا جانور جس کو ہدی کہتے ہیں اپنے ساتھ وطن سے لے جاتا ہے تو تمتع مع سوق الہدی ہے اور وہ شخص متمتع سائق الہدی ہے۔ اور اگر وہ ہدی اپنے مکان سے نہیں لے گیا تو اس کو تمتع بغیر سوق الہدی کہتے ہیں اور اس شخص کو متمتع غیر سائق الہدی کہا جائے گا۔ فتذکر

وغیرہ ویستمرّ حلالاً وان ساق الهدی لا یتحلل من عمرته فاذا جاء یوم
الترویة یحرم بالحجّ من الحرم ویخرج الی منیٰ فاذا رمیٰ جمرة العقبة یوم النحر
لزمه ذبح شاةٍ او سبع بدنةٍ فان لم یجد صام ثلاثة ایّامٍ قبل مجیٔ یوم النحر
وسبعةً اذا رجع کالقارن فان لم یصم الثلاثة حتّی جاء یوم النحر تعیّن علیه
ذبح شاةٍ ولا یجزئه صوم ولا صدقة

(**فصل**) العمرة سنة وتصحّ فی جمیع السّنة وتکره یوم عرفة ویوم النحر وایّام
التشریق وکیفیّتها ان یحرم لها من مکة من الحلّ بخلاف احرامه للحجّ فانّه
من الحرم ٭ وامّا الآفاقیّ الذی لم یدخل مکة فیحرم اذا قصدها من المیقات
ثمّ یطوف ویسعیٰ لها ثمّ یحلق وقد حلّ منها کما بیناه بحمد الله ٭

کر وہ حلال ہو ٹھیرا رہے اور اگر ہدی اپنے ساتھ لے گیا تھا تو عمرہ (ادا کرنے) سے حلال نہیں ہوگا (محرم ہی رہے گا) پھر جب یوم الترویہ (ذی الحجہ کی آٹھویں تاریخ) آئے تو حرم ہی سے حج کا احرام باندھ لے اور منی کی طرف روانہ ہو۔ پھر جب یوم النحر (دسویں تاریخ) میں جمرہ عقبیٰ کی رمی کر چکے تو اس کو ایک بکری کا ذبح کرنا لازم ہوگا یا بڑے جانور (اونٹ یا گائے) کا ساتواں حصہ (قربانی کر دینا ہوگا) پس اگر نہ پاسکے تو تین دن کے روزے رکھ لے۔ یوم النحر (دسویں تاریخ) آنے سے پہلے اور سات دن کے روزے (اس کے بعد رکھے) جبکہ واپس آئے قارن کی طرح۔

پھر اگر تین دن روزے نہیں رکھ سکا حتیٰ کہ یوم النحر آگیا تو اس پر ایک بکری کا ذبح کرنا (لازمی طور پر) معین ہوگیا۔ اور (اب) نہ اس کو روزہ رکھنا کافی ہو سکتا ہے اور نہ صدقہ۔

فصل عمرہ مسنون ہے اور تمام سال میں[1] صحیح ہو جاتا ہے (یعنی ادا ہو سکتا ہے) اور یوم عرفہ اور یوم النحر اور ایام تشریق (یعنی ۹ ر سے ۱۳ ر ذی الحجہ تک) ادا کرنا مکروہ ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ مکہ مکرمہ کے اس علاقہ سے جو حل[2] ہے اس کا (عمرہ کا) احرام باندھے بخلاف حج کے احرام کے کیونکہ [illegible] احرام حرم سے ہوتا ہے۔ لیکن آفاقی[3] (غیر مکی) شخص جو مکہ میں داخل نہیں ہوا وہ جب مکہ مکرمہ کا ارادہ کرے گا تو میقات سے احرام [illegible]ے گا (الحاصل احرام باندھنے کے بعد) عمرہ کا طواف کرے اور سعی کرے پھر حلق کرے اور اب عمرہ سے فارغ ہوگیا جیسا کہ ہم[4] نے بیان کیا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ۔

---

[1] یعنی جس روز چاہے ادا کرسکتا ہے۔

[2] حرم وہ حصہ ہے جس کے اندر شکار وغیرہ مارنا حرام ہے اور اس کے علاوہ تمام روئے زمین "حل" ہے۔ اب ان دونوں مسئلوں کا خلاصہ یہ ہے کہ عمرہ کا احرام حل میں آکر باندھنا ہوگا اور حج کا احرام (مکہ میں رہنے والے کے لئے) حرم سے ہی باندھنا ہوگا۔

[3] مکہ معظمہ کے باشندوں کے علاوہ سب کو آفاقی کہا جاتا ہے۔

[4] یعنی طواف اور سعی کی صورت۔

(تنبیہ) وافضلُ الایّامِ یومُ عَرفةَ اذا وافق یومَ الجمعةِ وهوافضلُ مِن سَبعینَ حجّةً فی غیرِ جُمُعةٍ رَواہ صَاحبُ مِعراجِ الدرایةِ بقولہٖ وَقد صحّ عَن رسُولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہِ وسلم انہٗ قالَ افضَلُ الایامِ یومُ عَرفةَ اذا وَافق جمعةً وَ هُوافضل مِنْ سَبْعینَ حجّةً ذکرہٗ فی تجریْدِ الصّحَاحِ بعَلامةِ المؤطأ وکَذا قالہٗ الزیلعیؒ شارحُ الکنزِ؛ والمجَاورةُ بمَکّةَ مَکروهةٌ عِندَ ابی حَنیفة رحمہُ اللّٰہ تعالیٰ لعَدمِ القیامِ بحقوقِ البیتِ والحرمِ وَنفی الکراهَةَ صَاحبَاہ رحمهُما اللّٰہ تعَالیٰ

بَابُ الجنایَات

هیَ علیٰ قسمَین جنایة علی الاحرامِ وَجنایة علی الحرمِ وَالثانیة لاتختصُّ بالمُحرِمِ وَجنایة المحرِمِ علی اقسَامٍ منہَامَا یوجبُ دمًا ومنہَامَا یوجبُ صَدقةً وهی نصْف

تنبیہ

سب دنوں سے افضل عرفہ کا دن ہے جبکہ جمعہ سے موافقت کر جائے (یعنی جبکہ عرفہ جمعہ کے دن ہو) اور یہ ستر حجوں سے جو جمعہ میں نہوں افضل ہے۔

یہ معراج الدرایہ کے مصنف کا قول ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ افضل الایام یوم عرفة اذا وافق جمعة وهوا فضل من سبعین حجة (ترجمہ، بہترین دن عرفہ کا دن ہے جب جمعہ کے روز ہو اور وہ ستر حجوں سے افضل ہے)

مضمون سابق کی حدیث کو تجرید صحاح میں موطا کی علامت سے ذکر کیا ہے اور ایسے ہی اس کو کنز کے شارح زیلعیؒ نے لکھا ہے۔

اور مکہ معظمہ کی مجاورت (یعنی مکہ معظمہ میں رہ پڑنا) امام ابوحنیفہ صاحبؒ کے نزدیک مکروہ ہے۔ کیونکہ بیت اللہ اور حرم کے حقوق اور آداب کو بجالانا غیر ممکن ہے۔ اور صاحبین (امام ابو یوسف صاحب اور امام محمد صاحب رحمہما اللہ نے کراہت کی نفی کی ہے۔

حج کی غلطیاں اور فروگذاشتیں

دو قسم کی ہوں گی (۱) جنایة علی الاحرام (یعنی وہ جرم جو آداب احرام میں کوتاہی اور غلطی کے باعث ہو)۔ (۲) جنایة علی الحرم (یعنی وہ جرم جو حرم شریف سے متعلق ہو)۔ دوسری (قسم کی جنایہ) محرم (احرام باندھنے والے شخص) کے ساتھ خاص نہیں (بلکہ جو شخص بھی حرم کی حرمت کے خلاف کرے گا وہ مجرم ہوگا)

اور محرم کی جنایت چند قسم کی ہے۔ کچھ تو ایسی ہیں جو دم (جانور ذبح کرنے کو) واجب کرتی ہیں اور

صَاعٍ مِن برٍّ ومنهَا مَا يوجبُ دُونَ ذٰلكَ ومنهَا مَا يوجبُ القيمَةَ وهيَ جزاءُ الصَّيدِ ويتعَدَّدُ الجزاءُ بتعدُّدِ القاتلينَ المجرمينَ ✽ فالتي توجبُ دمًا هيَ مَا لوْ طيّبَ محرمٌ بالغٌ عضوًا او خضبَ راسَهُ بحنّاءٍ او ادّهنَ بزيتٍ ونحوهٖ او لبسَ مخيطًا اوستر راسهُ يومًا كاملًا او حلقَ رُبعَ راسهٖ او محجمهٖ او احدَ ابطيهِ او عانتهُ اوْ رقبتهُ او قصَّ اظفار يديهِ ورجليهِ بمجلسٍ او يدًا او رجلًا او تركَ واجبًا ممَّا تقدمَ بيانهُ وَفي اخذِ شاربهٖ حكومَةٌ والتي توجبُ الصَّدقةَ بنصفِ صَاعٍ مِن بُرٍّ او قيمتهٖ هيَ مَا لو طَيّبَ اقلَّ مِن عضوٍ او لبسَ مخيطًا او غطّى راسَهُ اقلَّ منْ يومٍ او حلقَ اقلَّ مِن رُبعِ راسهٖ او قصَّ ظفرًا وكذا لِكلِّ ظفرٍ نصفُ صَاعٍ

کچھ وہ ہیں جو صدقہ کو واجب کرتی ہیں اور صدقہ کی مقدار نصف صاع گیہوں ہوگی اور کچھ وہ ہیں جو اس سے بھی کم کو واجب کرتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو قیمت کو واجب کرتی ہیں اور وہ (جنایۃ جس کے ارتکاب سے قیمت واجب ہوتی ہے) شکار کی جزا ہے۔ اور احرام[1] باندھنے والے قاتلوں کے متعدد ہو جانے سے جزا بھی متعدد ہو جائے گی۔

پس وہ جنایۃ جو دم کو واجب کرتی ہے وہ وہ ہے کہ کوئی محرم بالغ کسی عضو کو خوشبو لگائے یا اپنے سر کو مہندی سے رنگے یا زیتون وغیرہ کا تیل لگالے یا کسی سلے ہوئے کپڑے کو پہن لے یا سر کو پورے دن چھپائے رکھے یا چوتھائی سر (کم از کم) منڈوالے یا پچھنے لگوانے کی جگہ کو یا دونوں بغلوں میں سے کسی ایک کو یا اپنے عانہ (موئے زیر ناف) کو یا گردن کو یا دونوں ہاتھوں کے یا دونوں پیروں کے ناخنوں کو ایک مجلس میں یا ایک ہاتھ یا ایک پیر (کے ناخنوں کو) ترشوادے یا ان واجبات میں سے جن کا بیان پہلے گذرا کسی ایک واجب کو چھوڑ دے۔ اور مونچھوں[2] کے ترشوانے میں ایک عادل کے فیصلہ کا اعتبار کیا جائے گا۔

اور وہ جنایتیں جو نصف صاع گیہوں یا اس کی قیمت کے صدقہ کو واجب کر دیتی ہیں۔ (یہ ہیں) کہ پورے عضو سے کم پر خوشبو لگائے یا سلے ہوئے کپڑے کو پہنے رہے یا سر کو ڈھانپے رہے ایک دن سے کم یا ایک چوتھائی سر سے کم کو منڈوالے یا ایک ناخن کاٹے اور ایسے ہی ہر ایک ناخن کے مقابلہ میں نصف صاع ہے مگر یہ کہ مجموعہ

---

[1] مثلاً دو محرموں نے مل کر ایک شکار مارا تو چونکہ دو احراموں سے ان جرموں کا تعلق ہے لہذا جزا بھی دو ہوں گی اور اگر دو آدمیوں نے جو احرام نہیں باندھے ہوتے تھے حرم شریف کے ایک شکار کو مارا تو چونکہ حرم شریف ایک ہی ہے اور شکار بھی ایک۔ لہذا ایک جرم میں دونوں کی شرکت ہوئی پس ایک جزا واجب ہوئی۔

[2] یعنی یہ دیکھا جائے گا کہ جتنی مونچھیں ترشوائی ہیں وہ چوتھائی داڑھی کی برابر ہیں یا اس سے کم اگر چوتھائی داڑھی کی برابر منڈائی ہیں تو ایک دم واجب ہوگا۔ اور اس سے کم پر اسی کے اعتبار اور مقدار سے۔

الاان یبلغ المجموع دمًا فینقص ماشاءَ منہ کخمسۃٍ متفرقۃٍ اوطاف للقدوم اوللصدر محدثًا وتجب شاۃ ولوطاف جنبًا اوترک شوطًا من طواف الصدر وکذا لکل شوط من اقلہ اوحصاۃ من احدی الجمار وکذا لکل حصاۃ فیما لم یبلغ رمی یوم الاان یبلغ دمًا فینقص ماشاءَ اوحلق راس غیرہ اوقص اظفارہ وان تطیب اولبس اوحلق بعذر تخیر بین الذبح اوالتصدق بثلاثۃ

ایک دم (کی مقدار) کو پہنچ جائے (اور اگر ایسا ہو) تو جتنا بھی چاہے اس میں سے کم کردے جیسا کہ پانچ متفرق ناخنوں میں، یا حالت حدث میں (یعنی بے وضو) طواف قدوم یا طواف صدر کیا ہو۔ اور اگر حالت جنابت میں (جب غسل کی ضرورت تھی) طواف کیا ہے تو بکری ذبح کرنی واجب ہوتی ہے اور (گیہوں کا نصف صاع واجب ہوتا ہے) اگر طوافِ صدر میں سے ایک شوط چھوڑدیا ہو اور ایسے ہی نصف صاع واجب ہوتا رہے گا۔ ہر ایک شوط (چکر) کے عوض میں (جب تک[2] کہ طواف کا کم حصہ چھوٹے) نیز گیہوں کا نصف صاع واجب ہوتا ہے اگر کسی جمرہ پر ایک کنکری پھینکنی چھوڑدے (صرف چھ کنکریاں پھینکے)

اور ایسے ہی ہر کنکری کے مقابلہ میں نصف صاع واجب ہوتا رہے گا۔ اس[3] مقدار میں کہ ایک دن کی رمی کی مقدار کو نہ پہنچے۔ (ہاں اگر ان ہی چند صاعوں کی قیمت) دم (یعنی بکری) کی قیمت کو پہنچ جائے تو اس میں سے جتنی چاہے قیمت کم کردے۔[4]

اور ایسے ہی اپنے علاوہ کسی دوسرے شخص کا (وہ محرم ہو یا حلال ہو) سر مونڈا یا کسی دوسرے شخص کے ناخون کاٹے (تو صدقہ واجب ہوگا۔) اور اگر کسی عذر سے خوشبو لگائی تھی یا سلا ہوا کپڑا پہنا تھا یا سر منڈایا تھا تو (ایک بکری) ذبح کردینے یا تین صاع چھ مسکینوں پر تقسیم کردینے یا تین دن کے روزے رکھنے کا اس کو اختیار دیا جائے گا (ان صورتوں میں سے جو مناسب سمجھے اختیار کرلے)

---

[1] حاصل کلام یہ ہے کہ اس صورت میں پورا دم واجب نہ ہوگا۔ اب اگر ان متفرق صدقوں کی قیمت ایک دم کو پہنچ جائے تو کم کرنا لازم ہے تاکہ ایک دم جو مفروض سے خارج ہے وہ لازم نہ آجائے۔ اور اگر پانچ ناخن علیحدہ علیحدہ کٹوائے اور ان میں جو صدقہ لازم ہو وہ ایک دم کی مقدار کو پہنچ گیا تب بھی یہی حکم ہے۔

[2] یہ معلوم ہو چکا ہے کہ ایک طواف میں سات شوط ہوتے ہیں۔ اب صورت یہ ہے کہ اگر تین شوط تک (جو طواف کا کم حصہ ہے) چھوڑدے گا تو نصف صاع ہر شوط کے عوض میں واجب ہوتا رہے گا۔ اور اگر تین شوط سے زیادہ چھوڑدے گا تو پھر دم یعنی بکری ذبح کرنی پڑے گی۔ (منہ)

[3] ایک دن کی رمی کم ازکم سات کنکریوں کا پھینکنا ہے۔ پس اگر سات کنکریاں پھینکنا چھوڑدے تب تو دم یعنی بکری ذبح کرنا واجب ہوگا اور اس سے کم پر ہر کنکر کے عوض میں نصف صاع گیہوں کا صدقہ کرنا واجب ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب

[4] کیونکہ اس صورت میں دم (بکری کی قیمت سے کم ہی کم) لازم ہے۔ اب جبکہ ان صدقوں کی مجموعی قیمت بکری کی قیمت کے برابر ہے تو اس کو کچھ کمی کردینی چاہیے۔ تاکہ بکری کی قیمت تک پہنچ کر مفروض کے خلاف نہ ہوسکے۔ واللہ اعلم بالصواب (ہکذا فی الہدایۃ) منہ

اصوعٍ علیٰ ستّۃِ مساکین اوصیام ثلاثۃِ ایّامٍ ٭ والتی توجبُ اقل من نصف صاعٍ فھی مالو قتل قملۃً اوجرادۃً فیتصدّق بما شاء والتی توجبُ القیمۃ فھی مالو قتل صیدًا فیقوّمہ عدلان فی مقتلہٖ اوقریبٍ منہ فان بلغت ھدیًا فلہ الخیار ان شاء اشتراہ وذبحہٗ اواشتریٰ طعامًا وتصدّق بہٖ لکل فقیرٍ نصف صاعٍ اوصام عن طعامِ کلّ مسکینٍ یومًا وان فضل اقلّ من نصف صاعٍ تصدّق بہٖ اوصام یومًا وتجبُ قیمۃ ما نقصَ بنتف ریشہِ الذی لا یطیرُ بہٖ وشعرہٖ وقطعِ عضوٍ لایمنعہُ الامتناع بہٖ وتجبُ القیمۃ بقطعِ بعض قوائمہٖ ونتفِ ریشہٖ وکسرِ بیضہٖ ولایجاوزُ عن شاۃ بقتل السّبع وان صالَ لاشئَ بقتلہٖ

اور وہ جنایت جو صاع سے کم واجب کرتی ہے پس وہ وہ ہے کہ جوں یا ٹڈی کو مار دے تو جو چاہے صدقہ کر دے۔

اور وہ جنایت جو قیمت کو واجب کر دیتی ہے وہ وہ ہے کہ کوئی شکار مارا ہو پس دو عادل شخص اس کی قیمت لگائیں گے اسی جگہ[1] کے اعتبار سے جہاں وہ قتل کیا گیا ہے یا اس سے قریب کی جگہ کے اعتبار سے۔ پس اگر ایک ہدی (قربانی کے جانور) کی مقدار کو اس کی قیمت پہنچ گئی ہے تو اس کے لئے اختیار ہے اگر چاہے اس کو خرید لے اور اس کو ذبح کرے یا غلہ خرید کر ہر فقیر کو نصف صاع دیدے یا ہر مسکین[2] کے حصہ کے عوض میں ایک روزہ رکھ لے۔ اور اگر (اس تقسیم کے بعد) نصف صاع سے کم بچ جاتے تو اس کو صدقہ کر دے یا ایک دن کا روزہ رکھ لے۔

اور واجب ہوگی اتنی قیمت جو کم ہو گئی ہے پرندے کے اُن پروں کے اکھاڑنے سے جن سے وہ اڑتا نہیں تھا۔ اور ان کے نوچنے سے اور کسی عضو کے اس طرح کاٹ دینے سے کہ اُس عضو سے جو حفاظت یہ جانور کر سکتا تھا اس کاٹ دینے نے اس سے اس کو نہیں روکا (یعنی اس عضو کے ذریعہ سے جو حفاظت ہو سکتی تھی یہ جانور اس سے محروم نہیں ہوا) اور اس کے قوائم (ہاتھ پیر) میں سے کسی ایک کے کاٹ دینے سے اور اس کو پروں کو اکھاڑ دینے سے (جن سے وہ اڑتا تھا) اور بیضہ توڑ دینے سے قیمت واجب ہوتی ہے۔ اور درندہ کے قتل کے عوض میں بکری کی قیمت سے تجاوز نہیں کیا جا سکتا (یعنی بکری کی قیمت سے زائد نہیں دی جا سکتی خواہ درندہ کی کتنی ہی قیمت لگائی جائے) اور اگر (وہ درندہ) حملہ کرے تو اُس کے قتل کرنے پر کچھ بھی واجب نہیں ہوگا۔

---

[1] اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک چیز دیہات میں مفت مل جاتی ہے مگر شہر میں وہ گراں ملتی ہے۔ مختصر یہ کہ جگہ کے تفاوت سے قیمتوں میں تفاوت ہوتا ہے۔ لہٰذا اس شکار کی قیمت اس جگہ لگائی جائے گی جس جگہ کہ وہ مارا گیا ہے اور اگر وہاں اُس کی کچھ قیمت نہ ہوتی ہو تو پھر اس کے قریب کی جگہ جہاں اس کی قیمت ہوتی ہے اس کے لحاظ سے اس شکار کی قیمت مقرر کی جائے گی۔

[2] یعنی جتنے نصف صاع ہوں اتنے روزے رکھ لے۔ اب اگر چار صاع غلہ کی قیمت ہے تو آٹھ روزے رکھے گا۔

وَلا یجزِیُٔ الصَومُ بقتل الحَلال صَیدَ الحَرَمِ وَلا بقطع حشیش الحرم والشجر النَابتِ بنفسِہٖ وَلیسَ مِمّا ینبتہُ النَاسُ بَل القیمَۃ وحَرُمَ رعیُ حِشیش الحَرَمِ وَقطعُہُ الا الاذخرَ والکمأۃ

(فصُل) ولاشیَٔ بقتل غرابٍ وحَدأۃ وعقرَبٍ وَفارۃ وَحَیّۃ وکلبٍ عقورٍ وَبعُوضٍ ونمل وَبُرغوثٍ وَقرادٍ وسلحَفاۃ ومَالیُسَ بصَید

(فصُل) الھَدیُ ادنَاہ شاۃ وھومنَ الابل وَالبقر وَالغنمِ وَمَا جَازَ فی الضحایا جَازَ فی الھدایَا والشّاۃ تجوزُ فی کل شیٔ الا فی طَوافِ الرکن جُنبًا ووَطءِ بعدَ الوقوفِ قبل الحَلق ففی کلّ منہُمَا بدَنۃ وخصّ ھَدیُ المتعَۃِ والقران بیَومِ النحرِ فقط وخصّ ذبح کلّ ھَدی بالحَرَمِ الا ان یکونَ تطوعًا وتعیّبَ فی الطریق

اور اگر کسی حلال شخص نے (جو محرم نہیں تھا) حرم کے شکار کو قتل کر دیا ہے تو قیمت دینی لازم ہوگی۔ اس کے لئے روزہ رکھنا کافی نہیں ہو سکتا۔ اور (اسی طرح) حرم کی گھاس کاٹنے میں اور اس درخت کو کاٹنے میں جو خودرو ہے اور اس کو لوگ بوتے نہیں (روزہ رکھنا کافی نہیں ہوگا) بلکہ قیمت (لازم) ہوگی۔

اور حرم کی گھاس کا چرانا اور اس کا کاٹنا حرام ہے مگر صرف اذخر اور کمأۃ[1] کا (کاٹنا حرام نہیں)

فصل کوّا، چیل، بچھو، چوہا، سانپ، دیوانہ کتا، مچھر، چیونٹی، پسّو، چیچڑی اور کچھوا اور اس چیز کے مار ڈالنے سے کچھ واجب نہیں ہوتا جو شکار نہیں ہے۔

فصل ہدی کم سے کم (ہدی کا گھٹیا درجہ) ایک بکری ہے اور (اصل میں یہ لفظ) اونٹ، گائے، بکری، (کو شامل ہے)، اور جو جانور قربانی میں جائز ہوتا ہے ہدی میں بھی جائز ہوتا ہے۔ اور بکری (تمام موقعوں پر) جائز ہے مگر (ان دو صورتوں میں جائز نہیں) (۱) حالت جنابت میں طوافِ[2] رکن (کرنا) (۲) اور وقوف بعرفہ کے بعد حلق (سر منڈلے) سے پہلے وطی کر لینا۔ پس ان دونوں میں بدنہ (بڑا جانور یعنی گائے یا اونٹ) ذبح کرنا ہوگا۔

اور متعہ اور قران کی ہدی فقط یوم النحر (دسویں تاریخ) کے ساتھ مخصوص[3] ہے اور ہر ایک ہدی کا ذبح کرنا حرم کے ساتھ مخصوص ہے مگر وہ ہدی جو نفلی ہو اور راستہ میں عیب دار ہو گئی ہو پس اس کو

---

[1] ایک خاص قسم کی گھاس ہے جس کو سانپ کی چھتری کہا جاتا ہے۔

[2] جس کو طواف فرض بھی کہتے ہیں جس کا وقت ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۲ ذی الحجہ تک ہے۔

[3] الحاصل ہدی کی بھی تین صورتیں ہوتیں۔ (۱) حرم اور دسویں تاریخ کے ساتھ مخصوص ہو وہ متعہ اور قران کی ہدی ہے۔ (۲) حرم کے ساتھ مخصوص ہو کسی دن کی قید نہ ہو وہ تمام ہدی ہیں باستثنائے چند۔ (۳) نہ حرم کی خصوصیت ہو نہ کسی دن کے ساتھ جیسے وہ ہدی جو ہلاک ہو جانے کے خوف سے راستہ میں ذبح کر دی گئی۔

فینحرُ فی محلہٖ وَلا یاکلہٗ غنیٌّ وفقیرُ الحرم وغیرہ سواءٌ وتقلدُ بدنۃ التطوّع والمتعۃِ وَالقران فقط وَیتصدّق بجلالہٖ وَخطامہٖ وَلا یعطی اجرَ الجزّار منہُ وَلا یرکبہٗ بلا ضرورۃ ولا یحلبُ لبنہٗ الا ان بعُد المحل فیتصدّق بہٖ وینضح ضرعہٗ ان قربَ المحلّ بالنقاخ ولونذر حجا ماشیًا لزمہٗ وَلا یرکبُ حتی یطوفَ للرّکن فان رکبَ اراقَ دمًا وفضّل المشیُ علی الرکوب للقادرِ علیہِ وَوفقنا اللہ تعالیٰ بفضلہٖ ومنّ علینا بالعوْد علی احسَن حَالٍ الیہِ بجاہ سیدنا محمدٍ صلی اللہ علیہٖ وسلم

اس جگہ پر (جہاں وہ عیب دار ہوئی ہے) ذبح کردے۔ اور غنی شخص (یعنی تونگر) اس کو نہ کھائے۔ اور حرم اور غیر حرم کا فقیر برابر ہے۔ اور فقط نفل اور متعہ (تمتع) اور قران کے بدنہ کو قلادہ (ہار) کنٹھا پہنایا جائے گا اور (ذبح کے بعد) اس کی جھول اور مہار کو صدقہ کردے اور قصاب کی اُجرت اس میں سے نہ دی جائے لہ اور بلا ضرورت اُس پر سوار بھی نہ ہو اور نہ اس کا دودھ دوہا جائے مگر ہاں اس صورت میں کہ وہ مقام بہت دور ہو تو اس صورت میں دودھ کا صدقہ کردے اور اگر مقام قریب ہو تو اُس کے تھنوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار دے۔

اور اگر پیدل حج کرنے کی منت مانی تھی تو اس پر پیدل حج کرنا لازم ہو جائے گا۔ اور جب تک طواف رکن نہ ادا کرے سوار نہیں ہو سکتا۔ پس اگر سوار ہو جائے تو خون بہائے (ذبح کرے) اور جو شخص کہ پیدل چلنے پر قادر ہو اس کے حق میں پیدل چلنے کو سوار ہونے پر فضیلت دی گئی ہے۔ (یعنی پیدل چلنا افضل ہے) خداوند عالم ہم کو اپنے فضل وکرم سے توفیق عنایت فرمائے اور بہترین حالت میں دوبارہ حج کے لئے جانے کا ہم پر احسان فرمائے ہمارے سردار افضل المرسل احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے۔ (آمین)

لہ یعنی اس جانور کا گوشت یا کھال اُجرت میں نہ دیا جائے۔

(فصل) فی زیارة النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم علی سبیل الاختصار تبعًا لما قالَ فی الاختیار) لمّا کانت زیارة النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم من افضل القرب واحسن المستحبّات بل تقرب من درجة ما لزم من الواجبات فانہ صلی اللہ علیہ وسلم حرض علیها وبالغ فی الندب الیها فقال من وجد سعة ولم یزرنی فقد جفانی وقالَ صلی اللہ علیہ وسلم من زار قبری وجبت لہ شفاعتی ٭ وقالَ صلی اللہ علیہ وسلم من زارنی بعد مماتی فکانّما زارنی فی حیاتی الی غیر ذلک من الاحادیث وممّا ہو مقرّر عند المحققین انہ صلی اللہ علیہ وسلم حیّ یرزق ممتّع بجمیع الملاذّ والعبادات غیر انہ حجب عن ابصار القاصرین عن شریف المقامات ٭ ولمّا رأینا اکثر الناس غافلین عن اداء حق زیارتہ وما یسنّ للزائرین من الکلیات والجزئیات احببنا ان نذکر بعد المناسک وادائها ما فیہ نبذة من الآداب تتمیمًا لفائدة الکتاب ٭

فصل (مزار مبارک) حضور اقدس سرور عالم خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا بیان مختصر طریقہ پر ”اختیار“ کے بیان کے مطابق

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (یعنی مزار نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کی زیارت افضل عبادتوں میں شامل ہے۔ اور تمام مستحب چیزوں میں بہترین ہے بلکہ ان واجب عبادتوں کے درجہ کے قریب ہے جو لازم ہیں کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زیارت کی ترغیب دی ہے اور اس کی جانب دعوت دینے کی انتہائی بات ارشاد فرمائی ہے چنانچہ ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص نے گنجائش پائی اور میری زیارت نہیں کی پس مجھ پر ظلم کیا (میرے حق میں گستاخی کی) نیز ارشاد ہے جس نے میری قبر کی زیارت کی اس کے لئے میری شفاعت لازم ہو گئی۔ نیز ارشاد ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) جس شخص نے میری زیارت کی میری وفات کے بعد پس گویا اس نے میری زیارت کی میری زندگی میں۔ اور اس کے ماسوا دیگر احادیث۔

نیز محققین کے نزدیک محقق اور تحقیق شدہ امور میں سے یہ بھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہیں آپ کو جملہ لذائذ و عبادات کا رزق دیا جاتا ہے۔ صرف یہ (فرق) ہے کہ ان لوگوں کی نگاہوں سے آپ محجوب ہیں جو مقامات عالیہ سے قاصر ہیں۔

اور چونکہ ہم نے اکثر لوگوں کو مزار اطہر کی زیارت کے حقوق ادا کرنے سے اور ان کلی اور جزوی باتوں سے جو زیارت کرنے والوں کے لئے مسنون ہیں غافل دیکھا لہذا بہتر اور مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم فائدہ کتاب کو مکمل کرنے کی غرض سے مناسک حج اور ان کی ادائگی کے ذکر کے بعد) ایسی یادداشت پیش کر دیں جس میں کچھ آداب

فنقولُ ينبغي لمَن قصَد زيارةَ النبي صَلى الله عَليه وسلم ان يُكثِر منَ الصَّلوٰة عليهِ فانَّهٗ يسمعُها وتبلغ اليهِ وَفضلهَا اشهر منْ ان يُذكر فاذا عَايَنَ حيطَانَ المدَينةِ المنوَّرة يصَلي عَلى النبيّ صَلے الله عَليه وسلم ثمّ يقولُ اللّٰهمّ هٰذا حَرمُ نبيّك ومهبط وحيك فامنن عَليّ بالدخول فيهِ واجعَله وَقايَة لي مَن النار وامَانا منَ العذاب وَاجعَلني منَ الفائزينَ بشفاعَةِ المصطفیٰ يومَ المآب وَيغتسِلُ قبلَ الدخول اوبعَده قبل التوجّهِ لِلزيَارة انْ امْكنهٗ وَيتطيّبُ ويَلبَس احسَنَ ثيابهٖ تعظيمًا للقدُوم على النبيّ صَلى الله عَليهِ وسلم ثم يَدخل المَدينة المنوّرة مَاشيًا ان امْكنهٗ بلا ضرورة بعدَ وضع ركبهٖ وَاطمئنانهٖ على حَشمه اوْ امتِعتهٖ مُتواضعًا بالسَّكينةِ وَالوقار مُلاحِظًا جلالة المكان قائِلا بسْم الله وَعلیٰ ملة رسُول الله صَلى الله عَليْهِ وسلم ربّ ادخِلنيْ مُدخَلَ صِدْق وَاخرِجْنيْ مخرَج

آجائیں تاکہ کتاب کا فائدہ مکمل ہوجائے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں اُس شخص کے لئے جو زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرنے[1] مناسب ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود پڑھے کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس کو بذات خود سنتے ہیں (اگر قریب پڑھا جائے) اور آپ تک پہنچایا جاتا ہے (اگر دور سے پڑھا جاتا ہے۔) درود شریف کی فضیلت بیان سے کہیں زیادہ ہے۔ مختصر یہ کہ جب مدینہ منورہ کی (بابرکت) دیواروں کو دیکھے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے پھر کہے۔ (ترجمہ) اے اللہ یہ تیرے مقدس نبی کا حرم محترم ہے اور تیری وحی کے اترنے کی مبارک جگہ ہے۔ پس اے اللہ مجھ پر احسان فرما کہ میں اس میں داخل ہوں اور اے اللہ اس کو میرے لئے دوزخ سے حفاظت اور عذاب سے امن بنا اور لوٹنے کے دن (قیامت کے روز) مجھے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کے ساتھ کامیاب ہونے والے لوگوں میں بنا (مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت میسر ہو) اور (مدینہ منورہ میں) داخل ہونے سے پہلے غسل کرلے، ورنہ مدینہ منورہ میں داخل ہونے کے بعد زیارت کے لئے جانے سے پہلے غسل کرلے اگر اس کو موقعہ مل سکے اور خوشبو لگائے اور سب سے عمدہ کپڑے (جو اس کے پاس ہوں) پہنے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونے کی تعظیم کے لحاظ سے۔ پھر قافلہ اور سامان وغیرہ کے اتر جانے اور نوکروں چاکروں پر یا اپنے سامان اور اسباب پر اطمینان کرلینے کے بعد اگر پریشانی کے بغیر ممکن ہو تو پا پیادہ مدینہ منورہ میں داخل ہو اس حالت میں کہ سکینہ اور وقار کے ساتھ ہو، تواضع کر رہا ہو، جلالۃ مکان اور عظمت مقام کا لحاظ رکھے ہوئے ہو اور یہ کہتا ہوا ہو (ترجمہ) شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملت پر۔ اے اللہ مجھ کو سچے مقام میں داخل کیجئے اور اچھے راستے سے نکالئے اور

---

[1] شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ مدینہ منورہ جانے کے وقت زیارت مسجد کی نیت کرنے سے بہتر یہ ہے کہ زیارت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیت کرے۔

صِدقٍ واجعَل لی من لدُنک سُلطٰنا نصیرًا اللّٰھمّ صلّ علیٰ سیّدنا محمّدٍ وعلیٰ اٰل محمّدٍ الیٰ اٰخرہٖ واغفر لی ذنوبی وَافتح لی ابوابَ رحمتِک وفضلِک ثمّ یدخلُ المسجدَ الشریفَ فیصلّی تحیّتہٗ عِندَ مِنبَرہٖ رکعتیْن ویقف بحیث یکونُ عمودُ المنبرِ الشریفِ بحذاءِ منکبہِ الایمن فھو موقفُ النبیّ صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم وما بین قبرہٖ ومنبرہٖ روضۃٌ من ریاض الجنّۃ کما اخبرَ بہٖ صلّی اللّٰہ علیہِ وسلّم وَقالَ مِنبَری علیٰ حوضی فتسجُدُ شکرًا للّٰہ تعالیٰ باداءِ رکعتیْن غیر تحیۃِ المسجد شکرًا لما وفقک اللّٰہ تعالیٰ ومَنّ علیک بالوصول الیہِ ثمّ تدعو بما شئتَ ثمّ تنھضُ متوجّھًا الی القبرِ الشریفِ فتقِف بمقدار اربعۃِ اذرُعٍ بعیدًا عن المقصورۃِ الشریفۃِ بغایۃِ الادب مُستدبر القبلۃ محاذیا لرأس النبیّ صلی اللّٰہ علیہِ وسلّم ووجھہ الاکرم مُلاحظًا نظرہ السعیدَ الیک وسماعہٗ کلامک وردّہٗ علیک سلامک وتامینہٗ علیٰ دعائک

اے اللہ میرے لئے اپنی جانب سے ایک باقوت صاحب اقتدار مددگار عطا فرما۔ اے اللہ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی اولاد پر اور اصحاب پر رحمت نازل فرما اور اے خدا میرے گناہوں کو معاف فرما اور میرے لئے اپنی رحمت اور فضل کے دروازے کھول دے۔

اس کے بعد مسجد شریف میں داخل ہو پس ممبر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس کھڑے ہو کر تحیۃ المسجد کی دو رکعت پڑھے اور اس طرح کھڑا ہو کہ ممبر شریف کا عمود (کھمبہ) اس کے داہنے مونڈھے کی برابر ہو کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کھڑے ہونے کی جگہ وہی ہے۔

(نیز) آپ کی قبر اور آپ کے ممبر کے درمیان کا حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے نیز ارشاد فرمایا ہے کہ میرا ممبر میرے حوض پر ہے۔

پس خداوند عالم کا شکر کرنے کے لئے سجدہ میں پڑ جاؤ اس طرح کہ تحیۃ المسجد کے علاوہ دو رکعت ادا کر دو۔ شکریہ اس کا کہ خدا نے تم کو توفیق دی اور احسان فرمایا کہ اس متبرک مقام تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد جو چاہو مانگو۔

اس کے بعد وہاں سے اٹھو اس طرح کہ قبر شریف کی طرف رُخ کئے ہوئے ہو پھر حجرہ شریفہ سے تقریباً چار ہاتھ کے فاصلہ پر انتہائی ادب کے ساتھ اس طرح کھڑے ہو کہ قبلہ کی طرف پشت ہو اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے سر اور چہرہ مبارک کے مقابل ہو، تصور یہ ہو کہ حضور کی نظر مبارک تم کو دیکھ رہی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سمع مبارک آپ کی طرف متوجہ ہے اور تمہارے سلام کا جواب دے رہے ہیں اور تمہاری دعاؤں پر آمین فرما رہے ہیں۔

وَتقولُ السَّلامُ عليكَ يا سَيِّدِى يا رسُولَ اللهِ السَّلامُ عليكَ يَا نبىَّ اللهِ السَّلامُ عليكَ يا حبيبَ اللهِ السَّلامُ عليكَ يا نبىَّ الرحمةِ السَّلامُ عليكَ يا شفيعَ الامّةِ السَّلامُ عليكَ يا سَيِّدَ المرسَلينَ السَّلامُ عليكَ يا خَاتمَ النَّبيّينَ السَّلامُ عَليكَ يا مزَّمِّلُ السَّلامُ عليكَ يا مُدَّثِّرُ السَّلامُ عَليكَ وعلٰى اصُولكَ الطيّبينَ وَاهلِ بَيتكَ الطَّاهرِينَ الذينَ اذهبَ اللهُ عنهمُ الرِّجسَ وَطهّرهُمْ تطهيرًا جزاكَ اللهُ عنّا افضَلَ مَا جزٰى نبيًّا عنْ قومهٖ وَرسُولاً عنْ امّتهٖ اشهَدُ انكَ رسُولُ اللهِ قدْ بلّغتَ الرسَالةَ وَاديّتَ الامَانةَ ونصحتَ الامّةَ واوضحتَ الحجّةَ وَجَاهَدتَ فى سَبيْلِ اللهِ حقّ جهادهٖ وَاقمتَ الدّينَ حتى اتاكَ اليقينُ صَلّى اللهُ عَليكَ وَسلّمَ وعلٰى اشرفِ مَكانٍ تشرّفَ بحُلولِ جسْمكَ الكرِيمِ فيهِ صلوٰةً وسلامًا دَائمينِ مِن رَبِّ العٰلمينَ عَدَدَ مَا كانَ وَعددَ مَا يكونُ بعلمِ اللهِ صَلوٰةً لا انقضَاءَ لامدهَا يا رسُولَ اللهِ نحنُ وَفدُكَ وَزوّارُ حرمكَ تشرّفنا بالحُلولِ بَينَ

اس کے بعد یہ کہو (ترجمہ) اے میرے آقا! اے اللہ کے رسول آپ پر سلام، اے اللہ کے نبی آپ پر سلام، اے اللہ کے حبیب آپ پر سلام، اے رحمت والے نبی آپ پر سلام، اے رسولوں کے سردار آپ پر سلام، اے امت کے شفیع آپ پر سلام، اے تمام نبیوں میں آخری نبی آپ پر سلام، اے کملی میں لپٹنے والے نبی آپ پر سلام، آپ پر سلام اور آپ کے پاکیزہ اور مقدس بزرگوں پر اور آپ کے گھر والوں پر سلام جو پاک ہیں اور جن سے اللہ تعالیٰ نے نجاست کو دور کیا اور ان کو ہر طرح سے پاک و صاف کر دیا، اللہ تعالیٰ آپ کو ہماری طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے جو ہر اس بدلہ سے کہیں بڑھا ہوا ہو جو کسی نبی کو اس کی قوم کی طرف سے اور کسی رسول کو اس کی امت کی طرف سے کبھی دیا گیا ہو، میں شہادت دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، آپ نے سفارت الٰہیہ کو پوری طرح پہنچا دیا جو مقدس امانت (احکام الٰہی اور رسالت خداوندی کی آپ کو ودیعت کی گئی تھی۔) وہ آپ نے ادا کر دی، آپ نے امت کی خیر خواہی فرمائی، آپ نے حجت اور برہان خداوندی کو خوب واضح کر کے پیش کر دیا، آپ نے اللہ کے راستہ میں انتہائی اور کامل کوشش کا حق ادا کر دیا، آپ نے دین الٰہی کو قائم کیا اور قائم کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آگیا (یعنی موت) اے نبی آپ کے اوپر اللہ کی رحمت ہو اور اس بابرکت مقدس جگہ میں جو آپ کے جسم اطہر کے نزول سے مشرف ہوئی یعنی جس میں آپ کا جسد کریم ودیعت ہے۔ رب العالمین کا صلوٰۃ و سلام ہمیشہ ہمیشہ رہے جتنی چیزیں عالم کون میں آچکیں اُن کی شمار کی برابر اور جتنی چیزیں عالم کون میں آنے والی ہیں جو اللہ کے (غیر محدود اور لامتناہی ازلی اور ابدی علم میں ہیں) ان سب کی برابر صلوٰۃ و سلام، ایسا صلوٰۃ و سلام ہو جس کی انتہا و اختتام ہی نہ ہو، یارسول اللہ ہم آپ کے دربار میں درخواست لے کر حاضر ہوئے ہیں ہم تیرے حرم پاک میں حاضر ہوئے ہیں (اے اللہ کے رسول) ہم نے آپ کے

يَدَيْكَ وَقد جئناك من بلاد شاسعةٍ وامكنة بعيدةٍ نقطع السّهل وَالوعر بقصد زيارتك لنفوز بشفاعتك وَالنظر الى مآثرك ومعاهدك وَالقيام بقضاء بعض حقك والاستشفاع بك الى ربّنا فانّ الخطايا قد قصمت ظهورنا والاوزار قد اثقلت كواهلنا وانت الشافع المشفع الموعود بالشفاعة العظمى وَالمقام المحمود والوسيلة وقد قال الله تعالى ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما وقد جئناك ظالمين لانفسنا مستغفرين لذنوبنا فاشفع لنا الى ربك واسأله ان يميتنا على سنتك وان يحشرنا في زمرتك وان يوردنا حوضك وان يسقينا بكأسك غير خزايا ولا ندامى الشفاعة الشفاعة يارسول الله يقولها ثلاثا ربّنا اغفر لنا ولاخواننا الذين سبقونا بالايمان وَلا تجعل في قلوبنا غلا للذين آمنوا ربّنا انك رؤف رحيم وَتبلغه

سامنے زوکش ہونے کا شرف حاصل کیا ہے (اور اے اللہ کے نبی) ہم آپ کے دربار میں آپ کی زیارت کے لئے دور ودراز شہروں سے اور دور و دراز مقامات سے نرم اور سخت زمینوں کو طے کرتے ہوئے حاضر ہوئے ہیں تاکہ آپ کی شفاعت سے کامیاب ہوں اور آپ کے فضائل اور عظیم الشان کارناموں پر نظر کریں (اور حاضر ہوا ہوں) آپ کے کسی قدر حق کو ادا کرنے کے لئے اور آپ کے ذریعے سے اپنے پروردگار کی بارگاہ میں شفاعت اور سفارش حاصل کرنے کے لئے کیونکہ خطاؤں نے ہماری کمریں توڑ دی ہیں اور گناہوں کے بوجھوں نے مونڈھوں کو بھاری کر دیا۔ یارسول اللہ آپ سفارش کرنے والے ہیں، آپ کی سفارش عند اللہ مقبول ہے۔ آپ سے شفاعت عظمیٰ اور مقام محمود اور وسیلہ کا وعدہ کیا گیا ہے اور خود خدا نے ارشاد فرمایا ہے۔ **ولو انهم اذ ظلموا انفسهم الخ** (بے شک جبکہ انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اگر آپ کے پاس آئیں پس اللہ سے استغفار کریں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اُن کے لئے مغفرت کریں تو یقیناً اللہ کو وہ لوگ توبہ قبول کرنے والا بہت رحمت والا پائیں گے)

یارسول اللہ! حقیقتاً آج ہم اپنے نفسوں پر ظلم کرکے (بڑے بڑے گناہ کرکے) اپنے گناہوں کی بخشش اور مغفرت چاہنے کے لئے آپ کے دربار میں حاضر ہوئے ہیں۔ (یا حبیب اللہ) ہمارے لئے اپنے رب کے دربار میں سفارش فرمایئے اور دعا فرمایئے کہ خداوند عالم ہم کو آپ کی سنت ہی پر موت دے اور ہمارا حشر آپ کی جماعت میں کرے اور ہمیں آپ کے حوض پر پہنچا دے اور ہمیں آپ کے جام کوثر سے سیراب کرے (اس حالت میں کہ نہ ہم رسوا کئے گئے ہوں نہ شرمندہ ہوں۔ یارسول اللہ شفاعت، یارسول اللہ شفاعت، یارسول اللہ شفاعت اس دعا کو تین مرتبہ پڑھو۔ پھر پڑھو ربنا اغفر لنا الخ (اے پروردگار! ہماری مغفرت اور ہمارے اُن بھائیوں کی مغفرت فرما جو کہ ہم سے پہلے ایمان کے ساتھ گذر چکے ہیں اور ہمارے دلوں میں اُن لوگوں کی طرف سے کوئی کینہ مت رکھو جو ایمان لائے، اے ہمارے پروردگار بے شک آپ مہربان ہیں اور بہت رحم والے ہیں۔)

سَلامَ مَن اوصَاكَ بِه فتقولُ السَّلامُ عَلَيْكَ يَا رسُولَ اللّٰه مِنْ فلان بْن فلان يتشفع بِكَ الى ربّكَ فاشفع لهٗ وللمسلمِيْنَ ثمّ تصَلی عَلَيْهِ وتدعو بِمَا شِئتَ عندَ وجهِهِ الكريم مُستَدبر القبلَةِ ثمّ تتحولُ قدر ذراع حتى تحاذی راسَ الصّدّيق الى بَكر رضِیَ اللّٰهُ تعَالیٰ عنه وَتقول السَّلام عَلَيْكَ يَا خليفة رسُول اللّٰه صَلی اللّٰهُ عليهِ وسَلم السَّلامُ عَلَيْكَ يَا صَاحب رسول اللّٰه وَانيسَهٗ فی الغار وَرَفيقَهٗ فی الاسفار وَامِيْنَهٗ عَلی الاسرار جزاك اللّٰهُ عنا افضَلَ مَا جَزیٰ اماماً عن امّةِ نبيّه فلقدْ خلفتهٗ باحسَن خَلفٍ وسَلكتَ طَرِيقه وَمنهَاجه خيرَ مسلكٍ وقاتلت اهلَ الرِدّة والبدَع وَمهّدتَ الاسْلامَ وشيّدتَ اركانهٗ فكنتَ خيرَ امامٍ ووَصلتَ الارحَامَ ولم تزل قائِمًا بالحق ناصرًا لِلديْن وَلاهْله حَتی اتاكَ اليقين سَل اللّٰه سبحَانهٗ لنَا دَوام حبّكَ وَالحشرَ مع حِزبكَ وقبولَ زيَارتنَا السَّلامُ عليكَ وَرحمة اللّٰه وَبركاتهٗ ثم

اس کے بعد جن لوگوں نے آپ کو سلام پہنچانے کی فرمائش کی ہے ان کا سلام پہنچائے جس کی صورت یہ ہے کہ آپ یہ کہیں کہ یارسول اللہ آپ پر فلاں بن فلاں کی طرف سے سلام، وہ آپ سے رب کی بارگاہ میں شفاعت کی درخواست کرتا ہے۔ یارسول اللہ اُس کے لئے نیز تمام مسلمانوں کے لئے شفاعت فرمائیے۔

پھر آپ کے چہرہ منور واقدس کے سامنے کھڑے ہوکر درود شریف پڑھو جس بات کی چاہو دعا مانگو اس صورت سے کہ قبلہ کی طرف پشت پھیرے ہوئے ہو، پھر آپ ایک ہاتھ وہاں سے ہٹ جائیں تاکہ آپ صدیق اکبر (حضرت ابی بکر صدیق رضی اللہ عنہ) کے برابر آجائیں۔ اور وہاں کہیئے (ترجمہ) اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ آپ پر سلام، اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق اور غار میں آپ کے مونس اور سفروں میں آپ کے ساتھی اور راز کی باتوں میں رسول اللہ کے امانت دار آپ پر سلام، آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے وہ بہترین جزا جو اُس بہترین جزا سے بھی بڑھی ہوئی ہو جو کسی امام کو اُس کے نبی کی امت کی طرف سے ملی ہو، کیونکہ آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین قائم مقام ہوئے ہیں۔ بہت اچھی نیابت اور قائم مقامی کی ہے، اور آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ اور قاعدہ پر بہت اچھی طرح چلے ہیں، اور آپ نے اہل ارتداد اور اصحاب بدعت سے مقاتلہ کیا، اور آپ نے اسلام کو پھیلایا، اس کے ارکان کو مستحکم کردیا، پس آپ بہترین امام تھے، آپ نے اپنے رشتہ داروں کے تعلقات کی پاسداری پوری طرح کی (صلہ رحمی کامل طور سے کی) اور آپ ہمیشہ حق پر قائم رہے دین اور دین والوں کی امداد کرتے رہے یہاں تک کہ آپ کے پاس یقین آگیا (وفات کا وقت آگیا)، اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعا کیجئے کہ ہم آپ سے ہمیشہ محبت کرتے رہیں۔ اور یہ کہ آپ کے گروہ میں ہم قیامت کو اٹھیں اور ہماری زیارت قبول ہو السلام علیك ورحمة اللّٰه وبركاته۔

تتحولُ مِثل ذٰلكَ حتّٰی تحاذِیَ راسَ امیرِ المؤمنینَ عمرَ بن الخطّاب رضی اللّٰہ عنہٗ فتقولُ السّلامُ علیكَ یا امیرَ المؤمنینَ السّلامُ علیكَ یا مظهرَ الاسلامِ السّلامُ علیكَ یا مُکسّرَ الاصنامِ جزاكَ اللّٰہُ عنّا افضلَ الجزاءِ لقد نصرتَ الاسلامَ والمسلمینَ و فتحتَ مُعظمَ البلادِ بعدَ سیّدِ المرسلینَ وکفلتَ الایتامَ ووصلتَ الارحامَ وقویَ بكَ الاسلامُ وکنتَ للمسلمینَ اماماً مرضیّاً وھادیاً مھدیّاً جمعتَ شملَھم واغنیتَ فقیرَھم وجبرتَ کسیرَھم السّلامُ علیكَ ورحمۃُ اللّٰہِ وبرکاتُہٗ ثمّ ترجعُ قدرَ نصفِ ذراعٍ فتقولُ السّلامُ علیکما یا ضجیعَیْ رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ورفیقیہِ ووزیریہِ و مُشیریہِ والمعاونینِ لہٗ علی القیامِ بالدّینِ والقائمینِ بعدہٗ بمصالحِ المسلمینَ جزاکما اللّٰہُ احسنَ الجزاءِ جئناکما نتوسّلُ بکما الی رسولِ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیشفعَ لنا ویسألَ اللّٰہَ ربَّنا ان یتقبّلَ سعیَنا ویحیینا علی ملّتہٖ ویُمیتَنا علیھا و یحشرَنا فی زمرتہٖ

پھر اسی طرح (یعنی ایک ہاتھ) ہٹ جاؤ، تب آپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی قبر کے سرہانے کے سامنے ہوجائیں گے. پس وہاں بھی یہ کہو کہ (ترجمہ) اے امیر المومنین آپ پر سلام، اے اسلام کے ظاہر کرنے والے (امداد دینے والے) آپ پر سلام، اے باطل کے بتوں کو توڑنے والے آپ کو اللہ تعالیٰ ہماری طرف سے بہترین بدلہ عنایت فرمائے، آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی امداد کی ہے، آپ نے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بڑے بڑے شہروں کو فتح کیا، آپ یتیموں کے متکفل رہے، آپ صلہ رحمی کرتے رہے (رشتہ داروں کے حقوق ادا کرتے رہے) آپ کے ذریعہ سے اسلام قوی ہوا، آپ مسلمانوں کے پسندیدہ ہدایت کرنے والے اور ہدایت یافتہ امام ہوئے ہیں، آپ نے مسلمانوں کی متفرق جماعتوں کو ہمیشہ جمع کئے رکھا، ان کے ضرورتمندوں کی مدد کی، شکستہ حالوں کی شکستگی دور کی السلام علیك ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہٗ

پھر آپ تقریباً نصف ہاتھ اس جگہ سے واپس ہوں اور کہیں (ترجمہ) اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہم خواب اور آپ کے دونوں دوست اور دونوں وزیر اور مشیر کار اور دین کے قائم کرنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں مددگار اور اے وہ دونوں (مقدس بزرگو) جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مسلمانوں کی مصلحتوں کے لئے اٹھے. خداوند عالم آپ دونوں کو بہترین جزا عطا فرمائے، ہم آپ دونوں کی خدمت میں اس لئے حاضر ہوئے ہیں کہ دربار رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ دونوں کا وسیلہ اور ذریعہ اختیار کریں تاکہ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے شفاعت فرمائیں، اور اللہ عزوجل سے جو ہمارا رب ہے یہ دعا کریں کہ ہماری کوششوں کو قبول فرمائیں اور ہم کو اپنے دین پر زندہ رکھے اور اسی پر مارے اور قیامت کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جماعت میں ہم کو اٹھائے۔

ثُمَّ يَدْعُو لِنَفْسِهٖ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَنْ اَوْصَاهُ بِالدُّعَاءِ وَلِجَمِيْعِ الْمُسْلِمِيْنَ ثُمَّ يَقِفُ عِنْدَ رَاسِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَالْاَوَّلِ وَيَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ قُلْتَ وَقَوْلُكَ الْحَقُّ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ جَاءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا وَقَدْ جِئْنَاكَ سَامِعِيْنَ قَوْلَكَ طَائِعِيْنَ اَمْرَكَ مُسْتَشْفِعِيْنَ بِنَبِيِّكَ اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاٰبَائِنَا وَاُمَّهَاتِنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَا اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَيَزِيْدُ مَا شَاءَ وَيَدْعُوْ بِمَا حَضَرَهٗ وَيُوَفَّقُ لَهٗ بِفَضْلِ اللّٰهِ ثُمَّ يَاْتِيْ اُسْطُوَانَةَ اَبِيْ لُبَابَةَ الَّتِيْ رَبَطَ بِهَا نَفْسَهٗ حَتّٰى تَابَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَهِيَ

اس کے بعد یہ زائر اپنے لئے اور والدین کے لئے دعا مانگے اور اُس شخص کے لئے دعا مانگے جس نے دعا کرنے کی وصیت کی ہو اور تمام مسلمانوں کے لئے دعا مانگے پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سرہانے کی برابر کھڑا ہو جیسے کہ پہلے کھڑا ہوا تھا اور کہے (ترجمہ) خداوندا! آپ نے فرمایا ہے اور آپ کا فرمان بالکل ٹھیک اور سچ ہے کہ (ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاؤك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيما) جبکہ انھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے (گناہ کئے ہیں، اے نبی پاک) اگر وہ آپ کے پاس آئیں اور اللہ سے مغفرت چاہیں اور رسول اللہ بھی ان کے لئے مغفرت مانگیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے۔

اے خدا ہم تیری بارگاہ میں حاضر ہوئے ہیں، تیرے ارشاد کی اطاعت کرنے والے ہیں، تیرے نبی سے سفارش کی درخواست کر رہے ہیں۔ اے اللہ، اے ہمارے پروردگار ہماری مغفرت فرما، ہمارے باپوں اور ماؤں کی مغفرت فرما اور اے اللہ ہمارے ان بھائیوں کو بخش دے جو ایمان کے ساتھ ہم سے پہلے چلے گئے ہیں اور مسلمانوں کی طرف سے ہمارے دلوں میں کینہ مت رکھ، اے ہمارے پروردگار آپ مہربان رحم کرنے والے ہیں۔ ہم کو دنیا میں بھی بھلائی عطا فرمایئے اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرمایئے اور اے خدا ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھئے۔ (اے لوگو سنو!) تمھارا رب جو بہت بڑی عزت اور شان والا ہے، بہت پاکیزہ اور بالا ہے۔ ان چیزوں سے جو اس کی وصف میں (غلط طور سے لوگ) بیان کرتے ہیں اور سلام ہو مرسلین پر اور تمام محامد اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں۔ جو جہانوں کا پروردگار ہے۔

اور جو چاہے اس میں اضافہ کر سکتا ہے اور جو اس کو یاد ہو اور خدا کے فضل سے جس کی اس کو توفیق دی جاتے اس کی دعا مانگے۔ پھر اسطوانہ ابی لبابہ پر آئے یہ وہی کھمبا ہے جس سے ابو لبابہ نے اپنے آپ کو باندھ دیا تھا۔ اور پھر جب تک اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ قبول نہ کی خود کو وہیں باندھے رکھا اور یہ اسطوانہ مزار

بَین القبرِ والمنبرِ ویصلی مَاشاءَ نفلا ویتوبُ الی اللہ ویدعو بما شاء ویأتی الروضۃ فیصلی مَاشاءَ ویَدعو بمَا احبَّ ویکثر منَ التسبیح وَالتھلیل وَالثناء والاستغفار ثم یَاتی المنبرَ فیضع یَدہٗ علی الرمّا نۃِ التی کانتْ بہٖ تبرکا باثرِ رسُول اللہ صلی اللہُ علیہِ وسَلم ومکانَ یدَاہُ الشریفۃِ اذا خطَب لینال برکتہٗ صلی اللہ علیہِ وسلم ویسأل اللہ مَاشَاءَ ثمّ یَاتی الاسطُوانۃ الحنّانۃ وھی التی فیھا بقیۃ الجذع الذی حنّ الی النبیّ صلی اللہ عَلیہِ وسلم حینَ ترکہٗ وخطبَ عَلی المنبرِ حتی نزلَ فاحتضنہٗ فسَکن

اقدس اور ممبر کے درمیان ہے (اور یہاں آکر) جتنی چاہے نفل نماز پڑھے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور جو چاہے دعا مانگے (اور پھر) روضہ[1] میں آئے پس جتنی چاہے نماز پڑھے اور جو دعا محبوب ہو وہ مانگے۔ اور تسبیح تہلیل (لاالہ الا اللہ کہنا) اور ثنا (اللہ کی تعریف) اور استغفار کی کثرت رکھے۔ پھر ممبر کے پاس آئے اور اپنا ہاتھ اس رمانہ[2] پر رکھے جو منبر پر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اثر مبارک کے ساتھ برکت حاصل کرنے کی غرض سے اور تقریر کے وقت آپ کے دستِ مبارک کے رکھے جانے کی (جگہ کی برکت حاصل کرنے کے خیال سے) تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت حاصل کر سکے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھے اور جو چاہے اس کا اللہ تعالیٰ سے سوال کرے، دعا مانگے۔

پھر اس کھمبے کے پاس آئے جس کو حنانہ[3] کہتے ہیں، اور حنانہ اس کھنبہ کا نام ہے جہاں اس "تنہ" کا کچھ حصہ دفن ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں رویا تھا جبکہ رسول اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا تھا اور منبر پر کھڑے ہو کر تقریر کرنی شروع کی تھی حتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے اس کو آغوشِ رحمت میں لیا، اس وقت اس (بے جان مگر تفتیدہ جگر) کھنبے کو سکون ہوا۔

---

[1] یہ مسجد شریف کا ایک مخصوص حصہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر شریف اور مزار مبارک کے درمیان ہے جس کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بشارت دی تھی کہ یہ جنت کا ایک باغیچہ ہے۔

[2] رمانہ کے اصل معنی انار کے ہیں غالباً منبر کا سرا مراد ہے جو انار کی طرح بنایا جاتا ہے آج کل یہ چیز نہیں ہے۔

[3] دارمی میں عبداللہ بن بریدہ سے روایت ہے وہ اپنے والد ماجد سے روایت کرتے ہیں (کہ اوّل اوّل جب تک ممبر نہیں بنا تھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دینے اور تقریر کرنے کے وقت ایک کھمبہ پر (جو غالباً چھپر کی تھونی تھی) ٹیک لگا لیا کرتے تھے ورنہ اس کے پاس کھڑے ہو کر تقریر کیا کرتے تھے۔ جب منبر بنایا گیا تو آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور اس کھمبے سے علیحدہ ہو گئے پس وہ (دلدادہ محاسن نبوت یعنی حس و حرکت سے محروم لکڑی کی بلی) پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم منبر سے نیچے تشریف لائے اور دست شفقت اس کھمبہ پر رکھا اور فرمایا کہ تجھ کو اسی جگہ گاڑ دیا جائے یا جنت میں کہ اس کی نہروں اور چشموں سے تو سیراب ہوتا رہے اور تیرے پھل صرف اولیاء اللہ کھایا کریں۔ اس مریض دردِ محبت نے مسیحائے عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے یہ الفاظ سنے اور جنت میں گاڑے جانے کو پسند کیا۔ دارمی وغیرہ۔

بہت ممکن ہے کہ سائنس کے حواس باختہ اس حدیث پر تعجب کریں مگر ہم تو اس اعجازی واقعہ کو مسیحائے عالم اور رحمت کونین کا وہ شاندار معجزہ مانتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے احیاء سے کہیں زیادہ بڑھ چڑھ کر ہے۔ صلی اللہ علیہ وسلم۔

وَيتبرّكُ بمَا بقيَ مِنَ الاٰثار النبوِيّةِ والاماكِن الشريفة ويجتَهدُ فی احيَاءِ الليَالیْ مُدّةَ اقامتهٖ وا غتنامِ مُشاهدةِ الحَضرةِ النبوِيّةِ وزيَارتهٖ فی عمومِ الاوقاتِ ؞ وَ يستحبُّ ان يخرجَ الى البقيعْ فياتی المشاهدَ وَالمزارات خصُوصًا قبرَسيّدِ الشهداءِ حَمزةَ رضیَ اللہ عنہُ ثمّ الی البقيعْ الاٰخر فيزورُ العبّاسَ والحسَنَ بن علیّ وَبقيّۃ اٰل الرسُول رضیَ اللہ عنہُم وَيزوْرُامیرُالمؤمنينَ عثمان بن عَفان رَضیَ اللہ عنہُ وَ ابرٰاهيمَ بن النبیَّ صَلی اللہ عَليْہِ وَسلم وَازواج النبیّ صَلی اللہ عليہِ وسلم وعمّتہٖ صَفية وَ الصحَابَة والتابعِيْنَ رضیَ اللہ عنہُم ويَزوْرُ شهَداءَ اُحُدٍ وَانْ تيسّرَ يومَ الخميْس فهواحسَن وَيقوْل السَّلامُ عَليْكم بمَا صَبرتمْ فنعمَ عقبیَ الدّار ويقرأُ ايَةَ الكرسِیْ وَ الاخلاصِ احدٰیْ عشرَ مرّةً وسُورَةَ يٰسٓ انْ تيسّرَ ويهدیْ ثوابَ ذٰلكَ لجميْعِ الشهُداءِ ومَن بجوَارِهمْ مِنَ المؤمنيْنَ ؞ ويَستحبّ ان يَاتیَ مسجدَ قباءَ يومَ السَّبتِ اوْ غيْرہٗ ويصَلی فيْہِ وَيقول بعدَ دعَائہٖ بمَا احبَّ ياصَريخَ المسْتصرخيْنَ يَاغيَاثَ

اس کے بعد آثار نبویہ اور مقامات شریفہ سے برکت حاصل کرے جو (اس وقت تک) باقی ہیں۔ (جن سے ابھی برکت حاصل نہیں کی) اور اپنے ٹھیرنے کی مدت میں شب بیداری کی کامل کوشش کرے (نیز) تمام وقتوں میں بارگاہ نبوت کے دیدار اور اس کی زیارت کی غنیمت حاصل کرنے کی پوری کوشش کرتا رہے اور مستحب ہے کہ بقیع کی طرف جائے۔ مشاہد اور مزارات پر حاضر ہو، خصوصاً سید الشہدا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر حاضر ہو پھر دوسرے بقیع میں حاضر ہو، حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور باقی آل رسول رضی اللہ عنہم کی زیارت کرے اور امیر المومنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اور

اور ابراہیم بن النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ازداج نبی صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ و ذریاتہ واہل بیتہ وسلم تسلیماً کثیراً کثیراً۔ کی اور آپ کی پھوپی حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور تمام صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم اجمعین کے مزارات کی زیارت کرے اور شہدا، احد رضی اللہ عنہم کی زیارت کرے اور اگر جمعرات کا دن میسر ہو جائے تو بہتر ہے اور یہ کہتا رہے سلامٌ علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار (ترجمہ) آپ حضرات نے جو صبر کیا اس کے عوض میں آپ پر سلام اور بہت اچھا ہے آخرت کا مقام۔ واللہ اعلم

اور آیۃ الکرسی اور سورہ اخلاص گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھے اور اگر ممکن ہو تو سورہ یسین شریف پڑھے اور اس کا ثواب تمام شہدا اور ان مومنوں کی خدمت میں پیش کرے جو ان کے پاس ہیں۔ اور مستحب ہے کہ اس کے بعد قبا میں حاضر ہو، سنیچر کے روز یا اس کے علاوہ کسی اور روز اس مسجد میں نماز پڑھے اور جو دعا محبوب ہو اس کو مانگنے کے بعد کہے۔ اے پکارنے والوں کی پکار سننے والے، اے دہائی دینے والوں کے فریادرس، اے

المستغيثين يا مفرج كرب المكروبين يا مجيب دعوة المضطرين صل على سيدنا محمد وآله واكشف كربي وحزني كما كشفت عن رسولك حزنه وكربه في هذا المقام يا حنان يا منان يا كثير المعروف والاحسان يا دائم النعم يا ارحم الراحمين وصلى الله على سيدنا محمد وعلى آله وصحبه وسلم تسليما دائما ابدا يا رب العلمين آمين

مصیبت زدوں کی مصیبت کھولنے والے، اے بے قراروں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے رحمت کاملہ نازل فرما ہمارے آقا اور سردار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپ کی آل پر اور میرے رنج وغم کو دور کردے جیسے کہ خداوندا تو نے اپنے رسول کے غم اور اُن کی مصیبت کو اس مقام پر دور فرمایا تھا۔ اے حنّان (بندوں پر توجہ فرمانے والے اور بخشنے والے) اے منّان (بہت احسان فرمانے والے) اے بہت بھلائی اور احسان کرنے والے اے دائم النعم (اے ہمیشہ نعمت عطا فرمانے والے) اے ارحم الراحمین۔

اور ہمیشہ ہمیشہ اللہ کی رحمتیں نازل ہوں ہمارے سید وآقا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر، آمین!

کتابت: عبدالمجید بجنوری ،،،